امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کا محدثانہ مقام

مؤلف
حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ
مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام
057-2311400

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام

مؤلفہ

حافظ ظہور احمد الحسینی

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

زاہد آباد، حضرو اٹک، پاکستان

057-2311400,0312-2311400

نوٹ: کچھ صفحے جو کہ اصل کتاب سے غائب تھے اسلئے یہاں بھی شامل نہیں ہو پائے.

انتساب

عصرِ حاضر میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ (م ۱۵۰ھ) کی علمی شخصیت پر دو حضرات نے بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ ان میں سے ایک مصر کے مایہ ناز محقق علامہ محمد زاہد بن حسن کوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ہیں، اور دوسرے پاکستان کے محدث کبیر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) ہیں۔ جَزَاهُمَا اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

راقم الحروف نے چونکہ اس کتاب کی تالیف میں ان دونوں حضرات کی تحقیقات سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، اس لیے یہ تالیف سعادتِ دارین سمجھتے ہوئے ان اکابر کے حضور ہدیہ ہے۔

ع   گر قبول افتد زہے عز و شرف

ظہور احمد الحسینی غفرلہٗ

فہرست

عرضِ مؤلف

باسمہ تعالیٰ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ.
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ:

امیر المؤمنین فِی الحدیث امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا ارشاد ہے:

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ.[۱]

صالحین کے تذکرہ سے (اللہ تعالیٰ کی) رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہ کتاب بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا تذکرہ ہے جن کو دنیا امام اعظم کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ کی شخصیت بڑی جامع الکمالات ہے۔ آپ جیسے ایک بلند پایہ مجتہد، عظیم فقیہ، بلند مرتبت مفسر، بے مثل اصولی و متکلم، صوفی باصفا، ولی اللہ، عابد، متقی، پرہیزگار، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم مدبر اور زیرک سیاستدان تھے، ایسے ہی آپ ایک جلیل القدر محدث اور پختہ کار حافظ الحدیث بھی تھے۔ لیکن ان سب فضائل و کمالات کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے مظلوم بھی ہیں اور آپ اپنی زندگی میں ہی حاسدین کے حسد اور معاندین کی طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے رہے، اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہیں، اس کو کون نیچا دکھا سکتا ہے؟ چنانچہ لوگوں نے آپ کو جتنا بدنام کرنے کی کوشش کی، اللہ نے اتنا ہی زیادہ آپ کو دنیا میں شہرت و عظمت عطا کی اور دن بدن آپ کے چاہنے اور ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱۶۲/۲) لابن عبدالبرؒ

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے عجب خوش مزاج ہے!

ہمارے برصغیر (پاک وہند) میں انگریزی دور کی یادگار جماعت غیر مقلدین، جس کا مشن ہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی مخالفت کرنا اور آپ کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کو آپ سے متنفر اور بیزار کرنا ہے، ان لوگوں کا آجکل سب سے بڑا پروپیگنڈہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث میں کم مایہ تھے اور آپ کی فقہ حدیث کے مخالف اور محض آپ کے قیاسات پرمبنی ہے۔ یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کو گرانے کے لیے آئے روز کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ چھاپ رہے ہیں، اور ان کے واعظین ومقررین بھی اپنے بیانات میں آپ کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کیے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں اہلِ سنت والجماعت پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے اس عظیم محسن کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیں اور آپ کے خلاف ان اہلِ بدعت (غیر مقلدین) کے اعتراضات، الزامات اور مطاعن کا تحقیقی اور مسکت جواب دیں۔

الحمدللہ! اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے یہ کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام'' لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا فی الحال حصہ اوّل پیشِ خدمت ہے، جس میں امام صاحب کے محدثانہ مقام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور ٹھوس اور مضبوط حوالہ جات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ علم حدیث میں بلند پایہ اور عظیم المرتبت ہیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ عنقریب اس کتاب کا حصہ دوئم بھی پیش کیا جائے گا، جس میں امام اعظمؒ کی ذات گرامی پر علم حدیث سے متعلق کیے گئے اعتراضات والزامات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا اور آپ کے خلاف اس بابت پھیلائے گئے تمام شکوک وشبہات کی حقیقت بھی واضح کردی جائے گی۔

اس کتاب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ جو بات بھی کی جائے وہ مدلل اور باحوالہ ہو۔ اور جتنے حوالے اس میں لکھے گئے ہیں، وہ ہم نے ان کے اصل ماخذ سے نقل کیے ہیں۔ اور اگر کہیں کوئی حوالہ اصل ماخذ کی بجائے کسی کتاب سے نقل کرنا پڑا تو اس کا باقاعدہ حوالہ دے دیا گیا ہے۔ حوالہ جات نقل کرنے میں بھی ہم نے بڑی احتیاط کی ہے، لیکن بتقاضائے بشریت خطا ممکن ہے، اس لیے اہلِ علم سے گزارش ہے کہ ایسی کوئی غلطی نظر آئے، یا کتاب میں کوئی اور سقم ہو تو براہِ مہربانی

اس بارے میں مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور اسے راقم کی مغفرت، والدین اور اساتذہ ومشائخ کی بلندئ درجات اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلّی اللّٰہ علیہ و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ الٰی یوم الدین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

حضرت امام اعظمؒ کا مختصر سوانحی تذکرہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اما بعد:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام جاننے سے پہلے آپ کے ذاتی حالات سے آگاہی ضروری ہے، اس لیے یہاں مختصراً آپ کے ذاتی حالات لکھے جاتے ہیں۔

ولادت باسعادت

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت راجح قول کے مطابق ۸۰ ہجری میں ہوئی، جیسا کہ آپ کے جلیل القدر پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ[۱] (م ۲۱۲ھ) کا بیان ہے:

۱۔ امام اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہؒ ایک جلیل القدر محدث اور بلند پایہ فقیہ تھے۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں، الامام بلامدافعة، ذوالفضائل الشریفة، والخصال المنیفة. (الجواہر المضیۃ، ج ۱، ص ۱۴۸، طبع میر محمد کتب خانہ کراچی)۔ یعنی امام اسماعیلؒ بلا اختلاف امام، عمدہ فضائل اور اچھی عادات کے مالک تھے

حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کو امام، عالم، عارف، قضاء میں بصیرت رکھنے والے، محمود السیرت، فقیہ، احکام اور جدید مسائل کو جاننے والے، دین دار، صالح اور عابد قرار دیتے ہیں۔ (تاج التراجم، ص ۱۸، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کے شیوخ حدیث میں سے ہیں اور خود خطیبؒ ان کو کبار فقہاء میں شمار کرتے ہیں (تاریخ بغداد، ۶/۲۴۲)، سے امام اسماعیل بن حمادؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لے کر اب تک کوئی قاضی اسماعیل بن حمادؒ سے بڑا عالم نہیں گزرا۔ کسی نے پوچھا، کیا حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) بھی نہیں؟ فرمایا حسن بصریؒ بھی نہیں۔ (تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۴۲)

وُلد جدی فی سنة ثمانین.[۱]

میرے دادا جان (امام ابوحنیفہؒ) ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

حافظ برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) اور حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) امام اسماعیلؒ کے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

ومولده فیما قاله حفیده اسماعیل بن حماد سنة ثمانین.[۲]

امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی جیسا کہ آپ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ نے فرمایا ہے۔

امام اعظمؒ کے شاگرد رشید اور امام بخاریؒ کے استاذ کبیر امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۸ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

ولد ابو حنیفة سنة ثمانین.[۳]

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

آپ کے سنِ ولادت سے متعلق ۶۱ ہجری وغیرہ کے اقوال بھی ہیں، لیکن استاذ ابوزہرہ مصریؒ نے ۸۰ھ والے قول کو ترجیح دی ہے، اور تصریح کی ہے کہ اکثر محدثین اسی کے قائل ہیں۔[۴]

نام ونسب

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی نعمان ہے۔ اور آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان... الخ

خاندانی تعارف

مورخین کا اس بابت اختلاف ہے کہ آپ کے خاندان کا تعلق کس علاقے سے تھا؟ چنانچہ

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۷) طبع دار الکتب العلمیة بیروت

۲۔ الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۳۴۷) طبع مکتبة الرشد الریاض، فتح المغیث شرح الفیة الحدیث (۳/۲۵۷) طبع دار الکتب العلمیة، بیروت

۳۔ التاریخ الصغیر (۲/۹۳) للبخاریؒ، طبع دار المعرفة، بیروت؛ تاریخ ابی زرعة الدمشقی (ص ۱۱۸) طبع دار الکتب العلمیة، بیروت

۴۔ ابوحنیفة حیاته وعصره، آراؤه وفقهه (ص ۱۵) طبع دار الفکر العربی القاہرة

اس سلسلہ میں بابل، نسا، ترمذ، کابل اور انبار وغیرہ مختلف شہروں کے نام لیے جاتے ہیں۔ بہر حال آپ کا خاندانی تعلق ان شہروں میں سے جس سے بھی ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں اور آپ کا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہا۔ آپ کے پوتے امام اسماعیل بن حماد (م ۲۱۲ھ) کا ہی بیان ہے:

اَنَا اسماعيل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان مِن اَبناء فارس الاحرار، والله ماوقع علينا رق قط.[1]

میں اسماعیل بن حماد بن نعمان (امام ابوحنیفہؒ) بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم فارسی النسل کے آزاد لوگوں میں سے ہیں۔ بخدا! ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آیا۔

مولانا شبلی نعمانیؒ (م ۱۳۳۲ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اسماعیل نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے، اس وجہ سے دقیقہ سنج مورخوں نے اس بحث میں انہی کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ صَاحِبُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِيْهَا.[2] (گھر والا اپنے گھر کو سب سے بہتر جانتا ہے)۔

آپ کے خاندان کا حضرت علی المرتضیٰؓ سے تعلق

آپ کے خاندان کو جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے دولتِ اسلام سے مشرف فرمایا تو یہ لوگ غالباً مزید اسلامی تعلیمات حاصل کرنے کے شوق میں اپنے اصل وطن (ترمذ، نسا، کابل وغیرہ جو بھی تھا) کو خیر باد کہہ کر کوفہ میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔

اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا اور کوفہ کو اہلِ اسلام کا دار الخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ خاندان چونکہ ایک معزز اور نیا نیا اسلام میں داخل ہوا تھا اس لیے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خصوصی توجہات ان کو حاصل رہیں اور حضرت کے دربار میں اس خاندان کا

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۷)؛ تہذیب الکمال (ج ۱۹، ص ۱۰۵)، طبع دار الفکر، بیروت؛ تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۶۳۹)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۵۳۱)، طبع دار الفکر، بیروت وغیرہا

۲۔ سیرۃ النعمان (ص ۱۶)، طبع دار الاشاعت، کراچی

آنا جانا رہتا تھا۔ چنانچہ امام صاحبؒ کے والد ثابتؒ بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور حضرت نے ان کو دعائے خیر سے نوازا تھا۔ جبکہ آپ کے دادا نعمان بن مرزبان نے نوروز یا مہرجان (جو کہ فارسیوں کی عید کے دن ہیں) کو حضرت علیؓ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا تھا، جیسا کہ امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) کا ہی بیان ہے:

وُلِد جَدّی فِی سنة ثمانین، وذَهَب ثابت اِلٰی علی بن ابی طالب وهو صغیر فدَعا له بالبرکة فیه و فی ذریته، و نحن نرجوا من الله ان یکون قد استجاب الله ذٰلک لعلی بن ابی طالب فینا.

قال: والنعمان بن مرزبان ابو ثابت هو الذی اهدٰی لعلی بن ابی طالب الفالوذج فی یوم النیروز. فقال: نورزنا کل یوم. و قیل: کان ذلک فی المهرجان. فقال: مهرجونا کل یوم.[1]

میرے دادا جان (امام ابوحنیفہؒ) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد ثابتؒ بچپن میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے اور اُن کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا کی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی ہے۔

اور ثابتؒ کے والد (اور امام صاحبؒ کے دادا) نعمان بن مرزبان نے ہی نوروز کے دن حضرت علیؓ کو فالودہ پیش کیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ہر دن نوروز ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ فالودہ مہرجان کے دن حضرت علیؓ کو پیش کیا تھا اور اس پر آپ نے فرمایا، ہمارا ہر دن مہرجان ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کے خاندان کا حضرت علیؓ سے خصوصی تعلق تھا۔

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۷)، تہذیب الکمال (۱۹/۱۰۵)، تہذیب التہذیب (۵/۶۲۹) وغیرہا

قبیلہ بَنِی تَیمُ اللّٰہ سے عَقدِ مَوَالاتْ

عرب میں یہ دستور رہا ہے کہ جب کوئی شخص یا خاندان اسلام قبول کرتا تو وہ کسی مسلمان خاندان سے عہد و پیمان اور دوستانہ تعلق قائم کر لیتا۔ اس عہد و پیمان اور دوستانہ تعلق کو عقدِ موالات کہا جاتا تھا۔ پھر یہ نو مسلم شخص یا خاندان اسی مسلم خاندان کی طرف منسوب ہوتا اور اس خاندان کا مولی کہلاتا۔ جیسے امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کو جعفی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ علمائے انساب نے یہ بیان کی ہے کہ آپ کے پردادا مغیرہؒ جب والیِ بخارا یمان جُعفیؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تو پھر ان ہی کے ساتھ عقد موالات کر کے جُعفی کہلائے۔[1]

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جد امجد نعمانؒ بن مرزبان جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے بھی کوفہ کے ایک مشہور اور معزز خاندان بَنِی تَیمُ اللّٰہ بِنْ ثَعْلَبَۃ سے عَقدِ مَوَالاتْ قائم کیا، جس کی وجہ سے اس خاندان کے افراد تیمی اور مولیٰ تَیمُ اللّٰہ بِنْ ثَعْلَبَۃ کہلانے لگے۔

بعض حضرات کو اس لفظ مولیٰ سے غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اس کے معنی غلام سمجھ کر آپ کے خاندان کو بَنِی تَیمُ اللّٰہ کا آزاد کردہ غلام قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ لفظ مولیٰ جیسے غلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ایسے ہی یہ دیگر کئی معنوں: آقا، آزاد کرنے والا، دوست اور حلیف (عہد و پیمان کرنے والا) وغیرہ معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ بلکہ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب "تہذب الاسماء واللغات" کے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ مولیٰ کا لفظ زیادہ تر حلیف (عہد و پیمان کرنے والا) کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔[2]

یہاں بھی امام صاحبؒ اور آپ کے خاندان کو جو مَولٰی بَنِی تَیمُ اللّٰہ کہا جاتا ہے، اس میں بھی لفظِ مولیٰ حلیف اور مَولٰی اَلْمُوَالَاۃ ہی کے معنی میں ہے، کیونکہ اس کا یہی معنی خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے آپ کے شاگرد رشید اور جلیل القدر محدث امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ) سے بالسند یہ بیان نقل کیا ہے:

اتیت ابا حنیفة، قال لی: مِمَّن الرجل؟ فقلت: رجل مَنَّ اللّٰه علیه

۱۔ کتاب الانساب (ج ۱ ص ۴۱۸) للامام السمعانی طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ سیرۃ النعمان (ص ۱۷) از علامہ شبلی نعمانی

بالاسلام، فقال لی لاتقل ھکذا، ولکن وال بعض ھذہ الاحیاء ثم انتم الیھم فانی کنت انا کذلک۔[۱]

میں امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا، تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا، میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت دے کر احسان فرمایا (یعنی میں ایک نومسلم ہوں)۔ امام صاحبؒ نے فرمایا، تم ایسا نہ کہو، بلکہ ان (مسلم) قبائل میں سے کسی سے وِلاء (عہد و پیمان) کرلو اور پھر ان ہی کی طرف اپنے کو منسوب کرو، میں خود بھی ایسا ہی تھا۔

امام محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے بھی امام مقریؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[۲]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ آپ کے خاندان کو جو مَولٰی بَنِی تَیمُ اللّٰہ بِن ثَعلَبَۃ کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ بَنِی تَیمُ اللّٰہ کے غلام رہے ہیں، بلکہ آپ اس وجہ سے ان کے مولیٰ کہلاتے ہیں کہ آپ نے ان سے عَقدِ مَوالاتُ کیا تھا۔

نیز اس وجہ سے بھی آپ کے خاندان کو بَنِی تَیمُ اللّٰہ کا غلام نہیں قرار دیا جاسکتا کہ ابھی آپ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) کا بیان گزرا ہے، جس میں انہوں نے قسم اٹھا کر بڑی ذمہ داری سے فرمایا کہ:

"ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہا۔"

اب امام صاحبؒ کے خاندان کو آپ سے اور آپ کے پوتے سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟ فَما ذَا بَعدَ الحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔

امام اعظمؒ اور آپ کے پوتے امام اسماعیلؒ کے علاوہ دیگر کئی محققین بھی آپ کے خاندان کے غلام نہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ مثلاً عَلَّامَۃُ النَّسَب امام احمد بن محمد اشعری قرطبیؒ (م ۵۵۵ھ) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بنی تیم اللہ کے آزاد کردہ غلام نہیں ہیں بلکہ اس قبیلے کے ساتھ عقد موالات کرنے کی وجہ سے ان کے مولیٰ کہلاتے ہیں، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

۱۔ مشکل الآثار (ج ۴/ ۳۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ اخبار القضاۃ (ص ۳۴۲) طبع عالم الکتب، بیروت

وابو حنيفة من ابناء فارس الاحرار نزل ابوه علٰی تيم الكوفة فحالفهم فهؤلاء مولاه وليس بمولى عتاقة لهم كما زعم بعض الناس.[۱]

امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل کے آزاد لوگوں میں سے ہیں، آپ کے والد کوفہ کے خاندان تیم اللہ کے پاس آکر ٹھہرے تھے اور ان سے عقد موالات کرلیا تھا جس کی وجہ سے اس خاندان والے ان کے مولیٰ کہلائے۔ اس مولیٰ سے مراد مولیٰ عتاقت (امام صاحبؒ کے خاندان والوں کا بنی تیم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہونا) ہرگز نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ یہ کنیت آپ کی اتنی مشہور ہوئی کہ آپ کے نام پر غالب آگئی۔ چنانچہ آج آپ اپنے نام سے زیادہ اپنی اس کنیت سے مشہور ہیں۔ یہ کنیت آپ نے کیوں اختیار کی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ آپ کی یہ کنیت حقیقی نہیں، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ آپ کی ایک بیٹی کا نام حنیفہ تھا جس کی وجہ سے آپ کو ابوحنیفہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقيل كانت له بنت تسمّٰى بذلك، ورد بانه لا يعلم له ولد ذكر ولا انثٰى غير حماد.[۲]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک بیٹی حنیفہ نام کی تھی (کہ جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے)، لیکن یہ قول مردود ہے، کیونکہ حمادؒ کے علاوہ آپ کی کسی اور اولاد کا ہونا معلوم نہیں ہے، نہ کسی بیٹے کا اور نہ کسی بیٹی کا۔

بلکہ آپ کی یہ کنیت وصفی ہے، جیسا کہ ابوالحسنات، ابوالکلام وغیرہ کنیتیں رکھی جاتی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوحنیفہ بھی اسی وصفی اعتبار سے ہے، جس کا مطلب ہے ''اَبُوْ الْمِلَّةِ الْحَنِيْفَةِ'' (ملت حنیفہ کے بزرگ)۔ کیونکہ آپ تمام ملت اسلامیہ کے امام اور پیشوا ہیں اور ملت اسلامیہ کا

۱۔ التعریف فی الانساب (ص ۳۴۵) طبع دار المنار القاہرۃ

۲۔ الخیرات الحسان، ص ۲۵ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ایک نام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مِلَّتِ حَنِیْفَہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا۔[1]

اور پیروی کرو ابراہیم کی ملت (طریقہ) کی جو حنیف (ایک ہی دین کے ہو رہے) تھے۔

مورخ کبیر علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۱ھ) لکھتے ہیں:

واتفقوا علٰی ان کنیتهٗ "ابو حنیفة" مؤنث حنیف، وهو المسلم لانه المائل الی الدین المستقیم۔[2]

تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ اور حنیفہ حنیف کی مؤنث ہے۔ حنیف کا مطلب ہے مسلمان، کیونکہ مسلمان بھی دینِ مستقیم کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ امام صاحبؒ کو ملت حنیفہ کی پاسداری اور رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا، اس لیے آپ ابوحنیفہ یعنی اَبُوْ الْمِلَّةِ الْحَنِيْفَةُ کہلائے۔ مفسرِ عظیم علامہ محمود زمخشریؒ (م ۵۳۸ھ) نے اسی مناسبت سے فرمایا ہے:

وتدَ اللّٰهُ الارضَ بالاعلام المنیفة ‏ ‏ ‏ کما وطّدَ المنیفة بعلوم ابی حنیفة

الائمة الجلة الحنیفة ‏ ‏ ‏ ازمة الملة الحنیفة

الجود والحلم حاتمی واحنفیٌّ ‏ ‏ ‏ والدین والعلم حنیفیٌّ و حنفیٌّ[3]

- اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلند و مضبوط پہاڑوں سے جکڑ دیا، جیسے ملت حنیفہ کو امام ابوحنیفہؒ کے علوم سے مضبوط کر دیا۔
- جلیل القدر ائمہ احناف ہی ملت حنیفہ کی باگیں ہیں۔
- سخاوت اور حلم اگر حاتمی اور احنفی ہے تو پھر دین اور علم حنیفی اور حنفی ہے۔

امام اعظم کا لقب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ چونکہ تمام ائمہ متبوعین میں عمر، علم، جلالتِ شان اور مرتبہ کے

۱۔ سورۃ آل عمران: ۹۵ ‏ ‏ ‏ ۲۔ عقود الجمان (ص ۱۴۱) طبع حیدر آباد دکن

۳۔ الروض الباسم فی سیرۃ ابی القاسم (ج ۱/ص ۳۱۱) للحافظ ابن الوزیرؒ طبع عالم الفوائد، جدۃ

لحاظ سے سب سے بڑے ہیں، اس لیے آپ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس لقبِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اتنا پسند فرمایا کہ یہ لقب آپ کے نام کا جزء بن گیا۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ.

صرف احناف ہی نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے تقریباً تمام مکاتب فکر آپ کو اسی امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں کسی حنفی عالم کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔ دیگر مکاتب فکر کے جید علماء کے چند حوالے بطور نمونہ ہدیۂ قارئین ہیں:

۱۔ مورّخِ کبیر اور محدث شہیر امام شمس الدین ذہبی شافعیؒ (م ۷۴۸ھ)، کہ علوم حدیث میں جن کے تبحر اور فضل و کمال سے کون شخص ناواقف ہوگا؟ انہوں نے اپنی مایہ ناز کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام صاحبؒ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمے کا آغاز اسی امام اعظم کے لقب سے کیا ہے۔[۱]

۲۔ حافظ الحدیث والرجال امام ابوسعد عبدالکریم سمعانی شافعیؒ (م ۵۶۲ھ)، حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا سنِ ولادت بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وُلد ... سنة خمسين و مائة، لعله مات في يومها الامام الاعظم ابو حنيفة رضى الله عنه.[۲]

آپ ۱۵۰ھ میں شاید اُسی دن پیدا ہوئے جس دن امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے وفات پائی۔

۳۔ علامۃ الدہر امام محمد علی بن محمد بن علان علوی شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ)، امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

الامام ابو حنيفة هو الامام الاعظم... الخ.[۳]

امام ابوحنیفہؒ جو کہ امام اعظم ہیں۔

۱۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۲۶)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ کتاب الانساب (ج ۳، ص ۹۷)

۳۔ الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ (ج ۲، ص ۵۵)، بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث (ص ۱۱۱)، للعلامۃ عبدالرشید النعمانیؒ

۴۔ مورخ کبیر علامہ عبدالحی ابن العماد حنبلیؒ (م۱۰۸۹ھ) نے مشہور اشعری محدث علامہ ابن الاہدلؒ (م۸۵۵ھ) سے عبداللہ بن عبدانؒ کے ایک خواب، جس میں ان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی، کے متعلق نقل کیا ہے:

فانظر الی ھذا واضعافه مما وقع لکبراء الامة کالامام الاعظم والامام احمد والامام القشیری و صاحب ھذہ الترجمة واضعافھم من اخبارھم برؤیته تعالیٰ فی المنام۔[1]

اس واقعہ اور اس طرح کے کئی دیگر واقعات کی طرف نظر کیجیے، جو اکابرین امت، جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ، امام قشیریؒ، صاحب ترجمہ عبداللہ بن عبدانؒ اور ان جیسے دیگر ائمہ کو پیش آئے کہ خواب میں ان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔

اس بیان میں علامہ ابن الاہدل اشعریؒ نے صراحتاً امام صاحبؒ کو امام اعظم سے ملقب کیا ہے۔

۵۔ اور خود علامہ ابن العماد حنبلیؒ نے جمال الدین محمد بن عبداللطیف زرندی حنفیؒ (م۸۰۰ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

وبرع فی مذھب الامام الاعظم۔[2]

انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب میں کمال حاصل کیا۔

۶۔ امام محمد بن ابراہیم الوزیر (م۸۴۰ھ)، جو امام الزیدیہ ہیں اور اہلِ سنت والجماعت کے ہاں بھی قابلِ احترام ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الروض الباسم'' میں متعدد مقامات پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

فروی عن الامام الاعظم ابی حنیفة رضی اللہ عنه ان فاسق التصریح متی کان معروفا... الخ[3]

۱۔ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (ج۳ ص۲۵۰) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ ایضاً (۶/۳۶۷)

۳۔ الروض الباسم (۲/۵۰۳)؛ نیز دیکھیے: (ج۲، ۵۴۳) وغیرہ

۷۔ امام الصوفیاء علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) بھی کئی مقامات پر آپ کو امام اعظم کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وھا انا قد ابنت لک عن صحة ادلة مذهب الامام الاعظم ابی حنيفة رضی الله عنه...[۱]

۸۔ مؤرخ اسلام امام عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) نے اپنی تاریخ میں ۱۵۰ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و فی هذه السنة مات الامام الاعظم ابو حنيفة النعمان بن ثابت.[۲]

اسی سال (۱۵۰ھ) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے وفات پائی۔

۹۔ مؤرخ اسلام امام حافظ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) مؤلف ''سیرۃ الشامیہ'' نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں ایک بلند پایہ اور محققانہ کتاب تصنیف کی ہے اور آپ کے اس امام اعظم کے لقب کو اپنی مذکورہ کتاب کا جزء بنادیا ہے۔ اس کتاب کا پورا نام ہے: عُقُوْدُ الْجُمَانُ فِیْ مَنَاقِبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانُ. اور پھر اس کتاب میں انہوں نے آپ کو جا بجا امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔

۱۰۔ اسی طرح محدث جلیل اور فقیہ عظیم امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) شارح المشکوٰۃ نے بھی امام صاحبؒ کے مناقب میں ایک بہترین کتاب لکھی ہے اور آپ کے اس لقب کو اس کتاب کے عنوان کا جزء بنایا ہے۔ کتاب کا عنوان ہے: اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَانُ فِیْ مَنَاقِبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانُ.

یہ دونوں کتابیں مطبوعہ ہیں اور ہم نے ان دونوں کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جَزَاهُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

حضرات غیر مقلدین میں آپ کا لقب امام اعظم

عصر حاضر کے کئی نامور علمائے غیر مقلدین بھی دیگر علمائے اسلام کی طرح حضرت امام

۱۔ المیزان الکبریٰ الشعرانیہ (ج ۱، ص ۸۵) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ الکامل فی التاریخ (۵/۵۹۵) طبع دار الصادر، بیروت

صاحبؒ کو کھلے دل سے امام اعظم تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ)، جو غیر مقلدین حضرات کے ہاں مجدد اور محقق اعظم کے درجہ پر فائز ہیں، امام ابو حنیفہؒ کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ابو حنيفة النعمان بن ثابت الامام الاعظم۔[۱]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) بھی اپنے فتاویٰ وغیرہ میں جابجا آپ کو امام اعظم کہتے ہیں۔[۲]

مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد رشید اور بزرگ عالم دین مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء) نے آپ کو متعدد مقامات پر امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں:

اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ''فقہ اکبر'' میں اندراج لوح محفوظ کی نسبت فرماتے ہیں... الخ[۳]

نیز مولانا موصوف نے اپنی کتاب ''علمائے اسلام'' میں امام صاحب کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی الملقب بامام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان...[۴]

مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ مولانا وحید الزمانؒ (م ۱۳۳۸ھ) حدیث ''اِذَا اجْتَهَدَ فاخطأ فلَهٗ اجر'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

خصوص امام اعظمؒ کی نسبت وہ تو سب مجتہدوں سے زیادہ حدیث کے پیرو تھے۔[۵]

اسی طرح غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے اپنی کتاب ''تحقیق الکلام'' (یہ وہ کتاب ہے کہ جس پر مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں

۱۔ الحطۃ فی ذکر الصحاح الستہ

۲۔ مثلاً دیکھئے: فتاویٰ نذیریہ (۱/۵۰۴) طبع النور اکیڈمی، ملتان

۳۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۳) طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور پاکستان

۴۔ دوماہی مجلہ زمزم (ص ۱۴)، جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ، انڈیا

۵۔ لغات الحدیث، (جلد ۲، باب الجیم ص ۱۳۶) طبع میر محمد کتب خانہ، کراچی

غیر مقلدین کے مناظروں کا مدار ہے) میں اور مشہور صاحب التصانیف غیر مقلد مولانا صادق سیالکوٹیؒ نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' (جو غیر مقلدین میں کافی مقبول کتاب ہے) میں متعدد مقامات پر امام ابو حنیفہؒ کو امام اعظم کے لقب سے ذکر کیا ہے۔[۱]

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد (م ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

الحمدللہ! ہم امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی عداوت سے، انہیں برا کہنے سے اور بُرا جاننے سے پاک ہیں۔[۲]

الغرض امت کے تمام طبقوں میں امام ابو حنیفہؒ کو امام اعظم تسلیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ مثلاً دیکھیے: تحقیق الکلام (ج ۱، ص ۵، ۷، ۵۰، ۱۱۰؛ ج ۲، ص ۸۲) طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان؛ صلوٰۃ الرسول (ص ۱۲۰، ۱۹۷، ۴۴۳) طبع نعمانی کتب خانہ لاہور

۲۔ مشکوٰۃ محمدی (ص ۲۳) طبع مکتبہ محمدیہ، چیچہ وطنی، پاکستان

آپ کے چند دیگر القاب

امام عالی شان کو امام اعظم کے لقب کے علاوہ کئی دیگر القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

اِمَامُ الْمُسْلِمِیْن کا لقب

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام صاحب کی مدح میں ایک نظم کہی تھی، جس کا ایک شعر ہے:

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَ مَنْ عَلَیْھَا
اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ اَبُوْ حَنِیْفَۃ[۱]

تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو امام المسلمین (مسلمانوں کے امام) ابو حنیفہؒ نے زینت بخشی ہے۔

مؤرخ اسلام امام ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

واحسن من ھذا ما قالہ عبداللہ بن المبارک فی مدح ابی حنیفۃ القصیدۃ المشھورۃ التی اولھا.

امام ابو حنیفہؒ کی مدح میں سب سے بہترین منظوم کلام امام عبداللہ بن مبارکؒ کا ہے، جو انہوں نے اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے۔
پھر امام ابن تغریؒ نے امام ابن المبارک کا یہ مذکورہ شعر ذکر کیا۔[۲]

محدث کبیر امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) ایک حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وقد وصل ھذا الحدیث عن ابی اسحاق جماعۃ من ائمۃ المسلمین غیر من ذکرناھم منھم ابو حنیفۃ النعمان الثابت.[۳]

۱۔ تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۲۷)، للامام السیوطیؒ طبع ادارۃ القرآن، کراچی
۲۔ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ (۲/۲۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۲ ص ۱۸۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اس حدیث کو ابو اسحاقؒ سے مذکورہ علماء کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں سے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ بھی ہیں۔

امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ)، ابو سعد العبر ائیؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ولم یکن فی عصرہ من اصحاب امام المسلمین ابی حنیفة رحمه الله اشد عنایة بطلب الحدیث منه.[1]

ابو سعد عبدائیؒ کے زمانہ میں امام المسلمین ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں امام عبدائیؒ سے زیادہ طلب حدیث کا اہتمام کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

مؤرخ اسلام حافظ ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) آپ کو ''اِمَام مِنْ اَئِمَۃِ الْمُسْلِمِیْن'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔[2]

امام الدنیا کا لقب

آپ چونکہ عالمگیر امام ہیں اور آپ کی زندگی میں ہی آپ کی فقہ اور آپ کے علمی و عملی کمالات کو دنیا نے تسلیم کر لیا تھا، اس لیے اس وقت سے آپ کو امام الدنیا (پوری دنیا کے امام) کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے جلیل القدر محدث ابو مقاتل حفص بن سلم (م ۲۰۸ھ) سے بالسند یہ قول نقل کیا ہے:

وکان ابو حنیفة امام الدنیا فی زمانه فقها و علما و ورعا.[3]

امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں فقہ، علم اور ورع، ہر اعتبار سے امام الدنیا تھے۔

امام اہلِ سنت کا لقب

آپ اہلِ اسلام کے سوادِ اعظم ''اہلِ سنت والجماعت'' کے محبوب قائد ہیں اور اہلِ سنت میں آپ کی امامت کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے، اس لیے آپ کو امام اہلِ سنت بھی کہا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) آپ کو ائمہ اہلِ سنت میں شمار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

کان ائمة اهل السنة متفقین علیٰ تقدیم ابی بکر و عمر کما هو

۱۔ کتاب الانساب (ج ۳، ص ۳۰۴)

۲۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۲۷۱۰/۶)، طبع دار الفکر، بیروت

۳۔ الانتقاء فی فضائل ثلاثۃ الائمۃ الفقہاء (ص ۱۶۷)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مذهب ابی حنیفة.[1]

تمام ائمہ اہلِ سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تمام صحابہؓ سے مقدم ہیں، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد (م۱۹۵۶ء) امام صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ اہلِ سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجہ کے تقویٰ اور تورع پر گزری ہے، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔[2]

امام اہلِ حدیث کا لقب

آپ جیسے اہلِ فقہ (فقہاء) کے امام ہیں، ایسے ہی آپ اہلِ حدیث (محدثین) کے بھی امام اور پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ اس پر تفصیل سے حوالے تو آگے کتاب میں آئیں گے، یہاں صرف بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م۱۹۵۶ء) کا ایک حوالہ ملاحظہ کریں۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

اس عاجز زلہ ربائے علمائے متقدمین کی تحقیق، جو دیانت و ادب ہر دو امروں کو ملحوظ رکھ کر یہ ہے کہ حضرت امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے پیشوا (امام) تھے۔[3]

آپ کی شکل وصورت

امام صاحبؒ نہایت حسین وجمیل اور تمام جسمانی خوبیوں سے خوب آراستہ تھے۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) اور امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسیؒ (م۷۴۴ھ) نے آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ (م۱۸۲ھ) سے نقل کیا ہے:

كان ابو حنيفة رُبعا من الرجال ليس بالقصير ولا بالطويل، وكان احسن الناس منطقا، واحلاهم نغمة، حسن الوجه، حسن الثوب، طيب الرائحة، سريعًا الى مواساة الاخوان.[4]

۱۔ منہاج السنۃ النبویہ (ج۱ص۱۶۵)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص۷۷)　　۳۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص۳۱۰)

۴۔ تاریخ بغداد (ج۱۳ص۳۳۱)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص۷۲)، للامام ابن قدامۃ المقدسیؒ، طبع دار المؤید، بیروت

امام ابوحنیفہؒ متوسط قد تھے، آپ نہ لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے، لوگوں میں سب سے اچھی گفتگو کرنے والے اور نہایت خوش آواز تھے۔ آپ حسین چہرے، خوبصورت کپڑے اور عمدہ خوشبو والے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت خیر خواہی کرنے والے تھے۔

آپ کے دوسرے جلیل القدر شاگرد امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) آپ کا حسن و جمال یوں بیان کرتے ہیں:

كان الامام ابوحنيفة حسن الوجه، حسن اللحية، حسن الثياب، حسن النعل، طيب الريح، حسن المجلس، هيوبا.[۱]

امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے، خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، بہترین خوشبو، بھلی مجلس والے اور رُعب دار آدمی تھے۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان ابوحنيفة حسن الوجه حسن المجلس، شديد الكرم حسن المواساة لاخوانه، وكان ربعة مِن الرجال، وقيل كان طوالًا تعلوه سمرة، احسن الناس منطقا واحلاهم نغمة.[۲]

امام ابوحنیفہؒ خوبصورت چہرے اور بھلی مجلس والے تھے، آپ انتہائی سخی اور اپنے لوگوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والے تھے، آپ کا قد درمیانہ تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ لانبے تھے، اور آپ کا رنگ قدرے مائل بہ گندمی تھا، اور آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش آواز اور خوش الحان تھے۔

آپ کے محاسنِ اخلاق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام صاحبؒ کو ظاہری حسن صورت کے ساتھ ساتھ باطنی حسنِ سیرت سے بھی بہت نوازا تھا۔ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) نے ایک دفعہ امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے درخواست کی کہ آپ میرے سامنے امام ابوحنیفہؒ کے کچھ اوصاف بیان کیجیے۔

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۳۱)، عقود الجمان (ص ۴۳)

۲۔ وفیات الاعیان (۳/ ۲۰۳) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

انہوں نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كان واللّٰه شديد الذب عن حرام الله، مجانبا لاهل الدنيا، طويل الصمت، دائم الفكر لم مهذرا ولاثر ثارًا، ان سئل عن مسئلة كان عنده منها علم اجاب فيها، وما علمته ياامير المؤمنين الاصائنًا لنفسه و دينه مشتغلا بنفسه عن الناس لا يذكر احدً الّا بخير.

اللہ کی قسم! آپ حرام چیزوں سے بہت بچنے والے اور دنیا سے احتراز کرنے والے تھے۔ نہایت کم گو تھے اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہاں! اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور آپ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے (ورنہ خاموش رہتے)۔ امیر المؤمنین! یہاں تک میں جانتا ہوں، آپ اپنی ذات اور اپنے دین کی بہت حفاظت کرنے والے اور اپنے کو لوگوں کی برائی سے دور رکھنے والے تھے، اور جب کسی شخص کا تذکرہ کرتے تو صرف بھلائی کے ساتھ ہی کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا، **هذه اخلاق الصالحين.**[۱]
صالحین کے اسی طرح اخلاق ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ غیبت سے اتنا دور رہتے ہیں کہ میں نے ان کو کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت کرتے ہوئے نہیں سنا۔

امام ثوریؒ نے فرمایا: **هو واللّٰه اعقل من ان يسلط على حسناته مايذهب بها.**[۲]
اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہؒ بڑے عقل مند ہیں، وہ غیبت کر کے اپنی نیکیوں پر وہ چیز مسلط نہیں ہونے دیتے جو نیکیوں کو برباد کر دے۔

امام حکم بن ہشام ثقفی عقیلیؒ، جو ثقہ محدث اور امام اعظمؒ کے دوست ہیں، وہ امام صاحبؒ کا

۱۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۴۷) لابن ابی العوامؒ طبع المکتبۃ الامدادیۃ، مکۃ المکرمۃ؛ مناقب ابی حنیفۃ و صاحبیہ (ص ۹)، الذہبیؒ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۶۱)

تعارف یوں بیان کرتے ہیں:

كان ابو حنيفة لا يكفر احدا حتى يخرج من الباب الذى دخل فيه، وكان ناصحا لمن كان له محبا او مبغضا، وكان عظيم الامانة مات وعنده من الودائع مالا يحصى، وخيّره السلطان علىٰ ان يوجع ظهره وبطنه او يجعل مفاتيح خزائن الاصول بيده، فاختار عذابه علىٰ عذاب الآخرة. [۱]

امام ابوحنیفہؒ کسی شخص کو کافر نہیں کہتے تھے جب تک کہ وہ شخص خود اس دروازے سے نکل نہ جائے جس میں سے وہ (اسلام میں) داخل ہوا تھا۔ یعنی جب تک کہ وہ خود اسلام سے مرتد نہ ہو جائے۔ آپ ہر ایک کے لیے خیر خواہ تھے، خواہ کوئی آپ سے محبت کرنے والا ہو، یا آپ سے بغض رکھنے والا ہو، آپ بہت بڑے امانت دار تھے، چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے پاس لوگوں کی بے شمار امانتیں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ کو سلطان (خلیفہ منصور) نے اختیار دیا تھا کہ آپ (کوڑوں سے) اپنی پیٹھ اور اپنا بطن زخمی کرالیں یا مال کے خزانے اپنے ہاتھ پر رکھ لیں، یعنی عہدہ قضاء قبول کرلیں، لیکن آپ نے سلطان کے عذاب کو آخرت کے عذاب پر ترجیح دی (اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا)۔

عقل مندی اور ذہانت

امام صاحبؒ نہایت عقل مند اور ذہین و فطین شخص تھے۔ حافظ الحدیث امام علی بن عاصم الواسطیؒ (م ۲۰۱ھ) کا بیان ہے:

لو وزن عقل ابى حنيفة بعقل نصف اهل الارض لرجح بهم. [۲]

اگر امام ابوحنیفہؒ کی عقل کا موازنہ نصف اہلِ زمین کی عقلوں سے کیا جائے تو پھر بھی آپ کی عقل ان سب پر بھاری ہو جائے۔

حافظ المغرب شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''الکُنٰی'' میں

۱۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۳۸۹۳/۶)

۲۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۴۲)، سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۵۳۷)

امام صاحبؒ کی بابت لکھا ہے:

کان فی الفقه اماما، حسن الرائی والقیاس، لطیف الاستخراج، جیّد الذهن، حاضر الفهم، ذکیا، ورعا، عاقلا.[۱]

امام ابوحنیفہ فقہ میں امام، رائے اور قیاس میں بہترین، استخراج مسائل میں باریک بین، نہایت ذہین، بہت سمجھدار، دانا، پرہیزگار اور عقلمند انسان تھے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان من اذکیاء بنی آدم.[۲]

امام ابوحنیفہؒ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے۔

آپ کی ذہانت اور فہم وفراست کے بیشمار واقعات تاریخ اور مناقب کی کتب میں منقول ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ علماء نے امام صاحبؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام اسماعیلؒ فرماتے ہیں:

کان لنا جار طحان رافضی، و کان له بغلان، سمی احدهما ابابکر والآخر عمر، فرمحه ذات لیلة احدهما فقتله، فاخبر ابوحنیفة فقال: انظروا البغل الذی رمحه الذی سمّاه عمر، فنظروا فکان کذلک.[۳]

ہمارے پڑوس میں ایک آٹا پیسنے والا رافضی رہتا تھا۔ اس بدبخت نے دو خچر پالے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام اس نے ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا ہوا تھا (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ)۔ ایک رات ان میں سے ایک خچر نے اس کو لات مار کر ہلاک کر دیا۔ جب امام ابوحنیفہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جا کر دیکھو اُس کو اُسی خچر نے مارا ہوگا جس کا اس نے نام عمر

۱۔ کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشهورین من حملۃ العلم بالکنی (ج ۱ ص ۵۷۳)
۲۔ العبر فی خبر من غبر (ج ۱ ص ۱۶۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۶۲)

رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب لوگوں نے آکر دیکھا تو واقعی اس کو اُسی خچر نے مارا تھا جس کا اُس نے نام عمر رکھا تھا۔

حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''اخبار الاذکیاء'' میں آپ کی ذہانت و ذکاوت کے متعدد ایسے واقعات نقل کیے ہیں۔[۱]

کثرت عبادت اور شب بیداری

آپ کی کثرتِ عبادت، زہد و تقویٰ، شب بیداری، کثرتِ تلاوتِ قرآن اور حج وعمرہ کے واقعات تاریخ اور رجال کی کتب میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ محدثین نے ان کو تواتر کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ حدیث اور اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں ارقام فرماتے ہیں:

قد تواتر قيامه الليل و تهجده و تعبده رحمه الله تعالیٰ.[۲]

امام ابوحنیفہؒ کی شب بیداری، تہجد گزاری اور بندگی تواتر سے ثابت ہے۔

مورخ اسلام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) بھی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اشتهر و تواتر من كثرة عباده و زهده و كثرة حججه واعتماره رضی الله عنه.[۳]

امام ابوحنیفہؒ کی کثرتِ عبادت وپرہیزگاری اور آپ کا کثرت سے حج وعمرے کرنا شہرت اور تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے معاصرین میں سے امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام شریک نخعیؒ، امام ابویوسفؒ، امام ابوالجویریہؒ، امام مسعر بن کدامؒ، امام علی بن صداقؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام فضل بن دکینؒ، امام ابوالولیدؒ، امام ابویحییٰ الحمانیؒ، امام ابوالحسن بن محمدؒ، امام عبدالمجید بن ابورواڈؒ، امام احمد بن بشیر، اور امام حفص بن غیاثؒ وغیرہ ائمہ سب اس پر متفق ہیں کہ:

امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عبادت گزار اور شب بیدار اور آپ سے زیادہ تلاوتِ

۱۔ دیکھیے: اخبار الاذکیاء (ص ۷۳-۷۶)، طبع المکتبۃ العصریۃ، بیروت

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۲)　　۳۔ عقود الجمان (ص ۱۸۵)

قرآن کرنے والا ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔[۱]

واضح رہے کہ امام صاحبؒ نہایت پختہ حافظ قرآن تھے اور صرف ایک رکعت میں پورا قرآن مجید زبانی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ہم سبق اور جلیل القدر محدث امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ) کا بیان نقل کیا ہے کہ:

رأيت ابا حنيفة قرأ القرآن في ركعة.[۲]

میں نے امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا کہ آپ نے ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیا۔

امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی منقول ہے۔[۳]

امام ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) اور علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) سے نقل کیا ہے کہ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھنے والے چار ائمہ گزرے ہیں:

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
۲۔ حضرت تمیم داری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
۳۔ حضرت سعید بن جبیر رَحِمَهُ اللّٰه
۴۔ حضرت امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰه[۴]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ويروى ان ابا حنيفة ختم القرآن سبعه آلاف مرة.[۵]

مروی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے سات ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا۔

ذریعۂ معاش

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا خاندانی پیشہ ریشمی کپڑے کی تجارت تھا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا

۱۔ ان ائمہ کے اقوال کے لیے دیکھیے: عقود الجمان (ص ۲۱۱-۲۲۳)، اِقَامَةُ الْحُجَّة عَلَى اَنَّ الْاِكْثَار فِي التَّعَبُّد لَيْسَ بِبِدْعَة (ص ۲۶-۲۹) للعلامہ اللکنوی
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۵) ۳۔ ایضاً
۴۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۵۶)، طبع عالم الکتب، بیروت، تاریخ بغداد (ج ۱۳، ۳۵۵)
۵۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۵)

تو آپ بھی اپنے اس آبائی پیشہ سے منسلک ہو گئے اور ریشم بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ لگا لیا، جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔ اس طرح آپ اپنی علمی اور عملی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تجارت اور ذاتی کاروبار بھی کرتے رہے کہ جس سے آپ اپنی ذاتی ضروریاتِ زندگی بھی پوری کرتے اور ساتھ اپنے نادار و غریب طلباء اور ساتھیوں کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو اور اپنے تلامذہ کو اُمراء و سلاطین کا دست نگر نہیں بننے دیا۔ چنانچہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء، وكان لايقبل جوائز السلطان، بل يُنفق ويؤثر من كسبه له دار كبيرة لعمل الخز و عنده صناع واجراء.[1]

امام ابوحنیفہؒ میں فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت چاروں صفات جمع تھیں۔ آپ بادشاہوں کے عطیے قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر بھی خرچ کرتے تھے، اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کا ریشم بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ تھا، جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔

امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان خزازا ينفق من كيسه ولا يقبل جوائز السلطان تورعًا، وله دار و ضياع و معاش متسع، وكان معدودًا في الاجواد الاسخياء الالباء الا ذكياء مع الدين والعبادة والتهجد وكثرة التلاوة وقيام الليل رضي الله عنه.[2]

امام ابوحنیفہؒ ریشم کا کاروبار کرتے تھے اور اپنی جیب سے خرچ کرتے تھے، آپ اپنے تقوے کی وجہ سے بادشاہوں کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے، آپ کا اپنا گھر، جائیداد اور وسیع کاروبار تھا اور آپ کا شمار انتہائی فراخ دل، سخی، عقل مند اور ذہین لوگوں میں ہوتا ہے، ان اوصاف کے ساتھ ساتھ آپ دین دار، عبادت

۱۔ العبر (ج ۱ ص ۱۶۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ الاخبار العلمیات من الوافی بالوفیات (۱۱۹۳/۲) طبع دار الاندلس، بیروت

گزار، تہجد گزار، کثیر التلاوت اور قائم اللیل بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ آمین۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ٥٦٢ھ)، مادہ خزاز (ریشم کا کاروبار کرنے والا) کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

اشتهر بهذه الصنعة والحرفة جماعة من اهل العراقين من ائمة الدين وعلماء المسلمين، فاما من اهل الكوفة ابو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى مع تبحره فى العلم وغوصه علىٰ دقائق المعانى و خفيها كان يبيع الخز و ياكل منه طلبا للحلال۔[1]

اس تجارت اور پیشہ کے ساتھ عراق کے ائمہ دین اور علمائے مسلمین کی ایک جماعت شہرت رکھتی ہے۔ چنانچہ اہلِ کوفہ میں سے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفیؒ جو علم میں تبحر رکھنے اور معانی کے دقائق اور باریکیوں میں غوطہ زن ہونے کے، ساتھ ساتھ رزق حلال کی تلاش میں ریشم کا کاروبار کر کے روزی کماتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ٨٥٢ھ) اور حافظ ابن ناصر الدین (م ٨٤٢ھ) بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) لکھتے ہیں:

ونسبة الى الخز وبيعه: فقيه العصر ابو حنيفة نعمان بن ثابت الكوفى الخزاز۔[2]

ریشم کے پیشے اور اُس کی تجارت کرنے کی طرف جو اہلِ علم منسوب ہیں، ان میں فقیہ العصر (اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی الخزاز بھی ہیں۔

١۔ کتاب الانساب (١٥٣/٢)

٢۔ تبصير المنتبه بتحرير المشتبه (٣٣٢/١) طبع المکتبۃ العلمیۃ، بیروت؛ توضیح المشتبہ (١٥٣/٢)

آپ کی بابت بشارت نبوی

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ پر اپنا دستِ مبارک رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لو کان الایمان عندالثریا لنا لہٗ رجال او رَجُل من ھؤلاء.[۱]

اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہو تو ان (فارسیُ النسل) لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔ یا آپ نے فرمایا کہ فارسی النسل میں سے ایک آدمی اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

لو کان الدین عند الثریا لذھب بہٖ رجل من فارِس، او قال: من ابناءِ فارس حتی یتناولہ.[۲]

اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو فارس یا ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی پالے گا۔

محدثین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کے مصداق امام ابو حنیفہؒ ہیں، کیونکہ آپ ماقبل امام صاحبؒ کے پوتے امام اسماعیلؒ اور علامۃ النسب امام احمد بن محمد قرطبیؒ (م۵۵۵ھ) کے بیانات ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام صاحبؒ فارسیُ النسل تھے۔

نیز امام صفی الدین الخزرجی (م۹۲۳ھ) اور علامہ محمد بن جعفر کتانی (م۱۳۴۵ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کو فارسیُ النسل قرار دیا ہے۔[۳]

شیخ ابو زہرہ مصریؒ بھی تصریح کرتے ہیں کہ:

۱۔ صحیح البخاری، تفسیر سورۃ الجمعۃ، رقم الحدیث (۴۸۹۷)؛ صحیح مسلم، باب فضل فارس، رقم الحدیث (۶۵۹۰)

۲۔ صحیح مسلم، باب فضل فارس، رقم الحدیث (۶۵۸۹)

۳۔ خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال (۳/ ۱۸۱)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ الرسالۃ المستطرفۃ (ص ۲۱) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اخبار الثقاۃ من العلماء انہ فارسی.[1]

ثقہ علماء کے بیانات اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ فارسی تھے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد (م ۱۹۶۸ء) سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

حضرت امام ابو حنیفہ فارسی تھے۔[2]

اور فارسی النسل لوگوں میں آپ کے علم اور آپ جیسے کمالات کا دوسرا شخص کوئی نہیں ہوا، اسی لیے امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ محدثین نے اس نبوی پیشین گوئی کا مصداق آپ کو ٹھہرایا ہے۔[3]

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ)، اپنے شیخ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

جزم بہ شیخنا من ان الامام اباحنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث السابق ظاھر لاشک فیہ، لانہ لم یبلغ من ابناء فارس احد فی العلم مبلغہٗ ولا مبلغ اصحابہ، وفیہ معجزۃ ظاھرۃ للنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم حیث اخبر بما سیقع، ولیس المراد بفارس البلد المعروف بل جنس من العجم، وھم الفرس، کان جد الامام ابی حنیفۃ منھم.[4]

ہمارے شیخ (امام سیوطیؒ) نے بڑے یقین کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس حدیث کے مصداق امام ابو حنیفہؒ ہیں، اور یہ بات بالکل ظاہر اور شک وشبہ سے بالا ہے۔ کیونکہ فارسی النسل لوگوں میں سے کوئی شخص بھی امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا۔ اس حدیث میں نبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا کھلم کھلا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک آئندہ ہونے والی بات کی خبر پہلے ہی دے دی ہے۔ اور اس حدیث میں فارس سے مراد کوئی خاص شہر (ایران) مراد نہیں ہے، بلکہ عجمی لوگوں

۱۔ ابو حنیفہ (ص ۱۶)

۲۔ مقالات حدیث (ص ۳۰۴) ناشر ام القریٰ پبلی کیشنز، گوجرانوالہ پاکستان

۳۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۳۰) للسیوطیؒ؛ الخیرات الحسان (ص ۳۱) للمکیؒ

۴۔ عقود الجمان (ص ۴۵)

کی ایک خاص قسم مراد ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو فارسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے دادا بھی اُن ہی میں سے تھے۔

مُسْنَدُ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ دریں حکم داخل است کہ خدا تعالیٰ علم فقہ را بردست دے شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام راں بآں فقہ مہذب گردادنیدہ خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است بس در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہ حنفی اند و قضاۃ واکثر مدرساں واکثر عوام حنفی[1]

امام ابوحنیفہؒ اس حدیث کی پیشین گوئی میں داخل ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے علم فقہ کو آپ کے ہاتھ سے پھیلایا ہے اور اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو آپ کی فقہ سے فائدہ پہنچایا ہے۔ خصوصاً اس آخری دَور میں کہ حکومت اسی مذہب کی ہے، تمام شہروں اور تمام ریاستوں میں بادشاہ حنفی ہیں اور قاضی صاحبان اور اکثر اساتذہ اور اکثر عوام حنفی ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کے محقق اعظم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (م ۱۳۰۷ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

صواب آنست کہ ہم امام (ابوحنیفہ) دراں داخل است۔[2]

درست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس بشارت نبوی میں داخل ہیں۔

ائمہ سلف میں آپ کا شمار

بعض لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سلف کی صف سے خارج کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ نہ صرف یہ کہ سلف میں سے ہیں، بلکہ آپ اِمَامُ السَّلف ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، جن کی پیروی کر کے سعودی علماء اپنے کو سلفی کہلواتے ہیں اور آجکل ہمارے ہند و پاک کے غیر مقلدین حضرات نے بھی ان سعودی علماء کی تقلید میں اپنے کو اثری سے سلفی کہنا شروع کر دیا ہے۔ موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کو متعدد مقامات پر ائمہ سلف میں ذکر

۱۔ کلمات طیبات (ص ۱۶۸) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۸۶) از مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ اتحاف النبلاء (ص ۴۲۴) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۸۶)

کیا ہے۔ مثلاً وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

وھو خلاف نص مالک واحمد وابی حنیفة وغیرھم من ائمة السلف.[۱]

یہ بات امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ سلف کی تصریح کے خلاف ہے۔

اس بیان میں حافظ ابن تیمیہؒ نے صراحتاً امام ابوحنیفہؒ کو ائمہ سلف میں شمار کیا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد حافظ موصوف کے اس حوالہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

کہاں تک گنتے جائیں۔ منہاج السنۃ (حافظ ابن تیمیہؒ کی تصنیف۔ ناقل) ایسے حوالہ جات سے بھری پڑی ہے۔ اور امام ابن تیمیہؒ امام ابوحنیفہؒ کے حق میں دیگر ائمہ سنت کی طرح نہایت ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔[۲]

دکتور عبدالعزیز بن عبداللہ الحمیدی سلفی لکھتے ہیں:

فان بعض السلفيين اذا ارادوا ان يتعرفوا على اتجاه انسان يقولون له: انت سلفي ام حنفي؟ ولا ادرى ما اصل ذلک، فان اباحنيفة من اتباع التابعين و قيل انه من التابعين بينما الذين اشتهروا من العلماء بانهم اصحاب الحديث قد جاؤوا بعد ذلک، فكيف اخرجوا اباحنيفة من السلف وهو سابق لاكثر ائمة الحديث.[۳]

بعض (نام نہاد) سلفی جب کسی شخص کا مؤقف معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں، تو سلفی ہے یا حنفی ہے؟ میں نہیں جانتا کہ اس کی اصل کیا ہے؟ جبکہ امام ابوحنیفہؒ تبع تابعین میں سے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ تابعین میں سے ہیں (اور یہی راجح ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے آرہا ہے۔ ناقل) اور وہ علماء جو اصحاب حدیث سے مشہور ہیں، وہ سب آپ کے بعد آئے ہیں۔ پھر یہ (نام نہاد سلفی) کیوں امام ابوحنیفہؒ کو سلف سے خارج کر دیتے ہیں، حالانکہ آپ اکثر

۱۔ منہاج السنۃ (ج ۲ ص ۲۳۳)

۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۸)

۳۔ الرسائل الشمولیۃ (ص ۴۵۸) طبع دار عیون المعرفۃ، مکۃ المکرمۃ

ائمہ حدیث سے متقدم ہیں۔

آپ سے محبت کرنا سنّی ہونے کی اور آپ سے بغض رکھنا بدعتی ہونے کی علامت ہے

بات ہو رہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ائمہ سلف اور ائمہ اہلِ سنت میں سے تھے، تو اس مناسبت سے عرض کرتے جائیں کہ ائمہ سلف میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا وہ عظیم الشان مقام ہے کہ آپ سے صرف محبت کر لینا ہی سنّی ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے اور آپ سے بغض رکھنے والا اہلِ بدعت میں شمار ہوتا ہے۔ اگر آپ کو ہماری اس بات پر اعتبار نہ آئے تو آیئے اس پر ائمہ حدیث کے کچھ اقوال آپ کے گوش گزار کریں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام ابو معاویہ الضریرؒ (م ۱۹۵ھ جو بقول ذہبیؒ، الحافظ، الثبت اور محدث الکوفہ تھے)[1] سے نقل کیا ہے کہ:

حب ابی حنیفة من السنة.[2]

امام ابوحنیفہؒ سے محبت کرنا سنت سے ہے۔

امام عبدالعزیز بن ابی رواد ؒ(م ۱۵۹ء، جو امام حاکم (م ۴۰۵ھ) کی تصریح کے مطابق ثقہ، عابد، مجتہد اور شریف النسب تھے، [3]) فرماتے ہیں:

من احبَّ اباحنیفة فھو سنی ومن ابغضهُ فھو مبتدع.[4]

جو شخص امام ابوحنیفہؒ سے محبت کرتا ہے وہ سنّی ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

بیننا و بین الناس ابو حنیفة، فمن احبه وتولاه علمنا انهٔ من اھل السنة، ومن ابغضه علمنا انه من اھل البدعة.[5]

ہمارے اور لوگوں کے درمیان حدِ فاصل امام ابوحنیفہؒ ہیں، چنانچہ جو آپ سے محبت اور دوستی رکھتا ہے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اہلِ سنت میں سے ہے، اور جو

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۲۱۵)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ص ۵۳۶)
۳۔ تہذیب التہذیب، (ج ۳ص ۳۶۲)
۴۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۶)؛ الخیرات الحسان (ص ۸۱)
۵۔ ایضاً

شخص آپ سے بغض رکھتا ہے تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ یہ شخص اہلِ بدعت میں سے ہے۔

آپ کے بے ادب چھوٹے رافضی ہیں۔

جو لوگ حضرات صحابہ کرامؓ کی گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں، ان کو بڑے رافضی کہا جاتا ہے۔ اور جو لوگ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ متبوعین کے گستاخ و بے ادب ہیں، ان کو چھوٹے رافضی کہتے ہیں۔ خود غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسن دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) نے بھی ایسے لوگوں کو چھوٹے رافضی قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد (م ۱۹۵۶ء) لکھتے ہیں:

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں مَیں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری صاحب سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔ اختلاف مذاق و مشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی، ان لوگوں نے مجھ پر الزام تھوپا کہ تم اہلِ حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سیّد نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو، جو ائمہ دین (امام ابوحنیفہؒ وغیرہ۔ ناقل) کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔

علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم "مِعْیَارُ الْحَقّ"، میں حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اِمَامُنَا وَ سَیِّدُنَا ابوحنیفۃ النعمان اَفَاضَ اللّٰہُ عَلَیْنَا شَآبِیْبَ الْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ. (ص ۲)

نیز فرماتے ہیں کہ مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں، اور آیت کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ زینت بخش مراتب ان کے لیے ہے۔ (ص ۵) [1]

---

[1] تاریخ اہلِ حدیث (ص ۹۶)

امام اعظم کا شرفِ تابعیت

امام اعظم کا شرفِ تابعیت

امام صاحبؒ کی ولادت مشہور اور راجح قول کے مطابق ۸۰ھ میں ہوئی، جیسا کہ امام صاحبؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) اور دیگر محدثین کے بیانات آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام اعظمؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

امام صاحبؒ کی خوش نصیبی تھی کہ آپ نے اس مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی جس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کرنے والوں میں سے کئی حضرات بقید حیات تھے۔ جیسا کہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) رقمطراز ہیں:

وُلد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة۔[1]

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں صغار صحابہؓ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کم عمر تھے) کی حیات میں پیدا ہوئے۔

حافظ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وُلد، رضي الله عنه، بالكوفة على الصحيح، و ذلك في حياة جماعة من الصحابة رضي الله عنهم۔[2]

امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہ عَنہ صحیح قول کے مطابق کوفہ میں پیدا ہوئے، اور یہ وہ زمانہ تھا جب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہ عَنھُم کی ایک جماعت باحیات تھی۔

مورخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) آپ کے تذکرہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وهو اقدمهم وفاة لانه ادرك عصر الصحابة، ورأى انس بن مالك، قيل وغيره۔[3]

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (ج ۶، ص ۳۹۱) ۲۔ عقود الجمان (ص ۴۰)

۳۔ البدایہ والنہایہ (۷/۸۶) طبع دار الفکر، بیروت

امام ابوحنیفہؒ تمام ائمہ متبوعین میں سب سے قدیم الوفات ہیں، کیونکہ آپ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، اور آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت انسؓ کے علاوہ آپ نے دیگر کئی صحابہؓ کو بھی دیکھا ہے۔

محدث علامہ عبدالغنی الغنیمی الشافعیؒ (م ۱۲۹۸ھ) لکھتے ہیں:

وابو حنیفة امام مجتهد، ادرک بعض الصحابة.[۱]

ابوحنیفہؒ امام اور مجتہد ہیں، آپ نے بعض صحابہؓ کو پایا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد اپنی کتاب ''علمائے اسلام'' میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آپ کے ایامِ ولادت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب زندہ تھے۔ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ بصرہ میں، اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کوفہ میں، اور سہل بن سعد ساعدیؓ مدینہ طیبہ میں اور ابوالطفیل عامرؓ بن واثلہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔[۲]

امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی تصریحات

امام اعظمؒ نے ان صحابہ کرام میں سے کئی حضرات کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا اور تابعیت کے مقامِ عظیم پر فائز ہوئے۔ ذیل میں آپ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

مورخ کبیر علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ تقریباً) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وكان من التابعين ولقى عدة من الصحابة.[۳]

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں اور آپ نے کئی صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام ابواحمد محمد بن احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

۱۔ كشف الالتباس عما اورده الامام البخاري على بعض الناس (ص ۹۰) طبع مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب

۲۔ ماخوذ از دوماہی مجلہ زمزم (ص ۱۴، ۱۵، جمادی الاولی، جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ) غازی پور، انڈیا

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۵) طبع نور محمد کتب خانہ، کراچی

نشأ بالکوفة وفات ببغداد ویعد فی التابعین.[۱]

آپ نے کوفہ میں پرورش پائی اور بغداد میں فوت ہوئے، آپ کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں ارقام فرماتے ہیں:

وُلد رضی اللہ عنہ وارضاہ... فی سنة ثمانین فی خلافة عبدالملک ابن مروان بالکوفة، وذلک فی حیاة جماعة من الصحابة رضی اللہ عنھم، وکان من التابعین لھم ان شاء اللہ باحسان.[۲]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بقید حیات تھی۔ امام صاحب ان شاء اللہ ان صحابہؓ (کا دیدار کرنے کی وجہ سے ان) کے تابعین میں سے ہیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ نے آپ کے تعارف میں تصریح کی ہے کہ:

الامام یعد فی التابعین.[۳]

آپ امام ہیں، اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) رقمطراز ہیں:

فابو حنیفة ادرک الصحابة– رضی اللہ عنھم– فھو من التابعین.[۴]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے، اس لیے وہ تابعین میں سے ہیں۔

امام محمد بن عبدالرحمان غزی شافعیؒ (م ۱۱۶۷ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

التابعیّ الجلیل، لقی جماعة من الصحابة.[۵]

۱۔ کتاب الاسامی والکنی (۱۷۵/۴)، طبع مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورۃ

۲۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۰)

۳۔ المقتنی فی سرد الکنی (۲۲۶/۱)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۱۴۹) طبع دار ابن حزم، بیروت

۵۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۲)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

آپ جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اپنے ''فتاویٰ'' میں رقمطراز ہیں:

انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين، ولم يثبت ذلک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين لهٗ کالاوزاعی بالشام والحمادين بالبصرة، والثوری بالکوفة و مالک بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر.[1]

امام ابو حنیفہؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے جو کہ آپ کے سنِ ولادت ۸۰ھ کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ اس طرح آپ تابعین کے طبقہ سے ہیں۔ یہ شرف تابعیت آپ کے ہم عصر ائمہ، جیسے شام کے امام اوزاعیؒ، بصرہ کے امام حماد بن زیدؒ اور حماد بن سلمہؒ، کوفہ کے امام ثوریؒ، مدینہ منورہ کے امام مالکؒ اور مصر کے امام لیث بن سعدؒ میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

حافظ شہیر امام شمس الدین سخاویؒ (م۹۰۲ھ) نے امام صاحبؒ کے تعارف میں لکھا ہے کہ:

احد من عُدَّ فی التابعين.[2]

آپ کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

علامۃ الدہر امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اعلم رحمک الله ان الامام ابی حنيفة رضی الله عنه من اعيان التابعين.[3]

جان لے! اللہ تجھ پر رحم کرے، بے شک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔

امام اسماعیل بن محمد عجلونی شافعیؒ (م۱۱۶۲ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

احد من عد فی التابعين.[4]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۴۸)

۲۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۳/۲۵۷)

۳۔ عقود الجمان (ص ۴۹)

۴۔ مقدمۃ اربعون العجلونیۃ (ص ۳۰)

امام ابو حنیفہؒ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ مشائخِ حدیث کے استاذ ہیں، عمرو بن شعیبؒ (م ۱۱۸ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہ قد روی عنہ جماعۃ کثیرون من التابعین (ان سے بڑی تعداد میں تابعین نے حدیث روایت کی ہے)۔

پھر حافظ موصوف نے ان تابعین کے اسماء کی جو فہرست ذکر کی ہے، اس فہرست میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کا اسم شریف بھی ذکر کیا ہے۔[1]

امام برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) نے بھی امام صاحبؒ کو عمرو بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[2]

شارح بخاری امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۴۳ھ) بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو زمرۂ تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی "شرح بخاری" میں ایک مسئلہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

ھذا مذھب الجمھور من الصحابۃ کابن عباس و علی و معاویۃ و انس بن مالک و خالد و ابی ھریرۃ و عائشۃ و ام ھانی و من التابعین الحسن البصری و ابن سیرین و الشعبی و ابن المسیب و عطاء و ابو حنیفۃ و من الفقھاء ابو یوسف و محمد و الشافعی و مالک و احمد.[3]

یہ جمہور کا مذہب ہے۔ چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت خالدؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ام ہانیؓ اور تابعین میں سے حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابن سیرینؒ، امام شعبیؒ، امام ابن المسیبؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ اور **امام ابو حنیفہؒ** اور

۱۔ التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح (ص ۱۳۲)، طبع مکتبۃ السلفیۃ، المدینۃ المنورۃ

۲۔ الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۵۴۰)، طبع مکتبۃ الرشد الریاض

۳۔ ارشاد الساری شرح البخاری (ج ۱، ص ۳۹۰)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

فقہاء میں سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ اسی کے قائل ہیں۔

امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام شہاب الدین احمد بن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) یہ دونوں جلیل القدر بزرگ، امام صاحبؒ کی تابعیت کا اقرار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

فابو حنيفة رضى الله عنه من اعيان التابعين و داخل فى قوله تعالىٰ: وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورۃ التوبہ: ۱۰۰)[1]

امام ابو حنیفہؒ فضلاء تابعین میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہیں: اور جن لوگوں نے ان (صحابہ کرامؓ) کی تابعداری کی نیکی میں، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

تابعی کی تعریف

امام صاحبؒ کی تابعیت سے متعلق ائمہ کبار کے مذکورہ بالا بیانات آپ نے پڑھ لیے ہیں کہ یہ حضرات کن واشگاف الفاظ میں آپ کے تابعی ہونے کا اقرار کر رہے ہیں؟ اور پھر جن حضرات نے آپ کی تابعیت کا اقرار کیا ہے، یہ کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں بلکہ یہ علم حدیث اور فن اسماء الرجال کے ارکان شمار ہوتے ہیں اور ان کی تحقیقات پر آج تمام علوم حدیث کا مدار ہے۔ لیکن اس قدر واضح تصریحات کے باوجود کچھ لوگ بڑے شدومد سے آپ کی تابعیت کا انکار کر دیتے ہیں، لہٰذا ہم اس بحث کو مزید واضح کرنے کے لیے پہلے تابعی کی تعریف بحوالہ محدثین ذکر کرتے ہیں اور پھر اس تعریف کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ جمہور محدثین کے نزدیک تابعی وہ خوش نصیب شخص ہے جس نے حالتِ اسلام

---

[1] عقود الجمان (ص ۵۰، ۵۱)؛ الخیرات الحسان (ص ۴۸)

میں کسی صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو۔ صحیح اور راجح مذہب میں تابعی ہونے کے لیے اس کا کسی صحابی سے روایت کرنا، یا اس کی صحبت اختیار کرنا وغیرہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) تابعی کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو من لقى الصحابى.[۱]

تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

نیز حافظ لکھتے ہیں:

وهذا هو المختار، خلافا لمن اشترط فى التابعى طول الملازمة، او صحة السماع، او التمييز.[۲]

تابعی کی یہی تعریف مختار (پسندیدہ) ہے۔ یہ قول مخالف ہے ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے کسی صحابی سے طویل صحبت، یا صحابی سے اس کے سماعِ حدیث کا ثبوت، یا تمیز (کہ تابعی نے صحابی سے ایسی عمر میں ملاقات کی ہو کہ جب آدمی اچھے بھلے کی تمیز کرسکتا ہے) کی شرط لگاتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) تابعی کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

وهو مَنْ لقيهُ، وان لم يصحبه كما قيل فى الصحابى و عليه الحاكم، قال ابن الصلاح: وهو اقرب، قال المصنف: وهو الاظهر، قال العراقى: وعليه عمل الاكثرين من اهل الحديث.[۳]

تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، اگرچہ اس کی صحبت اختیار نہ کی ہو۔ جیسا کہ صحابی کی تعریف کی گئی ہے (کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، اگرچہ اس کو آپ کی صحبت نہ ملی ہو)، امام حاکمؒ بھی اس تعریف کے قائل ہیں۔ امام ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ یہی تعریف

۱۔ نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص۱۰۲) طبع فاروقی کتب خانہ، ملتان

۲۔ ایضاً

۳۔ تدریب الراوی (ج ۲ ص ۲۰۶) طبع دار الکتاب العربی، بیروت

اَقْرَبُ (حق کے زیادہ قریب) ہے۔اور مُصَنِّفُ (امام نوویؒ) فرماتے ہیں کہ تابعی کی یہی تعریف اَظْھَرُ (زیادہ ظاہر اور واضح) ہے۔امام عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ حدیث (محدثین) کا اسی پر عمل ہے۔

ائمہ محدثین کے مذکورہ بیانات سے واضح ہوگیا کہ تابعی ہونے کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ اس کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہو۔اس کے علاوہ اس کے لیے صحبت، سماعت حدیث اور تمیز ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

یہی تعریف صحیح، راجح، ظاہر، مختار اور اَقْرَبُ اِلَی الْحَقِّ ہے، اور اکثر محدثین کے ہاں تابعی کی یہی تعریف مَعْمُوْلُ عَلَیْہِ ہے۔

عصرِ حاضر کے اکابر غیر مقلدین کے نزدیک بھی تابعی کی یہی تعریف راجح ہے، مثلاً بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ جلال پور لکھتے ہیں:

تابعی وہ شخص ہے جس نے بحالت اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن کا مُتَّبِعُ بِالْاِحْسَانُ ہو اور اسلام پر ہی وفات پائے۔[1]

۱۔ اصطلاحات المحدثین (ص ۸)، شائع کردہ فاروقی کتب خانہ، ملتان

آپ نے جن صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی

تابعی کی مذکورہ تعریف کو سامنے رکھا جائے تو امام اعظمؒ کا تابعی ہونا بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے، کیونکہ آپ نے ایک نہیں، کئی صحابہؓ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ متعدد نامور محدثین کے حوالے آپ پڑھ چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کی صحابہؓ سے ملاقات ہونا شک وشبہ سے بالا ہے۔

البتہ محدثین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ نے کتنے صحابہؓ کو دیکھا ہے؟ علامہ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) کی تحقیق میں آپ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

یقال انه ادرک اربعة من الصحابة۔[1]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) ''شرح مشکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں:

ادرک الامام الاعظم ثمانية من الصحابة۔[2]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے۔

حضرت انسؓ (م ۹۳ھ) سے ملاقات

امام صاحبؒ نے جن صحابہؓ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کیا، ان میں سے ایک نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب ''الطبقات'' میں بہ سند متصل خود امام اعظمؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ:

قدم انس بن مالک الکوفة و نزل النخع و کان یحضب بالحمرة قد رأیته مرارا۔[3]

۱۔ الاکمال (ج ۶، ص ۳۱۶) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰) للعلامہ محمد حسن سنبھلی طبع نور محمد کتب خانہ، کراچی

۳۔ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم النعمان (ص ۴۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں بمقام ''نخع'' تشریف لائے، آپ نے سرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا، میں نے کئی بار آپ کی زیارت کی ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے بھی بہ سند متصل امام اعظمؒ سے یہ مذکورہ قول نقل کیا ہے۔[۱]

نیز مؤرخ قزوین امام عبدالکریم قزوینیؒ (م ۶۲۳ھ) نے بھی امام اعظمؒ کا یہ قول امام عبدالرحمان بن محمد نیشاپوریؒ کی کتاب ''فضل ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ'' سے بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[۲]

امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے تصریح کی ہے:

وصحوا رؤياه لانس بن مالك رضی اللہ عنہ.[۳]

ائمہ حدیث نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہؒ کی زیارت کرنے کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) رقمطراز ہیں:

فانه صح انه رأى انس بن مالك اذ قدمها انس رضی اللہ عنہ، قال محمد بن سعد: حدثنا سيف بن جابر انه سمع ابا حنيفة يقول: رأيت انسا رضی اللہ عنہ.[۴]

صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا کہ جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے سیف بن جابر نے بیان کیا کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں:

والمحفوظ انه رأى انس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة.[۵]

۱۔ کتاب الاسامی والکنی (۴/۱۷۶)

۲۔ التدوین فی اخبار قزوین (۳/۱۵۳) طبع المطبعۃ العزیزیۃ، حیدر آباد، انڈیا

۳۔ عقود الجمان (ص ۶۲) ۴۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۷، ۸)

۵۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۳۸۷) نیز دیکھئے: الکاشف (۳/۱۹۱) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

محفوظ (راجح) یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جب وہ ان کے پاس کوفہ تشریف لائے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے "فتاویٰ" میں فرماتے ہیں:

وقد روی ابن سعد بسند لا بأس بہ ان الامام ابا حنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ رأی انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔[۱]

امام ابن سعدؒ نے قابلِ اعتبار سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز حافظ موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

رأی انس۔[۲] کہ آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) جیسے محدث امام اعظمؒ سے عناد و تعصب رکھنے کے باوجود آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت (زیارت) کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ محدثین نے امام دارقطنی کے شاگرد امام حمزہ سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت الدارقطنی یقول: لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رأی انس بعینہ۔[۳]

میں نے امام دارقطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے کسی شخص سے ملاقات نہیں کی، البتہ آپ نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے بھی آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یقال رای ابا حمزۃ انس بن مالک النجاری بالکوفۃ حین نزولہ ایاھا۔[۴]

کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت ابوحمزہ انس بن مالک نجاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ

۱۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۲۵)؛ عقود الجمان (ص ۵۰)

۲۔ تھذیب التھذیب (۶۲۹/۵)

۳۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۲۴) ۴۔ کتاب الاسامی والکنی (۱۷۵/۴)

میں دیکھا تھا جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے۔
علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:
رأى انس بن مالك. [۱]
آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا۔
امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) بھی آپ کے ترجمہ میں یہ تصریح کرتے ہیں کہ:
رأى انس بن مالك. [۲]
امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔
امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) آپ کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں:
رأى انس بن مالك. [۳]
امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔
حافظ ولی الدین عراقیؒ (م ۸۲۶ھ) نے بھی اپنے ایک فتویٰ میں امام صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:
وقد رأى انس بن مالك. [۴]
آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔
حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:
رأى انسا. [۵]
آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔
شارح مشکوٰۃ امام ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) تابعی کی تعریف کے ذیل میں رقم طراز ہیں:
وبه يندرج الامام الاعظم فى سلك التابعين، فانه قد رأى انس بن مالك وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ الجزرى فى "اسماء رجال القراء" والامام التوربشتى فى "تحفة

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۵)　　۲۔ کتاب الانساب (۲/۲۹۰، مادۃ الرائی)
۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۸/۱۲۹) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۴۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۲۴)　　۵۔ طبقات الحفاظ (ص ۸۰)

المسترشدین" و صاحب "کشف الکشاف" فی سورة المؤمنین، و صاحب "مِرآت الجنان" وغیرھم من العلماء المتبحرین، فمن نفی انه تابعی، فاما من التتبع القاصر، او التعصب الفاتر.[۱]

اس تعریف کی رُو سے امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے حضرت انسؓ اور دیگر صحابہ کرام کو دیکھا تھا، جیسا کہ شیخ محمد جزریؒ (م ۸۱۴ھ) نے اپنی کتاب "اَسْمَاءُ رِجَالِ الْقُرَّاء" (غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء: ۲/۳۴۲) میں، امام فضل اللہ تورپشتیؒ (م ۶۶۱ھ) نے اپنی کتاب "تُحْفَةُ الْمُسْتَرْشِدِیْن" میں، صاحب کَشْفُ الْکَشَّاف (امام عمر بن عبدالرحمان فارسی قزوینیؒ م ۷۴۵ھ) نے "سورہ مؤمنون" کی تفسیر میں، صاحب "مِـرآۃ الجنان" (امام عبداللہ یافعیؒ م ۷۶۸ھ) نے 'مِرآۃ الجنان" :۱/۳۰۹، ۳۱۰) میں) اور دیگر علمائے متبحرین نے تصریح کی ہے۔ پس جس شخص نے بھی آپ کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے اس نے یا تو اپنی ناقص معلومات سے دھوکہ کھایا ہے، یا پھر وہ اپنے فتنہ پرداز تعصب کا شکار ہوا ہے۔

امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

رأی انس بن مالک.[۲]

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا۔

اسی طرح امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) کا بیان بھی گزر چکا ہے جس میں انہوں نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رُویت کا اقرار کیا ہے۔

ان ائمہ کرام کے علاوہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)، امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ)، امام عبدالغنی مقدسیؒ (م ۶۰۰ھ)، امام زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، علامہ ابن الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ)، علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ)، امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ)، حافظ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)، علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۴۳ھ)، امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ)

۱۔ شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۹۶) طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی

۲۔ تھذیب الکمال (۱۹/۱۰۲)

اور دیگر اَجلّہ محدثین نے بھی امام ابو حنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات کرنے کا اقرار کیا ہے۔[۱]

اور پھر امام صاحبؒ کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی تھی کہ آپ نے حضرت انسؓ کی کئی بار زیارت کر کے اپنی آنکھیں روشن کی ہیں۔ جیسا کہ خود امام اعظمؒ کا اپنا بیان گزرا ہے، اور دیگر محدثین بھی اسی کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن احمد بن عبد الہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ادرک جماعة من اصحاب النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم، ورأی انس بن مالک خادم رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم و صاحبه غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة.[۲]

امام ابو حنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کو پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور صحابی ہیں، کو کئی بار دیکھا ہے، جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

رأی انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة.[۳]

امام ابو حنیفہؒ نے کئی بار حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی، جب وہ ان کے پاس کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) اور امام ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ:

رأی انس بن مالک غیر مرة بالکوفة. قاله ابن سعد.[۴]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں کئی بار دیکھا تھا، جیسا کہ

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵) از محقق عظیم علامہ زاہد الکوثریؒ، طبع المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۲۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸)؛ طبقات علماء الحدیث (ج ۱ص ۲۶۱)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۱۲۶)؛ تاریخ الاسلام (۳/۹۹۰) طبع دار الغرب الاسلامی، بیروت

۴۔ الوافی بالوفیات (۲۷/۸۹)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ الاخبار العلیات من الوافی بالوفیات (۲/۱۱۹۲)، طبع دار الاندلس، بیروت؛ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ (۲/۱۷)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے فرمایا ہے۔

اور یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو بچپن میں نہیں، بلکہ حالت تمیز میں دیکھا ہے جیسا کہ حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

وقد توفیَ انس بن مالک سنة ثلاث و تسعین من الھجرة، والظاھر اَنَّ اباحنیفة مارآه وھو فی المھد، بل رآه بعد التمییز.[۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ھ کو فوت ہوئے، لہٰذا ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کو بچپن میں نہیں دیکھا، بلکہ ان کو تمیز (سمجھداری) کی عمر میں دیکھا ہے۔

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) ارقام فرماتے ہیں:

توفی ابو حنیفة سنة خمسین و مائة، ورأی انس بن مالک سنة خمس و تسعین و سمع منه.[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا، اور آپ نے ۹۵ھ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ (م ۸۸ھ) سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ ان صحابہؓ میں سے ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے تعلیمِ دین کے لیے کوفہ روانہ کیا تھا۔ آپ کوفہ آکر یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور یہاں تعلیمِ دین میں مصروف رہے، یہاں تک کہ ۸۸ھ یا اس کے بعد یہیں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وھو آخر من مات بالکوفة من الصحابة.[۳]

یہ کوفہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

امام ابوحنیفہ بھی چونکہ کوفی ہیں اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی وفات کے وقت آپ کی عمر کم از کم آٹھ سال تھی، اس لیے آپ نے ان کے جمال مبارک کے دیدار کا بھی شرف حاصل کیا۔

۱۔ الروض الباسم (ج ۱، ص ۳۱۲)
۲۔ منازل الائمة الاربعة (ص ۸۰)
۳۔ تہذیب التہذیب، (ج ۳، ص ۱۰۲)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے:

ادرک الامام ابو حنیفة رحمه الله جماعة من الصحابة لانه ولد فی الکوفة سنة ثمانین من الهجرة وبها یومئذ من الصحابة عبدالله بن ابی اوفی فانه مات سنة ثمان و ثمانین او بعدها...[۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے، کیونکہ آپ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہاں صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ زندہ تھے، کیونکہ ان کی وفات ۸۸ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے۔

امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) اپنی "شرح بخاری" میں لکھتے ہیں:

ابن ابی اوفی، عبدالله الصحابی، و هو آخر من مات من الصحابة بالکوفة سنة سبع و ثمانین، و قد کف بصره قبل، و قد رآه ابو حنیفة رضی الله عنه و عمره سبع سنین.[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، اور آپ ۸۷ ہجری میں کوفہ میں مقیم سب صحابہؓ میں سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ اپنی وفات سے پہلے بصارت سے محروم ہوگئے تھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تھی جب امام صاحبؒ کی عمر سات سال تھی۔

حضرت عامر بن واثلہؓ (م ۱۱۰ھ) سے ملاقات

حضرت عامر بن واثلہؓ وہ صحابی ہیں جو تمام صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ جیسا کہ امام مسلمؒ وغیرہ محدثین نے تصریح کی ہے۔[۳] حضرت امام اعظمؒ کو آپ سے بھی شرفِ ملاقات حاصل ہے، چنانچہ امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) لکھتے ہیں:

قال ابوبکر بن هلال: وقد ادرک ابو حنیفة من الصحابة ایضا عبدالله بن ابی اوفی و ابا الطفیل عامر بن واثلة وهما صحابیان.[۴]

۱۔ عقود الجمان (ص ۵۰)　　۲۔ ارشاد الساری شرح البخاری (ج ۱، ص ۲۵۹)

۳۔ تقریب التھذیب (۱/۴۶۴)، ناشر قدیمی کتب خانہ، کراچی

۴۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰)

امام ابوبکر بن ہلالؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ کو بھی پایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۹۷ھ) سے ملاقات

چوتھے وہ صحابی کہ جن کی امام ابو حنیفہؒ نے زیارت کی ہے وہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان ابا حنیفة رأی انس بن مالک و عبداللہ بن حارث بن جزء.[1]

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) کاتب الواقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ کو دیکھا تھا۔

واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن حارثؓ وہ صحابی ہیں جو مصر میں اقامت اختیار کرنے والے صحابہؓ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ چنانچہ امام ابو زکریا بن مندہؒ فرماتے ہیں:

هو آخر من مات بمصر من الصحابة رضی اللہ عنهم.[2]

حضرت عبداللہ بن حارثؓ وہ صحابی ہیں جو مصر میں رہنے والے صحابہؓ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

محدثین میں ان کے سنِ وفات سے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابوبکر جعابیؒ (م ۳۵۵ھ)، جو حدیث اور تاریخ کے عظیم سپوت ہیں، فرماتے ہیں:

مات عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سنة سبع و تسعین.[3]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ ۹۷ھ کو فوت ہوئے۔

اس اعتبار سے ان کی وفات کے وقت امام ابو حنیفہؒ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ امام صاحبؒ نے ان سے مکہ مکرمہ میں حدیث بھی سنی تھی۔ کَمَا سَیَاتِیْ تَفْصِیْلُهٗ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۱، ص ۴۵) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۱۱۹)

۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۲۸) للامام موفق مکیؒ طبع دار الکتاب العربی، بیروت

دیگر کئی صحابہؓ سے ملاقات

امام صاحبؒ نے مذکورہ چار صحابہؓ (حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، حضرت عامر بن واثلہؓ، اور حضرت عبداللہ بن حارثؓ) کے علاوہ بھی کئی صحابہؓ مثلاً حضرت واثلہ بن اسقعؓ (م۸۵ھ) اور حضرت سہل بن ساعدؓ (م۸۸ھ) وغیرہ سے ملاقات کی ہے۔

مورخ شہیر علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م۱۰۸۹ھ)، امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى انسا وغيره، نظم بعظهم من لقى من الصحابة فقال:

لقى الامام ابو حنيفة ستة	من صحب طه المصطفى
انسا و عبدالله نجل انيسهم	وسميه ابن الحارث الكرار
وزاد ابن اوفى وابن واثلة الرضى	واضمم اليهم معقل بن يسار [1]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ اور دیگر صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اور آپ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی اُن کے ناموں کو بعض علماء نے ایک نظم میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے چھ اُن اشخاص کو دیکھا ہے جنہوں نے حضرت طٰہٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔

وہ چھ اصحاب یہ ہیں: (۱) حضرت انس بن مالکؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن انیسؓ، (۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ، (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، (۵) حضرت عامر بن واثلہ، (۶) حضرت معقل بن یسارؓ۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م۹۷۳ھ) اپنی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ادرک الامام الاعظم ثمانية من الصحابة، فمنهم انس و عبدالله بن ابى اوفى و سهل بن سعد و ابو الطفيل. [2]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے جن میں حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، حضرت سہل بن سعدؓ اور حضرت ابوالطفیلؓ شامل ہیں۔

۱۔ شذرات الذہب (ج ا ص ۲۲۶)

۲۔ تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰)

عصرِ حاضر کے مشہور ادیب اور عظیم محقق شیخ ابوزہرہ مصریؒ ارقام فرماتے ہیں:

ان کتاب المناقب جمیعا یذکرون انه التقی ببعض الصحابة و بعضهم یذکر انه روی عنهم احادیث، وانه ارتفع بذلک الی رتبة التابعین، و یسبق بهذا الفضل الفقهاء الذین عاصروه کسفیان الثوری والاوزاعی و مالک و غیره من اقرانه. ولم یختلف الرواة فی ان اباحنیفة التقی ببعض الصحابة الذین عمر واوعاشوا الی نهایة المائة الاولٰی اوما یقاربها، او عاشوا اشطرا من عقد التاسع منها، و ذکروا اسماء کثیر من الصحابة التقی بهم ورأهم: منهم انس بن مالک الذی توفی سنة ۹۳، و عبدالله بن ابی اوفی المتوفی سنة ۸۷، وواثلة بن اسقع المتوفی سنة ۸۵، وابو الطفیل عامر بن واثلة المتوفی سنة ۱۰۲، وهو آخر الصحابة موتا، و سهل بن ساعد المتوفی ۸۸ وغیرهم۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے مناقب نویس سب یہی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے بعض صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اور ان میں سے بعض تو یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے ان صحابہؓ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ اس وجہ سے آپ کو تابعین کے رتبہ پر فائز مانا گیا ہے اور اس شرفِ تابعیت سے آپ کو اپنے معاصر فقہاء جیسے امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ اور دیگر ائمہ پر برتری حاصل ہے۔

اور راویوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام ابوحنیفہ بعض معمّر صحابہؓ سے ملے تھے جو پہلی صدی کے اواخر، یا اس کے قریب قریب زندہ رہے، یا جو پہلی صدی کے نانویں عشرہ (۹۰ھ) تک باحیات تھے۔ اور انہوں نے بہت سے صحابہؓ کے نام بھی ذکر کیے ہیں جن سے آپ نے ملاقات کی تھی اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان میں سے حضرت انس بن مالکؓ المتوفی ۹۳ھ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ المتوفی ۸۷ھ، حضرت واثلہ بن اسقع المتوفی ۱۰۲ھ، جو مکہ میں سب صحابہؓ کے بعد فوت ہوئے اور حضرت سہل بن ساعدؓ المتوفی ۸۸ھ وغیرہم بھی ہیں۔

[1] ابوحنیفۃ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ (ص ۵۹، ۶۰)، طبع دار الفکر العربی، قاہرہ

خلاصۃ المرام: ماقبل تفصیل سے واضح ہو گیا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے متعدد صحابہؓ (خصوصاً حضرت انس بن مالکؓ) سے ملاقات کی تھی۔ آپ کی صحابہؓ سے ملاقات اس قدر واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ اس کا انکار سوائے ضدی اور متعصب کے کوئی نہیں کر سکتا۔

بنا بریں امام صاحب کا صحابہؓ سے ملاقات کرنا ہی آپ کی تابعیت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، کیونکہ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ تابعی کی راجح، واضح، مختار، اَقْرَبُ اِلَی الْحَقِّ اور عِنْدَ الْجُمْهُوْر مَعْمُوْلٌ عَلَيْه تعریف یہی ہے کہ تابعی کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ اس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

آپ صحبت، تمیز اور سماع حدیث کے لحاظ سے بھی تابعی ہیں

جمہور کی تعریفِ تابعیت کی رُو سے تو آپ کا تابعی ہونا شک وشبہ سے بالا ہے لیکن جمہور کے برعکس بعض محدثین نے تابعی کی تعریف میں جو چند زائد شرائط لگائی ہیں کہ (۱) اس نے صحابیؓ کی صحبت بھی اختیار کی ہو۔ (۲) اس نے صحابی کی زیارت اس عمر میں کی ہو جس میں آدمی اچھائی اور برائی کی تمیز کر سکتا ہو۔ (۳) اس نے صحابیؓ سے حدیث بھی سنی ہو۔

تابعی کی یہ تعریف اگرچہ مرجوح ہے لیکن اس تعریف کے لحاظ سے بھی آپ تابعی ہیں۔ چنانچہ ماقبل آپ خود امام اعظمؒ اور دیگر محدثین کے بیانات ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کی کئی بار زیارت کی ہے، اور جب وہ کوفہ تشریف لاتے تو آپ ضرور ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

اب اگر یہ صحبت نہیں ہے تو پھر صحبت کس چیز کا نام ہے؟

نیز حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ تو آپ کے اپنے شہر کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ بصرہ سے تشریف لانے والے صحابی حضرت انسؓ کی صحبت تو آپ کو ملی ہو لیکن خود آپ کے اپنے شہر میں رہنے والے صحابی کی صحبت سے آپ محروم رہے ہوں؟

اسی طرح اس تعریف میں تابعی کے لیے دوسری شرط کہ اس نے حالت تمیز میں صحابی سے ملاقات کی ہو، اس شرط کے لحاظ سے بھی امام صاحبؒ تابعی ہیں۔ کیونکہ علامہ ابن الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ امام صاحبؒ نے تمیز کی عمر میں حضرت انسؓ کی ملاقات کی تھی۔ اور امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ۹۵ھ میں،

جب آپ کی عمر پندرہ سال تھی، حضرت انسؓ سے ملاقات اور سماعت حدیث کی تھی۔ بلکہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ''الطبقات'' میں تو یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ بھی یاد رکھا کہ حضرت انسؓ خضاب (مہندی) لگایا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بحوالہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ ایک ٹھوس دلیل ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ سے ملاقات حالت تمیز میں کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۹۷ھ) کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر ۱۷ سال تھی اور امام صاحبؒ نے ۱۶ سال کی عمر میں ان سے حدیث بھی سنی تھی اور اس کو یاد بھی رکھا تھا۔ اب اس سے بڑھ کر تمیز کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؟

حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ (م ۱۱۰ھ) کی وفات کے وقت تو آپ تیس سال کے نوجوان تھے۔

نیز اس تعریف کی تیسری شرط سماعت حدیث کے لحاظ سے بھی آپ تابعی ہیں، کیونکہ آپ نے کئی صحابہؓ سے براہِ راست احادیث سن کر ان کو روایت بھی کیا ہے۔

آپ کی صحابہؓ سے سماعت و روایتِ حدیث

امام صاحبؒ کو جیسے یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ نے متعدد صحابہؓ کے جمال مبارک کی زیارت کی ہے، ایسے ہی آپ کو یہ اعزاز بھی ملا کہ آپ نے ان میں سے متعدد صحابہؓ سے نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سن کر ان کو روایت بھی کیا ہے۔ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے خصائص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انه رأى بعض الصحابة وسمع منهم۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے بعض صحابہؓ کو دیکھا ہے اور اُن سے احادیث کی سماعت بھی کی ہے۔

مجدد مائۂ دہم حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) تحریر کرتے ہیں:

وقد ثبت رویتہ لبعض الصحابة واختلف في روايته عنهم والمعتمد ثبوتها۔[2]

امام ابوحنیفہؒ کا بعض صحابہؓ کو دیکھنا ثابت ہے، البتہ آپ کا صحابہؓ سے روایت حدیث کرنا مُختَلَفٌ فِیہ ہے۔ لیکن قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ آپ کا ان سے روایت

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۸۰)

۲۔ ذیل الجواہر المضیۃ (ج ۲، ص ۴۵۳)

کرنا ثابت ہے۔

مورخِ کبیر امام عماد الدین ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وذکر بعضهم انه روی عن سبعة من الصحابة.[1]

بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سات صحابہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

وہ سات صحابہؓ کرام جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت حدیث کی ہے، ان کے اسماء کو شارح طحاوی، امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والذی سمعه منهم رضی الله عنهم اجمعین عبدالله بن انیس، و عبدالله بن جزء الزبیدی، وانس بن مالک، وجابر بن عبدالله، ومعقل بن یسار و واثلة بن الاسقع و عائشة بنت عجرد.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے جن (سات) صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ اَجۡمَعِیۡن سے احادیث سنی ہیں، وہ یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن انیسؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن جزءؓ، (۳) حضرت انس بن مالکؓ، (۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ، (۵) حضرت معقل بن یسارؓ، (۶) حضرت واثلہ بن اسقعؓ اور (۷) حضرت عائشہ بنت عجردؓ۔

ان سات صحابہؓ میں سے تین صحابہ حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدیؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے امام ابوحنیفہؒ کا سماع حدیث کرنا مشہور محدث حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف ''حلیۃ الاولیاء'' (جو علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین کے بھی استاذ ہیں) نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) ان سے بہ سند متصل نقل کرتے ہیں کہ:

ذکر من رأی ابوحنیفة رحمه الله من الصحابة و روی عنهم انس

۱۔ البدایۃ والنہایۃ (ج ۷، ص ۸۶)

۲۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ (ج ۱، ص ۲۸) طبع میر محمد کتب خانہ، کراچی

بن مالک، وعبداللہ بن الحارث الزبیدی، و یقال عبداللہ بن ابی اوفی الاسلمی۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ کو دیکھا ہے اور ان سے روایت حدیث کی ہے، وہ یہ ہیں: حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن حارث زبیدیؓ۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمیؓ بھی ان میں سے ہیں۔

ان مذکورہ تین صحابہؓ میں سے اوّل الذکر صحابی حضرت انس بن مالکؓ سے امام ابوحنیفہؒ کے سماع کا اقرار علامہ یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) نے بھی کیا ہے جیسا کہ ان کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

اسی طرح دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کا اقرار کئی اور اَجِلّہ محدثین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں:

> **وذکر الحافظ العامری فی تالیفہ الریاض المستطابۃ و کذلک مُلَخِّصُہٗ صالح ابن صلاح العلائی و من خطہ نقلت ان الامام ابا حنیفۃ رأی عبداللہ بن الحارث بن جزء الصحابی و سمع منہ قولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمتہٗ ورزقہٗ من حیث لایحتسب۔**[2]

حافظ عامریؒ (ان کا پورا نام ہے، امام ابوزکریا عماد الدین یحییٰ بن ابوبکر بن محمد العامری الیمنی (م ۸۹۳ھ)۔ یہ ادیب، محدث اور حافظ الحدیث تھے۔ انہوں نے متعدد کتب نافعہ تالیف کی ہیں[3]) نے اپنی کتاب "الریاض المستطابۃ" (فِیْ جُمْلَۃِ مَنْ رَوٰی فِی الصَّحِیْحَیْنِ مِنَ الصَّحَابَۃِ) میں ذکر کیا ہے، اسی طرح اس کتاب کے مُلَخِّصْ امام صالح بن صلاح علائیؒ نے

۱۔ "الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" لسبط ابن الجوزیؒ، مشمولہ "الفقہ واصول الفقہ" (ص ۴۵۹) از علامہ زاہد الکوثریؒ

۲۔ شذرات الذہب (۱/ ۲۲۷)

۳۔ کشف الظنون (ج ۱، ص ۹۳۷)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ ہدیۃ العارفین (ج ۲، ص ۵۲۹) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

بھی ذکر کیا ہے اور میں ان ہی کی تحریر سے نقل کر رہا ہوں کہ:

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث جزء صحابیؓ کو دیکھا تھا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی کہ جو آدمی دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث کو حافظ المغرب شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی سند متصل کے ساتھ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کے واسطے سے امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کے ثبوت میں لکھا ہے:

ان اباحنیفة رأی انس بن مالک وعبداللہ بن الحارث بن جزء.[١]

بے شک امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ کو دیکھا تھا۔

نیز امام ابن عبدالبرؒ نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وسمع من عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی، فیعد بذلک فی التابعین.[٢]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا، چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تیسرے صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کا اقرار کرنے والوں میں محدث شام حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) بھی ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنهما مات سنة سبع و ثمانین او خمس و ثمانین، فلعل الامام سمع منه و عمره سبع سنین او

١۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ١ ص ٤٥)

٢۔ کتاب الاستغناء فی معرفة المشهورین من حملة العلم بالکنی (ج ١ ص ٥٧٢) طبع دار ابن تیمیہ، الریاض

خمس سنین.[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کا انتقال ۸۷ھ یا ۸۵ھ میں ہوا۔ ممکن ہے جب امام ابوحنیفہؒ نے ان حدیث کا سماع کیا اس وقت آپ کی عمر سات یا پانچ سال ہو۔

نیز صحابیہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام صاحب کے سماع کی تصریح امام الجرح والتعدیل حافظ یحیٰی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:

ان اباحنیفة صاحب الرائی سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول: اکثر جنود اللّٰه فی الارض الجراد.[2]

بے شک امام ابوحنیفہؒ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین پر اللہ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈیوں کا ہے۔

علاوہ ازیں کئی جلیل القدر محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کردہ احادیث کے مجموعے تیار کیے ہیں، جن کی تفصیل انشاء اللہ ہم آگے کتاب میں بیان کریں گے۔ یہ بھی امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے سماعت حدیث کی روشن دلیل ہے۔

الغرض محدثین نے تابعی کے لیے جتنی شرائط ذکر کی ہیں وہ سب بِحَمۡدِ اللّٰہُ! امام اعظم ابوحنیفہؒ میں پائی جاتی ہیں اور آپ ہر لحاظ سے تابعی ہیں۔ یہ تابعی ہونا آپ کے اُن اوصاف میں سے ہے کہ جن میں ائمہ متبوعین میں سے کوئی امام بھی آپ کا شریک نہیں ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو حاصل نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشدہ!

۱۔ عقود الجمان (ص ۵۹)

۲۔ لسان المیزان (ج ۳، ص ۲۷۵)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ اسد الغابۃ فی تمییز الصحابۃ (۱۹۰/۷) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

امام اعظمؒ کی تالیفات

امام اعظمؒ کی تالیفات

درس وتدریس اور دیگر علمی و عملی بیشمار مصروفیات کے باوجود آپ کا تالیف وتصنیف سے بھی شغف رہا ہے اور آپ نے عقائد، فقہ اور حدیث وغیرہ مضامین پر کئی وقیع اور لاجواب کتب تصنیف کی ہیں جو رہتی دنیا تک آپ کے دیگر علمی کارناموں کی طرح یہ بھی آپ کی ایک علمی یادگار ہیں۔

بعض لوگوں نے بوجہ عدم تحقیق یہ دعویٰ کر دیا کہ امام صاحبؒ کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ حقائق کے سراسر منافی اور محض غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ متعدد جلیل المرتبت ائمہ نے آپ کے صَاحِبُ التَّصَانِیف ہونے کی صاف تصریح کی ہے۔ مشتے نمونہ ازخروارے، ان میں سے کچھ تصریحات نظرِ قارئین ہیں:

۱۔ امام امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) نے ''احمد بن اسماعیل ابواحمد مقری الصرامؒ'' (م ۳۳۲ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

سمع کتب ابی حنیفة وابی یوسف من احمد بن نصر عن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد۔[1]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی کتابوں کو امام احمد بن نصرؒ سے، انہوں نے امام ابوسلیمان جوزجانیؒ سے اور انہوں نے امام محمد بن حسنؒ سے سنا تھا۔

۲۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے حاتم بن اسماعیلؒ کے ترجمہ میں امام المغازی علامہ واقدیؒ (م ۲۰۷ھ) کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

کتبت کتب ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه عن حاتم بن اسماعیل عنه۔[2]

میں نے امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂُ کی کتابیں حاتم بن اسماعیلؒ سے اور انہوں

۱۔ الاکمال (ج ۷، ص ۶۱)

۲۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱، ص ۱۸۱)

نے خود امام ابوحنیفہؒ سے لکھی تھیں۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی علامہ واقدیؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[۱]

۳۔ امام ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ)، جو علامہ خطیب بغدادیؒ کے بھی استاذ ہیں، اپنی سند کے ساتھ مشہور محدث امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) سے نقل کرتے ہیں:

اوّل من كَتَبَ كُتُبَ ابی حنيفة اسد بن عمرو.[۲]

سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں امام اسد بن عمروؒ نے لکھی تھیں۔

۴۔ امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے قاضی ابوعاصم محمد بن احمد عامریؒ (م ۴۱۵ھ) کے ترجمہ میں ان سے نقل کیا ہے:

لو فُقِدَت كتب ابی حنيفة رحمه الله لامليتها من نفسی حفظًا.[۳]

اگر امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نایاب بھی ہو جائیں تو میں ان کو اپنے حافظہ سے لکھوا سکتا ہوں۔

۵۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے نقل کیا ہے کہ حافظ الحدیث امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) سے اُن کے شاگرد ابومسلم مستملیؒ نے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہؒ اور ان کی کتابوں کو دیکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

انظروا فيها ان كنتم تريدون ان تفقهوا فانی مارأيت احدًا من الفقهاء يكره النظر فی قوله، ولقد احتال الثوری فی كتاب الرهن حتی نسخه.[۴]

اگر تم لوگ فقیہ بننا چاہتے ہو تو پھر امام ابوحنیفہؒ کی کتب کو اپنے مدنظر رکھو، اس لیے کہ میں نے فقہا میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اُن کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو، امام سفیان ثوریؒ نے تو حیلہ سے ان کی "کتاب الرہن" لے کر نقل کی ہے۔

۶۔ حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بالسند نقل کیا ہے کہ امام اعمش

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۸۹)
۲۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱، ص ۱۴۰)
۳۔ کتاب الانساب (ج ۳، ص ۲۹۶)
۴۔ تاریخ بغداد (ج ۳، ص ۳۴۲)

(م ۱۴۸ھ)، جو جلیل القدر محدث اور امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ حدیث میں شمار ہوتے ہیں، ایک دفعہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ جب مقام ''خیرہ'' پر پہنچے تو اپنے شاگرد علی بن مسہرؒ (م ۲۰۹ھ) سے فرمایا:

اذهب الیٰ ابی حنیفة حتی یکتب لنا المناسک۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ہمارے لیے حج کے مسائل پر کتاب لکھیں۔

۷۔ امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بہ سند متصل علامہ واقدیؒ (م ۲۰۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

کان سفیان الثوری یسألنی ان اجیئه بکتب ابی حنیفة ینظر فیها۔[۲]

امام سفیان ثوریؒ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ آپ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں لا کر دیں تا کہ میں ان میں غور و فکر کروں۔

۸۔ قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام عبدالعزیز بن محمد[۳] دراوردیؒ (م ۱۸۶ھ) سے، جو امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے معاصر ہیں، نقل کیا ہے کہ:

کتب مالک بن انسؒ الیٰ خالد بن مخلد القطوانی یسأله ان یحمل الیه شیئاً من کتب ابی حنیفة ففعل۔[۴]

امام مالک بن انسؒ نے خالد بن مخلد قطوانیؒ کو خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں بھیج دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

۹۔ قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ ہی نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتبحر فی العلم ولایتفقه۔[۵]

۱۔ الانتقاء (ص ۱۲۶)
۲۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۹۰)
۳۔ دراوردیؒ موصوف ایک صدوق راوی ہیں، البتہ بہت سے محدثین نے ان کو حفظ حدیث میں کمزور قرار دیا ہے۔ دیکھیے تھذیب التھذیب (۳/۱۷۲) لیکن چونکہ ان کی اس روایت کا تعلق فضائل و مناقب سے ہے، اور پھر ان کی یہ روایت دیگر محدثین کی روایات و تصریحات سے بھی مؤید ہے، اس لیے ان کی یہ روایت مقبول ہے۔
۴۔ عقود الجمان (ص ۸۶)
۵۔ ایضاً (ص ۱۸۷)؛ نیز دیکھیے اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۷)

جو شخص امام ابو حنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اُس کو علم میں تبحر حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ فقیہ بن سکے گا۔

۱۰۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ (م ۲۱۵ھ) جو کہ امام بخاریؒ کے کبار مشائخ میں سے ہیں، کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جب عہدہ قضاء پر فائز تھے اس دوران وہ فیصلے کرتے وقت امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو اپنے زیر نظر رکھتے تھے۔[۱]

۱۱۔ امام محمد بن حارث خشنی قیروانیؒ (م ۳۶۱ھ) نے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی کتب فقہ مالکی کے مدوّن امام سحنونؒ کے صاحبزادے امام محمد بن سحنونؒ (م ۲۶۵ھ) کے زیر مطالعہ بھی رہی ہیں۔[۲]

۱۲۔ امام ابو یعلی خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے امام طحاویؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد الشروطیؒ نے امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) سے پوچھا کہ:

آپ نے اپنے ماموں امام مزنیؒ (م ۲۶۴ھ)، جو امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے خاص شاگرد ہیں، کا مذہب چھوڑ کر امام ابو حنیفہؒ کا مذہب کیوں اختیار کرلیا؟

تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

لانی کنت اری خالی یُدیم النظر فی کتب ابی حنیفة، فلذلک انتقلت الیه.[۳]

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں اپنے ماموں کو ہمیشہ امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا، اس لیے میں نے بھی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اختیار کرلیا۔

امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں امام طحاویؒ کا یہ حوالہ نقل کیا ہے۔[۴]

اب اس قدر تصریحات کے باوجود اگر کوئی شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیفات نہ ماننے پر ہی مصر ہو تو اُس کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں:

۱۔ تہذیب التہذیب (۱۷۹/۵)

۲۔ اخبار الفقہاء والمحدثین (ص ۴۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۱۴۹، ۱۵۰) طبع الفاروق الحدیثیۃ، القاھرۃ

۴۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان (ج ۱ ص ۴۴) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

ع تیرا جی ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

واضح رہے کہ امام ابو حنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے فقہ میں کتب تصنیف کرنے کا شرف حاصل کیا، چنانچہ امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزیؒ (م ۱۱۶۷ھ) آپ کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں:

و هو اول من صنّف فی الفقه والرأی.[۱]

امام ابو حنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ اور رائے میں کتب تصنیف کی ہیں۔

اسی طرح ''فرائض'' اور ''شروط'' جیسے موضوعات پر بھی آپ ہی نے سب سے پہلے قلم اٹھایا، جیسا کہ امام سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) اور امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے لکھا ہے:

النعمان بن ثابت الامام ابو حنیفة اول من وضع کتاب الفرائض و کتاب الشروط.[۲]

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے ہی سب سے پہلے ''کتاب الفرائض'' اور ''کتاب الشروط'' تصنیف کیں۔

علاوہ ازیں عقائد پر آپ کی لکھی گئی کتاب ''فقہ اکبر'' بھی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کتاب کو متعدد ائمہ نے امام صاحبؒ کی تصنیف قرار دیا۔ مثلاً حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) نے بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ابو مالک نصران بن نصر الختلیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

روی الفقه الاکبر لابی حنیفة، عن علی بن الحسن الغزال، وعنه ابو عبدالله الحسین الکاشغری.[۳]

انہوں نے ''الفقہ الاکبر'' جو امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف ہے، کو علی بن الحسن الغزال سے روایت کیا ہے، اور ان سے یہ کتاب ابو عبداللہ الحسین الکاشغری روایت کرتے ہیں۔

۱۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۲)

۲۔ کنوز الذھب فی تاریخ حلب (۹۱/۲) طبع دار القلم العربی، حلب۔ عقود الجمان (ص ۱۸۴)

۳۔ تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ (۲۹۸/۱)؛ توضیح المشتبہ (۶۲/۲)

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) بھی ''منہاج السنہ'' میں ''فقہ اکبر'' کو بڑے وثوق کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔[۱]

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

امام ابن تیمیہؒ ''فقہ اکبر'' کو امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اسی سے آنجناب کو قائلین تقدیر میں شمار کرتے ہیں۔[۲]

نیز سیالکوٹی صاحبؒ فرماتے ہیں:

امام ابن تیمیہؒ ''منہاج السنۃ'' میں ''فقہ اکبر'' کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بنا پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں۔[۳]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ بھی ''فقہ اکبر'' کو بالجزم امام اعظمؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔[۴]

مولانا وحید الزمان غیر مقلد مترجم صحاح ستہ نے بھی ''فقہ اکبر'' کو امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ لفظ ''وجہ'' کی تعریف کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہؒ بھی ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں کہ وجہ کے معنی ذات کے نہ لیے جائیں۔[۵]

مولانا عبد اللہ معمار امرتسریؒ غیر مقلد نے بھی ''فقہ اکبر'' کو امام اعظمؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔[۶]

ملحوظ رہے کہ جس طرح فقہ حنفی میں درج شدہ مسائل کا اصل مأخذ امام اعظمؒ کی فقہی تصانیف ہیں، اسی طرح عقائد و کلام کے نامور امام علامہ ابو منصور محمد ماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) کی عقائد میں لکھی ہوئی تصانیف کا اصل مأخذ امام اعظمؒ کی عقائد سے متعلق لکھی ہوئی کتب، ''فقہ اکبر''

۱۔ دیکھیے: منہاج السنۃ النبویۃ (ج ۲، ص ۴۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۴)
۳۔ ایضاً (ص ۸۹، حاشیہ نمبر ۱)
۴۔ فتاویٰ نذیریہ (۱/۳۲۳)
۵۔ لغات الحدیث (ج ۴، کتاب واؤ، ص ۲۲)
۶۔ محمدیہ پاکٹ بک (ص ۵۷۰)

وغیرہ ہیں، جیسا کہ مشہور غیر مقلد عالم وادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ نے ''ماتُرِیدِیَہ'' کے تعارف میں لکھا ہے:

بات یہ ہے کہ جہاں تک حضرت امام (ابوحنیفہؒ) کی فقہی ژرف نگاہیوں کا تعلق ہے، ان کو تو فقہائے عراق وشام نے خوب نکھارا اور تفریع ومسائل کے ذریعے اچھی طرح مالا مال کیا، مگر ان کے ان متکلمانہ رجحانات کی تشریح کرنا اور ان پر ایک مستقل متکلمانہ مدرسۂ فکر کی بنیاد رکھنا ابھی باقی تھا جو ''رسائل ابی حنیفہ'' (''فقہ اکبر''، وغیرہ۔ ناقل) میں مذکور تھے۔ اس کام کو فقہائے ماوراء النہر نے خوش اسلوبی سے انجام دیا۔[۱]

علاوہ ازیں آپ کی ایک تصنیف ''کتاب السیَر'' بھی ہے۔ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کی اس موضوع پر مشہور کتاب ''الردّ علیٰ سیر الاوزاعی'' کی اصل بھی بقول امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) امام صاحبؒ کی یہی تصنیف ''کتاب السیَر'' ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے ''مناقب الشافعی'' میں امام بیہقی سے نقل کیا ہے۔[۲]

حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ)، امام ابوسلیمان جوزجانی (م ۲۱۱ھ) کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

و لہ کتب السیر الصغیر و کتاب الصلوۃ و کتب آخر اطول من ھذہ یرویھا عن محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ.[۳]

ان کی کتابیں ''السیَر الصغیر''، ''کتاب الصلوٰۃ'' اور دیگر کتب جو ان مذکورہ کتب سے بھی طویل ہیں، ان کو انہوں نے امام محمدؒ سے، انہوں نے امام یعقوب (ابویوسفؒ) سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔

مورخ شہیر علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں ذکر کی ہیں:

۱۔ عقلیات ابن تیمیہ (ص ۱۱۲)، ناشر اریب پبلی کیشنز، نئی دہلی
۲۔ توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس (ص ۱۵۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۳۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ (ص ۷۵)، ناشر ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۱۔ کتاب الفقہ الاکبر ۲۔ کتاب رسالۃ اِلَی البستی
۳۔ کتاب العالم والمتعلم ۴۔ کتاب الرّدّ علَی القدریۃ

اور ساتھ لکھا ہے کہ:

والعلم برا و بحرا، و شرقا و غربا، بعد او قربا تدوینہ رضی اللہ عنہ. [۱]

بر و بحر (خشکی اور تری)، مشرق و مغرب اور دُور و نزدیک میں جو علم ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کا مدوّن کردہ ہے۔

علامہ ابن الندیمؒ نے امام صاحبؒ کی جن کتب کی نشاندہی کی ہے، ان میں سے ایک کتاب "العالم والمتعلم" مشہور محدث امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے اس کتاب کو ذکر کر کے امام ابو حنیفہؒ تک اس کتاب کا اپنا سلسلۂ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔ [۲]

نیز علامہ ابن الندیمؒ نے امام صاحبؒ کے شاگردِ رشید امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ (م ۲۰۴ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

کتاب المجرد لابی حنیفۃ، روایتہ. [۳]

امام ابو حنیفہؒ کی کتاب "المجرد" کو آپ سے زیادہ حسن بن زیادؒ نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد نوح بن ابی مریمؒ (م ۱۷۳ھ) جب "مَرْو" کے قاضی مقرر ہوئے تو امام صاحبؒ نے ان کے لیے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں آپ نے ان کو قضاء سے متعلق وعظ و نصیحت کی تھی، چنانچہ امام ابن عدیؒ نے نوح بن ابی مریمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

و استقضی علی مرو و ابو حنیفۃ حیی، فکتب الیہ ابو حنیفۃ بکتاب موعظۃ، والکتاب یتداولہ اھل مرو بینھم. [۴]

۱۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶) طبع نور محمد کتب خانہ، کراچی

۲۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۱/۱۲۰)، طبع مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرۃ

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۸)

۴۔ مختصر الکامل (ص ۶۳)، طبع دار الجیل، بیروت

نوح بن ابی مریمؒ جب ''مرو'' کے قاضی مقرر ہوئے تو امام ابوحنیفہؒ اس وقت باحیات تھے، آپ نے ان کو ایک کتاب لکھ کر بھیجی جس میں ان کو آپ نے وعظ و نصیحت فرمائی، آپ کی یہ کتاب اہل مرو میں متداول ہے۔

ان کتب کے علاوہ علم حدیث میں آپ کی تصنیف ''کتاب الآثار'' ہے۔ یہ کتاب عالم اسلام میں حدیث کی پہلی کتاب ہے جو باقاعدہ فقہی ترتیب پر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا تفصیلی تعارف انشاءاللہ آگے کتاب میں ہم بیان کریں گے۔

امام اعظمؒ کی سیاسی زندگی

امام اعظمؒ کی سیاسی زندگی

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام صاحبؒ ۸۰ ہجری میں بمقام کوفہ اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ (م ۸۶ھ) کے عہدِ اقتدار میں پیدا ہوئے۔ اس وقت بنی امیہ کا آفتابِ اقتدار نصف النہار پر تھا اور ہر طرف ان ہی کا طوطی بولتا تھا۔

آپ نے اپنی آنکھوں سے بنی امیہ کی خلافت کا یہ عہدِ شباب بھی دیکھا اور پھر آپ کے سامنے ہی ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہوا اور بنی عباس اقتدارِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس طرح آپ نے اپنی ستر سالہ زندگی کے باون سال بنی امیہ کے عہد میں اور اٹھارہ سال بنی عباس کے عہد میں بسر کیے۔

ان ہر دو دَور میں جو سیاسی تحریکیں اٹھیں اور جو اہم واقعات رونما ہوئے، ان میں آپ کا مؤقف اور کردار ہمیشہ جرأت مندانہ اور مثالی رہا ہے۔ آپ کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے ان دونوں حکومتوں نے بھرپور کوشش کی، تاکہ آپ کے عظیم مقام کو، جو عوام کی نظروں میں آپ کو حاصل تھا، استعمال کر کے اپنے اقتدار کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔ پھر اس کے لیے انہوں نے آپ کو بڑے بڑے تحائف اور مناصب (عہدہ قضاء وغیرہ) پیش کیے، لیکن آپ نے ان کی ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا اور ظالم حکومت کا حصہ بننے سے صاف انکار کر دیا۔

بنی امیہ کے آخری دَور میں حکومت کے بہت زیادہ غیر شرعی رجحان کی وجہ سے آپ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ کوئی صحیح شرعی خلافت قائم ہو جائے۔ چنانچہ جب بنی عباس کی خلافت قائم ہوئی تو آپ کو ان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن جب ان کی بھی بے اعتدالیاں سامنے آئیں، خصوصاً انہوں نے جب اہلِ بیت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تو آپ ان سے بھی مایوس ہو گئے اور ان کے مقابلے میں اہل بیت کا ساتھ دینے لگے۔

الغرض آپ نہ تو ان دونوں حکومتوں کے آلہ کار بنے اور نہ ہی ان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے باز آئے۔ اگرچہ پھر اس کی پاداش میں دونوں حکومتوں کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے اور ان کی طرف سے بڑی بڑی صعوبتیں اور مصیبتیں جھیلیں، یہاں تک کہ اپنی جان بھی اس راستے میں قربان کر دی۔

امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ کی سیاسی زندگی ایک طویل موضوع ہے۔ اس کے احاطہ کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ ہم یہاں بطور اختصار آپ کی سیاسی زندگی کے صرف چند اہم واقعات پیش کرتے ہیں، جن سے آپ کی استقامت، جرأت اور بلند فکری کا پتہ چلتا ہے۔

بنی امیہ کے خلاف حضرت زیدؒ بن علیؒ کے خروج کی تائید

حکومت بنی امیہ کے مشہور فرماں روا ہشام بن عبد الملک (م ۱۲۵ھ) کی بعض خلافِ شریعت پالیسیوں کے خلاف خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اہم فرد حضرت زیدؒ (م ۱۲۲ھ)، جو حضرت علیؒ المعروف بہ ''زین العابدین'' بن حضرت حسینؓ کے فرزند ہیں، نے ۱۲۱ھ میں اموی حکومت کے خلاف خروج اور اعلانِ جہاد کیا، لیکن روافض، جو اپنے آپ کو شیعانِ علیؓ کہلواتے تھے، نے حسب عادت حضرت زید سے بے وفائی کی، اور ان کو عین موقع پر محض اس لیے بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ حضرت زیدؒ نے ان کا حضراتِ شیخین (حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ) پر تبرا کرنے کا مطالبہ مسترد کر دیا تھا، چنانچہ حضرت زیدؒ کی یہ تحریک روافض کی بے وفائی کی وجہ سے بظاہر ناکام ہو گئی، اور حضرت زیدؒ اپنے باقی ماندہ جانثار ساتھیوں کے ساتھ امویوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔[1]

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اگرچہ حضرت زیدؒ کی اس تحریک میں عملاً حصہ نہیں لیا، لیکن ان کے اس اقدام کی تائید ضرور کی، اور خود ان کو خلیفہ برحق قرار دیا، بلکہ منقول ہے کہ آپ نے حضرت زیدؒ کے اس اقدام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خروجِ بدر سے تشبیہ دی تھی۔[2]

حضرت امام صاحبؒ نے اس تحریک کی تائید کرنے کے باوجود اس میں عملی طور پر حصہ کیوں نہیں لیا؟ اس بابت امام حافظ الدین کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

۱۔ دیکھیے ''بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب'' (۹/ ۴۰۳۷-۴۰۴۰)، البدایۃ والنہایۃ (۶/ ۳۲۷-۳۲۹) وغیرہ

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۲۷) للکردریؒ

ارسل اليه زيد بن علی بن الحسين يدعوه الی البيعة فقال لو علمت ان الناس لا يخذ لونه كما خذلوا اباه لجاهدت معه لانه امام بحق، ولكن اعينه بمالی فبعث اليه بعشرة آلاف درهم وقال للرسول ابسط عذری عنده.[1]

اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ لوگ ان (حضرت زیدؒ) کے ساتھ اس طرح دھوکہ نہیں کریں گے جس طرح کہ ان لوگوں نے ان کے والد (حضرت حسینؓ) کے ساتھ دھوکہ کیا تھا، تو میں ضرور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتا، کیونکہ وہ امام برحق ہیں، البتہ میں ان کی مالی امداد ضرور کروں گا، چنانچہ آپ نے ان کی خدمت میں دس ہزار درھم بھیج دیے اور ان کے قاصد کو کہہ دیا کہ آپ حضرت زید کو میری طرف سے (ان کی تحریک میں عدم شرکت پر) معذرت کر دینا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے حضرت زیدؒ کے ساتھ جہاد میں عدمِ شرکت پر یہ عذر پیش کیا تھا کہ:

حبسنی عنه ودائع الناس عرضتها علی ابن ابی ليلٰی فلم يقبل فخفت ان اموت مجهلا وكان كلما ذكر خروجه بكٰی.[2]

میرے پاس موجود لوگوں کی امانتوں نے مجھے حضرت زیدؒ کے ساتھ جہاد میں شرکت سے روک دیا ہے (ورنہ میں اس میں ضرور شرکت کرتا) میں نے یہ امانتیں ابن ابی لیلیٰ (قاضیِ کوفہ) کے سپرد کرنا چاہیں مگر انہوں نے قبول نہیں کیا، مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس حالت میں میری موت نہ آ جائے (اور میں لوگوں کی امانتیں ان کو سپرد نہ کر سکوں) اور امام صاحبؒ جب بھی حضرت زیدؒ کے خروج کو ذکر کرتے تو آپ رو پڑتے۔

اموی گورنر ابن ہبیرہ کا آپ کو عہدہ خاتم اور محکمہ قضاء سپرد کرنے کی پیشکش اور آپ کا انکار

یزید بن عمر بن ہبیرہ (م ۱۳۲ھ) بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد الحمار (م ۱۳۲ھ) کی طرف سے عراق کا امیر اور گورنر تھا۔ ان دنوں حکومتِ بنی امیہ کے حالات بڑے خراب تھے اور

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً، نیز دیکھئے ابوحنیفہ (ص ۳۲،۳۱) للشیخ ابی زہرہؒ

ہر طرف (خصوصاً عراق میں) ان کے خلاف ایک شورش بپا تھی۔
گورنر ابن ہبیرہ نے عراق کے حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے عراق کے تمام مشہور فقہاء ابن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ)، ابن شبرمہؒ (م ۱۴۴ھ)، داؤد بن ابی ہندؒ (م ۱۴۰ھ) وغیرہ کو اپنے پاس بلایا اور ان میں سے ہر ایک کو حکومت کا ایک ایک عہدہ سپرد کیا۔ اس طرح اس نے امام ابوحنیفہؒ کو بھی عہدہ خاتم یعنی سرکاری مہر تفویض کرنا چاہا، تاکہ کوئی بھی سرکاری حکم آپ کی مہر کے بغیر جاری نہ ہو سکے، اور نہ بیت المال سے کوئی چیز آپ کی اجازت کے بغیر نکل سکے۔ مگر امام صاحبؒ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ابن ہبیرہ نے آپ کے انکار پر قسم اٹھا کر کہا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا، ورنہ آپ کو زدوکوب کیا جائے گا۔ تمام علماء نے بھی آپ کو قائل کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ خدارا! اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، ہم آپ کے بھائی ہیں، ہم بھی ان عہدوں کو پسند نہیں کرتے، لیکن یہ مجبوراً ہمیں قبول کرنا پڑ گئے ہیں۔ امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا:

> لو ارادنی ان اعدلهٔ ابواب مسجد واسط لم ادخل فی ذلک فکیف وهو یرید منی ان یکتب دم رجل بضرب عنقه واختم انا علی ذلک الکتاب فواللّٰه لا ادخل فی ذلک.
>
> اگر گورنر مجھے شہر واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم کرے تو بھی میں اس کے حکم کی تعمیل نہیں کروں گا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بے گناہ شخص کی گردن مارنے کا حکم کرے اور میں اس پر مہر ثبت کروں؟ بخدا! میں یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

گورنر نے آپ کو جیل بھجوا دیا اور اس کے حکم سے جلاد کئی روز تک متواتر آپ کو کوڑے مارتا رہا۔ لیکن ابن ہبیرہ نے جب دیکھا کہ اس سزا کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو اس نے آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ آپ جب رہا ہوئے تو فوراً سفر کی تیاری کی اور مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

> وکان هذا فی سنة مائة وثلاثین، فاقام بمکة حتی صارت الخلافة للعباسیة فقدم ابو حنیفة الکوفة فی زمن ابی جعفر المنصور.[1]

---

[1] مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۷۵، ۲۷۶)

یہ ۱۳۰ھ کا واقعہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ عباسی خلافت قائم ہونے تک مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں کوفہ واپس آئے۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ابن ہبیرہ امام صاحبؒ کو عہدہ قضاء بھی سپرد کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے انکار پر اس نے کوڑوں سے آپ کو سزا دلوائی۔

چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ولقد ضربهٔ یزید بن عمر بن هبیرة علی القضاء فابی ان یکون قاضیا۔[1]

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے زد و کوب کیا، لیکن آپ نے پھر بھی قاضی بننے سے انکار کر دیا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بروایت امام عبداللہ بن عمرو الرقیؒ (م ۱۸۰ھ) لکھتے ہیں:

کلم ابن هبیرة اباحنیفة ان یلی لهٔ قضاء الکوفة فابی علیه فضربه مائة سوط و عشرة اسواط فی کل یوم عشرة اسواط وهو علی الامتناع، فلما رأی ذلک خلّی سبیله۔[2]

ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہؒ سے کوفہ کی قضاء قبول کرنے کی پیشکش کی، لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ اس پر اس نے آپ کے لیے ایک سو دس کوڑوں کی سزا تجویز کی کہ ہر روز آپ کو دس کوڑے مارے جائیں۔ لیکن پھر بھی آپ اپنے انکار پر ڈٹے رہے۔ آخر مجبور ہو کر اس نے آپ کو چھوڑ دیا۔

اہلِ بیت کی برملا حمایت

۱۳۲ھ میں عباسیوں نے بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ کر کے خود اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور چونکہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہونے کہ وجہ سے قابلِ احترام سمجھے جاتے تھے، دوسرے انہوں نے بنی امیہ کے خلاف جو تحریک چلائی تھی، اُس کا منشور یہ دیا تھا کہ ہم صحیح اسلامی خلافت قائم کریں گے اور بنی امیہ کے دَور میں لوگوں کے ساتھ جو زیادتیاں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۱۲۷)   ۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۸)

اور بے انصافیاں ہو رہی ہیں اُن کا خاتمہ کر کے عدل وانصاف قائم کریں گے۔ اس لیے جب ان کی حکومت قائم ہوئی تو لوگوں نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کو خوش آمدید کہا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح (م ۱۳۶ھ) کے سامنے اس کی حکومت پر اظہار خوشنودی کیا تھا۔[۱] لیکن عباسیوں نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اپنے وعدوں کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں اور اپنے مخالفین کے خلاف وہ ظلم وستم کیے کہ لوگ بنی امیہ کے ظلم وستم کو بھول گئے۔ چنانچہ پہلے انہوں نے اُمیوں کا قتلِ عام کیا، یہاں تک کہ جب دمشق پر انہوں نے قبضہ کیا تو ایک دن میں انہوں نے بنی امیہ کے بانوے ہزار آدمیوں کو قتل کیا، اور بنی امیہ کے جو خلفاء مر چکے تھے اُن کی قبروں تک کو کھود کر اُن کو سولیوں پر لٹکا دیا۔[۲]

اور جب بنی امیہ کا خاتمہ ہو گیا تو ان ظالموں نے اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی شروع کر دی۔ چنانچہ اس خاندان کی بڑی بڑی نامور شخصیات کو بڑی بیدردی سے قتل کیا گیا۔ یہاں تک کہ سادات میں سے محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؒ (م ۱۴۲ھ)، جو اپنے حسن وجمال کی وجہ سے ''الدیباج الاصفر'' کہلاتے تھے، اور لوگ دور دراز سے ان کے حسن وجمال کو دیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے، ان کو دوسرے عباسی خلیفہ منصور (م ۱۵۸ھ) نے دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

علامہ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فعلی المنصور مایستحقه من عذاب الله ولعنته.[۳]

منصور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اُس کی لعنت ہو، جس کا وہ مستحق ہے۔

جب عباسیوں کے یہ ظلم وستم حد سے بڑھ گئے تو ان سادات میں سے محمد بن عبداللہ بن حسنؒ، جو محمد نفس ذکیہ سے مشہور ہیں، نے ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور کے خلاف مدینہ منورہ میں خروج کیا اور اکثر اہلِ مدینہ نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔ یہاں تک کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے بھی لوگوں کو ان کی بیعت کرنے کا فتویٰ دے دیا۔[۴] چنانچہ نفس ذکیہؒ ایک بہت بڑی جمعیت لے کر منصور کی فوج سے ٹکرائے۔ لیکن بدقسمتی سے شکست کھائی اور میدانِ جنگ میں

۱۔ دیکھئے مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۱۲۸) للمکیؒ
۲۔ البدایہ والنہایہ (ج ۷، ص ۱۵) لابن کثیرؒ
۳۔ ایضاً (ج ۱، ص ۵۷)
۴۔ ایضاً (ج ۷، ص ۵۹)

بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔

نفس ذکیہؒ کی شہادت کے بعد ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہؒ (م ۱۴۵ھ) نے بصرہ میں منصور کے خلاف خروج کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑی کمک تیار کر لی، اور کئی شہروں، بصرہ، اہواز، فارس اور مدائن وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور ایک لاکھ کا لشکر لے کر منصور کے دار الخلافۃ کوفہ پر حملہ آور ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس کے ہاتھوں منصور کی خلافت کا خاتمہ ہو جاتا لیکن ابراہیمؒ کی بدانتظامی کی وجہ سے اس کی فتح شکست میں بدل گئی اور ابراہیمؒ عباسی فوج سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔[۱]

ابراہیمؒ کے اس خروج میں بڑے بڑے علماء نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ خود امام ابوحنیفہ بھی کھل کر اس کی حمایت کر رہے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بحوالہ مورخ خلیفہ بن خیاطؒ (م ۲۴۰ھ) لکھا ہے:

> خرج مع ابراهيم: هشيم، وابو خالد الاحمر و عيسى بن يونس، وعباد بن عوام، ويزيد بن هارون، وكان ابو حنيفة يجاهر فى امره ويامر بالخروج.[۲]

ابراہیمؒ کے ساتھ محدثین میں سے ہشیمؒ، ابوخالد الاحمرؒ، عیسیٰ بن یونسؒ، عباد بن عوامؒ اور یزید بن ہارونؒ نے خروج کیا اور امام ابوحنیفہ کھل کر ابراہیم کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کے ساتھ نکلنے کا حکم دیتے تھے۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

> یہاں تک درست ہے کہ حضرت امام (ابوحنیفہؒ) ایک اموی خلیفہ کے خلاف زید بن علیؒ کے خروج، یا منصور عباسی کے عہد میں بعض علویوں کے خروج سے دلی ہمدردی تھی، لیکن اس سلسلے کے سارے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی زیادہ وجہ امویوں اور عباسیوں کے وہ لرزہ خیز مظالم تھے جو بیچارے علویوں پر توڑے جا رہے تھے...[۳]

۱۔ ایضاً؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط (ص ۲۷۶، ۲۷۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ العبر (ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

۳۔ حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (ص ۲۹۸)

خلیفہ منصور کی آپ کے خلاف حیلہ تراشی اور عہدہ قضاء کی پیشکش

منصور ابراہیمؒ سے فارغ ہو کر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جنہوں نے اس کے خلاف ابراہیمؒ کا ساتھ دیا تھا۔ اور چونکہ امام صاحبؒ ابراہیمؒ کا ساتھ دینے والوں میں پیش پیش تھے، اس لیے منصور کے دل میں آپ کے خلاف جذبہ انتقام بھڑک رہا تھا۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

انہ بقی فی نفس المنصور من ابی حنیفة لقیامه مع ابراهیم بن عبدالله علی المنصور.[1]

منصور کے دل میں امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جذبہ انتقام گھر کر گیا تھا، کیونکہ آپ نے منصور کے مقابلے میں ابراہیم بن عبداللہ کا ساتھ دیا تھا۔

مگر چونکہ لوگوں کے اندر امام صاحبؒ کا ایک مقام تھا اور آپ کا حلقۂ احباب دور دور تک پھیلا ہوا تھا اس لیے وہ آپ سے براہِ راست انتقام لے کر اپنی حکومت کے لیے کوئی نیا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے آپ کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ حیلہ تراشا کہ آپ کو بغداد بلا کر آپ کے سامنے بغداد کا عہدہ قضاء پیش کیا اور بعد میں پورے ملک کا قاضی القضاۃ بننے کی پیشکش کر دی۔

دراصل اس پیشکش سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر امام صاحبؒ نے یہ عہدہ قبول کر لیا تو یہ آپ کی طرف سے حکومت سے اطاعت شعاری اور رضامندی کی دلیل ہوگی اور اگر آپ نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تو آپ سے انتقام لینے کا ایک جواز پیدا ہو جائے گا۔

امام صاحبؒ اس کی نیت کو بھانپ گئے کہ یہ مجھ کو عہدہ قضاء دے کر مجھ سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اس لیے آپ نے بڑی جرأت کے ساتھ اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے نقل کیا ہے:

اشخص ابو جعفر امیر المؤمنین اباحنیفة، فاراده علی ان یولیه القضاء فابی، فحلف علیه لیفعلن، فحلف ابو حنیفة ان لایفعل، فحلف المنصور لیفعلن، فحلف ابو حنیفة ان لایفعل، فقال الربیع

---

[1] مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۳۰)

الحاجب: الا ترى امير المؤمنين يحلف؟ فقال ابو حنيفه: امير المؤمنين علىٰ كفارة ايمانه اقدر منى علىٰ كفارة ايمانى، وابى ان يلىَ، فامر به الى الحبس فى الوقت۔[1]

ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ کو بلا کر عہدہ قضاء تفویض کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی قسم اٹھالی کہ میں ہرگز یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔ منصور نے دوبارہ قسم اٹھا کر کہا کہ آپ کو یہ کام انجام دینا ہی پڑے گا۔ امام صاحبؒ نے بھی قسمیہ کہہ دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ ربیع حاجب امام صاحبؒ سے کہنے لگا، آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المؤمنین قسم اٹھا رہے ہیں؟ امام صاحبؒ نے اس کو جواب دیا، امیر المؤمنین اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ اس طرح آپ نے عہدہ قضاء قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس کے جواب میں منصور نے فوراً آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

آپ کی گرفتاری اور جیل میں زہر سے آپ کی شہادت

منصور کے حکم سے آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں منصور آپ پر یہی دباؤ ڈالتا رہا کہ آپ اگر عہدہ قضاء قبول کرلیں تو آپ کو بڑی عزت اور اکرام کے ساتھ رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن آپ اپنے انکار پر ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ جیل میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ منصور نے آپ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو رہا کر دیا تھا۔ لیکن علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

والصحيح انه توفى وهو فى السجن۔[2]

صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات ہوئی تو آپ اس وقت جیل میں تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے بحوالہ امام ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) لکھا ہے۔

لم يقبل العهد بالقضاء فضُرب وحبس و مات فى السجن۔[3]

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۹) ۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۹)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۵۳۷)

امام ابوحنیفہؒ نے عہدہ قضاء قبول نہیں کیا تو آپ پر تشدد کیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

امام سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) خلفائے بنی عباس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ثم ملکها ابو جعفر المنصور عبداللہ فضرب ابا حنیفة رضی اللہ عنه علی القضاء فابی و مات فی حبسه۔[1]

پھر ابوجعفر منصور عبداللہ اقتدار پر متمکن ہوا تو اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر زدوکوب کیا، لیکن آپ نے پھر بھی اس سے انکار کیا (جس پر اس نے آپ کو جیل میں ڈال دیا) اور آپ اس کی قید میں ہی فوت ہو گئے۔

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) لکھتے ہیں:

والروایات الظاهرة المشهورة عن الائمة الثقات والحفاظ الاثبات انه ضرب علی القضاء وماقبل حتی توفی، ثم اختلفوا بعد ذلک فمنهم من یقول مات من الضرب وبعضهم قالوا سقی السم کما روینا۔[2]

ائمہ ثقات اور حفاظ اثبات سے ظاہر اور مشہور روایات یہ ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کی وجہ سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن آپ نے یہ عہدہ قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ پھر ان ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی وفات کس وجہ سے ہوئی؟ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی وفات اس تشدد سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دی گئی جس سے آپ کا انتقال ہو گیا، جیسا کہ ہم نے روایات نقل کی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا، جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔ چنانچہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

۱۔ کنوز الذهب فی تاریخ حلب (۹۱/۲)　　۲۔ مناقب ابی حنیفة (ص ۳۳۶)

وبلغنا ان المنصور سقاه السم فاسود و مات شهيدا رحمه الله۔[۱]

ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ منصور نے آپ کو زہر دی، جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔ رَحِمَہُ اللّٰہ

نیز لکھتے ہیں:

تُوفی شهيد مسقيافی سنة خمسين ومائة.[۲]

آپ ۱۵۰ھ میں زہر کے اثر سے شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔

ذہبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

وقد رُوی ان المنصور سقاه السم فمات شهيدا رحمه الله لقيامه مع ابراهيم.[۳]

مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے امام صاحبؒ کو ابراہیمؒ کا ساتھ دینے کی وجہ سے زہر دیا تھا، جس کے اثر سے آپ نے شہادت کی موت پائی۔

امام موفق مکیؒ (م ۵۶۸ھ) اور امام یزید بن محمد ازدیؒ (م ۳۳۴ھ) نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب موت کے آثار محسوس کیے تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور اپنی جان جانِ آفرین کے حوالہ کر دی۔[۴]

اس طرح اس باضمیر مردِ مجاہد اور عظیم بطلِ حریت نے اپنی جان تو دے دی لیکن باطل باوجود اپنی طاقت اور شان و شوکت سے لیس ہو کر بھی آپ کو اپنے سامنے جھکا نہ سکا۔ زندگی بھر حکمرانوں کی اذیتیں سہیں، مخالفین کی تکالیف برداشت کیں، معاصرین کی مخالفتیں اور بہتان تراشیاں جھیلیں، لیکن اپنے مشن سے نہیں ہٹے اور آخرکار مر کر ہی چین پایا۔

جان دے ہی دی آج جگر نے پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

غسل، جنازہ اور تدفین

حضرت امام صاحبؒ کا جب انتقال ہو گیا تو قاضی شہر اور مشہور محدث و فقیہ امام حسن بن

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۳۰)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۷) ۳۔ العبر (ج ۱ ص ۱۶۴)
۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۴۲) للمکیؒ، تاریخ موصل (۱/ ۳۲۵)

عمارہؒ (م ۱۵۳ھ) نے آپ کو غسل دیا۔ اور غسل دینے کے بعد فرمایا:

رحمک اللہ لم تفطر منذ ثلاثین سنة ولم تتوسد یمینک باللیل منذ اربعین سنة، کنت افقھنا و اعبدنا و ازھدنا و اجمعنا لخصال الخیر.[۱]

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے تیس سال سے افطار نہیں کیا اور نہ چالیس سال تک رات کو آرام کیا۔ آپ ہم سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ عبادت گزار، ہم سب سے زیادہ پرہیزگار اور تمام اچھی خصلتوں کے ہم سب سے زیادہ جامع تھے۔

غسل کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور جنازے میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ بعض روایات میں ہے کہ پچاس ہزار لوگ شریک تھے، اور بعض روایات میں ہے کہ ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔[۲] لیکن اس کے بعد بھی جنازہ پڑھنے کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، یہاں تک کہ چھ دفعہ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

امام ابوسعد سمعانی شافعیؒ (م ۵۶۲ھ) نے لکھا ہے:

وصُلّی علیہ ست مرات من کثرة الزحام آخرھم صلی علیہ حماد.[۳]

آپ کی نمازِ جنازہ لوگوں کے بہت زیادہ ہجوم کی وجہ سے چھ مرتبہ پڑھی گئی اور آخری دفعہ کی امامت آپ کے صاحبزادے امام حمادؒ نے کی۔

جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق بغداد شہر کے مقبرہ خیزران میں دفن کیا گیا۔ کیونکہ یہی زمین آپ کی نظر میں طیّب اور غیر مغصوب تھی، باقی ساری زمین خلیفہ نے جبراً لوگوں سے غصب کی تھی۔

جب منصور کو آپ کی اس وصیت کا پتہ چلا تو وہ پکار اُٹھا:

من یعذرنی منک حیّا و میتا.[۴]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۱۴۷)　　۲۔ ایضاً

۳۔ کتاب الانساب (ج ۳، ص ۲۹۰)

۴۔ مناقب ابی حنیفہ للمکی (ص ۴۳۷)؛ الخیرات الحسان (ص ۱۴۷)

اے ابوحنیفہ! آپ سے مجھے کون چھڑائے گا؟ آپ زندہ ہوں یا مرے ہوئے ہوں۔

ائمہ مسلمین کا آپ کی وفات پر آپ کو خراجِ تحسین

امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ الله کے انتقال کی خبر جب دیگر ائمہ مسلمین کو پہنچی تو انہوں نے آپ کی وفات پر نہایت افسوس کا اظہار کیا اور آپ کی علمی خدمات پر آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

مثلاً امام ابن جریج مکیؒ (م ۱۵۰ھ)، جو مشہور محدث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، کو جب آپ کے انتقال کی خبر ہوئی تو انہوں نے انا للہ پڑھنے کے بعد فرمایا:

اَیُّ علم ذهب.[۱]

کیسا علم جاتا رہا۔

نیز فرمایا: رحمه الله، لقد ذهب معه علم كثير.[۲]

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے، ان کی وفات سے بہت سا علم ان کے ساتھ چلا گیا۔

امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ) کو جب آپ کے انتقال کی خبر دی گئی تو وہ استرجاع پڑھنے کے بعد فرمانے لگے:

طُفِئ عن الكوفة نور العلم، اما انهم لايرون مثله.[۳]

کوفہ سے علم کا نور گل ہوگیا، اب کوفہ والے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ امام صاحبؒ کے انتقال کی خبر سن کر انہوں نے فرمایا:

لقد ذهب معه فقه الكوفة، تفضل الله علينا و عليه برحمته.[۴]

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات سے کوفہ کا فقہ ان کے ساتھ رخصت ہوگیا، اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنے فضل اور اپنی رحمت کا معاملہ فرمائے۔

کوفہ کے جلیل القدر محدث اور مشہور ولی اللہ امام علی بن صالح بن حیؒ (م ۱۵۱ھ) نے آپ کی وفات پر فرمایا:

۱۔ تہذیب الکمال (ج ۱۹ص ۱۰۸)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ص ۶۳۰)

۲۔ الانتقاء (ص ۱۳۵) لابن عبدالبرؒ؛ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۸) للذہبیؒ

۳۔ الخیرات الحسان (ص ۱۴۷) ۴۔ الانتقاء (ص ۱۲۶، ۱۲۷)

ذهب مفتي العراق، ذهب افقه اهل الكوفة.[۱]

عراق کا مفتی چل بسا، اہلِ کوفہ کا سب سے بڑا فقیہ رخصت ہوا۔

امام ابو نعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں امام علی بن صالحؒ کا یہ مذکورہ بیان نقل کیا ہے۔[۲]

حضرت امام عبد اللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) جب امام صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کی قبر پر حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کی جناب میں مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا:

ياباحنيفة رحمك الله مات ابراهيم النخعي وترك خلفا و مات حماد بن ابي سليمان وترك خلفا ومتّ يا اباحنيفة ولم تترك على وجه الارض خلفاثم بكى بكاءً شديدا.[۳]

اے ابو حنیفہؒ! اللہ آپ پر رحم کرے، ابراہیم نخعیؒ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، حماد بن ابی سلیمانؒ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، مگر اے ابو حنیفہؒ! آپ نے مرنے کے بعد روئے زمین پر اپنے جیسا شخص کوئی نہیں چھوڑا۔ اور یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔

قاضی بغداد امام حسن بن عمارہؒ (م ۱۵۳ھ) آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

كنت لنا خلفا ممن مضى وماتركت بعدك خلفا، ان خلفوك في العلم الذي علمتهم لم يمكنهم ان يخلفوك في الورع الا بالتوفيق.[۴]

اے ابو حنیفہؒ! آپ ہمارے لیے گزرے ہوئے لوگوں کے جانشین تھے، مگر آپ نے اپنے بعد اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔ اگر لوگ علم میں، جو آپ نے ہی ان کو سکھایا ہے، آپ کے جانشین ہو بھی جائیں، لیکن ان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ورع و تقویٰ میں آپ کے جانشین بن سکیں، مگر یہ کہ اللہ کی توفیق ان کو شاملِ حال ہو۔

۱۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۷) للامام ابن عبد الہادی المقدسی الحنبلیؒ

۲۔ عقود الجمان (ص ۳۶۱)

۳۔ مناقب ابی حنیفۃ للمکی (ص ۴۵۵)؛ الخیرات الحسان (ص ۱۵۰)

۴۔ الخیرات الحسان (ص ۱۵۰)؛ عقود الجمان (ص ۳۶۲)

امام اعظمؒ کی اولاد واحفاد

امام اعظمؒ کی اولاد واحفاد

امام صاحبؒ کی اولاد سے متعلق تفصیلی معلومات نہیں ملتیں، البتہ تاریخ اور مناقب کی کتب سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے صاحبزادے امام حمادؒ (م ۱۷۶ھ) کے علاوہ آپ کی کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

ولم یخلف غیر ولده حماد.[1]

آپ نے سوائے حماد کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

محدثِ کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں:

وولد حماد بن ابی حنیفة ولیس له غیره و لحماد اعقاب.[2]

امام ابوحنیفہؒ کی حماد بن ابی حنیفہؒ کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں تھی، جب کہ حمادؒ کی آگے اولاد موجود ہے۔

امام حمادؒ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْه" کے صحیح مصداق اور علم اور ورع وتقویٰ میں اپنے والد ماجد کے پرتو تھے۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وابنه الفقیه حماد بن ابی حنیفة: کان ذا علم و دین و صلاح و ورع تام. لما توفی والده کان عنده و دائع کثیرة واهلها غائبون. فنقلها حماد الی الحاکم لیتسلمها فقال: بل دعها عندک، فانک اهل، فقال زنها واقبضها حتی تبرأ منها ذمة الوالدِ ثم افعل ماتری. ففعل القاضی ذلک، بقی فی وزنها و حسابها ایامًا، واستتر حماد فما ظهر حتی اودعها القاضی عند امین.

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۶۰)؛ الخیرات الحسان (ص ۱۶۰)

۲۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۹۹)

توفی حماد سنة ست و سبعين و مائة كهلا، له رواية عن ابيه وغيره، حدث عنه ولده الامام اسماعيل بن حماد قاضي البصرة.[۱]

امام ابوحنیفہؒ کے بیٹے فقیہ حمادؒ بن ابی حنیفہؒ عالم، دیندار، صالح اور اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار تھے۔ جب ان کے والد (امام ابوحنیفہؒ) کا انتقال ہوا تو ان کے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں پڑی ہوئی تھیں، جن کے مالک غائب تھے۔ امام حمادؒ ان امانتوں کو حاکم کے پاس لے گئے تاکہ وہ ان کو ان کے مالکوں تک پہنچادے۔ حاکم نے آپ سے کہا کہ آپ ان کو اپنے پاس ہی رہنے دیں کیونکہ آپ اس کے حقدار ہیں۔ آپ نے فرمایا، ان چیزوں کا وزن کرلو اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لو، تاکہ میرے والد اِن سے بری الذمہ ہوجائیں۔ پھر آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں۔ چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا اور ان چیزوں کا وزن کرنے اور ان کو شمار کرنے میں کئی دن لگے۔ اس دوران امام حمادؒ روپوش ہوگئے، اور اُس وقت تک ظاہر نہیں ہوئے جب تک قاضی نے یہ امانتیں کسی دوسرے امین کے پاس نہ رکھوالیں۔

امام حماد نے ۱۷۶ھ میں جوانی کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے والد ماجد اور دیگر محدثین سے روایت حدیث کی ہے، جبکہ ان سے ان کے لڑکے امام اسماعیلؒ بن حمادؒ، جو بصرہ کے قاضی رہے، روایت کرتے ہیں۔

امام حمادؒ کے امام اسماعیلؒ کے علاوہ تین اور لڑکے: ابوحبانؒ، عثمانؒ اور عمرؒ بھی تھے۔[۲]

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں:

امام صاحب کی روحانی اولاد تو آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور شاید چھ سات کروڑ (اب یہ تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ناقل) سے کم نہ ہوگی، لیکن ان کی جسمانی اولاد بھی جابجا موجود ہے، خود ہندوستان میں متعدد خاندان ہیں جن کا سلسلہ نسب امام تک پہنچتا ہے اور خدا کے فضل سے علم کا جوہر بھی نسلاً بعد نسلٍ ان کی میراث میں چلا آتا ہے۔[۳]

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (ج ۶ ص ۵۳۸)
۲۔ الفہرست (ص ۲۵۶) لابن الندیم
۳۔ سیرت النعمان (ص ۵۴)

امام اعظمؒ کے مولد و مسکن کوفہ کا تعارف

امام اعظمؒ کے مولد و مسکن کوفہ کا تعارف

کوفہ حضرت امام صاحبؒ کا مولد و مسکن ہے۔اس شہر کی ہی درسگاہوں سے آپ نے اپنی طلب علمی کی ابتدا کی اور یہیں مقیم رہ کر اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ مکمل کیا۔ پھر یہاں سے ہی درس و تدریس کا آغاز کیا اور آپ کی گرفتاری تک آپ کا حلقہ درس زیادہ تر یہیں قائم رہا۔اسی طرح آپ کے مناظرے، علمی بحث و مباحثے اور دیگر اہم واقعات بھی زیادہ تر یہیں کوفہ میں ہی پیش آئے۔

نیز آپ کے اکثر اساتذہ و مشائخ کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شہر کوفہ کا علمی تعارف پیش کیا جائے۔

کوفہ کی بناء و تعمیر

کوفہ قدیم بلاد اسلامیہ میں سے ایک مشہور اور عظیم الشان شہر ہے جو کہ ملک عراق میں دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔

محرم ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح عراق نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ حضرت عمرؓ کو یہ شہر تعمیر کرانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مدائن میں جو صحابہؓ اور دیگر عرب آباد تھے، ان کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ نیز وہاں بہت زیادہ گرد و غبار ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے رنگ خراب ہونے لگے اور جسموں میں کمزوری آنے لگی۔اس لیے حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو، جو کہ خود بھی اس وقت مدائن میں مقیم تھے، خط لکھا کہ ان لوگوں کے لیے ایک نیا شہر بساؤ، جو ان کے رہن سہن کے لیے مناسب ہو۔

حضرت سعدؓ کو حضرت عمرؓ کا جب یہ خط ملا تو انہوں نے حضرت حذیفہؓ اور حضرت سلیمان بن زیادؓ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اس نئے شہر کے لیے مناسب جگہ کا انتخاب کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے اس کے لیے کوفہ کی زمین کو پسند کیا اور اس جگہ کے متعلق ساری تفصیل لکھ کر حضرت سعدؓ کو روانہ کی۔ حضرت سعدؓ کی طرف سے منظوری مل جانے کے بعد محرم ۱۷ھ کو اس کی بنیاد رکھی

گئی۔ سب سے پہلے شہر کے بالکل وسط میں ایک مسجد تعمیر کی گئی اور پھر اس کے اردگرد کچے مکانات بنائے گئے۔ لیکن اثنائے سال جب وہ آگ کی تباہ کاریوں کا شکار ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے حکم سے ان کی جگہ پختہ مکانات تعمیر کیے گئے اور شہر میں نہایت چوڑی اور عمدہ سڑکیں اور گلیاں بنائیں گئی اور ایک خوبصورت بازار بنایا گیا، جس کے قریب حضرت سعدؓ نے قصرِ حکومت تعمیر کروایا۔ غرض کوفہ ایک خوبصورت اور تمام آسائش سے مزیّن شہر تعمیر ہوا۔ پھر پورے عرب سے فصحاء اور بلغاء لوگوں کو یہاں لاکر آباد کیا گیا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کوفہ ایک عرب خطہ میں تبدیل ہو گیا اور اس کا شمار عالمِ اسلام کے بڑے اور عظیم الشان شہروں میں ہونے لگا۔[1]

کوفہ میں مسلمانوں کی کثرت اور دینی ترقی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے حافظ کبیر امام ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ) سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

ادركت بالكوفة اربعة آلاف مسجد، فى كل مسجد مؤذن و مقرئ.[2]

میں نے کوفہ میں چار ہزار مساجد دیکھی ہیں، اور ہر مسجد میں مؤذن اور قاری مقرر تھے۔

نیز حافظ ابن ناصر الدین دمشقیؒ (م ۸۴۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

و كان عمر رضى الله عنه اعد فى كل مصر خيلا كثيرة للجهاد، فكان بالكوفة اربعة آلاف فرس معدة لعدو يدهمهم.[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں بڑی کثرت سے گھوڑے جہاد کے لیے تیار کیے ہوئے تھے، چنانچہ صرف کوفہ میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت دشمن کو غمگین اور دہشت زدہ کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

کوفہ میں صحابہ کرامؓ کا ورود مسعود

سرزمینِ کوفہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں بہت بڑی تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱۔ مذکورہ معلومات فتوح البلدان للبلاذری (ص ۱۶۷-۱۷۵) اور البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر (ج ۵/ ۱۴۸، ۱۴۹) وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔

۲۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۲۲۳)

۳۔ توضیح المشتبہ (۶۲/۲)

وسلم کے صحابہ کرام جن میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھی شامل ہیں، تشریف فرما ہوئے۔

شیخ الاسلام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کوفہ کے تعارف میں لکھا ہے:

نزلها جماعة من كبار الصحابة.[۱]

کوفہ میں کبار صحابہؓ کی ایک پوری جماعت آکر ٹھہری ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

والكوفة نزلها مثل ابن مسعود و عمار بن ياسر و علي بن ابي طالب و خلق من الصحابة.[۲]

کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے جلیل القدر حضرات، نیز صحابہ کرامؓ کی ایک خلقت آکر فروکش ہوئی۔

حافظ ابو بشر دولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے اپنی سند متصل کے ساتھ جلیل القدر تابعی اور مشہور محدث امام قتادہؒ (م ۱۱۸ھ) کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

نزل الكوفة الف و خمسون رجلا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم واربعة و عشرون من اهل بدر.[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہزار پچاس اشخاص اور چوبیس وہ صحابہؓ جو جنگ بدر میں آپ کے ہمرکاب رہے تھے، کوفہ تشریف لائے۔

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے بھی امام قتادہؒ (م ۱۱۴ھ) کا مذکورہ قول نقل کیا ہے۔[۴]

امام قتادہؒ تو کوفہ میں جو صحابہ تشریف لائے ان کی تعداد یہ بتلاتے ہیں لیکن دیگر مورخین نے ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ذکر کی ہے۔ مثلاً امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ عجلیؒ (م ۲۶۱ھ)، جو بقول حافظ عباس دوریؒ (م ۲۷۱ھ) علمی کمالات میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ کے

۱۔ الاستذکار شرح المؤطا (۸/۵۲۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ الامصار ذوات الآثار (ص ۳۸) طبع دار ابن کثیر، دمشق؛ اِعْلان بِالتَّوبِیخ لِمَنْ ذَمَّ التَّارِیخ (ص ۱۳۹) طبع دار الکتاب العربی، بیروت

۳۔ الکنیٰ والاسماء (ج ۱ ص ۳۸۵) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (ج ۳ ص ۱۰۲)

ہم پایہ تھے،[۱] نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

نزل الكوفة الف و خمسمائة من الصحابة.[۲]

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ جلوہ افروز ہوئے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے تابعی کبیر امام ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

هبط الكوفة ثلاثمائة من اصحاب الشجرة و سبعون من اهل بدر.[۳]

کوفہ میں تین سو وہ صحابہؓ جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور ستر بدری صحابہؓ تشریف فرما ہوئے۔

محدث کبیر امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے اپنی کتاب ''معرفت علوم الحدیث'' کی انچاسویں نوع میں ان مشہور صحابہ کرام کے اسماء ذکر کیے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ سے دیگر شہروں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ابتداء ان صحابہ کے ناموں سے کی ہے جو مدینہ منورہ سے کوفہ آ کر فروکش ہوئے اور سب سے زیادہ تعداد بھی انہوں نے یہیں آنے والوں کی ذکر کی ہے۔ چنانچہ وہ ایسے تقریباً پچاس مشہور صحابہ کرام کے اسماء مع ولدیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهؤلاء اكثرهم بالكوفة دُفنوا.[۴]

ان میں سے اکثر صحابہ کوفہ میں ہی مدفون ہوئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن.

مشہور غیر مقلد ادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ ''کوفہ'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

جب عراق فتح ہوا تو صحابہ کی کثیر تعداد نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانے میں کوفے کا قصد کیا۔ جس میں ایک روایت کے مطابق تین سو صحابہ وہ تھے جن کو اَصْحَابُ الشَّجَرَۃ کے پُر فخار لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ستر وہ تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ان میں سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۱۰۸)

۲۔ فتح القدیر شرح ہدایہ (۱/۹۱) لابن الہمام طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۔ الطبقات الکبریٰ (۶/۸۹) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۶۹) طبع دار احیاء العلوم، بیروت

زیدؓ، عمرو بن فضیلؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔[۱]

امام ابراہیم بن محمد ثقفیؒ (م ۲۸۳ھ) جو محدث، مؤرخ اور فقیہ ہیں، نے کوفہ کی فضیلت اور اس میں تشریف لانے والے صحابہ کرامؓ سے متعلق ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام "فَضْلُ الْكُوْفَةِ وَمَنْ نَزَلَهَا مِنَ الصَّحَابَةِ" ہے۔[۲]

حضرت ابن مسعودؓ کی کوفہ میں بطور صدر مدرس تقرری

جب کوفہ کی تعمیر ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے وہاں کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے فقہاء صحابہ کی ایک جماعت کوفہ روانہ کی اور اس جماعت کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو منتخب فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان صحابہ میں سے ہیں جو "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

اسلام قبول کرنے والوں میں میرا نمبر چھٹا ہے۔[۳]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابن مسعودؓ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

رضيتُ لِأُمتي مارضي لها ابن ام عبد.[۴]

میں اپنی امت کے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو ابن ام عبد (یہ حضرت ابن مسعود کی کنیت ہے) ان کے لیے پسند کرتے ہیں۔

رازدانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے کسی نے پوچھا کہ تمام صحابہؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عادات میں اور چال ڈھال میں سب سے زیادہ قریبی کون ہے کہ ہم ان سے علم حاصل کریں؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں فرمایا:

۱۔ مطالعہ حدیث (ص ۵۶)، طبع علم و عرفان پبلشرز، لاہور

۲۔ معجم المؤلفین (۱/۹۵)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳، ص ۳۵۴)

۴۔ ایضاً (۳/۳۵۹)

مَا اعرفُ احدًا اقرب سمتا وھدیا و دَلا بالنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من ابن ام عبد.[۱]

میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے عادات میں اور چال ڈھال میں ابن ام عبد (حضرت ابن مسعودؓ) سے زیادہ قریبی ہو۔

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عامر رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں:

ماارئ رجلًا اعلم بما انزل علیٰ محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من عبداللّٰہ بن مسعود.[۲]

میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو حضرت محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پر اُترے ہوئے دین کو حضرت عبداللّٰہ بن مسعودؓ سے زیادہ جانتا ہو۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ جب حضرت ابن مسعودؓ کو دیکھتے تو فرماتے:

کُنیف ملئی علما، کنیف ملئی علما.[۳]

یہ علم سے بھرا ہوا برتن ہے، یہ علم سے بھرا ہوا برتن ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابن مسعودؓ کو صدر مدرّس اور وزیر اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر کوفہ روانہ کیا تو اہلِ کوفہ کے نام اپنے خط میں لکھا:

اِنی قد بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرًا، وعبداللّٰہ بن مسعود معلما و وزیرًا وھما من النجباء من اصحاب محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من اھل بدر فاقتدوا بھما واسمعوا، قد اثرتکم بعبداللّٰہ بن مسعود علیٰ نفسی.[۴]

میں تمہاری طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کو بطور امیر اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعودؓ کو بطور مدرّس اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضرات رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ

۱۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۷۶۲)

۲۔ المستدرک (ج ۳ص ۳۵۷)

۳۔ ایضاً (ج ۳ص ۳۶۰)؛ التاریخ الکبیر (۲/ ۶۷) لابن ابی خیثمہ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۱۶، ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ)

وسلم کے معزز ترین بدری صحابہؓ میں سے ہیں۔ تم ان دونوں کی پیروی کرنا اور ان کے حکم کو بجالانا۔ میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج کر تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔

یعنی حضرت ابن مسعودؓ جیسے علمی شخص کی تو مجھے بھی ضرورت تھی کہ میں انہیں اپنے پاس مدینہ منورہ رکھتا لیکن پھر بھی میں ان کو تمہارے پاس بھیج کر تمہاری ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے رہا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے اس خط سے اندازہ کیجیے کہ حضرت عمرؓ کی نظر میں حضرت ابن مسعودؓ کا علمی مقام کتنا بلند تھا؟ اور پھر آپ کی اہلِ کوفہ سے کس قدر محبت تھی کہ ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی حضرت عمرؓ کی ان توقعات پر پورے اترے، چنانچہ آپ کوفہ کی تعمیر سے لے کر حضرت عثمانؓ کے اخیر دور تک یہیں رہ کر اہلِ کوفہ کو قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم دینے میں مصروف رہے اور اپنے ساتھیوں؛ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور دیگر صحابہؓ کی معیت میں دن رات محنت کر کے کوفہ کو فقہاء اور محدثین سے بھر دیا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وبعثه الى اهل الكوفة ليقرئهم القرآن ويعلمهم الشرائع والاحكام، فبث عبدالله فيهم علما كثيرا، و فقه منهم جما غفيرًا۔[1]

حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو کوفہ روانہ کیا تاکہ وہ اہلِ کوفہ کو قرآن پڑھائیں اور ان کو شریعت اور احکام کی تعلیم دیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان (اہلِ کوفہ) میں بہت زیادہ علم پھیلایا اور ان کی ایک بہت بڑی تعداد کو فقیہ بنا دیا۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱ ص ۱۵۸)

انتقل الی الکوفة بامر عمر رضی اللّٰہ عنہ و نشربھا الفقہ والعلم والسنة و کثر اصحابہٗ۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کوفہ منتقل ہو گئے اور وہاں آپ نے فقہ، علم اور سنت کو پھیلایا اور وہاں آپ کے بکثرت شاگرد ہوئے۔

محدث کبیر علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں:

فابن مسعود ھذا عنی بتفقیہ اھل الکوفة، وتعلیمھم القرآن من سنة بناء الکوفة الی اواخر خلافہ عثمان رضی اللّٰہ عنہ، عنایة لامزید علیھا، الی ان امتلأت الکوفة بالقراء والفقھاء المحدثین، بحیث ابلغ بعض ثقات اھل العلم عدد من تفقہ علیہ وعلی اصحابہ نحو اربعة آلاف عالم۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ بناءِ کوفہ سے لے کر حضرت عثمان غنیؓ کے اخیر دَور تک اہلِ کوفہ کو فقیہ بنانے اور ان کو قرآن کی تعلیم دینے میں ہمہ تن مشغول رہے یہاں تک کہ کوفہ کو قراء اور فقہاء محدثین سے بھر دیا۔ اور بقول بعض ثقہ علماء ”کوفہ میں جن لوگوں نے آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ان کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔“

مولانا محمد حنیف ندویؒ غیر مقلد قمطراز ہیں:

کوفہ کے نام کو حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ نے زیادہ روشن کیا اور ان کے چشمہ فیض سے جو لوگ سیراب ہوئے ان میں الربیع بن خثیم، کمیل بن زید النخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابراہیم النخعی، ابواسحاق السبعی، اور عبدالملک بن عمیر وغیرہ ایسے شیوخ وحدیث نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ دوسری اور تیسری ہجری میں یہ فقہ و تفنین (فنون) کا اہم مرکز قرار پایا۔[3]

۱۔ کتاب الانساب (ج ۴، ص ۵۰۲)

۲۔ فقہ اہل العراق وحدیثہم (ص ۵۲)، طبع دار القبلہ، جدۃ

۳۔ مطالعہ حدیث (ص ۵۶، ۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے اور وہیں ۳۲ھ میں انتقال فرمایا اور اس پاک سرزمین میں مدفون ہوئے۔

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت ابن مسعودؓ تو دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن آپ کے شاگرد آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی مسند علمی کو مسلسل آباد کیے رہے، یہاں تک کہ جب حضرت علی المرتضیٰؓ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ لوگوں میں ''تَفَقُّهٌ فِي الدِّيْنِ'' پیدا کر رہے ہیں اور جامع مسجد کوفہ میں تقریباً چار سو دواتیں پڑی ہوئی ہیں جن سے طالبِ علم کتابتِ علم میں مصروف ہیں۔ حضرت علیؓ کوفہ میں یہ علمی منظر دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے:

لقد ترک ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ هؤلاء سرج هذه القرية.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس شہر والوں کو علم کے چراغ بنا کر چھوڑا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا:

رحم الله ابن ام عبد، قد ملأ هذه القرية علما.[2]

اللہ تعالیٰ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا ہے۔

تابعی کبیر حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ:

كان اصحاب عبدالله سرج اهل هذه القرية، يعنى الكوفة.[3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ اس شہر کوفہ والوں کے لیے چراغ ہیں۔

نیز مشہور محدث امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

اصحابه سرج القرية و اعلامها.[4]

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ (ص ۳۰) للامام مکیؒ ۲۔ فقہ اہل العراق وحدیثھم (ص ۵۲)

۳۔ التاریخ الکبیر (۳/۲۵۳) لابن ابی خیثمہؒ؛ تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (ص ۳۳۷)

۴۔ معرفۃ الصحابہ (۳/۲۳۰)

حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ اس شہر (کوفہ) کے چراغ اور بلند پایہ اہل علم ہیں۔

باب العلم حضرت علی المرتضیٰؓ کی کوفہ آمد

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، جن کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بَابُ الْعِلْم (علم کا دروازہ) کے عظیم خطاب سے نوازا گیا، آپ جب ۳۵ھ میں عہدہ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آپ کو اپنا دار الخلافہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کرنا پڑا اور آپ خود بھی مستقل طور پر یہیں کوفہ منتقل ہو گئے۔ اس طرح سرزمین کوفہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے چار سال یہیں بسر کیے۔

آپ کی کوفہ آمد سے کوفہ کی علمی افق پر چار چاند لگ گئے اور آپ کے بارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا:

وَاَقْضٰهُمْ علیّ۔[1]

لوگوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

اس نبوی پیشین گوئی کے صحیح مصداق آپ کوفہ میں بنے، کیونکہ جیسے آپ کی فقہ اور علمی ضیاء پاشیاں زیادہ تر یہیں کوفہ میں پھیلیں، ایسے ہی آپ کے اکثر قضایا اور فیصلے بھی یہیں کوفہ میں صادر ہوئے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

کان اغلب قضایاہ بالکوفة.[2]

حضرت علیؓ کے اکثر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۴۸ھ) تحریر کرتے ہیں:

وانما غالب علمه فی الکوفة.[3]

بے شک حضرت علیؓ کا زیادہ تر علم کوفہ میں ہی پھیلا۔

نیز حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وانما ظهر علم علی وفقهه فی الکوفة بحسب مقامه فیها عندهم

۱۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۵۴)

۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ (ج ۱ ص ۱۳۲) طبع نور محمد کتب خانہ، کراچی

۳۔ منہاج السنۃ (۱۳۹/۴)

مدة خلافته.[۱]

بے شک حضرت علیؓ کا علم اور آپ کی فقہ کوفہ میں اسی قدر ظاہر ہوئی جتنا کہ آپ نے اپنی مدتِ خلافت میں اہلِ کوفہ کے ہاں قیام کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی کوفہ آمد سے یہاں بہت علمی ترقی ہوئی۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپ کی کوفہ آمد سے یہاں علم کی بنیاد پڑی ہے، جیسا کہ روافض کا نظریہ ہے، کیونکہ آپ کی آمد سے بیشتر ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ، جن کو حضرت عمرؓ نے تعلیمِ دین کے لیے کوفہ روانہ کیا تھا، وہ اس سرزمینِ کوفہ کو اپنے علم سے خوب سیراب کر چکے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۴۸ھ) ہی لکھتے ہیں:

ولما ذهب الى الكوفة كان اهل الكوفة قبل ان ياتيهم قد اخذ الدين عن سعد بن ابى وقاص وابن مسعود و حذيفة وعمار و ابى موسىٰ وغيرهم من ارسله عمر الى الكوفة.[۲]

جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے تو اہلِ کوفہ آپ کی آمد سے پہلے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور دیگر صحابہؓ جن کو حضرت عمرؓ نے کوفہ بھیجا تھا، سے علم حاصل کر چکے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

فان اهل الكوفة التى كانت داره كانوا قد تعلموا الايمان والقرآن و تفسيره والفقه والسنة من ابن مسعود وغيره قبل ان يقدم علىّ الكوفة.[۳]

بے شک کوفہ، جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ تھا، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے بیشتر ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ سے ایمان، قرآن، تفسیر القرآن، فقہ اور سنت کا علم سیکھ چکے تھے۔

۱۔ ایضاً (۴/۱۳۷)
۲۔ ایضاً (۴/۱۵۷)
۳۔ ایضاً (۴/۴۳)

اہلِ کوفہ کا فضل و کمال

سرزمین کوفہ کو صحابہ کرامؓ (جو بہت بڑی تعداد میں یہاں تشریف لائے) کی قدم بوسی کا جو شرف حاصل ہوا، اُس کی برکت سے کوفہ اور اہلِ کوفہ نے وہ ترقی کی اور اُن کو وہ فضیلت اور مقام حاصل ہوا کہ حضرت عمرؓ جیسے شخص جب اہلِ کوفہ کو خط لکھتے تھے تو اُن کو اس عنوان سے مخاطب ہوتے:

فانتم راس العرب و جمجمتها.[1]

تم عرب کا دماغ اور اُن کے سر کی چوٹی ہو۔

حضرت عمرؓ کوفہ کے بارے میں یہ بھی فرماتے تھے کہ:

بالكوفة وجوه الناس.[2]

کوفہ میں بڑے بڑے لوگ ہیں۔

اور کبھی ان کو رَاسُ الْاِسْلَام (اسلام کا سر) کہہ کر خطاب کرتے۔

نیز آپ کوفہ کو رُمحُ اللّٰہ (اللہ کا نیزہ) اور کنز الایمان (ایمان کا خزانہ) قرار دیتے تھے۔[3]

حضرت علی المرتضیٰؓ بھی کوفہ کے بارے میں جمجمۃ الاسلام (اسلام کی چوٹی)، کنز الایمان (ایمان کا خزانہ)، سیف اللہ (اللہ کی تلوار) اور رمح اللہ (اللہ کا نیزہ) جیسے القاب استعمال فرماتے تھے۔[4]

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں:

الكوفة قبة الاسلام واهل الاسلام.[5]

کوفہ اسلام اور مسلمانوں کا قُبہ ہے۔

شارح حدیث امام ابوزکریا بن شرف النوویؒ (م ۶۷۶ھ)، کوفہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳ص ۳۵۷)

۲۔ التاریخ الکبیر (۳/۲۴۹) لابن ابی خیثمہؒ

۳۔ الطبقات الکبریٰ (۶/۸۶) لابن سعدؒ، فتوح البلدان (ص ۲۷۵) للبلاذریؒ

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً

وھی دار الفضل و محل الفضلاء.[۱]

کوفہ فضیلت کا گھر اور اہلِ فضل کا محل ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کوفہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وکان بھا العلماء والعباد والفضلاء واھل الادب، والفقھاء واھل العلم.[۲]

کوفہ علماء، عابدین، فُضلا، اُدَباء، فقہاء اور اہلِ علم کا مسکن تھا۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ (م ۱۲۵۲ھ) نے امام مجد الدین فیروزی آبادی (م ۸۱۷ھ) صاحب قاموس کا ''کوفہ'' کے متعلق یہ بیان نقل کیا ہے:

مدینة العراق الکبریٰ وقبة الاسلام ودار ھجرة المسلمین.[۳]

کوفہ عراق کا بڑا شہر، اسلام کا قبہ اور مسلمانوں کی ہجرت گاہ ہے۔

اہلِ کوفہ کی علمی برتری

کوفہ میں صحابہ کرامؓ کے ورود کی برکت سے اس کو علمی طور پر بھی تمام بلادِ اسلامیہ پر برتری رہی ہے اور یہ شہر اپنی بناء سے لے کر تعمیرِ بغداد تک تمام علوم (قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) اور تمام فنون (لغت، صرف، نحو وغیرہ) کا سب سے بڑا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ قرأت کے جو سات بڑے ائمہ (۱) عاصم بن ابی النجود اسدیؒ (م ۱۲۷ھ)، (۲) حمزہ بن حبیب الزیات التیمیؒ (م ۱۵۸ھ)، (۳) ابوالحسن علی بن حمزہ کسائیؒ (م ۱۸۹ھ)، (۴) عبداللہ بن کثیر القرشی مکیؒ (م ۱۲۰ھ)، (۵) نافع بن عبدالرحمٰن مولیٰ یعونہ بن شعیب لیثی بدنیؒ (م ۱۶۹ھ)، (۶) عبداللہ بن عامر الیحصبی الدمشقیؒ (م ۱۱۸ھ)، (۷) ابوعمرو بن علاء المقری بصریؒ (م ۱۵۴ھ) گزرے ہیں، ان میں سب سے زیادہ یعنی اوّل الذکر تینوں ائمہ کوفہ کے رہنے والے تھے، باقی مکہ، مدینہ، دمشق اور بصرہ میں صرف ایک ایک امام گزرے ہیں۔

تفسیر میں بھی کوفہ کو برتری حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ)، جو کوفہ

۱۔ شرح صحیح مسلم (۱۴۶/۲) طبع دار الفکر، بیروت

۲۔ الاستذکار (۵۲۰/۸)

۳۔ ردالمحتار المعروف بفتاویٰ الشامی (۶۴/۱)

کے رہنے والے تھے، ان کے بارے میں امام قتادہؒ (م ۱۱۸ھ)، جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں:

وكان سعيد بن جبير اعلمهم بالتفسير.[1]

تمام تابعین میں حضرت سعید بن جبیر تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۴۸ھ) نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں کو، جو کوفی ہیں، اَعلَمُ النَّاسِ بِالتَّفسِیر (لوگوں میں تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے) قرار دیا ہے۔[2]

فقہ میں اہلِ کوفہ کو جو برتری حاصل ہے وہ تو کسی شک وشبہ سے بالا ہے، چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کوفہ کو ''مَعدنُ العلمِ وَالفِقه'' (علم اور فقہ کی کان) فرماتے ہیں۔[3]

محدث شہیر امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

من اراد المغازی فالمدینة ومن اراد المناسک فمکة ومن اراد الفقه فالکوفة.[4]

جو شخص علمِ مغازی (جنگوں کے حالات) جاننا چاہتا ہے اس کے لیے مدینہ منورہ ہے، جو حج کے مسائل معلوم کرنا چاہتا ہے اس کے لیے مکہ مکرمہ ہے، اور جو فقہ سیکھنا چاہتا ہے اس کے لیے کوفہ ہے۔

علامہ یاقوت حمویؒ (م ۶۲۶ھ) نے کوفہ کے ذکر میں امام سفیان بن عیینہؒ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

خذوا المناسک عن اهل مکة و خذوا القرأة عن اهل المدینة وخذوا الحلال والحرام عن اهل الکوفة.[5]

حج کے مسائل اہلِ مکہ سے، قرأت اہلِ مدینہ سے، اور حلال وحرام کا علم اہلِ کوفہ

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن (۲/۳۷۷) للامام السیوطیؒ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۔ ایضاً (۲/۳۷۶)
۳۔ مناقب الامام ابی حنیفہ (ص ۱۵۲) للمکی
۴۔ ایضاً (ص ۳۲۱)
۵۔ معجم البلدان (۷/۱۶۳) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

سے حاصل کرو۔

حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

تم نماز کے مسائل اہلِ مدینہ سے، مناسکِ حج اہلِ مکہ سے اور غزوات کے حالات اہلِ شام سے اور فقہ اہلِ کوفہ سے حاصل کرو۔[1]

امام ابن ابی خیثمہؒ (م ۲۷۹ھ) نے اپنے استاذ سلیمان بن ابی شیخؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

كان يقال: لا تمار اهل المدينة فى المغازى، ولا اهل الكوفة فى الرأى، ولا اهل مكة فى المناسك.[2]

کہا جاتا ہے کہ اہل مدینہ کا مغازی میں، اہل کوفہ کا رائے (فقہ) میں، اہل مکہ کا مناسک (حج کے مسائل میں) کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

لغت عربیہ اور صرف ونحو وغیرہ فنون کی تو تدوین ہی کوفہ اور اس کے قریبی شہر بصرہ میں ہوئی ہے اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ ان فنون کی کتب میں بجز ان دوشہروں کے علماء کے اور کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ.

اہلِ کوفہ اور علم الحدیث

کوفہ دیگر علوم کی طرح علم حدیث کا بھی بہت بڑا مرکز اور گہوارہ تھا اور یہاں علومِ حدیث کی وسعت، محدثین وحفاظ حدیث کی کثرت اور احادیث کی بہتات تھی اور مسلسل تین سو سال تک علم حدیث میں اس کا پایہ پوری دنیا میں مانا ہوا تھا۔

ذیل میں اہلِ کوفہ کے محدثانہ مقام کی تفصیل ملاحظہ کریں:

اہلِ کوفہ کا شوقِ حدیث

اہلِ کوفہ کو احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے اور جمع کرنے کا اتنا شوق اور اہتمام تھا کہ جب بھی کسی صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوفہ آمد ہوتی تو یہ حضرات ان کے پاس جمع ہو جاتے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنانے کی التماس کرتے۔ اس سلسلہ میں بطور نمونہ صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس کو امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) نے بالسند عَلَّامَةُ التَّابِعِيْن

۱۔ تاریخ دمشق (ج ۱ ص ۳۱۷) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۹۱)

۲۔ التاریخ الکبیر (۳/ ۲۵۸)

امام عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ)، جو کوفہ کے بڑے علماء میں سے ہیں، سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

لما قَدم عدی بن حاتم الکوفة اتيناه فی نفر من فقهاء اهل الكوفة فقلنا له: حدِّثنا ماسمعت من الرسول صلّى الله عليه وسلّم قال...[1]

جب صحابیِ رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو ہم کوفہ کے فقہاء کی جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو احادیث سماعت کی ہیں وہ ہم کو بھی سنا دیجیے۔ جس پر انہوں نے ہمیں حدیث سنائی۔

اہلِ کوفہ کا طلب حدیث میں مدینہ منورہ کی طرف سفر

علمائے کوفہ (جو زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے) کو احادیث جمع کرنے کا شوق اس قدر زیادہ تھا کہ باوجود اس کے کہ کوفہ میں بہت بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ تشریف لائے اور اُن سے انہوں نے کثرت سے احادیث کی سماعت کر رکھی تھی، لیکن پھر بھی انہوں نے مزید احادیث حاصل کرنے کے لیے دیگر بلادِ اسلامیہ خصوصاً مرکز اسلام مدینہ منورہ کی طرف رحلت کی اور وہاں کے صحابہؓ خاص کر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور اُمُ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث اخذ کیں۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے بحوالہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) لکھا ہے:

وكان اصحاب عبدالله يرحلون من الكوفة الى المدينة فيتعلمون من عمر و يسمعون منه.[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کوفہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کر کے وہاں حضرت عمرؓ سے تحصیلِ علم اور احادیث کی سماعت کیا کرتے تھے۔

امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) رقمطراز ہیں:

۱۔ سنن ابن ماجہ، (باب فی القدر، رقم الحدیث: ۸۷)
۲۔ فتح المغیث (۳/۹)

و کانوا یذھبون الی المدینة فیاخذون عن عُمر و عائشة.[۱]

اہلِ کوفہ مدینہ منورہ جا کر حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے احادیث حاصل کیا کرتے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

واصحاب ابن مسعود کانوا یاخذون عن عمر و علی وابی الدرداء وغیرھم.[۲]

حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے احادیث اخذ کیا کرتے تھے۔

کوفہ کے محدثین کی عظمتِ شان اور کثرت و شہرت

کوفہ محدثین اور حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا اور دنیا میں جن ائمہ حدیث نے اپنی شہرت و عظمت کے جھنڈے گاڑے ہیں، ان میں سے اکثر یہیں کوفہ کے رہنے والے تھے۔

امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) کوفہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ھی من امھات بلاد المسلمین، بنیت فی زمن عمر بن الخطابؓ، وخرج منھا جماعة من العلماء والمحدثین قدیما و حدیثا.[۳]

کوفہ مسلمانوں کے ابتدائی اور بنیادی شہروں میں سے ایک ہے۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا اور یہاں سے بڑی تعداد میں علماء اور محدثین پہلے بھی اور اب بھی نکلتے رہے ہیں۔

اہلِ کوفہ کی علم حدیث میں عظمتِ شان کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حرمین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کے محدثین تک اس علم میں اہلِ کوفہ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اہلِ مکہ کے سب سے بڑے عالم امام عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان سے ایک کوفی شخص نے کچھ مسائل پوچھے تو انہوں نے اس کو جواب میں فرمایا:

ما یاتینا العلم الامن عند کم.[۴]

۱۔ منہاج السنۃ (۱۴۲/۴)
۲۔ ایضاً (۱۵۶/۴)
۳۔ کتاب الانساب (۱۷۵/۴)
۴۔ الطبقات الکبریٰ (۹۰/۶)

ہمارے پاس جو کچھ علم (حدیث) ہے وہ تم (اہل کوفہ) سے آتا ہے۔

امام ابن ابی خیثمہؒ (م ۲۷۹ھ) نے استاذ المحدثین امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) سے ایک حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

ولا يعرف اهل مكة هذا الحديث، وانما جاء من قبل العراق.[۱]

اس حدیث کو اہلِ مکہ نہیں جانتے، یہ حدیث عراق (کوفہ وغیرہ) کی طرف سے آئی ہے۔

نیز امام ابن عیینہؒ ایک اور حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

هذا حديث جاء من العراق، يعرف هذا اهل مكة.[۲]

یہ حدیث عراق (کوفہ وغیرہ) کی طرف سے آئی ہے، اور اہلِ مکہ اس حدیث کو جانتے ہیں۔

اسی طرح امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے حاجی پر حج سے پہلے سر منڈانے پر جو فدیہ آتا ہے، اس کے متعلق امام احمد بن صالحؒ سے نقل کیا ہے کہ:

وهی سنة اخذها اهل المدينة، وغيرهم عنْ اهل الكوفة.[۳]

یہ ایسی سنت ہے جس کو اہلِ مدینہ اور دیگر بلاد کے رہنے والوں نے اہلِ کوفہ سے حاصل کیا ہے۔

مشہور ائمہ حدیث و رجال مثلاً علقمہ بن قیسؒ (م ۶۲ھ)، مسروقؒ (م ۶۳ھ)، اسود بن یزید نخعیؒ (م ۷۵ھ)، ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ (م ۷۳ھ)، ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ)، سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ)، عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ)، منصور بن معتمرؒ (م ۱۳۲ھ)، اعمشؒ (م ۱۴۸ھ)، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، مسعر بن کدام (م ۱۵۳ھ)، سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، حسن بن صالحؒ (م ۱۶۷ھ)، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (م ۱۸۲ھ)، وکیع بن جراح (م ۱۹۷ھ)، حفص بن غیاث (م ۱۹۴ھ) وغیرہ، کہ جن کی احادیث سے کتب حدیث مالا مال ہیں، یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے۔

امام شعبہؒ بن حجاج (م ۱۶۰ھ) کہ جن کی علوم حدیث میں عظمت شان سب کو تسلیم ہے، اور

۱۔ التاریخ الکبیر (۲/۲۶۰) لابن ابی خیثمہ

۲۔ ایضاً (۲/۲۶۸)

۳۔ [illegible]

تمام محدثین جن کے خوشہ چین ہیں، یہ بزرگ اگرچہ بصری ہیں لیکن ان کا علم بھی اہل کوفہ کا مرہونِ منت ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان کے ترجمہ میں بحوالہ امام صالح بن سلمان لکھا ہے:

وعلمه كوفي.[۱]

امام شعبہؒ کا علم کوفی تھا۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" کی انچاسویں نوع میں تابعین اور تبع تابعین میں سے ان مشاہیر ائمہ حدیث کا تعارف کرایا ہے کہ جن کی احادیث حفظ اور مذاکرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں اور ان سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا شہرہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔ اس نوع کے ذیل میں انہوں نے تمام مشہور بلادِ اسلامیہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مصر، شام، یمن، یمامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط اور خراسان کے ۵۱۰ نامور محدثین کو نام بنام گنایا ہے۔ ان میں مدینہ منورہ کے صرف چالیس اور مکہ مکرمہ کے اکیس محدثین ہیں، لیکن آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ان تمام بلادِ اسلامیہ میں انہوں نے سب سے زیادہ کوفہ کے محدثین کے نام گنائے ہیں، جن کی تعداد ۲۱۰ ہے، جو کہ ان تمام بلادِ اسلامیہ کے ذکر کردہ محدثین کی تعداد کے نصف کے قریب ہے۔[۲]

اس سے آپ کوفہ میں محدثین کی کثرت اور دنیا میں ان کی شہرت و عظمت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں کوفی محدثین کی روایات

کوفہ کے محدثین کی عظمتِ شان پر اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ حدیث کی تمام مشہور کتب (صحاح ستہ وغیرہ) میں موجود احادیث کی ایک بہت بڑی تعداد ان رُوات پر مشتمل ہے جو کوفہ یا اس کے مضافات (بصرہ وغیرہ) سے تعلق رکھتے ہیں۔ بالخصوص "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" میں بہت زیادہ ایسے راویوں کی احادیث منقول ہیں۔

علومِ حدیث کے مایہ ناز سپوت امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام مالکؒ کے

۱۔ تاریخ بغداد (۲۵۸/۹)

۲۔ دیکھئے: معرفت علوم الحدیث (ص ۲۲۳-۲۳۲)

ترجمہ میں تصریح کی ہے:

وفی الصحیحین شئی کثیر جدا مِن روایة العراقین رحمهم الله.[۱]

صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) میں بہت کثرت سے اہلِ عراق (کوفہ وغیرہ) کی روایات ہیں۔ رَحِمَهُمُ الله.

”صحیح بخاری“ تو اہلِ کوفہ کی روایات سے بھری ہوئی ہے، یہاں تک کہ اس کی بکثرت احادیث ایسی ہیں جن کی پوری کی پوری اسناد ہی کوفی راویوں پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اپنی شرح میں ”صحیح بخاری“ کی بکثرت احادیث کے متعلق انکشاف کیا ہے کہ ان کے سارے راوی کوفی ہیں۔[۲]

اب کوفی محدثین کے مقبول الحدیث ہونے کی اس سے بڑھ کر وزنی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

کوفہ میں احادیث کی بہتات

کوفہ جس طرح حاملینِ حدیث سے بھرا ہوا تھا، ایسے ہی یہاں احادیث کی تعداد بھی دیگر علاقوں کی نسبت بہت زیادہ تھی اور یہاں کا ایک ایک محدث ہزاروں اور لاکھوں احادیث کا گنجینہ اور خزینہ تھا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۱۸۰)

۲۔ مثلاً دیکھیے: فتح الباری شرح صحیح البخاری (ج ۱ ص ۷۶، ۱۲۳، ۱۶۸، ۱۸۴، ۲۳۲، ۲۷۲، ۲۹۶، ۳۴۱، ۵۳۴، ۷۸۱؛ ج ۲ ص ۱۹۳، ۲۵۲، ۶۷۱؛ ج ۳ ص ۹۵، ۱۳۴، ۱۸۳، ۲۱۰، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۸۹، ۶۷۷، ۷۳۹، ۷۵۹؛ ج ۴ ص ۳۲، ۳۵۸، ۳۶۸؛ ج ۵ ص ۸۷، ۲۱۵، ۳۱۹، ۳۲۷، ۵۱۵؛ ج ۶ ص ۴، ۷۳، ۱۲۴، ۳۰۹، ۳۱۳، ۴۷۹، ۵۰۶، ۶۳۷، ۶۵۴، ۷۱۳؛ ج ۷ ص ۲۸، ۴۰، ۳۷۳، ۵۶۱، ۶۵۷؛ ج ۸ ص ۹۶، ۱۲۱، ۳۰۷؛ ج ۹ ص ۵۶، ۵۷، ۱۱۵، ۱۳۲، ۱۵۸، ۳۹۸، ۴۲۳، ۷۳۸؛ ج ۱۰ ص ۱۰۰، ۱۷۷، ۲۵۵، ۲۹۷، ۵۴۱، ۵۷۹، ۶۲۰، ۶۴۱، ۷۰۸؛ ج ۱۱ ص ۵۶، ۱۲۶، ۱۵۸، ۲۰۹، ۲۴۹، ۳۰۰، ۳۱۳، ۳۲۷، ۳۵۱، ۳۶۱، ۳۷۹، ۳۹۰، ۴۰۸، ۴۲۴، ۴۸۳، ۵۴۱، ۶۴۹؛ ج ۱۲ ص ۱۳۸، ۳۴۹؛ ج ۱۳ ص ۲۳، ۷۱، ۷۳، ۱۵۱، ۲۷۶، ۳۲۰، ۳۴۵، ۶۲۴) طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی؛ نیز دیکھیے حافظ ابن حجرؒ کی کتاب ”النکت علی البخاری“ (۱/ ۲۴۰، ۲۴۳، ۳۲۳/ ۲، ۲۹، ۵۸، ۱۱۵، ۲۱۷) طبع المکتبۃ الاسلامیۃ، القاہرۃ

امام ابوداؤد سجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) صاحب "السنن" کے صاحبزادے حافظ ابوبکر بن ابی داؤدؒ (م ۳۱۶ھ) نے طلب حدیث میں کوفہ کا جو سفر کیا تھا، اس کی روئیداد سناتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

دخلت الكوفة ومعي درهم واحد فاشتريت به ثلاثين مدًا باقلاء. فكنتُ اٰكل منه واكتُبُ عن الاشج، فما فرغ الباقلاء حتى كتبتُ عنه ثلاثين الف حديث مابين مقطوع و مرسل.[1]

میں جب کوفہ میں آیا تو میرے پاس صرف ایک ہی درہم تھا جس سے میں نے تیس مد باقلاء خرید لیا، پھر میں اس باقلاء سے کھاتا رہا اور اشج (جن کا پورا نام ابوسعید عبداللہ بن سعید اشج (م ۲۵۷ھ) ہے، حافظ ذہبیؒ ان کو الامام، شیخ الاسلام، الحافظ اور محدث الکوفہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں[2]) سے حدیثیں لکھتا رہا، چنانچہ ابھی وہ باقلاء ختم نہیں ہوا تھا کہ میں نے ان سے تیس ہزار احادیث، جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل ہیں، لکھ لیں۔

اسی طرح ایک اور جلیل القدر محدث اور حافظ الحدیث امام مسلم بن عفان بغدادیؒ (م ۲۳۰ھ) اپنی روئیداد سفرِ کوفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقدمنا الكوفة فقمنا اربعة اشهر، ولو اردنا ان نكتب مئة الف حديث لكتبناها، فما كتبنا الاقدر خمسين الف حديث ومارضينا من احد الا مالأمته الّا شريكا فانه ابى علينا، وما راينا بالكوفة لحانًا مجوّزا.[3]

جب ہم کوفہ آئے تو ہم نے یہاں چار ماہ قیام کیا، چنانچہ (یہاں احادیث اس کثرت سے تھیں کہ) اگر یہاں ہم ایک لاکھ احادیث لکھنا چاہتے تو لکھ سکتے تھے، لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں لکھیں، اور یہاں ہم کسی محدث سے احادیث لکھنے کے بغیر راضی نہ ہوئے، سوائے شریک نخعیؒ کے، کہ انہوں نے ہمیں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۲۳۶، ترجمہ حافظ ابوبکر بن ابی داؤد)
۲۔ ایضاً (۲/۲۶۶، ترجمہ اشج)
۳۔ فضائل العراق واحد شیم (ص ۶۳)

احادیث سنانے سے صاف انکار کردیا۔ نیز ہم نے کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہیں دیکھا جو حدیث بیان کرنے میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے۔

اندازہ کیجیے! کوفہ میں احادیث کی کس قدر کثرت اور بہتات تھی کہ حافظ ابوبکرؒ جیسے محدث تھوڑے سے عرصہ میں صرف ایک محدث سے تیس ہزار حدیثیں لکھ رہے ہیں، اور امام عفانؒ جیسے حافظ الحدیث نے صرف چار ماہ میں پچاس ہزار احادیث لکھ لیں، جو کہ حدیث کے سب سے بڑے اور مشہور مجموعے "مسند احمد" کی احادیث سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر وہ چاہتے تو ایک لاکھ احادیث بھی لکھ سکتے تھے۔ پھر امام عفانؒ کے بیان سے تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ اہلِ کوفہ جہاں کثیر الحدیث ہونے کا شرف رکھتے تھے وہاں ان میں یہ بھی خوبی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتے وقت الفاظِ حدیث کی صحت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام عفانؒ چار ماہ کوفہ میں رہے، لیکن اس عرصہ میں ان کو یہاں کوئی ایسا محدث نہیں ملا جو حدیث بیان کرنے میں غلطی کرتا ہو۔

اس واقعہ سے کوفہ کے محدثین کی عظمتِ شان کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کوفہ طالبانِ حدیث کی آماجگاہ

کوفہ تین صدیوں تک طالبانِ حدیث کا مرجع اور آماجگاہ رہا ہے اور یہاں کے محدثین کی عظمتِ شان اور یہاں احادیث کی بہتات کی وجہ سے اس کا علمی شہرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور اطرافِ عالم سے طالبانِ حدیث جوق در جوق یہاں آکر اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کیا کرتے تھے۔

اس شہر میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا یہ عالم تھا کہ یہاں ایک ایک وقت میں ہزاروں طلبہ حدیث موجود ہوتے تھے جو تحصیلِ علم میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ تابعی کبیر امام محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

قدمتُ الكوفة وبها اربعة آلاف يطلبون الحديث.[1]

میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طلبہ موجود تھے۔

کوفہ میں علم حدیث کی گرم بازاری کا اندازہ اس سے لگائیں کہ مشائخ حدیث اپنے طلباء کو احادیث حاصل کرنے کے لیے کوفہ کی طرف سفر کرنے کی ہدایت اور رہنمائی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام اہلِ سنت احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) سے ان کے صاحبزادے عبداللہؒ (م ۲۹۰ھ) نے

---

[1] تدریب الراوی (۲/۳۴۸) طبقات الحفاظ (ص ۲۷) کلاھما للسیوطیؒ

پوچھا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہیے، آیا ایک ہی استاذ کے پاس رہ کر احادیث لکھتا رہے یا وہ دیگر مقامات میں بھی جہاں علم کا چرچا ہو، جا کر احادیث حاصل کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

یرحل یکتب عن الکوفیین والبصریین واھل مدینۃ و مکۃ۔[1]

وہ سفر کرے اور کوفیوں، بصریوں، اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ سے احادیث لکھے۔

اندازہ کیجیے کہ امام اہلِ سنت کی نظر میں کوفہ کا علمی مقام کس قدر بلند تھا کہ آپ نے تحصیل احادیث میں سفر کرنے کے لیے جن چار مقامات کی نشاندہی فرمائی، ان میں سرفہرست کوفہ کے محدثین کا نام لیا۔ یہ اہلِ کوفہ کی علمِ حدیث میں برتری کی روشن دلیل ہے۔

امام احمدؒ کے بعد ان کے شاگرد امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) صاحب الصحیح کی نظر میں بھی تحصیلِ احادیث کے لیے کوفہ جانے کی اتنی اہمیت تھی کہ باوجود اس کے کہ آپ نے تحصیلِ احادیث میں تمام مشہور بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا، چنانچہ شام، مصر اور جزیرہ دو دو مرتبہ جانا ہوا۔ بصرہ کا سفر چار مرتبہ کیا اور حجازِ مقدس (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں تو چھ سال قیام کیا، لیکن پھر بھی کوفہ اور بغداد سے مستغنی نہ رہ سکے اور تحصیلِ احادیث کے لیے ان دونوں شہروں کی طرف اتنے زیادہ سفر کیے کہ خود فرماتے ہیں:

لااحصی کم دخلتُ الی الکوفۃ وبغداد مع المحدثین۔[2]

میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں محدثین کے ساتھ کوفہ اور بغداد کتنی بار گیا ہوں۔

الحاصل، کوفہ شہر، جس کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد کے حکم سے رکھی گئی، پھر سینکڑوں صحابہ کرام جن میں باب العلم خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ اور امام المجتہدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے حضرات بھی شامل ہیں، یہاں جلوہ افروز ہوئے اور اپنے علم سے اہلِ کوفہ کو خوب سیراب کیا۔ یہاں تک کہ یہ شہر قرآن وسنت کا عظیم گہوارہ بن گیا اور یہاں کے کوچہ کوچہ میں محدثین کی درسگاہیں، گلی گلی قَالَ اللّٰہ وَ قَالَ الرَّسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں اور گھر گھر میں علم کے چرچے اور ولولے تھے اور تمام اطرافِ عالم سے طالبانِ حدیث کے قافلے

---

[1] تدریب الراوی (۱/۱۳۱،۱۳۲)

[2] ارشاد الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۴۶۳) طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی

یہاں کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

یہاں تین صدیوں تک علم حدیث کی کثرت و وسعت رہی، پھر تیسری صدی کے بعد آہستہ آہستہ یہاں سے علم مٹنا شروع ہوا، یہاں تک کہ بالکل مٹ گیا اور یہ شہر دار العلم سے دار الرفض (شیعت کا گھر) بن گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) رقمطراز ہیں:

وما زال العلم بها متوافرا الٰی زمان ابن عقدة ثم تناقص شيئا فشيئا وهي دار الرفض۔[1]

ابن عقدہؒ کے زمانہ تک برابر کوفہ میں علم کی وسعت و کثرت ہی رہی اور پھر آہستہ آہستہ یہاں سے علم ختم ہو گیا اور (آج) یہ شہر دار الرفض ہے۔

حافظ ابن عقدہؒ کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے۔ اس حساب سے مسلسل تین سو سال تک کوفہ حدیث کا دار العلم رہا ہے۔

محدث کبیر امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کا پہلا سفر ابوالحسن بن عقبہ شیبانی کی معیت میں ۳۴۱ھ (ابن عقدہ کی وفات کے نو سال بعد) کیا تھا۔ اس وقت کوفہ میں علمی بہار برقرار تھی اور صحابہؓ کی درسگاہیں آباد تھیں۔ لیکن جب میں نے دوبارہ ۳۴۵ھ میں ابوالقاسم سکونیؒ کی معیت میں کوفہ کا سفر کیا تو اس وقت اس شہر کی علمی بہار ختم ہو گئی تھی اور صحابہ کرام کی درسگاہیں ویران ہو چکی تھیں۔[2]

۱۔ الامصار ذوات الآثار (ص ۴۲)؛ اعلان بالتوبیخ لِمَنْ ذَمَّ التَّارِیخ (ص ۱۳۹)

۲۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۷۰)

امام اعظمؒ کا عہد طلب علمی

امام اعظمؒ کا عہد طلب علمی

امام اعظمؒ نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت کوفہ میں علم کی خوب باغ و بہار تھی اور یہاں جگہ جگہ علماء کی علمی مجالس قائم تھیں، جن سے وراثتِ نبوت تقسیم ہو رہی تھی۔ آپ ایسے پُر رونق علمی ماحول میں پروان چڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و فطانت سے بھی بہت نوازا تھا، اس لیے یہ ناممکن تھا کہ آپ ایسے علمی ماحول سے متاثر ہوئے بغیر رہتے۔ لہٰذا آپ نے ہوش سنبھالتے ہی علماء کی مجالس میں جانا شروع کر دیا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونے لگے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنا کچھ وقت اپنے ذاتی کاروبار میں بھی صَرف کرتے، جس کی وجہ سے پوری طرح تحصیلِ علم میں مصروف نہ ہو سکے۔ تا آنکہ کوفہ کے بڑے عالم امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) نے جب آپ میں ذہانت و فطانت کے آثار دیکھے تو انہوں نے آپ کی عنانِ توجہ پوری طرح تحصیلِ علم کی طرف موڑ دی۔

امام شعبیؒ کی آپ کو تحصیلِ علم کی طرف ترغیب

حضرت امام عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) کوفہ کے جلیل القدر محدث اور عظیم فقیہ تھے۔ آپ کو پانچ سو صحابہ کرام سے شرفِ ملاقات حاصل تھا اور ان میں سے متعدد حضرات سے آپ نے کسبِ علم بھی کیا تھا۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ عَلَّامَةُ التَّابِعِين کے لقب سے مشہور تھے۔[1]

امام شعبیؒ کا مکان کوفہ کے بازار کے قریب تھا، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ اپنے تجارتی سلسلہ میں بازار جا رہے تھے تو راستے میں امام شعبیؒ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے آپ میں ذہانت و فطانت کے آثار دیکھے تو سمجھے کہ کوئی طالب علم ہے جو تحصیلِ علم کے لیے کسی عالم کے پاس

۱۔ امام شعبیؒ کا قدرے تفصیلی تعارف آگے کتاب میں امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کے بیان میں آ رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جارہا ہے۔ اس لیے انہوں نے آپ کو اپنے پاس بلالیا اور پوچھا، کہاں جارہے ہو؟
امام صاحبؒ نے کسی تاجر کا نام لے کر کہا کہ میں فلاں شخص کے پاس جارہا ہوں۔
امام شعبیؒ نے فرمایا، میری مراد یہ نہیں کہ تم بازار میں کس کے پاس جارہے ہو، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ علماء میں سے کس کے پاس جارہے ہو؟
آپ نے جواب میں فرمایا، میرا علماء کے پاس جانا کم ہوتا ہے۔
اس پر امام شعبیؒ نے آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا،

لاتفعل، وعليك بالنظر فی العلم و مجالسة العلماء، فانی اریٰ فیک یقظة وحرکة.

تم غفلت نہ کرو اور علم کی طرف پوری طرح توجہ دو اور علماء کی صحبت میں ضرور بیٹھا کرو، کیونکہ مجھے تم میں علمی قابلیت اور بیداری نظر آرہی ہے۔
امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

فوقع فی قلبی من قوله فترکتُ الاختلاف الی السوق واخذت فی العلم فنفعنی الله بقوله.[1]

امام شعبیؒ کی اس بات نے میرے دل میں گہرا اثر کیا اور میں نے بازار میں جانا چھوڑ دیا اور پوری طرح تحصیلِ علم میں لگ گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سے مجھے فائدہ پہنچایا۔

تحصیلِ علم میں معاصرین پر آپ کی سبقت

آپ امام شعبیؒ کی مذکورہ نصیحت سن کر پوری طرح تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوئے اور اتنی محنت اور لگن کے ساتھ علم حاصل کیا کہ اس میں اپنے تمام معاصرین پر سبقت لے گئے۔ مؤرخ کبیر حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

فشرع حینئذٍ فی طلب العلم ففاق فیه الاقران.[2]

آپ امام شعبیؒ کی نصیحت سن کر اس طرح تحصیلِ علم میں لگے کہ اس میں اپنے تمام

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۵۴) للمکیؒ بعقود الجمان (ص ۱۶۰، ۱۶۱)
۲۔ عقود الجمان (ص ۱۶۰)

معاصرین پر فوقیت لے گئے۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

واشتغل بطلب العلم وبالغ فيه حتى حصل له مالم يحصل لغيره، ودخل يومًا على المنصور وعنده موسى بن عيسى فقال للمنصور: هذا عالما الدنيا اليوم.[1]

امام ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے اور اس میں اس قدر منہمک ہوئے کہ جو علم آپ کو حاصل ہوا، اوروں کو نہ ہو سکا۔ چنانچہ ایک دن آپ خلیفہ منصور کے پاس گئے تو اس کے پاس موسیٰ بن عیسیٰؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ منصور سے کہنے لگے، یہ شخص آج پوری دنیا کا بڑا عالم ہے۔

آپ کا علم الجدال سے علم الشرائع تک کا سفر

آپ شروع میں علمِ کلام وجدال کے بڑے شوقین تھے اور اس میں آپ نے کافی مہارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ کچھ عرصہ آپ اس فن کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرتے رہے، اہلِ بدعت سے مناظرے کر کے اور بحث وجدال کے بل بوتے ان سے اسلام کی حقانیت منواتے رہے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اس فن سے آپ کا دل بیزار ہو گیا اور اس کو خیر باد کہہ کر آپ علوم شرعیہ، قرآن، حدیث اور فقہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ آپ کے معاصر امام قبیصہ بن عقبہؒ (م ۲۱۵ھ جن کو حافظ ذہبیؒ: الحافظ، الثقہ اور المکثر (کثیر الحدیث) جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں[2]) فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة في اوّل امره يجادل اهل الهواء حتى صار راسا في ذلك، منظور اليه ثم ترك الجدال ورجع الى الفقه والسنة فصار اماما فيه.[3]

امام ابوحنیفہؒ پہلے پہل اہلِ بدعت سے مناظرے کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اس فن میں خوب مہارت پیدا کر لی اور اس فن میں آپ لوگوں کے منظورِ نظر ہو

۱۔ کتاب الانساب (ج ۲ ص ۲۹۰) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۳۷۳)

۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۵۴) للمکیؒ

گئے۔ لیکن پھر آپ نے اس علم جدال کو ترک کر دیا اور سنت اور فقہ کے علم کی طرف اپنی توجہ مبذول کر لی اور اس میں درجہ امامت کو پہنچ گئے۔

آپ فنِ جدال سے بیزار کیوں ہوئے؟ اس بارے میں صدر الائمہ مکیؒ (م ۵۶۷ھ) نے بروایت امام یحییٰ بن شیبانؒ خود آپ کا اپنا بیان نقل کیا ہے کہ:

مجھے علم جدال میں کافی مہارت تھی۔ میں کچھ مدت کے لیے اسی علم کے ذریعے اہلِ باطل سے مناظرے کرتا رہا اور اسلام کی مدافعت میں مصروف رہا۔ ان دنوں اصحاب خصوم وجدال کا زیادہ تر تعلق بصرہ سے تھا۔ میں بصرہ بیس سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور وہاں میرا کبھی ایک سال اور کبھی کم وبیش قیام رہا ہے۔ وہاں میں نے خوارج کے مختلف فرقوں اباضیہ، صفریہ وغیرہ اور دیگر اہلِ باطل سے متعدد مناظرے کیے ہیں۔ میں اس وقت اس علم کو اَفضَلُ العُلُوم اور اصول دین میں سے سمجھتا تھا، لیکن کافی غور وتدبر کے بعد مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ متقدمین صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی تھی جس کو ہم نے پالیا ہو، حالانکہ وہ حضرات اس پر ہم سے زیادہ قادر اور اس کے حقائق کو ہم سے زیادہ پہچاننے اور جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس طرح کے مجادلوں اور مناظروں میں نہیں پڑے۔ اور انہوں نے خود بھی ان سے اجتناب کیا اور اپنے متّبعین کو بھی ان سے اجتناب کرنے کا کہتے رہے۔ وہ صرف علمِ شرعیہ اور ابوابِ فقہ میں غور وفکر کرتے تھے اور یہی علوم ان کی گفتگو کے موضوع ہوتے تھے۔ ان کی مجالس ان ہی علوم کے لیے جمتی تھیں اور ان ہی پر برخاست ہوتی تھیں۔ وہ لوگوں کو یہی علوم پڑھاتے تھے اور ان ہی کی ترغیب دیتے تھے۔ اور جو مسائل ان سے پوچھے جاتے تھے ان کے متعلق فتویٰ دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ اسی راہ پر گامزن رہے اور تابعین عظام بھی ان ہی کے نقشِ قدم پر چلے۔

جب ہم پر یہ سب حقائق آشکارا ہو گئے تو ہم نے علم جدال وکلام میں غور وفکر کرنا چھوڑ دیا اور بطور فن صرف اس کی معرفت پر اکتفا کیا۔ اور سلف صالحین کے راستے پر گامزن ہو گئے اور ان ہی کے علوم وافکار کو اپنانا شروع کر دیا اور اس فن

کے اہلِ معرفت کی صحبت اختیار کرلی۔

علاوہ ازیں میں نے دیکھا کہ اہلِ کلام وجدال میں سلف صالحین کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے اور نہ ہی ان کا طور طریق سلف صالحین کے طور طریق سے کوئی میل رکھتا ہے۔ یہ لوگ بڑے سنگدل ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کی مخالفت کی بھی ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے اور وَرع و تقویٰ سے بھی یہ لوگ بہت دور ہیں۔ اس لیے میں سمجھ گیا کہ اگر اس فن میں کوئی بھلائی ہوتی تو سلف صالحین ضرور اس کو اختیار کرتے اور یہ گھٹیا لوگ اس کے قریب بھی نہ بھٹکتے، اس طرح میں نے اس علم کو خیر باد کہہ دیا۔[1]

آپ نے جن علوم شرعیہ میں اختصاص پیدا کیا

حضرت امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ نے علم جدال وکلام کو جب خیر باد کہا تو پھر آپ نے اپنی عنان توجہ پوری طرح علوم شرعیہ (قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ) کی طرف موڑلی اور پھر ان میں اس مرتبے تک ترقی کی کہ ان علوم میں درجہ امامت پر فائز ہوگئے۔ جیسا کہ آپ کے معاصر امام قبیصہ بن عقبہ (م ۲۱۵ھ) کا بیان ابھی گزرا ہے۔

نیز مورّخ کبیر اور ناقد الرجال حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے ترجمہ میں علم منطق، جدال اور حکمت پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

التی لم تکن واللّٰہ من علم الصحابة والا التابعین ولامن علم الاوزاعی والثوری ومالک وابی حنیفة وابن ابی ذئب و شعبة ولا واللّٰہ عرفها ابن المبارک ولا ابویوسف القائل من طلب الدین بالکلام تزندق ولا وکیع ولا ابن مهدی ولا ابن وهب ولا الشافعی ولا عفان ولا ابوعبید ولا ابن المدینی واحمد وابوثور والمزنی والبخاری والاثرم و مسلم والنسائی وابن خزیمة وابن سریج و ابن المنذر وامثالهم بل کانت علومهم القرآن والحدیث والفقه والنحو و شبه ذلک نعم.[2]

---

[1] مناقب ابی حنیفة (ص ۵۴، ۵۵) للمکی ۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۳)

یہ علوم بخدا نہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے علوم میں سے ہیں اور نہ امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابن ابی ذئبؒ اور امام شعبہؒ کے علوم میں سے ہیں۔ بخدا! ان علوم کو نہ امام عبد اللہ بن مبارکؒ نے جانا، نہ امام ابو یوسفؒ نے جو اس کے قائل تھے کہ جو شخص دین کو علمِ کلام کے ذریعہ سیکھتا ہے، وہ زندیق ہے، نہ امام وکیعؒ نے، نہ امام ابن مہدیؒ نے، نہ امام ابن وہبؒ نے، نہ امام شافعیؒ نے، نہ امام عفانؒ نے، نہ امام ابو عبیدؒ نے، نہ امام ابن المدینیؒ نے، نہ امام احمدؒ نے، نہ امام ابو ثورؒ نے، نہ امام مزنیؒ نے، نہ امام بخاریؒ نے، نہ امام اثرمؒ نے، نہ امام مسلمؒ، نسائیؒ، ابن خزیمہؒ، ابن سریجؒ، ابن المنذرؒ نے اور نہ ان کی طرح دیگر ائمہ عظام نے ان علوم کو جانا ہے، بلکہ ان حضرات کے علوم قرآن، حدیث، فقہ اور نحو وغیرہ تھے۔

دیکھئے حافظ ذہبیؒ امام ابو حنیفہؒ کو کس پایہ کے محدثین کے زمرہ میں شمار کر رہے ہیں اور کتنی صاف تصریح کر رہے ہیں کہ آپ نے ان ائمہ کی طرح جن علوم میں اختصاص پیدا کیا، وہ قرآن، حدیث، فقہ اور نحو وغیرہ علوم تھے۔

قرآنِ مجید کی تعلیم اور قُرّاءِ کبار سے استفادہ

امام اعظمؒ نے اس زمانے کے دستور کے مطابق سب سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی، اور حفظِ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ آپ ایک پختہ کار حافظ القرآن تھے، اور ایک رکعت میں پورا قرآن زبانی پڑھ لیتے تھے، جیسا کہ آگے ہم اس بابت محدثین کی تصریحات نقل کریں گے۔ نیز آپ ایک بہت عمدہ قاریٔ قرآن بھی تھے، اور آپ نے قرأت کئی کبار اور نامور ائمہ قراء سے سیکھی تھی جن میں سرفہرست امام عاصم بن ابی النجودؒ (م ۱۲۷ھ) ہیں جو کہ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ شام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

و قد ورد من عدة طرق ان الامام ابا حنيفة اخذ القرأة عن الامام عاصم بن ابی النجود احد القراء السبعة۔[1]

متعدد روایات میں وارد ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے قرأت کو امام عاصم بن ابی النجودؒ

۱۔ عقود الجمان (ص ۳۱۸)

سے سیکھا تھا جو کہ قُراءِ سبعہ (سات بڑے قاریوں) میں سے ایک ہیں۔
نیز امام شمس الدین محمد بن محمد الجزریؒ (م ۸۱۴ھ) نے آپ کو قراء کے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے آپ کا یوں تعارف کرایا ہے:

الامام ابو حنیفة الکوفی فقیه العراق والمعظم فی الآفاق... روی القرأة عرضًا عن الاعمش و عاصم و عبدالرحمٰن بن ابی لیلی۔[1]

امام ابوحنیفہ کوفیؒ جو فقیہ العراق اور مُعظّم فی الآفاق (پوری دنیا میں عظمت رکھنے والے) ہیں، آپ نے قرآن مجید کی قرأت کو امام اعمشؒ، امام عاصم بن ابی النجودؒ اور امام عبدالرحمان بن ابی لیلیٰؒ سے روایت کیا ہے۔

تحصیلِ علم حدیث

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے قرآن و حدیث سے مسائل شرعیہ کا استنباط کیا اور ان کو کتابی صورت میں ترتیب دیا۔ اب ظاہر ہے کہ جب تک آپ علمِ حدیث حاصل کرنے کی طرف پوری طرح توجہ نہ فرماتے، آپ یہ عظیم کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے علم حدیث کو بھرپور طریقے سے حاصل کیا۔ چنانچہ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

لولا کثرة اعتنائه بالحدیث ماتهیئا له استنباط مسائل الفقه فانه اوّل من استنبطه من الادلة۔[2]

اگر امام ابوحنیفہؒ نے حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائلِ فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے فقہ کو اَدلّہ شرعیہ سے مستنبط کیا ہے۔

آپ نے اگرچہ بچپن میں ہی احادیث حاصل کرنی شروع کر دی تھیں اور اپنی کم عمری میں ہی آپ نے بعض صحابہ کرامؓ سے سماعتِ حدیث کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا لیکن آپ نے تحصیل احادیث کا باقاعدہ آغاز ۱۰۰ھ میں کیا، جب آپ کی عمر شریف بیس سال تھی۔ جیسا کہ حافظ

---
[1] غایۃ النھایۃ فی طبقات القراء، (۳۴۲/۲)
[2] عقود الجمان (ص ۳۱۹)

شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

فان الامام اباحنیفة طلب الحدیث واکثر منه فی سنة مائة وبعدها.[1]

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث حاصل کیا اور زیادہ تر اس کی تحصیل ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کی ہے۔

حافظ ذہبیؒ کے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ امام صاحبؒ نے ۱۰۰ھ (جب آپ کی عمر بیس سال تھی) سے تحصیلِ حدیث کی طرف بھرپور توجہ دینی شروع کردی تھی۔ اگرچہ آپ اس عمر سے پہلے بھی کچھ نہ کچھ احادیث حاصل کر چکے تھے، جیسا کہ بیس سال کی عمر مکمل کرنے سے پہلے ہی آپ نے بعض صحابہؓ سے احادیث سن کر یاد کرلی تھیں۔

بیس سال کی عمر میں حدیث پڑھنے کی وجہ

آپ نے تحصیلِ احادیث کا باقاعدہ آغاز بیس سال کی عمر میں اس لیے کیا تھا، کیونکہ آپ کا تعلق کوفہ سے ہے، اور اہلِ کوفہ کا یہ دستور تھا کہ وہ احادیث کی سماعت کا باقاعدہ آغاز اس وقت کرتے تھے جب وہ بیس سال کے ہوجاتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

ان اهل الکوفة لم یکن الواحد منهم یسمع الحدیث الا بعد استکمال عشرین سنة.[2]

اہلِ کوفہ میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک (باقاعدہ) سماعت حدیث کا آغاز نہیں کرتا تھا جب تک کہ وہ بیس سال کی عمر مکمل نہیں کرلیتا تھا۔

اہلِ کوفہ نے سماعت حدیث کے لیے جو بیس سال عمر ہونا شرط ٹھہرائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں آدمی کی تمام جسمانی قوتیں مضبوط ہوتی ہیں اور اس عمر میں حدیث کو ضبط کرنا اور یاد رکھنا بہت آسان رہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللّٰہ نے بھی بیس سال کی عمر میں تحصیلِ احادیث کا باقاعدہ آغاز غالباً اسی لیے کیا تھا، تاکہ احادیث کو خوب اچھی طرح سے یاد رکھا جاسکے، خصوصاً جبکہ روایت حدیث

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (ج ۶، ص ۵۳۲)

۲۔ الکفایة فی علم الروایة (ص ۵۴) طبع دارالکتب العلمیة، بیروت

کے لیے آپ کی یہ شرط تھی کہ وہ حدیث سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک پوری طرح یاد ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل آگے انشاء اللہ آ رہی ہے۔

طلبِ حدیث میں آپ کی برتری

آپ چونکہ انتہائی محنتی، نہایت ذہین اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کے مالک تھے اس لیے جب آپ علمِ حدیث حاصل کرنے میں لگے تو اس میں بہت جلد ترقی کی اور اپنے تمام ساتھیوں پر فوقیت حاصل کر لی۔ چنانچہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے رفیقِ درس امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) کا بیان نقل کیا ہے:

طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا، واخذنا فی الزھد فبرع علینا، وطلبنا معه الفقه فجاء منه ماترون۔[1]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تو وہ ہم پر غالب آ گئے۔ ہم زہد و تقویٰ میں مشغول ہوئے تو وہ ہم پر فوقیت لے گئے۔ اور جب ہم نے ان کے ساتھ فقہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس میں انہوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ تو تمہارے سامنے ہے۔

یاد رہے کہ امام مسعرؒ حدیث میں اس قدر پختگی رکھتے تھے کہ امام شعبہؒ ان کو مُصحف سے مُلقب کرتے تھے۔

نیز امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ، جو دونوں "امیر المؤمنین فِی الْحَدِیْث" کہلائے جاتے ہیں، کا جب کسی حدیث کی بابت اختلاف ہو جاتا تو کہا کرتے تھے: اذھب بنا الی المیزان مسعر بن کدام. ہم کو فیصلہ کے لیے مسعر بن کدام کے پاس لے چلو، جو اس فنِ حدیث کی میزان (ترازو) ہے۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے تھے، کنا اذا اختلفنا فی شئی سالنا عنه. جب ہمارا کسی حدیث میں اختلاف ہو جاتا تھا تو ہم مسعر بن کدام سے اس کا فیصلہ کرواتے تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ امام مسعر حدیث میں سفیان ثوری سے بھی اَتْقَن، اَجْوَدْ اور اعلیٰ تھے۔ امام فضل بن دکینؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام ثوریؒ اور امام شعبہؒ دونوں سے اَثْبَت (پختہ

[1] مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۷) للذہبیؒ

کار) تھے۔[۱]

اندازہ کیجیے! امام مسعرؒ جیسے محدث کبیر کہ جن کو امام شعبہؒ اور امام ثوریؒ دونوں علم حدیث کی میزان قرار دے رہے ہیں اور محدثین جن کو ان دونوں پر فائق بتلا رہے ہیں، وہ میزانِ علمِ حدیث جس شخص (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کے بارے میں فیصلہ کرے کہ وہ علم حدیث میں ہم سب پر فوقیت رکھتے تھے، اس شخص کا علم حدیث میں پایہ کس قدر بلند ہوگا؟

اہلِ کوفہ کی احادیث جمع کرنے کا اہتمام

کوفہ کے علمی تعارف میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کوفہ محدثین اور حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا اور یہاں احادیث کی نہایت کثرت اور بہتات تھی۔ حضرت امام اعظمؒ نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے تقریباً تمام محدثین سے استفادہ کیا اور ان سے مسلسل اور بڑی لگن کے ساتھ احادیث حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کوفہ کی تمام احادیث کو جمع فرما لیا۔ چنانچہ صدر الائمہ مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے جلیل القدر محدث امام یحییٰ بن آدم احولؒ (م ۲۰۳ھ) سے بہ سند نقل کیا ہے:

وكان النعمان جمع حديث اهل بلده كله فنظر الى آخر فعل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم الذى قُبض عليه فاخذ به.[۲]

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے اپنے شہر کوفہ کی تمام احادیث کو جمع فرمایا اور ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو پیشِ نظر رکھا اور اس پر عمل کیا۔

آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ سے دوران سبق ہماری بحث ہوتی رہتی تھی، آپ جب کسی مسئلہ میں اپنا مؤقف ثابت کر دیتے اور آپ کے سب تلامذہ بھی آپ کے اس مؤقف سے متفق ہو جاتے تو میں آپ کی مجلس سے اٹھ کر کوفہ کے دیگر مشائخِ حدیث کی مجالس میں پہنچ جاتا، تاکہ مجھے اُن سے امام صاحبؒ کے مؤقف کی تائید میں (مزید) کوئی حدیث یا اثر مل جائے۔ چنانچہ ان سے اگر مجھے کچھ احادیث مل جاتیں تو

۱۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۴۱)؛ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۱۶۷)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۸۲، ۸۳)

میں ان کو لا کر آپ کے سامنے پیش کر دیتا۔ آپ ان میں سے بعض کو قبول کر لیتے اور بعض کو یوں کہہ کر رَد کر دیتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا یہ حدیث معروف نہیں ہے۔ حالانکہ وہ حدیث آپ کے مؤقف کی تائید کر رہی ہوتی تھی۔ اس پر میں آپ سے پوچھتا تھا کہ آپ کو اس بارے میں کیسے علم ہوا؟

آپ جواب میں فرماتے، اَنا عَالم بعلم اهل الكوفة۔[1]

اہلِ کوفہ کے پاس جس قدر علم ہے، میں اس کا عالم ہوں۔

ان دونوں اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ کوفہ کی تمام احادیث کا احاطہ کیے ہوئے تھے اور ان پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔

کوفہ تشریف لانے والے محدثین سے سماعت حدیث

اور پھر آپ نے صرف کوفہ میں مقیم محدثین سے ہی احادیث اخذ کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر بلاد سے جو محدثین کوفہ تشریف لائے تھے، ان سے بھی آپ احادیث حاصل کرنے کا اہتمام کرتے رہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے آپ کے شاگرد رشید امام نضر بن محمد مروزیؒ (م ۱۸۳ھ)، جن کے بارے میں امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں، کان مقد ما فی العلم والفقه والعقل والفضل، کان صديقا لابن المبارک وکان من اصحاب ابی حنيفة۔[2] (یہ علم، فقہ، عقل اور فضیلت میں مقدم تھے اور امام عبداللہ بن مبارکؒ کے دوست اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے) سے نقل کیا ہے:

لم ار رجلا الزم للاثر من ابی حنيفة، قدم علينا يحيى بن سعيد الانصاری و هشام بن عروة و سعيد بن ابی عروبة فقال لنا ابو حنيفة: انظروا تجدون من عند هؤلاء شيئا نسمعه۔[3]

میں نے کوئی بھی شخص امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ حدیث کو لازم پکڑنے والا نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ ائمہ حدیث میں سے یحیٰی بن سعید انصاریؒ، ہشام بن عروہؒ اور سعید بن ابی عروبہؒ ہمارے ہاں کوفہ تشریف لائے تو امام ابو حنیفہؒ نے ہم سے فرمایا

۱۔ ایضاً (ص ۴۰۹، ۴۱۰)
۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۵/ ۶۳۶)
۳۔ الجواہر المضیۃ (ج ۲، ص ۲۰۱)

کہ تم ان کے پاس جا کر دیکھو کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے (جو کہ ہمارے پاس نہیں) تا کہ ہم بھی ان سے اس کا سماع کریں۔
امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) بھی امام نضرؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کرتے ہیں۔[۱]
اسی طرح آپ کے ایک اور شاگرد امام عبدالعزیز بن ابی رزمہؒ (م ۲۰۶ھ جو کہ ثقہ محدث تھے[۲]) سے امام ابو محمد عبداللہ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے بسند متصل نقل کیا ہے کہ:

ذکر علم ابی حنیفة بالحدیث فقال: قدم الکوفة محدث، فقال ابو حنیفة لاصحابه: انظروا هل عنده شئی من الحدیث لیس عندنا، قال و قدم علینا محدث آخر فقال لا صحابه مثل ذلک.[۳]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کوفہ میں کوئی محدث آئے تو امام ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ کو فرمانے لگے کہ دیکھو ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے (تا کہ ہم ان سے وہ حدیث حاصل کریں)۔ امام عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ دوبارہ ایک اور محدث ہمارے پاس آئے تو آپ نے پھر بھی اپنے تلامذہ سے یہی فرمایا۔
الغرض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے شہر کوفہ میں ہر ممکن طریقے سے تحصیلِ احادیث میں مگن رہے، تا آنکہ اس میں مکمل عبور حاصل کرلیا۔

طلب حدیث میں دیگر بلادِ اسلامیہ کا سفر

آپ نے اہلِ کوفہ کا کل ذخیرۂ حدیث جمع کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بلادِ اسلامیہ کے محدثین کی احادیث کو بھی حاصل کرنے کا اہتمام کیا اور طلب حدیث میں مختلف شہروں کی طرف کئی سفر کیے۔ اگرچہ کوفہ کی احادیث جمع کر لینے کے بعد آپ کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ کوفہ میں محدثین اور احادیث کی اتنی کثرت تھی اور علم حدیث کی یہاں اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر نشر واشاعت ہو رہی تھی کہ اگر کوئی شخص صرف یہیں رہ کر علم حدیث حاصل کر لیتا تھا تو وہ اس فن میں

۱۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۲۱۹)
۲۔ تقریب التہذیب (ج ۱ص ۶۰۳)
۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۷۶،۷۵) للمکی

درجہ کمال کو پہنچ جاتا تھا۔ جیسا کہ آپ کے رفیق درس امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ)، جن کو امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) اور امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) جو دونوں امیر المؤمنین فی الحدیث کہلاتے ہیں، علم حدیث کی میزان قرار دیتے تھے، انہوں نے علم حدیث میں یہ کمال یہیں کوفہ میں رہ کر حاصل کیا اور طلب حدیث میں کبھی کوفہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

لم یرحل فی حدیث قط.[1]

امام مسعرؒ نے طلب حدیث میں کبھی سفر نہیں کیا۔

اب جبکہ امام مسعرؒ نے کوفہ میں ہی رہ کر علم حدیث میں اتنی ترقی کی کہ اس علم کی میزان قرار دیے گئے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں کیا مقام ہوگا کہ جن کے بارے میں خود امام مسعرؒ شہادت دے رہے ہیں کہ وہ طلب حدیث میں ہم سب سے آگے تھے۔

لیکن اس کے باوجود آپ نے مزید احادیث حاصل کرنے کے لیے رحلتِ سفر باندھا اور مختلف شہروں میں جا کر وہاں کے اَجِلّہ محدثین سے احادیث حاصل کیں۔ جیسا کہ محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وعنی بطلب الآثار، وارتحل فی ذلک.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے احادیث حاصل کرنے کا خصوصی اہتمام کیا اور طلب احادیث میں سفر بھی کیا۔

آپ کے زمانہ میں علم حدیث کے جو مراکز تھے، اُن میں کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سب سے زیادہ مشہور و معروف تھے۔ بلکہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے زمانہ تک طلب حدیث کے لیے زیادہ تر ان ہی چار شہروں کی شہرت رہی ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام احمدؒ سے ان کے صاحبزادے عبداللہؒ نے جب پوچھا کہ آیا طالب حدیث ایک ہی جگہ رہ کر احادیث لکھتا رہے یا دیگر بلاد کہ جہاں علم کی شہرت ہو، میں بھی جا کر وہاں کے محدثین سے احادیث لکھے؟ تو امام احمدؒ نے ان کو جواب میں فرمایا تھا، وہ سفر کرے اور کوفہ، بصرہ، مکہ اور مدینہ کے محدثین سے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۴۱) للذہبیؒ؛ کتاب الانساب (ج ۴ ص ۵۱۶) للسمعانی

[2] سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۰)

احادیث لکھے۔

معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے زمانہ میں بھی طلب حدیث کے لیے جو مقامات زیادہ مشہور تھے، وہ یہی چار شہر کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تھے۔ امام اعظمؒ نے ان چاروں مقامات سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے کوفہ تو آپ کا اپنا مسکن تھا، باقی تینوں شہروں (بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کی طرف آپ نے سفر کر کے وہاں کے محدثین سے تحصیلِ احادیث کی۔

بصرہ کا سفر اور بصرہ کے محدثین سے استفادہ

بصرہ شہر بھی کوفہ کی طرح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ شہر کوفہ کے بعد اسلامی علوم اور فنون کا سب سے بڑا مرکز اور گہوارہ خیال کیا جاتا تھا، اور گوناگوں صفات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ''قُبۃ الاسلام'' (اسلام کا قُبہ) اور ''خزانۃ العرب'' (عرب کا خزانہ) جیسے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔[1]

مولانا محمد حنیف ندویؒ غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

بصرہ: کوفہ کے بعد یہ دوسرا علمی مرکز ہے جس کو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ ان کے علاوہ عتبہ بن غزوانؓ، عمران بن حصینؓ، ابوبرزہ الاسلمیؓ، معقل بن یسارؓ، عبدالرحمن بن سمرہؓ، ابوزید الانصاریؓ، عبداللہ بن الشخیرؓ وغیرہ صحابہ کا بھی یہاں آنا ثابت ہے۔[2]

یہ شہر چونکہ امام اعظمؒ کے مسکن کوفہ کے بالکل قریب واقع ہے، اس لیے تحصیلِ علم کے لیے آپ کی یہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ چنانچہ خود آپ کا اپنا بیان ہے:[3]

فدخلت البصرة نيفا و عشرين مرة منها ما اقيم سنة واقل و اكثر.

میں بیس سے زائد مرتبہ بصرہ گیا ہوں اور وہاں میرا قیام کبھی ایک سال اور کبھی اس سے کم و بیش رہا ہے۔

آپ نے بصرہ میں قیام کے دوران یہاں کے کئی محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ

۱۔ کتاب الانساب (ج ۱ ص ۴۵۹) ۲۔ مطالعہ حدیث (ص ۵۷)

۳۔ مناقب ابی حنیفہ للمکی (ص ۵۴)

اوران سے بڑی تعداد میں احادیث اخذ کیں۔

بصرہ میں آپ نے جن محدثین سے احادیث روایت کی ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں؛ امام قتادہ بن دعامہ بصریؒ (م ۱۱۸ھ)، امام شداد بن عبد الرحمٰن قشیریؒ، امام شیبان بن عبدالرحمٰن بصریؒ (م ۱۶۴ھ)، امام محمد بن زبیر تیمیؒ، امام عبدالکریم بن ابی المخارق بصریؒ (م ۱۲۶ھ)، امام عاصم بن سلیمان احولؒ (م ۱۴۲ھ)، امام قبیصہ بن مساور بصریؒ وغیرہم۔

حرمین شریفین کا سفر

عالم اسلام کے دو بنیادی دینی و علمی مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زَادَهُمَا اللّٰہ شَرَفًا وَ کَرَامَةً کے مجموعہ کو حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ کہ جہاں سے اسلام کی صبح طلوع ہوئی اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش سے لے کر بعثتِ نبوت تک زندگی کے چالیس سال اور پھر بعثت کے بعد تیرہ سال بسر کیے اور جس کو عالمِ اسلام کا پہلا علمی و دینی مرکز ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور مدینہ منورہ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور آپ کی آخری آرامگاہ ہے اور جہاں سے علومِ نبوت کے چشمے اُبلے اور پورا عالمِ اسلام ان سے سیراب ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ نے حرمین کا پہلا سفر غالباً ۹۶ھ میں بعمر ۱۶ سال کیا تھا، جب آپ اپنے والد کی معیت میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تھے اور اسی سفر میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ سے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) آپ سے روایت کرتے ہیں:

> ولدتُ سنة ثمانين و حججت مع ابی سنة ست و تسعين وانا ابن ستة عشر سنة، فلما دخلت المسجد الحرام رأيت حلقة عظيمة فقلتُ لابی: حلقة من هذه فقال حلقة عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدی صاحب النبي صلّى الله عليه وسلّم فتقدمّت فسمعته يقول سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول من تفقه فی دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لايحتسب.[1]

[1] جامع المسانید (ج ۱ ص ۲۴) للخوارزمیؒ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت؛ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۱ ص ۴۵) لابن عبدالبرؒ

میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو ایک بہت بڑا حلقہ درس دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءز بیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو شخص اللہ کے دین میں تفقہ پیدا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرے گا اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا، کہ جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوگا۔

یہ غالباً آپ کی زندگی کا پہلا حج تھا، اس کے بعد آپ نے بڑی تعداد میں حج کیے ہیں۔

امام ابوالمحاسن مرغینانیؒ نے بہ سند متصل امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) سے نقل کیا ہے:

حجّ ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ خمسا و خمسین حجة.[۱]

امام ابو حنیفہؒ نے پچپن حج کیے ہیں۔[۲]

۱۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۲۳۱) للمکیؒ

۲۔ **ایک شبہ کا ازالہ:** بعض حضرات امام ابو حنیفہؒ کے کیے گئے حجوں کی اس مذکورہ تعداد کو مبالغہ آمیز قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ ان کا محض شبہ اور غلط فہمی ہے کیونکہ آپ شروع کتاب میں مورخ کبیر علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا کثرت سے حج کرنا متواتر روایات سے ثابت ہے۔

اور پھر آپ کے حجوں کی تعداد تو صرف پچپن تک بیان کی گئی ہے، لیکن ہم متعدد اشخاص کے نام بتا سکتے ہیں کہ ان کے حجوں کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ مثلاً آپ کے ہی معاصر امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) کے ترجمہ میں امام سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے لکھا ہے کہ وحجّ نیفا و سبعین حجة. (کتاب الانساب، ج ۴، ص ۵۱۵) کہ انہوں نے ستر سے زیادہ حج کیے تھے۔ آپ کے استاذ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں، وکان قد حجّ سبعین حجة. (البدایہ والنہایہ، ۹) انہوں نے ستر حج کیے تھے۔ امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام صاحبؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ کے اکابر شیوخ میں سے ہیں، ان کا اپنا بیان ہے کہ حججت ستین حجة.

آپ اپنے حج کے سفروں میں مناسک حج ادا کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے اہلِ علم سے علمی استفادہ بھی کرتے رہے۔ اس زمانہ میں حج بھی افادہ واستفادہ کا ایک بڑا ذریعہ تھا، کیونکہ عالمِ اسلام کے گوشہ گوشہ سے اہلِ علم حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس وتدریس کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللّٰه بھی اس موقع سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے اور آپ نے حرمین کے محدثین سے اخذِ احادیث کرنے کے علاوہ وہاں کے فقہاء سے فقہی مذاکرات بھی کیے ہیں۔

عصرِ حاضر کے مشہور محقق اور بلند پایہ مصنف شیخ ابوزہرہ مصریؒ آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

فقد كان كثير الرحلة الى بيت الله الحرام حاجا، وفى مكة والمدينة التقى بالعلماء ومنهم كثيرون من التابعين، ولم يكن لقائهٔ بهم الالقاء علميا، بروى عنهم الاحاديث ويذاكرهم الفقه ويدارسهم من طرائقه.[1]

(گذشتہ سے پیوستہ) (تذکرۃ الحفاظ، ج ا،ص ۲۶۸) میں نے ساٹھ حج کیے ہیں۔ اسی طرح جلیل القدر محدث امام سعید بن سلیمان سعدویہؒ (م ۲۲۵ھ) کا بھی اپنا بیان ہے، حججت ثمانية و خمسين حجة. (تذکرۃ الحفاظ، ج ا،ص ۲۶۸) میں نے اٹھاون حج کیے ہیں۔ محدث کبیر امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) صاحب السنن نے اپنے استاذ امام علی بن منذرؒ (م ۲۵۶ھ) کا بیان نقل کیا ہے کہ حججت ثمانية و خمسين حجة اكثرها راجل. (سنن ابن ماجہ، باب صید الکلب) میں نے اٹھاون حج کیے ہیں اور ان میں سے اکثر پیادہ پا تھے۔

اسی طرح امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اپنے استاذ امام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر مکیؒ (م ۲۴۳ھ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، حججت سبعين حجة ماشيا على قدمى. (جامع الترمذی، باب ماجاء انه لاصلاة الا بفاتحة الكتاب) میں نے ستر حج پیادہ پا کیے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ان بلند پایہ محدثین کے حجوں کی یہ تعداد بھی مبالغہ پر محمول ہے یا ان حضرات نے کذب بیانی سے کام لیا ہے؟ معاذ اللہ!

[1] ابوحنیفہ، حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ (ص ۲۶)

امام ابو حنیفہؒ نے بسلسلہ حج بہت دفعہ بیت اللہ کا سفر کیا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء، جن کی بڑی تعداد تابعین کی تھی، سے ملاقاتیں کی ہیں۔ آپ کی اُن سے یہ ملاقاتیں صرف علمی نوعیت کی ہوتی تھی، آپ ان سے احادیث روایت کرتے، فقہی مذاکرات کرتے اور اُن کے فقہی طور طریقے سیکھتے۔

مکہ مکرمہ میں ۶ سال مستقل قیام اور مکی محدثین سے سماع حدیث

آپ شروع کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ اُموی دورِ حکومت میں عراق کے گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ (م ۱۳۲ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدہ خاتم و عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر جیل بھیج دیا تھا اور جب ۱۳۰ھ میں آپ جیل سے رہا ہوئے تو آپ سیدھے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور بنی عباس کی حکومت قائم ہونے تک آپ مکہ مکرمہ میں رہے، اور جب خلیفہ منصور عہدۂ خلافت پر متمکن ہوا تو آپ کوفہ واپس لوٹے۔

منصور ۱۳۶ھ میں خلیفہ مقرر ہوا، اور یوں آپ کی مکہ مکرمہ میں مستقل مدتِ قیام چھ سال بنتی ہے۔ اس طرح آپ کو طویل عرصہ بیت اللہ کی مجاورت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ویسے تو اپنے پہلے حج سے ہی اہلِ مکہ سے تحصیلِ حدیث کا آغاز کر دیا تھا اور پھر اس کے بعد بھی ہر حج کے زمانہ میں یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ لیکن جب آپ مستقل طور پر چھ سال کے لیے مکہ مکرمہ مقیم ہو گئے تو آپ کو تحصیل احادیث کے مواقع اور زیادہ مہیا ہو گئے۔

امام صاحبؒ کے زمانہ تک مکہ مکرمہ کی علمی رونق بدستور قائم تھی اور جا بجا حدیث اور فقہ کے درس کھلے ہوئے تھے اور صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ مسندِ حدیث وفقہ پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے یہاں کے سب مشہور محدثین سے حدیث کی سماعت کی، خاص کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگرد اور مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے عالم حضرت عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) کے درسِ حدیث میں شرکت کی اور اُن سے خصوصی استفادہ کیا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے مناقب میں لکھا ہے:

وسمع الحديث من عطاء بن ابی رباح بمكة.[1]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مکہ مکرمہ میں حدیث کا سماع کیا۔

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱) للذہبیؒ

آپ نے حضرت عطاءؒ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں جن دیگر محدثین سے استفادہ کیا، ان میں سے چند کے اسمائے گرامیہ یہ ہیں: حضرت عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ (م ۱۰۷ھ)، حضرت ابومعبد مولیٰ ابن عباسؓ (م ۱۰۴ھ)، عالم الحرم حضرت عمرو بن دینارؒ (م ۱۲۶ھ)، حضرت ابوالزبیر مکیؒ (م ۱۲۶ھ)، اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیر اءؒ، حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ (م ۱۰۳ھ) وغیرہم۔

مدینہ منورہ کا سفر اور وہاں کے محدثین سے سماعِ حدیث

آپ جتنا عرصہ بھی مکہ مکرمہ میں مقیم رہے یا جب بھی آپ کا حج وعمرہ کے لیے یہاں آنا ہوتا تو محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر اور آپ کی آخری قرارگاہ مدینہ منورہ میں ضرور آپ حاضری دیتے اور یہاں روحانی فیوض وبرکات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے اَجِلّہ محدثین کی مجالس درس میں شریک ہوکر ان سے تحصیل احادیث بھی کرتے رہے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ہی امام اہلِ بیت حضرت ابوجعفر باقرؒ (م ۱۱۴ھ)، ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق (م ۱۴۸ھ)، مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے حضرت عمرؓ کے پوتے امام سالمؒ بن عبداللہؓ (م ۱۰۶ھ)، اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کے غلام امام سلیمان بن یسارؒ، اَعلَم الحفاظ امام محمد بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ)، تابعی جلیل امام عبداللہ بن دینارؒ (م ۱۲۷ھ)، حضرت ابن عمرؓ کے غلام امام نافعؒ (م ۱۱۷ھ)، امام ہشام بن عروہؒ (م ۱۴۶ھ)، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ (م ۱۱۴ھ)، امام محمد بن منکدرؒ (م ۱۳۰ھ) اور دیگر کئی جلیل القدر محدثین سے احادیث کی تحصیل کی۔

الحاصل، امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں یہ چار بڑے اور مشہور علمی مراکز تھے۔ ان میں سے کوفہ تو آپ کا اپنا شہر تھا اور باقی تین شہروں: بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف آپ نے سفر کیا اور وہاں کے ائمہ حدیث کے دروس میں شرکت کرکے تحصیلِ حدیث کی۔

بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے شام (اس زمانے میں یہ بھی ایک علمی مرکز تھا) کا بھی سفر کیا ہے، لیکن ہمیں اس بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں ملا۔ البتہ آپ نے شام کے مشہور ائمہ حدیث سے سماعِ حدیث کیا تھا۔ مثلاً شام کے دو مشہور ائمہ امام مکحول شامیؒ (م ۱۱۷ھ) اور امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) سے آپ کا روایت حدیث کرنا ثابت ہے۔ غالباً آپ نے ان سے حدیث کی سماعت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں کی تھی، اسی طرح آپ کا مکہ مکرمہ میں امام اوزاعیؒ سے علمی

مذاکرہ اور مناظرہ کرنا بھی منقول ہے۔[۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ بہت بڑا علمی اعزاز ہے کہ آپ نے ان پانچوں شہروں، کہ جہاں سے علومِ نبوت نکل کر پوری دنیا میں پھیلے ہیں، کے علم اور احادیث کو یکجا کیا۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

فهذه الامصار الخمسة الحجاز والعراقان والشام هی التی خرج منها علوم النبوة من العلوم الايمانية والقرآنية والشريعة.[۲]

یہ پانچ شہر حجاز (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ)، بصرہ، کوفہ اور شام ہیں، جہاں سے نبوت کے علوم، علومِ ایمانی، علومِ قرآنی اور علومِ شرعیہ نکلے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے یمن کے سب سے بڑے عالم امام طاؤسؒ (م ۱۰۶ھ) سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے۔

آثار صحابہؓ حاصل کرنے کا اہتمام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے بعد آپ کی ہدایت یافتہ جماعت صحابہ کرام کے آثار کا درجہ ہے۔ ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ آثار صحابہؓ سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتا ہو، کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشاد "ما انا عليه واصحابی"[۳] (جنتی گروہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہے) میں اپنی سنت کے ساتھ اپنے صحابہؓ کی سنت کو بھی امت کے لیے واجب الاتباع قرار دیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، جو فقہ اور حدیث دونوں علوم میں مجتہدانہ مقام رکھتے تھے، آپ نے احادیث مرفوعہ کے علاوہ آثار صحابہؓ کی بھی خوب معرفت حاصل کی، جیسا کہ آپ کی تصنیف "کتاب الآثار" اس پر شاہد عدل ہے۔ ویسے تو آپ نے تقریباً تمام فقہا صحابہؓ کے آثار کو جمع فرمایا، لیکن ان میں سے وہ چار حضرات جو فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ مشہور تھے، ان کے آثار

۱۔ جامع المسانید (ج ۱ ص ۳۵۲)، عقود الجمان (ص ۱۹۲)

۲۔ منہاج السنۃ (ج ۴ ص ۱۴۲)

۳۔ جامع الترمذی، رقم الحدیث (۲۶۴۱)

کو حاصل کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔

وہ کثیر الفتویٰ چار صحابہؓ یہ ہیں؛ (۱) خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ، (۲) خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ، (۳) امام المجتہدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، (۴) حَبر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

واکابر هذا الوجه من الصحابة عمر و علی و ابن مسعود و ابن عباس رضی الله عنهم۔[1]

درجہ اجتہاد پر فائز صحابہؓ میں سے بڑے حضرات حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں:

صحابہؓ میں سے جن لوگوں نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا اور مجتہد یا فقیہ کہلائے، ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے؛ عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت علیؓ و عبداللہ بن مسعودؓ زیادہ تر کوفہ میں رہے اور وہیں ان کے مسائل واحکام کی زیادہ ترویج ہوئی۔ اس تعلق سے کوفہ فقہ کا دارالعلم بن گیا، جس طرح کہ حضرت عمرؓ و عبداللہ بن عباسؓ کے تعلق سے حرمین کو دارالعلوم کا لقب حاصل ہوا تھا۔[2]

امام صاحبؒ نے ان چاروں صحابہؓ کا علم ان کے اصحاب یا اصحاب الاصحاب سے حاصل کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ربیع بن یونسؒ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک دن امام ابو حنیفہؒ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے، وہاں اس کے پاس عیسیٰ بن منصور بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خلیفہ سے آپ کے بارے میں کہنے لگے، یہ آج پوری دنیا کا بڑا عالم ہے۔ خلیفہ نے آپ سے پوچھا، نعمان! آپ نے علم کن لوگوں سے سیکھا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا، عن اصحاب عمر عن

۱۔ حجۃ اللہ البالغۃ (ج ۱ ص ۱۳۲) ۲۔ سیرت النعمان (ص ۱۴۶)

عمر، و عن اصحاب علی عن علی، و عن اصحاب عبداللہ عن عبداللہ، وماکان فی وقت ابن عباس علی وجہ الارض اعلم منہ.

حضرت عمرؓ کا علم ان کے تلامذہ سے، حضرت علیؓ کا علم ان کے تلامذہ سے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم ان کے تلامذہ سے (حضرت ابن عباس کا علم ان کے تلامذہ سے) اور حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔

خلیفہ منصور کہنے لگا، لقد استوثقت لنفسک. آپ نے بڑا مضبوط علم حاصل کیا۔[۱]

علامہ کمال الدین احمد بیاضیؒ (م ۱۰۹۸ھ) لکھتے ہیں:

فھو اخذ عن اصحاب عمرؓ عن عمر، و عن اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن اصحاب ابن مسعود و عن اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنھما عن ابن عباس ممن یبلغ العدد المذکور بالکوفۃ والبصرۃ والحجاز فی حجۃ ۹۶ھ ست و تسعین و بعدہ.[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے اصحاب عمرؓ سے حضرت عمرؓ کا علم، اصحاب ابن مسعودؓ سے حضرت ابن مسعودؓ کا علم اور اصحاب ابن عباسؓ سے حضرت ابن عباسؓ کا علم مشائخ کی اس تعداد سے، جو ذکر کی جا چکی ہے، کوفہ، بصرہ اور حجاز میں رہ کر ۹۶ھ بزمانہ حج اور اس کے بعد حاصل کیا۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ جو کوفہ میں مقیم تھے، کے اقوال کے سب سے بڑے عالم قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ امام مالکؒ کے ترجمہ میں ان کا اور امام صاحبؒ کا علمی موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعندہ علم جم من اقوال کثیر من الصحابۃ، کما ان الاوّل اعلم باقاویل علی وابن مسعود و طائفۃ ممن کان بالکوفۃ من اصحاب

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۵)

۲۔ اشارات المرام عن عبارات الامام (ص ۲۰)، بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۶۵)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، فرضی اللہ عن الامامین.[1]

امام مالکؒ کے پاس صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد کا بہت سا علم تھا، جیسا کہ پہلے امام (ابوحنیفہؒ) حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور صحابہؓ کی جو جماعت کوفہ میں مقیم تھی، کے اقوال کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں اماموں سے راضی ہو۔

شیخ ابوزہری مصریؒ لکھتے ہیں:

وعن عطاء و فی مدرسة مکة اخذ علم ابن عباس الذی ورثه عنه کما اخذ عن عکرمة مولاه الذی ورث علمه، حتی لقد قال یوم باعه ابنه علیٰ باربعة آلاف دینار، ماخیرلک بعت علم ابیک باربعة آلاف، فاستقال المشتری فاقاله.

واخذ علم ابن عمرو علم عمر عن نافع مولیٰ ابن عمر، وهکذا اجتمع له ابن مسعود، و علم علی عن طریق مدرسة الکوفة، وعلم عمرو ابن عباس بمن التقی من تابعیهم رضی اللہ عنهم اجمعین.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاءؒ سے کہ جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے علمی وراثت پائی تھی اور مکہ کے مدرسہ کے دیگر علماء سے حضرت ابن عباسؓ کا علم حاصل کیا، جیسا کہ آپ نے حضرت عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، جو کہ ان کے علمی وارث قرار پائے تھے، سے بھی علم ابن عباسؓ حاصل کیا۔ یہ وہی عکرمہؒ ہیں کہ جب ان کو حضرت ابن عباسؓ کے صاحبزادے نے چار ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیا۔ تو انہوں نے اس سے کہا، اس میں تیرے لیے کوئی بھلائی نہیں، کیونکہ تو نے اپنے والد کا علم صرف چار ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیا، چنانچہ اس نے ان کو مشتری سے پھر واپس لے لیا۔ نیز آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کا

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۱۸۰)

۲۔ ابوحنیفہ (ص ۶۳)

علم نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے حاصل کیا، اس طرح حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کا علم کوفہ کے مدرسہ سے اخذ کیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا علم ان کے تابعین میں سے جن سے آپ نے ملاقات کی ہے، حاصل کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام اعظمؒ کے اساتذہ ومشائخ

آپ علم میں جس کمال عروج کو پہنچے، اس میں ایک کردار آپ کے اساتذہ ومشائخ کا بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو جن خصوصیات کے حامل اساتذہ سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائی، ایسے اساتذہ شاید ہی کسی کو میسر آئے ہوں۔

آپ کو اساتذہ کے اعتبار سے بیشمار خصوصیات حاصل ہیں۔ ان میں سے چند خصوصیات بطور گلے از گلزارے ہدیہ قارئین ہیں:

آپ کے اساتذہ کی غیر معمولی کثرت

آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے مشائخ کی ایک بڑی تعداد سے شرف تلمذ حاصل کیا، یہاں تک کہ آپ کے مشائخ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی گئی ہے۔

امام شہاب الدین ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

هم كثيرون لايسع هذا المختصر ذكرهم، وقد ذكر منهم الامام ابوحفص الكبير اربعة آلاف شيوخ۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اتنے زیادہ ہیں کہ یہ مختصر کتاب ان سب کے ذکر کی وسعت نہیں رکھتی، امام ابوحفص کبیرؒ (جو کہ امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں سے ہیں۔ ناقل) نے ان میں سے چار ہزار شیوخ کو ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن عبد الرحمان ابن الغزی شافعیؒ (م ۱۱۶۷ھ) نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

واخذ عن نحو اربعة آلاف شيخ من التابعين۔[2]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۵۷)

۲۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۲)

امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً چار ہزار شیوخ تابعین سے اخذِ علم کیا۔

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے آپ کے تین سو سے زائد اساتذہ حدیث کے نام بقید نسب ذکر کیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ:

میں نے ان سب شیوخ کے حالات اپنی کتاب "تَسْهِيلُ السَّبِيلِ اِلٰى مَعْرِفَةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ وَالْمَجَاهِيلُ" میں قلم بند کیے ہیں۔[1]

حافظ الحدیث و ناقد الرجال امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب "تهذيب الكمال في اسماء الرجال" میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں آپ کے ۷۷ اساتذہ حدیث ذکر کیے ہیں، جن کے اسمائے گرامیہ یہ ہیں:

(۱) ابراہیم بن محمد منتشر، (۲) اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیراء، (۳) جبلہ بن سحیم، (۴) ابوہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی، (۵) حسن بن عبیداللہ، (۶) حکم بن عتیبہ، (۷) حماد بن ابی سلیمان، (۸) خالد بن علقمہ، (۹) ربیعہ بن عبدالرحمٰن، (۱۰) زبید یامی، (۱۱) زیاد بن علاقہ، (۱۲) سعید بن مسروق ثوری، (۱۳) سلمہ بن کہیل، (۱۴) سماک بن حرب، (۱۵) ابورؤبہ شداد بن عبدالرحمٰن، (۱۶) شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی، (۱۷) طاؤس بن کیسان، (۱۸) طریف بن ابی سفیان سعدی، (۱۹) ابوسفیان طلحہ بن نافع، (۲۰) عاصم بن کلیب، (۲۱) عاصم بن ابی النجود، (۲۲) عامر شعبی، (۲۳) عبداللہ بن ابی حبیبہؒ، (۲۴) عبداللہ بن دینار، (۲۵) عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج، (۲۶) عبدالعزیز بن رفیع، (۲۷) عبدالکریم بن امیہ بصری، (۲۸) عبدالملک بن عمیر، (۲۹) عدی بن ثابت، (۳۰) عطاء بن ابی رباح، (۳۱) عطاء بن سائب، (۳۲) عطیہ بن سعد عوفی، (۳۳) عکرمہ مولی ابن عباس، (۳۴) علقمہ بن مرثد، (۳۵) علی بن اقمر، (۳۶) علی بن حسن زراد، (۳۷) عمرو بن دینار، (۳۸) عوف بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، (۳۹) قابوس بن ابی ظبیان، (۴۰) قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود، (۴۱) قتادہ بن دعامہ، (۴۲) قیس بن مسلم جدلی، (۴۳) محارب بن دثار، (۴۴) محمد بن زبیر حنظلی، (۴۵) محمد بن سائب کلبی، (۴۶) ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب، (۴۷) محمد بن قیس ہمدانی، (۴۸) محمد بن مسلم بن شہاب زہری، (۴۹) محمد بن منکدر، (۵۰) مخول بن راشد، (۵۱) مسلم بطین،

[1] عقود الجمان (ص ۶۳-۸۳)

(۵۲) مسلم ملائی، (۵۳) معن بن عبدالرحمٰن، (۵۴) مقسم، (۵۵) منصور بن معتمر، (۵۶) موسیٰ بن ابی عائشہ، (۵۷) ناصح بن عبداللہ المحلمی، (۵۸) نافع مولیٰ ابن عمرؓ، (۵۹) ہشام بن عروہ، (۶۰) ابوغسان ہشیم بن حبیب صراف، (۶۱) ولید بن سریع مخزومی، (۶۲) یحییٰ بن سعید انصاری، (۶۳) ابوحجیہ یحییٰ بن عبداللہ کندی، (۶۴) یحییٰ بن عبداللہ الجابر، (۶۵) یزید بن صہیب فقیر، (۶۶) یزید بن عبدالرحمٰن کوفی، (۶۷) یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ، (۶۸) ابواسحاق سبعی، (۶۹) ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم، (۷۰) ابوجناب کلبی، (۷۱) ابوحصین اسدی، (۷۲) ابوالزبیر مکی، (۷۳) ابوالسوار سلمی، (۷۴) ابوعون ثقفی، (۷۵) ابوفروہ جہنی، (۷۶) ابومعبد مولیٰ ابن عباس، (۷۷) ابویعفور عبدی رحمہم اللہ تعالیٰ[1]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی بحوالہ امام مزیؒ امام صاحبؒ کے ان شیوخ کو نام بنام گنایا ہے اور آخر میں لکھا ہے، وخلق سواھم.[2] (ان کے علاوہ بھی محدثین کی ایک خلقت سے آپ نے روایت کی ہے)۔

مذکورہ بالا شیوخ کے علاوہ آپ کے کچھ اور اساتذہ حدیث کے نام بھی ہمیں کتاب الآثار، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، کتاب الانساب اور تعجیل المنفعۃ وغیرہ کتب اسماء الرجال سے ملے ہیں، جو پیشِ خدمت ہیں:

(۱) ابان بن عیاش، (۲) ابراہیم بن طہمان باشانی، (۳) ابراہیم بن مسلم ہجری، (۴) اسحاق بن ثابت، (۵) اسماعیل بن امیہ مکی، (۶) اسماعیل بن مسلم مکی، (۷) ایوب بن عائذ طائی، (۸) ایوب بن عتبہ، (۹) بہیر بن مہاجر، (۱۰) بلال بن مرداس فزاری، (۱۱) ابوعلی ثیقل، (۱۲) جامع بن شداد صحری، (۱۳) جراح بن منہالؒ، (۱۴) جواب التیمیؒ، (۱۵) حبیب بن ابی ثابت، (۱۶) حصین بن عبدالرحمٰن سلمی، (۱۷) حمید الاعرج، (۱۸) حوط بن عبداللہ العبدی، (۱۹) ابوعمر ذر بن عبداللہ فرہبی، (۲۰) خالد بن عبدالاعلیٰ، (۲۱) زبید یامی، (۲۲) زیاد بن میسرہ، (۲۳) سالم بن عجلان، (۲۴) سعید بن مرزبان، (۲۵) سلیمان ابواسحاق شیبانی، (۲۶) شیبہ بن مساور، (۲۷) صلت بن بہرام، (۲۸) ابوسفیان طریق شہاب، (۲۹) طلحہ بن مصرف یامی،

---

[1] تہذیب الکمال (ج ۱۹ ص ۱۰۲، ۱۰۳) طبع دارالفکر، بیروت

[2] سیر اعلام النبلاء، (ج ۶ ص ۵۳۰)

(۳۰) عاصم بن سلیمان، (۳۱) عبدالاعلیٰ تیمی، (۳۲) عبدالرحمٰن بن رزان، (۳۳) عبدالرحمٰن بن قاسم بن ابن مسعودؓ، (۳۴) عبداللہ بن حسنؒ بن علیؒ، (۳۵) عبداللہ بن عثمان جثیم، (۳۶) عبداللہ بن داؤد، (۳۷) عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابوحصین مکی، (۳۸) عبیداللہ بن ابی زیاد، (۳۹) عبیداللہ بن سعید بن جمیل، (۴۰) عبیداللہ بن عمر بن حفص عمری، (۴۱) عثمان بن راشد، (۴۲) عثمان بن عبداللہ بن وہب، (۴۳) عمر بن جبیر، (۴۴) عمرو بن شعیب، (۴۵) عمرو بن مرہ، (۴۶) عمار بن عبداللہ بن یسار جہنی، (۴۷) عمران بن عمیر، (۴۸) عون بن عبداللہ، (۴۹) عیسیٰ بن عبداللہ بن موہب، (۵۰) کدام بن عبدالرحمٰن سلمی، (۵۱) کثیر الاصم، (۵۲) لیث بن ابی سلیم، (۵۳) محمد بن حفص حسنی، (۵۴) محمد بن عبیداللہ بن سعید ابوعون ثقفی، (۵۵) محمد بن مالک بن زبید، (۵۶) مرزوق ابوبکر تیمی، (۵۷) مکحول شامی، (۵۸) منصور بن زادان، (۵۹) میمون بن سیاہ، (۶۰) ابوہند نعمان بن اشیم، (۶۱) یحییٰ بن غسان ابوغسان تمی، (۶۲) یحییٰ بن عبداللہ اجلح، (۶۳) یحییٰ بن عبیداللہ بن عامر، (۶۴) یحییٰ بن عمرو السبعی، (۶۵) یونس بن عمرو بن عبداللہ سبعی، (۶۶) ابوبکر بن عبداللہ ابی الجہم، (۶۷) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، (۶۸) ابوالسوار سلمی، (۶۹) ابوہیثم مکی، (۷۰) ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، (۷۱) ابوغسان رَحِمَهُمُ اللّٰہ تَعَالٰی.

اساتذہ کی عظمت شان

امام صاحبؒ کے اساتذہ کثرت تعداد کے ساتھ ساتھ علمی کمالات میں بھی عظیم الشان تھے۔ یہ آپ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپ نے اتنی بڑی تعداد میں محدثین سے روایت کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کے انتخاب میں اس قدر احتیاط اور مہارت کا مظاہرہ کیا کہ بجز ثقہ اور عادل کے کسی سے روایت نہیں لی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بالسند آپ کا اپنا بیان نقل کرتے ہیں کہ:

> آخذ... الآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات[1]
>
> یعنی میں نے صرف ان ہی احادیث کو لیا ہے جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے نقل کرتے آئے ہیں۔

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۰)

آپ کے معاصر امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) آپ کے اس اعزاز کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات. [۱]

امام ابوحنیفہؒ صرف وہی حدیث لیتے ہیں جو صحیح ہوتی ہے اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی ہے۔

شیخ ابوزہرہ مصریؒ نے بھی لکھا ہے کہ:

ولا یقبل ابو حنیفة ذلک الامن هو عنده المنزلة الاولی من الثقة والاطمئنان. [۲]

امام ابوحنیفہؒ صرف اس شخص کی روایت کو قبول کرتے ہیں جو ثقاہت اور اطمینان کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہو۔

ان اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ آپ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے تھے۔ اور پھر آپ کے اساتذہ کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ آپ کے اکثر اساتذہ حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

ان اکثر مشائخ الامام کانوا جامعین بین الروایة والدرایة. [۳]

امام ابوحنیفہؒ کے اکثر اساتذہ روایت اور درایت (فقاہت حدیث) کے جامع تھے۔

دیگر محدثین کے اساتذہ میں یہ خوبی خال خال ہی پائی جاتی ہے۔ ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ.

کثیر الروایات صحابہؓ کے تلامذہ سے تلمذ

آپ کے اساتذہ (جو زیادہ تر تابعین عظام ہیں) کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں سے اکثر ان صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں جو کثیر الروایات حضرات ہیں۔ چنانچہ وہ چھ صحابہ کرامؓ جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۲) لابن عبدالبرؒ ۲۔ ابوحنیفہ (ص ۱۴۶)

۳۔ شرح مسند ابی حنیفہ (ص ۹) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ، (۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، (۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ، (۵) حضرت انس بن مالکؓ، (۶) حضرت عائشہ صدیقہؓ۔[۱]

آپ نے ان میں سے بعض صحابہؓ سے اگرچہ براہِ راست بھی چند احادیث سنی ہیں، لیکن زیادہ تر آپ نے اُن سے اور دیگر صحابہ سے ان کے تلامذہ کے واسطے سے احادیث لی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث کو ان کے تلامذہ امام طاؤسؒ، امام شعبیؒ، امام ابو عثمان نہدیؒ اور حضرت عکرمہؒ وغیرہ سے، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی احادیث کو اُن کے غلام نافعؒ، صاحبزادے سالمؒ اور تلامذہ محارب بن دثارؒ، محمد بن منتشرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، ابو الزبیر مکیؒ وغیرہ سے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی احادیث کو ان کے غلام امام عکرمہؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام عبداللہ بن دینارؒ، امام عبدالعزیز بن رفیعؒ وغیرہ سے، حضرت جابرؓ کی احادیث کو ان کے تلامذہ امام محمد بن منکدرؒ، امام طلحہ بن نافعؒ، امام یزید فقیرؒ اور امام ابو سفیان مکیؒ وغیرہ سے، حضرت انسؓ کی احادیث کو اُن کے تلامذہ امام حماد بن ابی سلیمانؒ، امام زہریؒ، امام قتادہؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ وغیرہ سے، اور حضرت عائشہؓ کی احادیث کو امام طاؤسؒ، امام شعبیؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ اور امام ابو الزبیر مکیؒ وغیرہ سے حاصل کیا۔

مختلف البلاد اساتذہ سے تلمذ

آپ کے معاصر ائمہ میں سے زیادہ تر کے اساتذہ کسی خاص شہر سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے غیر مدنی اساتذہ برائے نام ہیں۔ امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) کے اساتذہ صرف کوفی ہیں۔ لیکن امام عالی شان کو ان ائمہ میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے اساتذہ صرف کسی مخصوص شہر یا علاقے کے رہنے والے ہی نہیں ہیں بلکہ کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام اور یمن وغیرہ تمام مشہور علمی شہروں سے تعلق رکھنے والے محدثین ہیں۔

مختلف الطبقات اساتذہ سے تلمذ

ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے برتر، ہمسر اور کمتر تینوں طبقوں کے محدثین سے احادیث حاصل نہ کر لے۔ چنانچہ امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) اور امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

۱۔ الجواہر المضیہ (ج ۲ ص ۳۱۳)

لایکون المحدث کاملاً حتی یکتب عمن ھو فوقه و عمن ھو مثله و عمن ھو دونه.[۱]

کوئی محدث بھی اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے سے اوپر والے، اپنے سے برابر والے اور اپنے سے نیچے والے محدثین سے احادیث نہ لکھ لے۔

امام ابوحنیفہ بھی علم حدیث میں جو درجہ کمال کو پہنچے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے بھی ان تینوں طبقوں سے روایت کی ہے۔ چنانچہ آپ کے اساتذہ حدیث کا پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ اور کبار واوساط تابعین عظام کا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے جن حضرات سے آپ نے حدیث کی روایت کی ہے، ان کے اسماء تو آپ ماقبل ملاحظہ کر چکے ہیں، اسی طرح کبار واوساط تابعین کی ایک بڑی جماعت سے بھی آپ نے حدیث کی سماعت وروایت کی ہے۔ چنانچہ حافظ محمد بن احمد ابن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں:

و روی عن جماعة من سادات التابعین و ائمتھم.

امام ابوحنیفہؒ نے سادات تابعین اور ائمہ تابعین سے روایت کی ہے۔

پھر ایسے تیرہ تابعین کے اسماء مع اوصاف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و قد روی الامام ابو حنیفة عن جماعة کثیرین غیر ھؤلاء.[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے ان کے علاوہ بھی ان اوصاف کے حامل تابعین کی ایک بڑی جماعت سے روایت کی ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی آپ کے اساتذہ میں سے ایسے تیرہ کبار واوساط تابعین کے اسماء ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و عدد کثیر من التابعین.[۳]

ان مذکورہ حضرات کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے تابعین سے روایت کی ہے۔

امام عبدالغنی الغنیمی الشافعیؒ (م ۱۲۹۸ھ) رقمطراز ہیں:

---

[۱] مقدمۃ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۲۵۲)؛ ارشاد الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۶۶۴)

[۲] مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹،۵۸) للمقدسیؒ

[۳] مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱) للذہبیؒ

وابو حنيفة امام مجتهد، ادرک بعض الصحابة ومن التابعين خلقًا كثيرًا.[1]

امام ابوحنیفہؒ جو مجتہد امام ہیں، انہوں نے بعض صحابہؓ اور تابعین میں سے ایک خلق کثیر سے ملاقات کی ہے۔

آپ کے اساتذہ کا دوسرا طبقہ آپ کے ان معاصرین کا ہے جو صغار تابعین یا کبار اتباع تابعین میں سے ہیں۔ مثلاً ناصح بن عبداللہؒ کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

روى عنه ابو حنيفة و هو من اقرانه.[2]

ان سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، جو کہ ان کے معاصرین میں سے ہیں۔

اسی طرح شیبان بن عبدالرحمٰن تمیمیؒ (م ۱۶۴ھ) کے ترجمہ میں حافظ لکھتے ہیں:

وعنه زائدة من قدامة وابو حنيفة الفقيه وهما من اقرانه.[3]

ان سے زائدہ بن قدامہؒ اور امام ابوحنیفہ فقیہؒ نے روایت کی ہے، اور یہ دونوں ان کے معاصرین میں سے ہیں۔

نیز آپ امام اہلِ بیت حضرت جعفر بن محمد صادقؒ (م ۱۴۸ھ)، جو آپ کے معاصر ہیں، سے بھی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ مجدد قرن العاشر ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) امام جعفرؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

سمع منه الائمة الاعلام نحو يحيىٰ ن سعيد وابن جريج و مالک بن انس والثورى و ابن عيينة و كذالک ابو حنيفة كما ذكره صاحب المشكاة فى اسماء رجاله فيكون من رواية الاقران.[4]

ان سے بڑے بڑے ائمہ، جیسے امام یحییٰ بن سعیدؒ، امام ابن جریجؒ، امام مالکؒ، امام ثوریؒ اور امام ابن عیینہؒ نے روایت کی ہے۔ اسی طرح ان سے امام ابوحنیفہؒ بھی روایت کرتے ہیں، جیسا کہ صاحب "مشکاۃ" نے اپنی کتاب کے اسماء الرجال میں ذکر کیا ہے۔ سو آپ کا ان سے روایت کرنا یہ روایت الاقران

۱۔ کشف الالتباس (ص ۹۰)
۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۵۹۹)
۳۔ ایضاً (ج ۲، ص ۵۲۵)
۴۔ ذیل الجواہر المضیۃ (ج ۲، ص ۵۲۵)

(معاصر کا معاصر سے روایت کرنا) کے قبیل سے ہے۔

آپ کے اساتذہ حدیث کے تیسرے طبقہ میں وہ محدثین شامل ہیں جو زیادہ تر اتباع تابعین میں سے ہیں، جیسا کہ جراح بن منہالؒ کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

و عنه ابو حنیفة و هو اکبر منه.[1]

ان سے امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے، جو کہ ان سے بڑھے ہیں۔

نیز آپ نے مشہور محدث امام عمرو بن شعیبؒ (م ۱۱۸ھ) سے بھی روایت کی ہے جو کہ بعض علماء کے نزدیک اتباع تابعین میں سے ہیں، جبکہ خود امام صاحبؒ تابعین سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں بحوالہ حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) اور حافظ برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) پڑھ چکے ہیں کہ عمرو بن شعیبؒ اتباع تابعین میں سے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے، جن میں امام ابو حنیفہ بھی شامل ہیں۔

نیز آپ نے اپنے بعض تلامذہ سے بھی حدیث روایت کی ہے، جیسا کہ ابراہیم بن طہمانؒ (م ۱۶۳ھ)، جو کہ آپ کے شاگرد ہیں، کے ترجمہ میں حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے:

حدث عنه من شیوخه صفوان بن سلیم و ابو حنیفة الامام.[2]

ان سے ان کے شیوخ میں سے صفوان بن سلیمؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آپ نے اپنے شاگرد امام مالکؒ سے بھی روایتِ حدیث کی ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔[3]

---

[1] الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار مع کتاب الآثار (ص ۲۲۰)
[2] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۷)
[3] کیا امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے؟ بعض حضرات نے اگرچہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے، لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے امام ابو حنیفہؒ کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کیونکہ جب آپ نے اپنے دیگر تلامذہ ابراہیم بن طہمانؒ وغیرہ سے روایت لی ہے تو اگر آپ نے امام مالکؒ سے بھی روایت لے لی تو اس سے آپ کے مقام و مرتبہ پر کیا فرق پڑتا ہے؟ بلکہ یہ تو آپ کی عظمت شان کی دلیل ہے، جیسا کہ آپ بحوالہ ائمہ حدیث پڑھ

(گذشتہ سے پیوستہ) چکے ہیں کہ کوئی محدث اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے برتر، ہمسر اور کمتر، تینوں طبقوں سے روایت نہ کرلے۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے۔ جن دو روایتوں کے سہارے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے، ان دونوں روایتوں کی صحت میں محدثین کو سخت کلام ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بحوالہ حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: لان اباحنیفة لم تثبت روایته عن مالک وانما اوردها الدارقطنی ثم الخطیب لروایتین وقعتا لهما عنه باسنادهما فیهما مقال. (تدریب الراوی، ج۱ص ۵۸) بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا، امام دارقطنیؒ اور ان کے بعد علامہ خطیب بغدادیؒ نے یہ دعویٰ محض دو روایتوں کی بناء پر، جو اُن کو دو سندوں سے ملی تھیں، کیا ہے، لیکن ان دونوں روایتوں میں کلام ہے۔

دراصل ان دونوں روایتوں کا مرکزی راوی عمران بن عبدالرحیم (م ۲۸۱ھ) ہی ایک دروغ گو اور ناقابلِ اعتماد شخص ہے، چنانچہ اس کے متعلق امام سلیمانیؒ (م ۴۰۴ھ) فرماتے ہیں: فیه نظر، هو الذی وضع حدیث ابی حنیفة عن مالک رحمهما الله تعالیٰ. (لسان المیزان، ج۴، ص ۳۹۸) اس میں نظر ہے، اسی نے ''ابوحنیفہؒ عن مالکؒ'' والی حدیث وضع کی ہے۔

امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی ایک حدیث کے متعلق تصریح کی ہے:

وقیل انه قد رواه ابوحنیفة عن مالک. وفی ذلک نظر ولا یصح. (التمهید، ج ۷، ص ۵۰) کہا گیا ہے کہ اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام مالکؒ سے روایت کیا ہے، لیکن یہ بات محل نظر اور غیر صحیح ہے۔

اور بالفرض امام صاحبؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا ثابت بھی ہو جائے تو اس سے امام صاحبؒ کا امام مالکؒ کا شاگرد ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ بعض دفعہ اہلِ علم کسی علمی مذاکرہ کے ضمن میں بھی ایک دوسرے کو حدیث سنا دیتے ہیں، اس سے روایت کرنا مقصود نہیں ہوتا، لہٰذا ممکن ہے کہ امام صاحبؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا (بشرط ثبوت) بھی اسی قبیل سے ہو، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے جہاں ''روایت ابی حنیفہ عن مالک'' کو ہی غیر ثابت قرار دیا ہے، وہاں اس کا ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ ''وایضا فان روایة ابی حنیفة عن مالک انما هی فیما ذکره فی المذاکرة، ولم یقصد الروایة عنه.'' (تدریب الراوی، ج۱ص ۵۸)۔ ''ابوحنیفہ عنٗ مالک'' والی روایت کا جواب یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام مالکؒ نے ان سے روایت کسی مذاکرہ میں بیان کی ہو اور امام ابوحنیفہؒ کا مقصود ان سے روایت کرنا نہ ہو۔ اس موضوع پر مزید تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) کا رسالہ ''اقوام المسالک'' اور علامہ عبدالرشید نعمانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کی کتاب ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' (ص ۱۶۱-۱۶۳) ملاحظہ کریں۔

آپ کے بعض اساتذہ حدیث کا تعارف

آپ کے اساتذہ حدیث کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کے تعارف کے لیے ایک ضخیم کتاب چاہیے۔ ہم یہاں صرف آپ کے ان بعض اساتذہ کا تعارف پیش کرتے ہیں جو علومِ حدیث میں انتہائی نامور ہیں، اور جن کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق رہا ہے۔

۱۔ امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ)

امام حمادؒ ایک جلیل القدر تابعی، بلند پایہ فقیہ اور کثیر الحدیث وثقہ محدث تھے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تابعی کبیر، و ثقه ابن معین وغیره.[1]

امام حماد تابعی کبیر ہیں، امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام عجلیؒ فرماتے ہیں:

کوفی ثقة و کان افقه اصحاب ابراهیم.[2]

امام حماد کوفی ثقہ اور ابراہیم نخعیؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام محمد سعدؒ (م ۲۳۰ھ) آپ کو کثیر الحدیث اور امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) آپ کو کثیر الروایت کہتے ہیں۔[3]

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) آپ کو صَدُوقُ اللِّسَانُ (راست باز) قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

کان حماد احفظ من الحکم.[4]

امام حمادؒ، امام حکمؒ (جو جلیل القدر فقیہ اور محدث ہیں) سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

۱۔ المغنی (ج۱ص ۲۸۸)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ تہذیب التہذیب (ج۲، ص ۱۳) ۳۔ ایضاً

۴۔ الجرح والتعدیل (ج۱ص ۱۳۷)، طبع دار الفکر، بیروت

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔[۱]

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور کئی جلیل القدر تابعین سے کسب علم کیا تھا، خصوصاً حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سے، جو حضرت علقمہؒ (م ۶۱ھ)[۲] کے واسطہ سے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۵) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ حضرت علقمہ بن قیسؒ: آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے سب سے بڑے شاگرد اور ان دونوں کی مسند علمی کے جانشین تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ تو اُن کا اتنا خاص تعلق رہا ہے کہ یہ ان کے عکس اور پرتو سمجھے جاتے تھے۔ خود حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، ما اقرأ شیئا و ما اعلم شیئا الا و علقمة یقرؤہ و یعلمه. (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۹) میں نے جو کچھ بھی پڑھا اور جو کچھ بھی علم حاصل کیا، علقمہ بھی اس کو پڑھتے اور جانتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں، کان عبداللہ بن مسعود یشبه النبی صلی اللہ علیه وسلم فی هدیه و دله و سمته، و کان علقمة یشبه بعبداللہ فی دله و سمته. (تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۹۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے طور طریق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور علقمہؒ طور طریق میں حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں، و کان من انبل اصحابه. (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۹) حضرت علقمہؒ حضرت ابن مسعودؓ کے سب سے جلیل القدر شاگرد تھے۔ نیز فرماتے ہیں، کان یشبه فی هدیه و دله و سمته و فضله. (ایضا)۔ یہ اپنے طور طریق، چال ڈھال اور فضیلت میں حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ تھے۔

امام قاموس بن ابی ظبیانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوظبیان سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ کر علقمہؒ کے پاس مسائل پوچھنے کیوں جاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ادرکت ناسا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسئلون علقمة و یستفتون. (ایضا)۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کو علقمہ سے مسائل اور فتویٰ پوچھتے دیکھا ہے۔

حضرت علقمہؒ کے بعد ان کے تمام اصحاب میں حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سب سے بڑے عالم اور ان کے عکس و جانشین قرار دیے گئے۔ چنانچہ امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں، فاما ابراهیم النخعی هو اعلم الناس بعبداللہ و برایه و بفتیاه، قد اخذ ذلک عن اخواله علقمة والاسود و عبدالرحمٰن ابن یزید و غیرهم من کبراء اصحاب عبداللہ. (سنن الدار قطنی، ج ۳، ص ۲۰۶) ابراہیم نخعیؒ تمام لوگوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہ اور ان کے فتویٰ

مسند علمی کے جانشین تھے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

حماد بن ابی سلیمان وهو فقیه الكوفة بعد النخعی القائم بفتواها وهو معلم ابی حنیفة، وقیل لابراهیم النخعی من نسأل بعدک، قال: حماد۔[1]

امام حماد بن ابی سلیمانؒ، جو امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد کوفہ کے فقیہ اور ان کی مسند فتویٰ

(گذشتہ سے پیوستہ) سب سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے حضرت ابن مسعود کا علم اپنے ماموؤں حضرت علقمہؒ، حضرت اسود بن یزیدؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ اور حضرت ابن مسعودؓ کے دیگر کبار تلامذہ سے حاصل کیا۔
امام علی بن مدینی (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں، کان ابراهیم عندی من اعلم الناس باصحاب عبدالله وافطنهم. (الجرح والتعدیل، ج ۲ ص ۲۴۵) ابراہیم نخعیؒ میرے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کے (علم کے) سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے فطین تھے۔
امام عثمان بن مسلم بتیؒ (م ۱۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ زمانہ خیر القرون میں کہا جاتا تھا کہ ما رأینا قط اشبه هدیا بعلقمة من النخعی ولا رأینا رجلا اشبه هدیا بابن مسعود من علقمة، ولا کان رجل اشبه هدیا برسول الله صلى الله عليه وسلم من ابن مسعود. (تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۹۴) ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو سیرت میں حضرت ابراہیم سے زیادہ علقمہ کے مشابہ ہو، اور نہ ہم نے کوئی شخص دیکھا جو سیرت میں علقمہؒ سے زیادہ حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ ہو، اور نہ ہم نے کوئی ایسا شخص دیکھا جو سیرت میں حضرت ابن مسعودؓ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔
امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں، کان ابراهیم صیرفیا فی الحدیث. (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۹) ابراہیم نخعی حدیث کو پرکھنے میں صراف تھے۔ عَلَّامَۃُ التَّابِعِیْن امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) کو جب آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمایا، مات رجل ما ترک مثله، لا بالکوفة ولا بالبصرة ولا بالمدینة ولا بالشام. (التاریخ الصغیر، ۱/ ۲۵۶) للامام البخاریؒ۔ وہ شخص چل بسا جس نے اپنے بعد اپنا مثل کوئی نہیں چھوڑا، نہ کوفہ میں، نہ بصرہ میں، نہ مدینہ میں اور نہ شام میں۔
حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد یہ علمی وراثت حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کو منتقل ہوئی اور وہ مسند ابن مسعودؓ وعلیؓ کے جانشین قرار پائے، تا آنکہ یہ علمی تاج حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سر پر سجایا گیا اور آپ حضرت حمادؒ کی وفات کے بعد حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی مسند علمی پر جلوہ افروز ہوئے۔

[1] جامع بیان العلم (۲/ ۱۵۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کے جانشین ہوئے، آپ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں۔ ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے مسائل پوچھیں؟ تو انہوں نے جواب دیا، حماد سے۔
امام صاحبؒ نے ویسے تو بیشمار اساتذہ سے کسبِ علم کیا، لیکن ان میں سے سب سے زیادہ جن سے علمی استفادہ کیا اور جن کی صحبت میں برسوں رہ کر علمی کمالات حاصل کیے، وہ امام حمادؒ کی بلند پایہ شخصیت ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

واما ابوحنیفة، فشیخه الذی اختص به حماد بن ابی سلیمان، وحماد عن ابراهیم و ابراهیم عن علقمة و علقمة عن ابن مسعود.[1]

امام ابوحنیفہؒ کے استاذ، جن سے آپ نے خصوصی استفادہ کیا، وہ حماد بن ابی سلیمانؒ ہیں، اور امام حمادؒ نے امام ابراہیم نخعیؒ سے، ابراہیم نخعیؒ نے امام علقمہؒ سے اور علقمہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے علم حاصل کیا۔

امام احمد بن ابراہیم اشعری قرطبیؒ (م۵۵۵ھ) رقم طراز ہیں:

حماد بن ابی سلیمان فقیه الکوفة و کان ممکنا من فنون العلم وهو استاذ الامام ابی حنیفة النعمان بن ثابت.[2]

امام حماد بن ابی سلیمان، جو کہ کوفہ کے فقیہ اور فنونِ علم میں ماہر تھے، آپ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے استاذ ہیں۔

امام حماد کی مجلس میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء شریک ہوتے تھے، لیکن ان سب میں ان سے زیادہ استفادہ امام ابوحنیفہؒ نے کیا۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (م۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد کان ابوحنیفة وهو اقعد الناس بحماد.[3]

امام ابوحنیفہؒ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ امام حمادؒ کے پاس بیٹھنے والے تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے خود امام صاحبؒ کی زبانی نقل کیا ہے:

۱۔ منہاج السنۃ (ج۴، ص۱۴۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۔ التعریف فی الانساب (ص۲۴۵)
۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج۲، ص۱۵۳)

فصحبتهٗ ثمانی عشرة سنة.[۱]

میں اٹھارہ سال امام حمادؒ کی صحبت میں رہا ہوں۔

امام حمادؒ چونکہ تمام علوم شرعیہ بالخصوص فقہ اور حدیث کے جامع تھے، اس لیے امام صاحبؒ نے ان سے یہ دونوں علوم حاصل کیے۔ چنانچہ علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ)، امام حمادؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

و عنه اخذ ابو حنيفة الفقه و الحديث.[۲]

ان سے امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور حدیث دونوں کی تعلیم حاصل کی۔

امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ چار ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے۔ ان میں سے دو ہزار حدیثیں امام حمادؒ کی سند سے تھیں۔[۳]

۲۔ امام ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبیؒ (م ۱۰۳ھ)

امام شعبیؒ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں:

ادركت خمسمائة من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم.[۴]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہؓ میں سے کئی صحابہؓ مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت جریر بن عبداللہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ "عَلَّامَةُ التَّابِعِيْنَ" کے لقب سے مشہور تھے۔

امام ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) نے اپنے شاگرد سے فرمایا، امام شعبیؒ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔[۵]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۳۴۴) ۲۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶)

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۶۹) للکردری، طبع دار الکتاب العربی، بیروت

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۶۴) ۵۔ ایضاً

نیز فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ آیا تو امام شعبیؒ کا بہت بڑا حلقہ تھا، حالانکہ اس وقت بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ موجود تھے۔[۱]

ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ، امام شعبیؒ کے پاس سے گزرے تو وہ مغازی کا درس دے رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ اُن کا درس سن کر فرمانے لگے کہ میں خود ان جنگوں میں شریک رہا، لیکن ان جنگوں کے حالات کو یہ مجھ سے زیادہ یاد رکھنے اور جاننے والے ہیں۔[۲]

امام عاصم احولؒ (م ۱۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ حضرت حسن بصریؒ سے بھی زیادہ کثیر الحدیث اور عمر میں ان سے دو سال بڑے تھے۔[۳]

نیز فرماتے ہیں:

ما رأیت احدًا اعلم بحدیث اهل الکوفة والبصرة والحجاز من الشعبی.[۴]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو کوفہ، بصرہ اور حجاز والوں کی احادیث کو امام شعبیؒ سے زیادہ جانتا ہو۔

خود امام شعبیؒ کا اپنا بیان ہے کہ:

مجھے جب بھی کسی نے کوئی حدیث سنائی تو وہ مجھے حفظ ہوگئی اور مجھے یہ خواہش نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے یہ حدیث دوبارہ بیان کرے۔[۵]

امام شعبیؒ، یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو تحصیلِ علم میں پوری طرح توجہ دینے کا مشورہ دیا تھا، اور پھر امام صاحبؒ ان ہی کی تحریک و ترغیب سے تحصیلِ علم میں ہمہ تن مشغول ہوئے۔ امام صاحبؒ نے کوفہ کے جن محدثین سے احادیث کا درس لیا، ان میں امام شعبیؒ بھی شامل ہیں۔ بلکہ یہ صحابہؓ کے بعد آپ کے سب سے بڑے استاذ الحدیث شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام شعبیؒ کے ترجمہ میں امام صاحبؒ کو بھی ان کے خصوصی تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے اور ساتھ لکھا ہے:

وهو اکبر شیخ لابی حنیفة.[۶]

۱۔ ایضاً (ص ۶۵)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۶۴)
۳۔ ایضاً (ص ۶۶)
۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً (ج ۱، ص ۶۳)

یہ امام ابوحنیفہؒ کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم امام شعبیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مختلف فنون میں ماہر تھے۔ نہایت عقیل، عابد اور متقی اور قوی الحافظ تھے۔ صفحہ کاغذ پر نہ لکھتے تھے، بلکہ جو کچھ ہوتا صندوق سینہ میں محفوظ رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں سب سے بڑے یہی ہیں۔[1]

۲۔ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ)

حضرت عطاءؒ بھی ایک جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ ان کی ولادت حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی اور انہوں نے بڑی تعداد میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے جمال مبارک کی زیارت کی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

احد كبار التابعين الثقات الرفعاء، يقال انه ادرک مائتی صحابة.[2]

حضرت عطاءؒ کبار تابعین اور ثقہ و بلند پایہ محدثین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دو سو صحابہ کو پایا ہے۔

اسی طرح انہوں نے کئی صحابہ کرامؓ مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے حدیث کی سماعت بھی کی ہے۔

حضرت عطاءؒ کا علمی پایہ اس قدر بلند تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے، اے اہلِ مکہ! تم مسائل پوچھنے کے لیے میرے پاس جمع ہو جاتے ہو، حالانکہ تم میں عطاء بن ابی رباح موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور مسائل پوچھنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تمہارے اندر عطاء بن ابی رباح موجود نہیں ہیں کہ تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو؟

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۱۳۶)

[2] البدایہ والنہایہ (ج ۶، ص ۴۵۱)

امام ابو جعفر باقرؒ (م ۱۱۴ھ) فرماتے تھے کہ اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو حج کے مسائل کو عطاء بن ابی رباح سے زیادہ جانتا ہو۔

خود امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے، میں نے عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حافظ ذہبیؒ (۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور اس کا آغاز "مفتی اهل مكة و محدثهم، القدوة العلم" کے القاب سے کیا ہے۔[۱]

مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ کا حلقہ درس بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ ان کے حلقہ میں شریک ہو کر اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کیا کرتے تھے۔

امام صاحبؒ بھی اپنے قیامِ مکہ کے دوران ان کے حلقہ میں شریک ہوتے رہے ہیں اور ان سے آپ نے مکہ میں ہی حدیث کا سماع بھی کیا تھا، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ کے حوالہ سے آپ ماقبل پڑھ چکے ہیں۔

نیز ذہبیؒ امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

و روى عن عطاء بن ابى رباح و هو اكبر شيخ له و افضلهم علىٰ ما قال.[۲]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت کی ہے اور وہ ان کے سب سے بڑے اور افضل شیخ تھے، جیسا کہ خود امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

اور ان (عطاء بن ابی رباحؒ) سے محمد بن اسحاقؒ، ابن جریج اوزاعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ ایسے بڑے بڑے ائمہ نے روایت کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔[۳]

امام صاحبؒ جب پہلی دفعہ حضرت عطاءؒ کے درس میں شریک ہوئے تو انہوں نے آپ سے آپ کے علاقے کا پوچھا۔ آپ نے جواب دیا، میں کوفے کا رہنے والا ہوں۔ حضرت عطاء فرمانے لگے، آپ کا تعلق اس شہر سے ہے جس شہر والوں نے تفرقہ بازی کی اور مختلف گروہوں میں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۷۵، ۷۶)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۲۹)

۳۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۱۲۶)

بٹ گئے۔ امام صاحبؒ نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عطاء نے پوچھا تو پھر آپ کا ان گروہوں میں سے کس سے تعلق ہے۔؟

آپ نے فرمایا، مِمَّن لا یسب السلف و یؤمن بالقدر و لایکفر احدًا بذنب.

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو سلف صالحین کی برائی نہیں کرتے، تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔

حضرت عطاء آپ کا یہ بہترین اور جامع موقف سن کر پکار اُٹھے:

عرفت فالزم.[۱]

آپ نے حق پہچان لیا، اب اس کو لازم پکڑو۔

یہ آپ کی حضرت عطاءؒ سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد آپ باقاعدگی سے ان کے درس میں شریک ہونے لگے۔ حضرت عطاء بھی آپ کی قابلیت اور آپ کے جذبہ تحصیلِ علم کو دیکھ کر آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ جب بھی ان کے درس میں آتے تو وہ دیگر طلباء کو ہٹا کر آپ کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔ چنانچہ امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے حضرت عطاءؒ کی مجلس کے حاضر باش حارث بن عبدالرحمٰنؒ (م ۱۴۶ھ) سے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ:

کنا عند عطاء بعضنا خلف بعض، فاذا جاء ابو حنیفة اوسع له وادناه.[۲]

ہم حضرت عطاء کے حلقہ درس میں ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابو حنیفہؒ آجاتے تو حضرت عطاءؒ آپ کے لیے جگہ بنواتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے تصریح کی ہے:

اکثر عن عطاء ابو حنیفة الروایة.[۳]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام اعظمؒ کے اپنے استاذ حضرت عطاءؒ کے ساتھ اس اتنے خاص تعلق کی وجہ سے ہی

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۳، ص ۳۳۲)؛ البدایہ والنہایہ (ج ۶، ص ۳۵۳) لابن کثیرؒ

۲۔ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص ۸۹) ۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۷۹)

شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے آپ کو ''صاحب عطاء بن ابی رباح'' سے مُلقّب کیا ہے۔[۱]

۴۔ امام عمرو بن دینار مکیؒ (م ۱۲۶ھ)

یہ بھی ایک جلیل القدر تابعی اور مکہ مکرمہ کے مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ یہ چونکہ حرم شریف میں درس حدیث دیا کرتے تھے، اس لیے ''عالم الحرم'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

انہوں نے متعدد صحابہ کرامؓ جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت بجالہ بن عبداللہؓ، حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ اور کئی کبار تابعین سے علم حدیث کی تحصیل کی۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا ترجمہ: الحافظ، الامام، عالم الحرم کے القاب سے شروع کیا ہے۔[۲]

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

میں نے حدیث میں ان سے زیادہ اَثبت (پختہ کار) کوئی نہیں دیکھا۔[۳]

نیز فرماتے ہیں:

میں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔[۴]

امام یحیٰؒ قطانؒ (م ۱۹۸ھ) اور امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ امام قتادہؒ سے بھی اَثبت (زیادہ پختہ کار محدث) تھے۔[۵]

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) ان کو تین دفعہ ثقہ کہہ کر ان کی زبردست توثیق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

میں نے عمرو بن دینارؒ سے بڑا فقیہ، ان سے بڑا عالم اور ان سے بڑا حافظ الحدیث کوئی نہیں دیکھا۔[۶]

موصوف سے بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ فقہ و حدیث نے روایت کی ہے جن میں امام

۱۔ فتح الباری (ج ۳ ص ۴۴۷)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۸۵)
۳۔ ایضاً (ص ۸۶)
۴۔ ایضاً
۵۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۰)
۶۔ ایضاً

اعظم ابو حنیفہ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنه شعبة وابن عيينة وايوب و حماد بن زيد و ابو حنيفة.[1]

ان سے امام شعبہؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام حماد بن زیدؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے۔

امام عمروؒ بھی امام صاحبؒ کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور اپنے تمام تلامذہ میں آپ کو سب سے نمایاں حیثیت دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل محدث کبیر امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) سے نقل کیا ہے:

كنّا ناتي عمرو بن دينار، فاذا جاء ابو حنيفة اقبل عليه وتركنا، وكنا نسأل اباحنفة فيسألهُ فيحدثنا.[2]

ہم امام عمرو بن دینارؒ کے پاس (احادیث کی سماعت کے لیے) بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابو حنیفہؒ تشریف لے آتے تو امام عمروؒ اُن کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ہمیں چھوڑ دیتے۔ ہم امام ابو حنیفہؒ سے کہتے کہ آپ ان سے احادیث سنانے کا کہیں۔ امام صاحبؒ جب ان سے کہتے تو تب وہ ہم کو دوبارہ احادیث سنانے کا سلسلہ شروع کرتے۔

امام حماد بن زیدؒ نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ امام عمرو بن دینارؒ کی کنیت "ابو محمد" ہم جماعت محدثین کو سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔[3]

امام ابو محمد حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے تصریح کی ہے کہ امام عمرو بن دینارؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہونے کے باوجود اُن سے حدیث روایت کی ہے جو کہ امام صاحبؒ کی علم حدیث میں عظمتِ شان کی دلیل ہے۔[4]

۵۔ امام ابو جعفر محمد بن علی باقر مدنیؒ (م ۱۱۴ھ)

امام باقر ائمہ اہل بیت میں سے ایک جلیل القدر بزرگ ہیں۔ ان کے والد گرامی حضرت زین العابدینؒ ہیں جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے وہ واحد صاحبزادہ ہیں جو واقعۂ کربلا

۱۔ ایضاً
۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۰)
۳۔ الجواہر المضیہ (ج ۱ ص ۳۱)
۴۔ عقود الجمان (ص ۱۸۳)

والے دن بیماری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنانِ اہلِ بیت کے ہاتھوں شہید ہونے سے بچالیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ.

آپ کا لقب باقر ہے۔ باقر کہتے ہیں اس شخص کو جو کسی چیز کو توڑ کر اس کے اندر کی چیز (مغز) کو نکال لائے۔ چونکہ آپ بھی علم کی باریکیوں کو خوب جانتے تھے اس لیے آپ کو بھی باقر کہا جاتا ہے۔[۱]

کہا جاتا ہے کہ یہ لقب آپ کو سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دیا تھا۔

آپ کے ان علمی کمالات کی وجہ سے امام نسائیؒ وغیرہ محدثین نے آپ کو مدینہ منورہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے۔[۲]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے آپ کے ترجمے کا آغاز: الامام، الثبت اور "اَحَدُ الْاَعْلَامُ" کے القاب سے کرتے ہیں۔[۳]

آپ نے حدیث کی سماعت متعدد صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابن عمرؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ وغیرہ اور اپنے والد حضرت زین العابدینؒ اور کئی دیگر جلیل القدر تابعین سے کی ہے، جبکہ آپ سے کئی نامور محدثین نے حدیث کا سماع کیا، جن میں سے امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنہ ابنہ جعفر الصادق، وعطاء و ابن جریج و ابو حنیفۃ والاوزاعی والزہری وخلق.[۴]

امام باقرؒ سے ان کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام ابن جریجؒ، **امام ابوحنیفہؒ**، امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ اور محدثین کی ایک خلقت نے روایت کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی جب پہلی دفعہ امام باقرؒ سے ملاقات ہوئی تو چونکہ بعض شرپسندوں نے ان کے کان امام صاحب کے خلاف بھرے ہوئے تھے کہ یہ شخص قرآن وسنت کے مقابلے میں رائے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۹۴)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۹۴)
۳۔ ایضاً
۴۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۶)

اور قیاس سے کام لیتا ہے، اس لیے انہوں نے امام صاحبؒ سے فرمایا، تم میرے نانا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی احادیث کی مخالفت قیاس کے ذریعہ سے کرتے ہو۔

امام صاحبؒ نے کہا، اللہ کی پناہ! میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ آپ تشریف رکھیں، کیونکہ آپ ہمارے نزدیک ایسے ہی قابلِ احترام ہیں جیسے آپ کے نانا جان صحابہؓ کی نظروں میں قابلِ احترام تھے۔ جب امام باقرؒ بیٹھ گئے تو امام صاحبؒ بھی ان کے سامنے بڑے ادب و احترام سے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کیا، آپ مجھے تین سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں:

مسئلہ اولیٰ:

امام ابوحنیفہ: کیا مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقر: عورت۔

امام ابوحنیفہ: وراثت میں مرد کا حصہ کتنا ہے اور عورت کا حصہ کتنا ہے؟

امام باقر: عورت کا حصہ مرد کے حصے سے آدھا ہے۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں (نص کے مقابلہ میں) قیاس سے کام لیتا تو میں اس حکم کو بدل دیتا اور کہتا کہ مرد کا حصہ عورت سے آدھا ہے، کیونکہ عورت مرد سے کمزور ہے۔

مسئلہ دوئم:

امام ابوحنیفہ: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر: نماز۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں قیاس سے حکم لگاتا تو کہتا کہ عورت حیض کے بعد نماز کی قضاء کرے نہ کہ روزے کی۔

مسئلہ سوئم:

امام ابوحنیفہ: بول (پیشاب) زیادہ نجس ہے یا نطفہ (منی)؟

امام باقر: بول زیادہ نجس ہے۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں قیاس کرتا تو میں نطفہ کی بجائے بول سے غسل واجب ہونے کا فتویٰ دیتا۔

پھر امام صاحبؒ نے امام باقرؒ سے عرض کیا، معاذ اللہ! میری کیا مجال کہ میں حدیث کے مقابلے میں کوئی بات بھی زبان پر لاؤں؟ میں تو حدیث کی پیروی کرتا ہوں۔

امام باقرؒ آپ کی اس گفتگو سے اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کی پیشانی کو چوم لیا۔[۱]

اس ملاقات کے بعد امام باقرؒ کی آپ کے بارے میں ساری غلط فہمی دور ہوگئی اور پھر آپ جب بھی ان کے پاس استفادہ کے لیے حاضر ہوتے، وہ آپ سے بہت اکرام سے پیش آتے اور غیوبت میں بھی آپ کی تعریف کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ابوحمزہ ثمالیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

ہم ابوجعفر باقرؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے پاس چند مسائل کی تحقیق کے لیے حاضر ہوئے۔ امام باقرؒ نے ان کے سوالات کے جوابات دیے اور جب امام ابوحنیفہؒ اٹھ کر چلے گئے تو امام باقرؒ نے فرمایا:

ما احسن هديه وسمته وما اكثر فقهه۔[۲]

اس شخص کی چال ڈھال اور گفتار کیا ہی خوب اچھی ہے اور اس کی فقاہت کتنی زیادہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؒ کے صاحبزادے امام جعفر بن محمد صادقؒ (م ۱۴۸ھ)، جو اپنے والد کی طرح بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے، سے بھی روایت کی ہے، جیسا کہ آپ ماقبل ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) کے حوالے سے ملاحظہ کر چکے ہیں کہ آپ کا ان سے روایت لینا ''رِوَايَۃُ الْاَقْرَانِ بَعْضُهُمْ عَنِ الْبَعْضِ'' کے قبیل سے ہے۔

۶۔ امام قتادہ بن دعامہ بصریؒ (م ۱۱۸ھ)

حضرت قتادہؒ بصرہ کے ایک نامور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ امام محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ: قَتَادَۃُ اَحْفَظُ النَّاسِ. (قتادہ لوگوں میں سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں)۔

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ بصرہ میں قتادہ سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے اور ان کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ انہوں نے جو بات بھی سنی، اس کو یاد کر لیا۔ ان پر حضرت جابرؓ کا صحیفہ صرف ایک دفعہ پڑھا گیا تو اس کو انہوں نے اسی وقت حفظ کر لیا۔

حضرت بکر بن عبداللہ مدنیؒ (م ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ جس آدمی کے لیے یہ بات باعث

۱۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۴۳۱ھ) للمکیؒ بعقود الجمان   ۲۔ الانتقاء (ص ۱۲۴)

مسرت ہو کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے حافظ الحدیث کو دیکھے تو وہ قتادہ کو دیکھ لے۔

امام عمرو بن عبداللہؒ نے امام قتادہؒ کے حافظہ کی ایک مثال ذکر کی ہے کہ قتادہ جب تابعی کبیر حضرت سعید بن المسیبؒ کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر ہوئے تو کئی دن ان کے پاس رہ کر ان سے احادیث سنتے رہے اور چونکہ دوران سماعت یہ ان سے بہت سوال کیا کرتے تھے۔ اس لیے ایک دن حضرت سعید بن المسیبؒ نے قتادہؒ سے فرمایا:

تم نے مجھ سے جو کچھ سنا ہے اس میں سے کچھ تم کو یاد بھی ہے؟

امام قتادہؒ نے جواب دیا، آپ نے اب تک جتنی مجھے احادیث سنائی ہیں وہ سب مجھے یاد ہیں۔ اور پھر وہ سب احادیث بعینہٖ اسی طرح سنا دیں جس طرح کہ حضرت سعیدؒ نے ان سے بیان کی تھیں۔ حضرت سعید، قتادہ کی اس قوت حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمانے لگے، میرے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جیسے لوگ بھی دنیا میں پیدا کیے ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) فرمایا کرتے تھے، کیا قتادہ جیسے بھی دنیا میں لوگ ہیں؟

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ومع حفظ قتادہ و علمہ بالحدیث کان رأسا فی العربیۃ واللغۃ وایام العرب والنسب۔[1]

امام قتادہؒ حدیث کے حافظ اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عربی، لغت، ایام عرب (تاریخ) اور نسب میں بھی سرخیل تھے۔

امام قتادہؒ نے صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن سرجسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوالطفیلؓ، حضرت صفیہ بنت شیبہؓ اور تابعین میں سے حضرت سعید المسیبؒ، حضرت عکرمہؒ، حضرت ابن سیرینؒ اور حضرت حسن بصریؒ وغیرہ جبال علم سے حدیث کا سماع کیا۔ جبکہ خود ان سے حدیث کی سماعت کرنے والوں میں ائمہ حدیث کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی بصرہ میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا اور آپ ان کے خاص تلامذہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے امام قتادہؒ کے تلامذۂ حدیث میں جن آٹھ جلیل القدر ائمہ (ایوب سختیانیؒ، شعبہؒ، اوزاعیؒ وغیرہ) کے اسماء لکھے ہیں، ان میں سب سے پہلے انہوں

[1] دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۹۲، ۹۳)

نے امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ الله کے اسمِ گرامی کو ذکر کیا ہے۔[۱]

۷۔ امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ)

امام زہریؒ کی شخصیت علم حدیث میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۲ھ) کے حکم سے علم حدیث کو مدوّن کیا تھا۔

حضرت عمر بن العزیزؒ فرماتے تھے کہ سنت ماضیہ کو امام زہری سے زیادہ جاننے والا آج کوئی نہیں ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ کی نظیر پوری دنیا میں نہیں ہے۔

فقیہ التابعین امام ایوب سختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو "اَعْلَمُ الْحُفَّاظ" (حفاظِ حدیث میں سب سے بڑے عالم) قرار دیتے ہیں۔

امام زہریؒ کا حافظہ بھی بہت قوی تھا، چنانچہ صرف ۸۰ دن میں انہوں نے پورا قرآن حفظ کرلیا تھا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) نے آپ سے اپنے بیٹے کے لیے کچھ احادیث لکھوانے کی درخواست کی۔ آپ نے اس کو چار سو احادیث زبانی لکھوا دیں۔ ایک ماہ کے بعد جب خلیفہ کی آپ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے کہا کہ وہ کتاب جس میں میرے بیٹے نے آپ سے چار سو حدیثیں لکھی تھیں، گم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ دوبارہ وہی احادیث لکھوا دیں۔ آپ نے دوبارہ وہی چار سو احادیث اس کو اِملا کرائیں۔ جب اس تحریر کا پہلی تحریر سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔[۲]

امام زہریؒ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی اور یہ صغار صحابہؓ کا زمانہ تھا۔ اس لیے آپ کو ان میں سے متعدد حضرات، جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت سائب بن یزیدؓ، حضرت ابوامامہؓ وغیرہ سے احادیث سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح بڑی تعداد میں کبار تابعین سے بھی آپ نے احادیث کا سماع کیا۔

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۴)

۲۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۸۳-۸۵)

آپ سے حدیث کی سماعت کرنے والوں میں ائمہ حدیث کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، جن میں بڑے بڑے جلیل القدر تابعین، جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

امام سیوطیؒ (م ٩١١ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنه ابوحنيفة ومالک و عطاء بن ابی رباح وعمر بن عبدالعزيز وهما من شيوخه وابن عيينة والليث والاوزاعی وابن جريج و خلق.[1]

امام زہریؒ سے **امام ابوحنیفہؒ**، امام مالکؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، اور یہ دونوں امام زہریؒ کے شیوخ میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں۔ نیز ان سے امام سفیان بن عیینہؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابن جریجؒ اور محدثین کی ایک خلقت نے بھی روایت کی ہے۔

یہاں بھی امام سیوطیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو امام زہریؒ کے خصوصی تلامذہ میں سرفہرست ذکر کیا ہے، جو کہ آپ کی جلالت قدر اور بلند مرتبت کی بیّن دلیل ہے۔

٨۔ امام نافعؒ مولیٰ حضرت ابن عمرؓ (م ١١٧ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہونے کی وجہ سے ''مولیٰ ابن عمرؓ'' کہلاتے ہیں، نیز یہ حضرت ابن عمرؓ کے مایہ ناز شاگرد اور ان کے علوم کے ترجمان ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کی نظر میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے نافع کی وجہ سے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

امام نافعؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں تیس سال حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتا رہا۔ جب ان کو ایک شخص ابن عامر نے مجھے خریدنے کے لیے تیس ہزار درہم کی پیشکش کی تو انہوں نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور مجھ سے فرمایا، میں ڈرتا ہوں کہ یہ دراہم مجھے کسی فتنے میں مبتلا نہ کر دیں اور میں تجھے کہیں بیچ نہ ڈالوں، اس لیے جا، میں نے تجھے آج سے آزاد کر دیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے بھی بارہ ہزار درہم کے عوض ان کو حضرت ابن عمرؓ سے خریدنے کی کوشش کی تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ نے ان سے بھی انکار کر دیا تھا۔

---

[1] طبقات الحفاظ (ص ٥٠)

امام بخاریؒ وغیرہ محدثین فرماتے ہیں کہ ''اَصَحُّ الْاَسَانِید'' (سب سے زیادہ صحیح سند) وہ ہے جو حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کریں۔ امام خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ نافع مدینہ منورہ کے ائمہ تابعین میں سے ہیں اور ان کی روایات کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۲ھ) نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو سنن کی تعلیم کے لیے مصر روانہ کیا تھا۔[1]

امام نافعؒ نے اپنے مولیٰ حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہؓ مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابولبابہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے بھی تحصیلِ احادیث کی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں ان سے احادیث کی سماعت کی تھی اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے مناقب میں آپ کے جن تیرہ تابعین اساتذہ حدیث کے اسماء گنائے ہیں، ان میں انہوں نے امام نافع کو بھی گنایا ہے۔[2]

اسی طرح حافظ محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے بھی آپ کے جن تیرہ تابعین اساتذہ حدیث کے اسماء ذکر کیے ہیں، ان میں امام نافع کا اسمِ گرامی بھی ہے۔[3]

۹۔ امام عکرمہؒ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ (م ۱۰۷ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام اور شاگرد ہیں۔ اور جس طرح نافعؒ حضرت ابن عمرؓ کے علوم کے ترجمان تھے، ایسے ہی یہ حضرت ابن عباسؓ کے علوم کے ترجمان سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی برسوں حضرت ابن عباسؓ کی صحبت میں رہ کر ان سے علم دین حاصل کیا۔ جیسا کہ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تحصیلِ علم میں صرف کیے۔ حضرت ابن عباسؓ میرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیتے تھے تاکہ میں کہیں نہ جاسکوں اور ان ہی کے پاس رہ کر علم حاصل کرتا رہوں۔

ان کو بالآخر یہ محنت اور حضرت ابن عباسؓ کی صحبت کام آئی اور اتنے بڑے عالم بنے کہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی زندگی میں ہی انہوں نے فتویٰ دینا

۱۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۷۷)، تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۶۰۶، ۶۰۷)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۱) للذہبیؒ ۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹) للمقدسیؒ

شروع کر دیا تھا۔

حضرت ابوالشعثاءؒ فرماتے تھے کہ عکرمہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

تابعی کبیر حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں، وہ عکرمہ ہیں۔

علامۃ التابعین امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) فرماتے تھے کہ اس وقت روئے زمین پر عکرمہ سے زیادہ قرآن کو سمجھنے والا کوئی نہیں رہا۔

حضرت عکرمہ جب بصرہ تشریف لے جاتے تو جب تک آپ بصرہ میں رہتے، امام التابعین حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) ان کے احترام میں تفسیر اور فتویٰ دینا بند کر دیتے تھے۔[1]

آپ نے قرآن وحدیث کا علم اپنے مولیٰ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہؓ مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے بھی حاصل کیا، جبکہ ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام ابوحنیفہؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام عاصم احولؒ وغیرہ بڑے بڑے ائمہ بھی شامل ہیں۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور امام مقدسیؒ (م ۷۴۴ھ) دونوں نے امام اعظمؒ کے تابعین اساتذہ حدیث میں حضرت عکرمہؒ کو بھی شمار کیا ہے۔[2]

نیز ذہبیؒ امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وسمع عطاء، ونافعا، وعکرمة.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ اور عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

۱۰۔ امام ہشام بن عروہؒ (م ۱۴۶ھ)

امام ہشام حضرت عروہؒ کے صاحبزادے ہیں، جو کہ خود مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادے، امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی، ام المؤمنین حضرت عائشہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۹۷)

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹)

۳۔ الکاشف (۳/۱۹۱)

مدینہ کے بھانجے اور خلیفۃ النبی بلا فصل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے تھے۔

حضرت ہشامؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زیارت کی تھی اور انہوں نے آپ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا تھا اور آپ کو دعا دی تھی۔ اسی طرح انہوں نے حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی بھی زیارت کی تھی اور اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اپنے والد حضرت عروہؒ اور دیگر کئی کبار تابعین سے بھی حدیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔

امام وہبؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ کی طرح تھے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں، ہشام ثقہ، ثبت (پختہ)، کثیر الحدیث اور حدیث میں حجت تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور ''امام فِی الْحَدِیْث'' تھے۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) ان کو ''کتاب الثقات'' میں ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، یہ متقن (پختہ کار محدث)، پرہیزگار، فاضل اور حافظ الحدیث تھے۔

امام عجلیؒ، امام ابن شاہینؒ وغیرہ محدثین بھی ان کی توثیق کرتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو: الامام، الحافظ اور الحجہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[۱]

ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے ائمہ حدیث و فقہ بھی شامل ہیں۔ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کے ترجمہ میں ان کے سات خصوصی تلامذہ میں امام اعظمؒ کو سرفہرست ذکر کیا ہے، چنانچہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وعنه ابو حنیفة ومالک و شعبة والسفیانان والحمادان و خلق.[۲]

امام ہشام بن عروہؒ سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شعبہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام حماد بن زیدؒ، امام حماد بن سلمہؒ اور دیگر بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔

۱۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۹) تہذیب التہذیب (ج ۶ ص ۳۵، ۳۶)

۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۶۹)

امام اعظمؒ کا سلسلہ درس وتدریس

امام اعظمؒ کا سلسلہ درس و تدریس

امام صاحبؒ نے اپنی زندگی کا ایک مُعتَدبِہ حصہ درس و تدریس میں صَرف کیا، اور دنیا میں آپ کو جو شہرتِ عام حاصل ہوئی، اس کا ایک سبب آپ کا یہ سلسلۂ درس و تدریس بھی ہے۔ آپ نے تدریس کا باقاعدہ آغاز اُس وقت کیا جب آپ کے استاذِ مکرم اور حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) کے علمی جانشین امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کا انتقال ہوا اور ان کے تلامذہ نے اپنے استاذ کی مسند کو آباد رکھنے کے لیے ان کے جانشین کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے امام حمادؒ کے صاحبزادے کو اپنے والد کی مسندِ درس پر بٹھایا۔ لیکن چونکہ ان پر نحو و ادب کا غلبہ تھا اس لیے وہ اپنے والد کے سلسلۂ تدریس کو کامیابی سے نہیں چلا سکے اور جلد ہی اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس کے بعد امام حمادؒ کے ایک شاگرد موسیٰ بن ابی کثیرؒ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ وہ اگرچہ فقہ میں زیادہ ماہر نہیں تھے لیکن چونکہ انہوں نے بڑے بڑے مشائخ کی صحبت اٹھائی تھی، اس لیے لوگوں پر اُن کا ایک اثر تھا۔ مگر جب وہ حج کے لیے چلے گئے تو یہ مسند پھر خالی ہو گئی اور امام حمادؒ کے چند نامور تلامذہ کو ان کی جگہ لینے کے لیے کہا گیا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس بہت بڑی ذمہ داری کو سنبھالنے کے لیے آمادہ نہیں ہوا، اس پر امام حماد کے تلامذہ نے آپس میں مشورہ کر کے امام اعظمؒ کو یہ ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا، اور کہا کہ یہ خزاز (ریشم فروش) اگرچہ نوعمر ہے لیکن علم کی اچھی معرفت رکھتا ہے، لہٰذا اسے اپنے استاذ کی مسند پر بٹھاؤ۔ چنانچہ ان سب نے آپ کو مسند درس سنبھالنے کی دعوت دی تو آپ نے ان کے پرزور مطالبہ پر ان کی یہ دعوت قبول کر لی اور اپنے استاذ کی مسند علمی پر جلوہ فگن ہوئے اور ان ہی کے طرز پر تدریس کا آغاز کیا۔

آپ نے جب درس دینا شروع کیا تو اوّل اوّل آپ کے درس میں صرف امام حمادؒ کے تلامذہ ہی شریک ہوتے تھے۔ لیکن اس کے بعد آپ کا حلقہ تدریس پھیلتا گیا اور کوفہ کے بڑے

بڑے علماء امام ابو یوسفؒ، امام اسد بن عمروؒ، قاسم بن معنؒ، زفر بن ہذیلؒ وغیرہ بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئے اور آپ کے درس کو وہ شہرت ملی کہ کوفہ میں آپ کا حلقہ دیگر تمام درسی حلقوں سے بڑا ہو گیا اور اُمراء آپ کے محتاج ہو گئے اور خلفاء میں آپ کے تذکرے ہونے لگے۔[1]

درس کی شہرت اور سلسلۂ تلمذ کی وسعت

آپ کے طریقۂ تدریس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی قبولیت عطا فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے درس کا شہرہ کوفہ کی حدود سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گیا اور پورے اطراف عالم سے طالبانِ علم آ کر آپ کے درس میں شریک ہونے لگے اور آپ کے چشمۂ علم سے اپنے آپ کو سیراب کرنے لگے۔

آپ سے جن لوگوں نے شرف تلمذ حاصل کیا، ان کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا گوشہ ہو جو آپ کے سلسلۂ تلمذ سے آزاد رہا ہو۔ جن اضلاع وممالک کے طلباء آپ کے درس میں شریک رہے اُن سب کا احاطہ تو مشکل ہے، البتہ وہ اضلاع وممالک جو علمی اعتبار سے زیادہ مشہور تھے وہ امام حافظ الدین کردری (م ۸۲۸ھ) اور امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) کی تصریح کے مطابق حسب ذیل ہیں:

(۱) مکہ مکرمہ، (۲) مدینہ منورہ، (۳) کوفہ، (۴) بصرہ، (۵) واسط، (۶) موصل، (۷) جزیرہ، (۸) رقہ، (۹) نصیبین، (۱۰) دمشق، (۱۱) رملہ، (۱۲) مصر، (۱۳) یمن، (۱۴) یمامہ، (۱۵) بحرین، (۱۶) بغداد، (۱۷) اہواز، (۱۸) کرمان، (۱۹) اصبہان، (۲۰) حلوان، (۲۱) استراباد، (۲۲) ہمدان، (۲۳) نہاوند، (۲۴) رے، (۲۵) قومس، (۲۶) دامغان، (۲۷) طبرستان، (۲۸) جرجان، (۲۹) نیساپور، (۳۰) سرخس، (۳۱) نسا، (۳۲) مرو، (۳۳) بخارا، (۳۴) سمرقند، (۳۵) کیش، (۳۶) صغانیان، (۳۷) ترمذ، (۳۸) بلخ، (۳۹) ہرات، (۴۰) قہستان، (۴۱) سجستان، (۴۲) رم، (۴۳) خوارزم۔[2]

غرض خلیفہ وقت کی حدودِ مملکت آپ کے حلقہ تلمذ کی حدود سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۶۴، ۶۵) للمکیؒ، عقود الجمان (ص ۱۶۸، ۱۶۹) للصالحیؒ

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ للکردریؒ (ص ۴۹۷-۵۱۸)، عقود الجمان (ص ۸۸، ۸۹)

حجاز میں آپ کے درس کی مقبولیت

آپ کے درس کی شہرت اس قدر پھیل گئی تھی کہ آپ جہاں جاتے آپ کا حلقہ درس قائم ہو جاتا اور ہزاروں لوگ استفادہ کے لیے آپ کے پاس جمع ہو جاتے تھے، خصوصاً جب آپ نے حج و عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیے یا جتنا عرصہ آپ وہاں مستقل قیام پذیر رہے، اس عرصہ میں ایک تو آپ نے وہاں کے محدثین وفقہاء سے استفادہ کیا، دوسرا آپ نے اپنا حلقہ درس بھی وہاں قائم رکھا، جس کو بڑی شہرت ملی اور بڑے بڑے ائمہ حدیث نے آپ سے یہیں مکہ میں کسب علم کیا۔

امام لیث بن سعدؒ (م ۱۷۵ھ)، جو اہلِ مصر کے امام اور امام صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، انہوں نے مکہ مکرمہ میں ہی آپ سے استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ آپ سے اپنی پہلی ملاقات کا قصہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

كنت اسمع بذكر ابى حنيفة فاتمنى ان اراه، فانى بمكة اذرأيت الناس متقصفين علىٰ رجل، فسمعت رجل يقول يا اباحنيفة فقلت انه هو.[۱]

میں امام ابوحنیفہؒ کی شہرت سنتا رہتا تھا اور میری بڑی خواہش تھی کہ ان سے ملاقات ہو جائے۔ حسنِ اتفاق سے میں مکہ مکرمہ میں تھا تو وہاں دیکھا کہ لوگ ایک شخص پر ٹوٹے جا رہے ہیں۔ اچانک ایک شخص مجلس سے بولا، اے ابوحنیفہؒ! میں سمجھ گیا کہ یہی امام ابوحنیفہ ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۱ھ) امام لیثؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

حج سنة ثلاث عشرة.[۲]

امام لیث بن سعدؒ نے ۱۱۳ھ میں حج کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۱۳ھ تک امام ابوحنیفہؒ کے درس کی شہرت مکہ مکرمہ اور مصر تک پھیل چکی تھی۔

۱۔ الانتقاء (ص ۱۵۴) لابن عبدالبرؒ؛ مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۲۲) للذہبیؒ
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۶۵)؛ تہذیب التہذیب (ج ۴، ص ۶۱۰)

اسی طرح آپ کے ایک اور شاگرد امام ابو عاصم نبیلؒ (م ۲۱۲ھ) مکہ میں آپ کے درس کا اپنا چشم دید واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

كنّا عند ابی حنيفة بمكة فكثر عليه اصحاب الحديث و اصحاب الرائی. فقال: الا رجل يذهب الیٰ صاحب الربع حتی يفرق عنا.[۱]

ہم مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس موجود تھے، وہاں آپ کے پاس محدثین اور فقہاء کا بہت زیادہ ہجوم ہوگیا تو آپ نے فرمایا، کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اہلِ خانہ کے پاس جائے اور ان کو کہہ کر ہم سے ان لوگوں کو ہٹائے۔

امیر المؤمنین امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

رأيت اباحنيفة جالسا فی المسجد الحرام ويفتی اهل المشرق واهل المغرب والناس يومئذ ناس يعنی الفقهاء الكبار و خيار الناس.[۲]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں بیٹھ کر مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتویٰ دے رہے ہیں اور اس وقت وہ لوگ بھی لوگ تھے، یعنی وہ بڑے بڑے فقہاء اور بہترین لوگ تھے۔

آپ کے درس کی کشش

آپ کی مجلسِ درس ایسی پُرکشش تھی کہ جو شخص ایک دفعہ آپ کی مجلس میں آجاتا تھا پھر وہ سب کو چھوڑ کر یہیں کا ہو کر رہ جاتا تھا۔ چنانچہ آپ کے مشہور شاگرد امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ)، جو اصحاب الحدیث میں سے تھے اور اکثر ان کی آمد و رفت ائمہ حدیث کی مجالس میں رہتی تھی، ایک دفعہ یہ امام صاحبؒ کی مجلس میں چند مسائل کی تحقیق کے لیے حاضر ہوئے۔ اور یہاں آ کر جب انہوں نے آپ کا انتہائی ادیبانہ اندازِ بیان اور محققانہ طرزِ استدلال دیکھا تو آپ سے اتنے متاثر ہوئے کہ سب کو چھوڑ کر آپ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اور پھر آپ کے ان دس چوٹی کے تلامذہ میں شمار ہوئے، جنہوں نے آپ کی فقہ سے متعلق کتب تدوین کیں۔[۳]

۱۔ الجواہر المضیئۃ (ج ۲، ص ۲۵۶)
۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۱۲) للمکیؒ
۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۶۰ھ) للکردریؒ

اسی طرح امام قاسم بن معنؒ (م ۱۷۵ھ)، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اولاد میں سے ہیں، یہ اکثر امام صاحبؒ کی مجلسِ درس میں شریک رہتے تھے۔ اس پر کسی نے ان پر یہ اعتراض کیا کہ آپ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اولاد میں سے ہیں، پھر کیوں آپ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں جاکر اُن کے غلاموں میں شمار ہونا چاہتے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا:

ماجلس الناس الی احد انفع مجالسته من ابی حنیفة.

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس سے زیادہ کسی کی مجلس نفع مند نہیں ہے۔

پھر انہوں نے معترض سے فرمایا، میرے ساتھ چلو اور اُن کی مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھ کر تو دیکھو؟ جب وہ شخص آپ کی مجلس میں آیا تو پھر وہ شخص آپ ہی کا ہو کر رہ گیا۔ اور کہنے لگا:

ما رأیت مثله.[1]

میں نے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

مجلسِ درس میں روایت حدیث کا اہتمام

آپ کے درس کا دستور یہ تھا کہ مجلس میں جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ اس کو احادیث نبویہ کی روشنی میں حل فرماتے، اور آپ ان احادیث کا اپنے تلامذہ (جن میں سے ہر ایک علم حدیث میں پوری طرح مہارت رکھتا تھا) سے مذاکرہ بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) بحوالہ امام ابویوسفؒ آپ کی مجلس درس کی کارروائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کان ابوحنیفة اذا وردت علیه المسئلة قال ما عندکم فیها من الآثار، فنذکر ما عندنا ویذکر ما عنده، ثم ینظر فان کانت الآثار فی احد القولین اخذ بالاکثر، وان تکافأت او تقاربت نظر فاختار.[2]

امام ابوحنیفہؒ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ ہم سے فرماتے، اس مسئلہ میں تمہارے پاس احادیث کتنی ہیں؟ جب ہم اپنی احادیث بیان کر لیتے اور آپ کے پاس جتنی احادیث ہوتیں وہ آپ بیان کر دیتے تو پھر آپ دیکھتے کہ

---

[1] الانتقاء (ص ۱۴۴)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۳۸)

[2] مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۸) للمقدسیؒ

جس قول کی طرف احادیث زیادہ ہیں، اس کو آپ لے لیتے اور دوسرے قول کو چھوڑ دیتے۔ اور اگر دونوں طرف احادیث برابر ہوتیں تو ان میں تحقیق کرتے۔ اور جو قول تحقیق کے مطابق ہوتا اس کو اختیار کر لیتے۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی امام ابو یوسفؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[۱]

اس کے علاوہ بھی آپ کی مجلس میں روایت حدیث کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا۔ اور طالبان حدیث آپ کی مجلس میں آ کر آپ سے احادیث روایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ائمہ حدیث و رجال آپ کا تذکرہ کرتے ہیں تو آپ کے بارے میں یہ ضرور تصریح کرتے ہیں کہ فلاں فلاں محدث نے آپ سے روایت لی ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کی مجلس میں احادیث کی روایت کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا، ورنہ بڑی تعداد میں محدثین نے آپ سے احادیث کیسے روایت کر لی ہیں؟

کبار محدثین کا مشکل احادیث کے حل کے لیے آپؒ کی طرف رجوع

آپ احادیث سے مسائل اور اُن کے رموز و نکات کے استنباط اور مشکل احادیث کی تفسیر میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ اور جب بڑے بڑے محدثین احادیث سے مسائل مستنبط کرنے سے عاجز آ جاتے یا ان کو مشکل احادیث کی تفسیر سمجھ میں نہ آتی تو پھر وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ہی رجوع کرتے اور آپ سے اپنے شبہات کی تشفی کرواتے۔ چنانچہ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) فرماتے ہیں:

كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن ابى زائدة وعبدالملك بن ابى سليمان والليث بن ابى سليم، و مطرف بن طريف و حصين بن عبدالرحمٰن وغيرهم يختلفون الى ابى حنيفة ويسألونه عما ينوبهم من المسائل ومايشتبه عليهم من الحديث.[۲]

بڑے بڑے محدثین، جیسے زکریا بن ابی زائدہؒ، عبدالملک بن ابی سلیمانؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، مطرف بن طریفؒ، حصین بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۹۹)
۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۴۰۶) للمکی

آتے رہتے تھے۔ اور جو مسائل ان کو درپیش ہوتے اُن کو آپ سے حل کرواتے، اور احادیث میں ان کو جو اشتباہ ہوتا اُس کی آپ سے تسلی کرواتے۔

آپ کے بعض اساتذہ کا آپ سے استفادہ اور روایت حدیث

امام صاحبؒ کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی اور آپ کے لیے یہ بہت بڑا علمی اعزاز ہے کہ آپ کے کئی اساتذہ ومشائخ نے بھی آپ سے استفادہ کیا، اور انہوں نے آپ سے احادیث کی روایت بھی کی۔

ذیل میں آپ کے ایسے چند مشہور اساتذہ سے متعلق محدثین کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) **امام حماد بن ابی سلیمانؒ** (م ۱۲۰ھ): آپ پڑھ چکے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سب سے زیادہ استفادہ امام حمادؒ سے کیا تھا۔ پھر یہ آپ کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ امام حمادؒ جیسے آپ کے سب سے بڑے استاذ نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) لکھتے ہیں:

ابو حنيفة تفقه بحماد ثم اخذ حماد بعد ذلك عنه۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ سے فقہ حاصل کیا، پھر اس کے بعد امام حمادؒ نے بھی آپ سے اخذِ علم کیا۔

اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام حافظ الدین کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے بھی امام حمادؒ کو امام ابوحنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کی روایت کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔[2]

(۲) **امام سلیمان بن مہران اعمشؒ** (م ۱۴۸ھ): یہ مشہور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں، یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ آپ سے حدیثیں روایت کرنے کے علاوہ فقہی طور پر بھی آپ سے بہت مستفیض ہوئے۔ چنانچہ آپ شروع کتاب میں امام صاحبؒ کی تصنیفات کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے آپ سے اپنے لیے حج کے مسائل پر ایک کتاب لکھوائی تھی۔

نیز حافظ ابن عبد الہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کے تذکرے میں امام اعمشؒ

۱۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاویؒ (ج ۱ ص ۵۱) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۰۸)؛ مناقب ابی حنیفہ (ص ۴۹۸) للکردریؒ

کے بارے میں تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے عمر میں بڑے ہونے کے باوجود آپ سے روایتِ حدیث کی ہے۔[۱]

امام اعمشؒ کے ایک شاگرد امام عبید اللہ بن عمروؒ (م ۱۸۰ھ) فرماتے ہیں:

كنّا عند الاعمش وهو يسأل اباحنيفة الحديث.[۲]

ہم اعمشؒ کے پاس موجود تھے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔

(۳) **عالم الحرم امام عمرو بن دینار مکیؒ (م ۱۲۶ھ):** آپ ان کا تعارف امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ کتنے بڑے محدث تھے! لیکن بایں ہمہ، انہوں نے بھی آپ سے روایت حدیث کی۔ چنانچہ امام محمد عبد اللہ حارثی المعروف بالاستاذؒ (م ۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

لو لم يستدل على فضل الامام ابی حنيفة الا بروایة الكبار عنه كعمرو بن دينار، فانه من شيوخ ابی حنيفة و كبار العلماء.[۳]

اگر امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو آپ کی فضیلت کے لیے یہ دلیل ہی کافی ہے کہ آپ سے بڑے بڑے علماء نے حدیث روایت کی ہے، جیسے امام عمرو بن دینارؒ، جو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اور بڑے علماء میں سے ہیں۔

(۴) **امام قتادہ بن دعامہ بصریؒ (م ۱۱۸ھ):** ان کا تعارف بھی آپ امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یہ جلیل القدر محدث بھی امام اعظمؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ امام محمد خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد روى قتادة ايضا حديثا عن ابی حنيفة.[۴]

امام قتادہؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی ہے۔

(۵) **ربیعہ بن ابی عبد الرحمن مدنی الرائیؒ (م ۱۳۶ھ):** یہ حدیث و فقہ میں امام مالکؒ

۱۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹) لابن عبد الہادیؒ

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۱۳۹) للمکیؒ

۳۔ عقود الجمان (ص ۱۸۳)

۴۔ جامع المسانید (ج ۲ ص ۵۳۵)

کے سب سے بڑے استاذ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ان مالکا اخذجل المؤطا عن ربیعة.[۱]

امام مالکؒ نے مؤطا کا ایک بڑا حصہ امام ربیعہؒ سے حاصل کیا ہے۔

یہ امام صاحبؒ کے بھی استاذ الحدیث ہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔[۲] نیز انہوں نے آپ سے فقہ کا علم بھی حاصل کیا ہے۔ چنانچہ مؤرخ کبیر علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعن ابی حنیفة اخذ و لکنه تقدمه فی الوفاة.[۳]

امام ربیعہؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا، لیکن وفات ان کی امام ابوحنیفہؒ سے پہلے ہوئی ہے۔

معاصرین کا آپ سے استفادہ اور روایت حدیث

معاصرت کے بارے میں تو مشہور ہے، ''المعاصرة اصل المنافرة'' (معاصرت نفرت کی اصل اور بنیاد ہے)۔ لیکن یہ امام ابوحنیفہؒ کی عظمت شان ہے کہ آپ کے تقریباً تمام معاصرین ائمہ فقہ و حدیث نے آپ سے علمی فائدہ اٹھایا اور آپ سے حدیث کی روایت کی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ.

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

روی عنه من المحدثین و الفقهاء عدة لایحصون، فمن اقرانه مغیرة بن مقسم، وزکریا بن ابی زائدة، ومسعر بن کدام، وسفیان الثوری ومالک بن مغول و یونس بن ابی اسحاق ومن بعدهم زائده وشریک والحسن بن صالح وابوبکر بن عیاش... الخ[۴]

امام ابوحنیفہؒ سے محدثین اور فقہاء میں سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے معاصرین میں سے مغیرہ بن مقسمؒ، زکریا بن ابی زائدہؒ،

۱۔ مجموع الفتاویٰ (ج ۲۰، ص ۱۴۲)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۱۱)؛ مناقب ابی حنیفہ للکردریؒ

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶)

۴۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱)

مسعر بن کدامؒ، سفیان ثوریؒ، مالک بن مغولؒ، یونس بن ابی اسحاقؒ اور ان کے بعد زائدہ بن قدامہؒ، شریک نخعیؒ، حسن بن صالحؒ اور ابوبکر بن عیاشؒ وغیرہ نے بھی

امام صاحبؒ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ آپ کے درس میں

۱۔ **امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ)** امام صاحبؒ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ آپ کے درس میں باقاعدہ شریک ہو کر آپ سے فقہی مسائل میں بھی استفادہ کرتے رہے ہیں، جیسا کہ امام ابوالقاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ **رأیت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسا بین یدیه یسألہ ویستفید منه، وقال: مارأیت اسود راس افقه من ابی حنیفة.** عقود الجمان (ص ۱۹۷)۔ میں نے امام مسعر بن کدامؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں دیکھا کہ وہ ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے (علمی) سوالات کر رہے ہیں اور آپ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ امام مسعر فرماتے تھے، میں نے کسی بھی کالے سر والے (یعنی نوجوان) کو امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔

۲۔ **امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)**: امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۴ھ) نے بھی امام سفیان ثوریؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں، **ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک و حماد بن زید و هشیم و وکیع بن الجراح و عباد بن عون و جعفر بن عون.** (جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲، ص ۱۴۹) امام ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشیمؒ، وکیع بن جراحؒ، عباد بن عونؒ اور جعفر بن عونؒ نے روایت کی ہے۔

اسی طرح امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے بھی جب پوچھا گیا کہ **هل حدث سفیان عنه؟** (کیا سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث بیان کی ہے) تو انہوں نے فرمایا، **نعم.** (ہاں، انہوں نے آپ سے روایت کی ہے)۔ (عقود الجمان، ص ۲۰۰؛ الخیرات الحسان، ص ۸۰)۔

نیز امام ثوریؒ فقہ میں بھی امام صاحب کے شاگرد ہیں اور فقہی مسائل میں وہ آپ کی بہت زیادہ پیروی کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں، سفیان الثوری اکثر متابعة لابی حنیفة منی۔ (الانتقاء، ص ۱۲۸) امام سفیان ثوریؒ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کرتے ہیں۔ نیز امام ثوریؒ نے اپنی مشہور کتاب "الجامع" میں بھی زیادہ تر مواد امام صاحبؒ سے لیا ہے، جس کو انہوں نے آپ کے شاگرد امام علی بن مسہرؒ (م ۱۸۹ھ) کے واسطہ سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) فرماتے ہیں، کان سفیان یاخذ الفقہ عن علی بن مسہر من قول ابی حنیفة، وانہ استعان بہ وبمذاکرتہ ہوالذی سماہ الجامع۔ (مقدمہ کتاب التعلیم بحوالہ ابن ماجہؒ اور علم حدیث، ص ۱۸۴، ۱۸۵) امام سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو علی بن مسہرؒ سے حاصل کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انہوں نے

حدیث روایت کی ہے۔

اسی طرح آپ کے معاصرین میں سے امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) نے بھی آپ سے تلمذ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

و تلمذ له کبار من المشائخ الائمة المجتهدين والعلماء الراسخين كالامام الجليل المجمع علىٰ جلالته وبراعته و تقدمه و زهده عبدالله بن المبارک و کالامام الليث بن سعد و کالامام مالک بن انس. وناهيک بهؤلاء الائمة، و کالامام مسعر بن کدام و زفر و ابی يوسف و محمد و غيرهم.[1]

امام ابوحنیفہؒ سے ائمہ مجتہدین اور علمائے راسخین میں سے بڑے بڑے مشائخ نے تلمذ حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ امام جلیل عبداللہ بن مبارکؒ، کہ جن کی جلالت شان، فضل وکمال، برتری اور زہد وتقویٰ پر سب کا اتفاق ہے اور جیسا کہ امام لیث

(گذشتہ سے پیوستہ) اپنی کتاب، جس کا نام انہوں نے "جامع" رکھا ہے، تصنیف کی ہے۔ حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) ارقام فرماتے ہیں، ومن اصحاب ابی حنيفة علی بن مسهر، وهو الذی اخذ عنه سفيان علم ابی حنيفة ونسخ منه کتابهٔ. (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۱۵۸) امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے امام علی بن مسہر بھی ہیں۔ یہ وہی شخص ہیں جن سے امام سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہ کا علم حاصل کیا تھا اور آپ کی کتاب کو نقل کیا تھا۔

امام ابوالشیخ بن حیان انصاریؒ (م ۳۷۹ھ) نے بالسند امام ابوسفیان صالح بن مہرانؒ سے نقل کیا ہے کہ جامع سفيان الذی تقاتل الناس عليه، ما خالف اباحنيفة الافی خمس عشرة مسالة. (طبقات المحدثین باصبہان، ج ۲، ص ۲۱۸) امام سفیان ثوریؒ کی جامع، جس پر لوگ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، اس میں انہوں نے صرف پندرہ مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کی ہے۔ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) کا جب بصرہ آنا ہوا تو ان کے سامنے "جامع سفیان ثوری" پیش کی گئی۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا، هذا کلامنا ينسب الی غيرنا. مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۵۸) للکردریؒ۔ یہ ہمارا کلام غیروں سے نقل کر رہے ہیں۔

[1] الخیرات الحسان (ص ۱۶)

بن سعدؒ[۱] اور امام مالک بن انسؒ[۲] ہیں۔ (امام صاحبؒ کے علمی مقام کو سمجھنے کے لیے) تجھے یہی ائمہ کافی ہیں۔ نیز آپ سے اخذ علم کرنے والوں میں امام مسعر بن کدامؒ، امام زفر بن ہذیلؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسنؒ اور ان کے جیسے دیگر ائمہ مجتہدین ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۱۔ **امام لیث بن سعدؒ (م ۱۷۵ھ):** امام موصوف نے امام ابوحنیفہؒ سے براہِ راست بھی حدیث روایت کی ہے اور وہ آپ کی احادیث کو آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے بھی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب کی ایک حدیث جو امام لیثؒ نے امام ابو یوسفؒ کے واسطے سے آپ سے نقل کی ہے، امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی کتاب "شرح معانی الآثار" (۱/ ۱۴۹) اور امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کی کتاب "معرفت علوم الحدیث" (ص ۲۵۳) میں بھی موجود ہے۔ نیز امام لیثؒ کا شمار امام صاحبؒ کے ان تلامذہ میں ہوتا ہے جو ہمیشہ آپ کی فقہ پر کاربند رہے، جیسا کہ آخر کتاب میں آ رہا ہے۔

۲۔ **امام مالکؒ بن انسؒ (م ۱۷۹ھ):** امام مالکؒ نے آپ سے روایت حدیث کرنے کے علاوہ فقہی مسائل میں بھی آپ سے استفادہ کیا ہے اور وہ آپ کی کتب سے بھی مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ امام صاحبؒ کی تصانیف کے بیان میں گزرا ہے کہ امام مالکؒ نے آپ کی کتب کو خالد بن مخلد قطوانیؒ کے ذریعے حاصل کیا تھا۔

نیز امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے بہ سند متصل امام اسحاق بن محمد مدنیؒ (م ۲۲۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ: کان مالک ربما اعتبر بقول ابی حنیفة فی المسائل، ("مناقب ابی حنیفة" للمکی، ص ۲۸۷) امام مالکؒ بسا اوقات مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر اعتماد کرتے تھے۔

حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام مالکؒ کے معاصر امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردیؒ (م ۲۸۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ کان مالک بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفة و ینتفع بھا. (فضائل ابی حنیفة، ص ۲۳۵) امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) "کتاب الام" (۷/ ۲۴۸) میں ارقام فرماتے ہیں: وقد سألت الدراوردی: ھل قال احد بالمدینة لایکون الصداق اقل من ربع دینار فقال: لا واللہ ماعلمت احدا قالہ قبل مالک. وقال الدراوردی: اراہ اخذہ عن ابی حنیفة. میں نے عبدالعزیز دراورودیؒ سے پوچھا کہ کیا مدینہ منورہ میں کوئی شخص اس کا قائل تھا کہ مہر کی مقدار چار درہم سے کم نہیں ہونی چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بخدا! میں نہیں جانتا کہ امام مالکؒ سے پہلے اس کا کوئی قائل رہا ہے۔ امام دراورودیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ امام مالکؒ نے یہ نظریہ امام ابوحنیفہؒ سے لیا ہے۔

علاوہ ازیں امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ)، جو علم حدیث و رجال کے عظیم سپوت اور ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کے لقب سے مشہور ہیں، نے بھی امام اعظمؒ سے روایتِ حدیث کی ہے، چنانچہ امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ایک حدیث بہ سند متصل نقل کی ہے، جس میں امام شعبہؒ، امام اعظمؒ سے روایت کر رہے ہیں۔[1]

آپ کے تلامذہ حدیث کی کثرت اور ان کا فضل و کمال

آپ کو جیسے اساتذہ حدیث کے لحاظ سے دیگر ائمہ پر فوقیت حاصل ہے ایسے ہی تلامذہ حدیث کے لحاظ سے بھی آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ جس کثرت اور جس فضل و کمال کے لوگ آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہوئے ایسے تلامذہ کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ. وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ.

تلامذہ حدیث کی کثرت

آپ سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جیسے مورّخ کبیر اور عظیم ناقد الرجال کو لکھنا پڑا:

روی عنه من المحدثين و الفقهاء عدة لايحصون.[2]

امام ابوحنیفہؒ سے محدثین اور فقہاء میں سے اتنے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہے کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں:

(گذشتہ سے پیوستہ) اسی طرح امام طحاویؒ بھی اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ'' میں بہ سند متصل امام دراوردیؒ سے ناقل ہیں کہ سمعت مالکا یقول: عندی من فقه ابی حنیفة ستون الف مسئلة. ''الفقہ واصول الفقہ'' (ص ۲۰۹) للامام الکوثری۔
میں نے امام مالکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کے ستر ہزار فقہی مسائل ہیں۔

1۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ (ص ۵۸۲)
2۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۲)

روی عنه خلق کثیر.[۱]

امام ابوحنیفہؒ سے ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔

ایک اور مقام پر ذہبیؒ رقمطراز ہیں:

روی عنه بشر کثیر.[۲]

آپ سے بڑی تعداد میں لوگوں نے روایت کی ہے۔

امام ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) امام صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنه خلائق کثیرون من ائمة الفقهاء و حفاظ الاثر.[۳]

آپ سے ائمہ فقہاء اور حفاظ حدیث میں سے ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

روی عنه الجم الغفیر.[۴]

امام ابوحنیفہؒ سے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے۔

مورخ شہیر حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) امام صاحبؒ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

واستیعاب الآخذین عن الامام ابی حنیفة متعذر لایمکن حصره، قال الحافظ ابومحمد الحارثی رحمه الله، والذین رووا عنه اکثر ممن روی عن الحکم بن عتیبة وابن ابی لیلیٰ وابن شبرمة و سفیان الثوری و شریک و حسن بن صالح و یحییٰ بن سعید و ربیعة بن ابی عبدالرحمٰن ومالک بن انس و هشام بن عرة وابن جریج والاوزاعی وایوب السختیانی وابن عون وسلیمان التیمی و هشام الدستوائی و سعید بن ابی عروبة و معمر بن راشد والشافعی و احمد و اسحاق وغیرهم من ائمة الاسلام.[۵]

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (ج ۶ ص ۵۳۰)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۲۷)

۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹)

۴۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۲۸)

۵۔ عقود الجمان (ص ۸۹، ۹۰)

امام ابوحنیفہؒ سے جن لوگوں نے علم حاصل کیا ان سب کو جمع اور شمار کرنا متعذر اور ناممکن ہے۔ امام حافظ ابومحمد حارثی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں کہ جنہوں نے امام حکم بن عتیبہؒ، امام ابن ابی لیلیٰؒ، امام ابن شبرمہؒ، امام سفیان ثوری، امام شریک نخعیؒ، امام حسن بن صالحؒ، امام یحییٰ بن سعیدؒ، امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ، امام مالک بن انسؒ، امام ہشام بن عروہؒ، امام ابن جریجؒ، امام اوزاعیؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام ابن عونؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام ہشام دستوائیؒ، امام سعید بن ابی عروبہؒ، امام معمر بن راشدؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ ائمہ اسلام سے روایت کی ہے۔

آپ سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے اُن میں سے تقریباً آٹھ سو اشخاص کو امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے نام بنام بمع نسب گنایا ہے۔[۱]

اسی طرح مشہور جلیل القدر محدث امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی اپنی بلند پایہ تصنیف ''تہذیب الکمال'' میں آپ کے ترجمہ میں تقریباً ایک سو مشہور محدثین کے اسماء کو آپ کے تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے۔[۲]

ان کے علاوہ دیگر محدثین وناقدین رجال نے بھی اپنی کتب میں آپ کے تلامذہ حدیث کی بڑی بڑی طویل فہرستیں ذکر کی ہیں۔ اور پھر آپ سے احادیث روایت کرنے والوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ آپ سے ایک ایک حدیث محدثین کی پوری پوری خلقت روایت کرتی ہے۔ مثلاً امام ابو یعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) ایک حدیث کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ:

راہ الخلق عن ابی حنیفۃ.[۳]

اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے محدثین کی ایک خلقت نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)، امام صاحبؒ کی ایک روایت کردہ حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

۱۔ ایضاً (ص ۹۰-۱۵۸)
۲۔ تہذیب الکمال (ج ۱۹، ص ۱۰۲، ۱۰۳)
۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۱۰۰)

رواہ جماعۃ عَنْ ابی حنیفۃ۔[۱]

اس حدیث کو امام ابو حنیفہؒ سے ایک پوری جماعت نے روایت کیا ہے۔

آپ کی تلامذہ حدیث کی یہ کثرت علمِ حدیث میں آپ کی عظمتِ شان وعلومرتبت اور محدثین میں آپ کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

تلامذہ حدیث کا فضل وکمال

امام اعظمؒ کے تلامذہ حدیث کثرت تعداد کے علاوہ فضل وکمال میں بھی بے مثال تھے۔ چنانچہ آپ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) کے بیانات پڑھ چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ سے جن لوگوں نے روایت کی ہے وہ ائمہ فقہاء ہیں یا حفاظ حدیث ہیں۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحیٰی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) آپ کے تلامذہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما ابو حنیفۃ فقد حدث عنہ قوم صالحون۔[۲]

امام ابو حنیفہؒ سے باصلاحیت لوگوں نے روایت حدیث کی ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

قال بعض الائمۃ لم یظہر لاحد من ائمۃ الاسلام المشہورین مثل ماظہر لابی حنیفۃ من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء و جمیع الناس بمثل ما انتفعوا بہ وباصحابہ فی تفسیر الاحادیث المشتبہۃ والمسائل المستنبطۃ والنوازل والقضاء والاحکام جزاہم اللہ خیرا۔[۳]

بعض ائمہ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ واصحاب کی طرح مشہور ائمہ اسلام میں سے کسی امام کے تلامذہ ظاہر نہیں ہوئے، اور اہلِ علم و دیگر تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تفسیر، قرآن وسنت سے مستنبط ہونے والے مسائل، نئے آمدہ واقعات، قضاء اور احکام کے حل میں جتنا فائدہ امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ

۱۔ معرفۃ الصحابۃ (۲۴۲/۴)

۲۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۳ ص ۱۴۹)

۳۔ الخیرات الحسان (ص ۶۰)

سے اٹھایا ہے، اتنا فائدہ انہوں نے کسی سے بھی نہیں اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین

مشہور مورخ اور ادیب علامہ شبلی نعمانیؒ نے آپ کے تلامذہ کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

امام صاحب کے شاگردوں پر لحاظ کرو۔ یحییٰ بن سعید قطان، جو فن جرح و تعدیل کے امام ہیں، عبدالرزاق بن ہمام، جن کی جامع کبیر سے امام بخاری نے فائدہ اٹھایا ہے، یزید بن ہارون، جن کے متعلق امام احمد بن حنبل کہا کرتے تھے کہ حفظ اسناد و روایت میں مَیں نے ان کا ہمسر کسی کو نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن مبارک، جو فنِ حدیث میں امیر المؤمنین تسلیم کیے گئے ہیں، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو علی بن مدینی (استاذ بخاری) منتہائے علم کہا کرتے تھے، یہ لوگ برائے نام امام صاحب کے شاگرد نہ تھے، بلکہ برسوں ان کے دامن فیض میں تعلیم پائی تھی اور اس انتساب پر ان کو فخر و ناز تھا۔ عبداللہ بن مبارک کہا کرتے تھے کہ اگر خدا نے ابو حنیفہ و سفیان ثوری سے میری مدد نہ کی ہوتی تو میں ایک معمولی آدمی ہوتا۔ وکیع اور یحییٰ بن ابی زائدہ امام صاحب کی صحبت میں اتنی مدت رہے تھے کہ صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے۔ کیا اس رتبہ کے لوگ جو خود خدمت حدیث و روایت کے پیشوا اور مقتدا تھے، کسی معمولی شخص کے سامنے سر جھکا سکتے تھے![1]

اور پھر آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی علمی اقلیم کا مستقل فرمان روا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی شخص نے امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) سے کہہ دیا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فلاں مسئلہ میں غلطی کی ہے۔ اس پر انہوں نے اس کو یہ برجستہ جواب دیا:

كيف يقدر ابو حنيفة يخطئى ومعه مثل ابى يوسف و زفر فى قياسهما، ومثل يحيىٰ بن ابى زائدة و حفص بن غياث و حبان و مندل فى حفظهم الحديث، والقاسم بن معن فى معرفته باللغة العربية و داؤد الطائى و فضيل بن عياض فى زهدهما و ورعهما؟ من كان هؤلاء جلساؤه لم يكد يخطئى لانه ان اخطأ ردواه.[2]

۱۔ سیرت النعمان (ص ۱۰۸، ۱۰۹) ۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۴، ص ۲۵۰، تذکرہ امام ابو یوسفؒ)

امام ابوحنیفہؒ کیسے غلطی کر سکتے تھے، حالانکہ ان کی مجلس میں ابو یوسفؒ اور زفر بن ہذیلؒ جیسے قیاس کے ماہر، یحییٰ بن ابی زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبانؒ اور مندلؒ جیسے حفاظ حدیث، قاسم بن معنؒ جیسے لغت عربیہ کے عالم اور داؤد طائیؒ و فضیل بن عیاضؒ جیسے زہد وتقویٰ کے پہاڑ موجود تھے۔ جس شخص کی مجلس میں ایسے اہلِ علم موجود ہوں وہ کیسے غلطی کر سکتا ہے؟ اور اگر اس سے کوئی غلطی ہوتی بھی تو یہ لوگ اس کو صحیح سمت کی طرف متوجہ کر دیتے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ولهذا يقال في اصحاب ابي حنيفة، ابويوسف اعلمهم بالحديث، وزفر اطردهم للقياس والحسن بن زياد اكثرهم تفريعًا و محمد اعلمهم بالعربية والحساب.[1]

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ ان سب میں حدیث کے سب سے بڑے عالم، امام زفرؒ قیاس کے سب سے بڑے ماہر، امام حسن بن زیادؒ سب سے زیادہ مسائل کی جزئیات بیان کرنے والے اور امام محمد بن حسنؒ لغت، عربی اور حساب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

آپ کے بعض خصوصی تلامذہ کا تعارف

امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ الله کے تلامذہ تو بیشمار ہیں اور ان میں سے ہر ایک علم حدیث میں بلند پایہ مقام رکھتا ہے، لیکن ہم ان میں سے صرف ان بعض تلامذہ کا تعارف پیش کرتے ہیں جو آپ کے مشہور اور خصوصی تلامذہ شمار ہوتے ہیں، اور ان کے تعارف کرانے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ جس شخص کے تلامذہ علم حدیث میں اس مرتبہ کے حامل ہیں وہ خود علم حدیث میں کس پایہ کا ہوگا؟

ع
جس چاند کا ہالہ یہ تھے وہ چاند کیا ہو گا؟

[1] مجموع الفتاویٰ (ج ۲۰ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

۱۔ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ (م۱۸۲ھ)

امام صاحبؒ کے تلامذہ میں علم، شہرت، جلالت ومرتبت اور دیگر کمالات کے لحاظ سے سب سے مقدم امام ابو یوسفؒ ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وھو انبل تلامذتہ واعلمھم.[۱]

آپ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز اور سب سے بڑے عالم تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

ابویوسف رحمہ اللّٰہ وھو اجل اصحاب ابی حنیفة واول من لقب قاضی القضاة.[۲]

امام ابو یوسف رَحِمَهُ اللّٰه، جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور (اسلام میں) پہلے وہ شخص ہیں جن کو قاضی القضات کے لقب سے پکارا گیا۔

حافظ خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ)، حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) اور حافظ ابن الملقنؒ (م۸۰۴ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کو اسلام کے پہلے قاضی القضات (چیف جسٹس) قرار دیا ہے۔[۳]

نیز آپ کا یہ بھی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ کے جو اُصول وضوابط مقرر کیے تھے ان کو آپ ہی نے سب سے پہلے کتابی صورت میں مدوّن کیا۔ چنانچہ امام طلحہ بن جعفر (م۳۰۸ھ) اور امام ابو سعد سمعانیؒ (م۵۶۲ھ) نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

واوّل من وضع الکتب فی اصول الفقه علیٰ مذھب ابی حنیفة،

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (ت ۱۳۱۳)

۲۔ مجموع الفتاویٰ (۲۰/ ۱۳۸)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۴/ ۲۲۵)؛ البدایہ والنہایہ (۷/ ۱۷۱)؛ نزھة النظار فی قضاة الامصار (ص ۱۶۷)، طبع مکتبة الثقافة الدینیة، القاهرة

واملی المسائل و نشرها، وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض.[۱]

امام ابو یوسفؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق اصول فقہ میں کتابیں لکھی ہیں، اور مسائل فقہ کو لکھوا کر ان کو دنیا میں پھیلایا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے علم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا ہے۔

آپ جب امام صاحبؒ کے پاس حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اُس وقت آپ کی مالی حالت انتہائی خستہ تھی۔ امام صاحبؒ آپ کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی مالی امداد بھی مسلسل کرتے رہے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

نشأ فی طلب العلم و کان ابوه فقیرا فکان ابو حنیفة یتعاهد یعقوب بمائة بعد مائة.[۲]

امام ابو یوسفؒ جب تعلیم حاصل کرنے میں لگے تو آپ کے والد انتہائی غریب تھے۔ امام ابوحنیفہؒ آپ کو مسلسل سینکڑوں درہم دے کر آپ کی امداد کرتے رہے۔

امام ابو یوسفؒ نے کئی سال امام صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر علمی کمالات حاصل کیے۔ آپ کا خود اپنا بیان ہے۔

صحبت اباحنیفة سبع عشرة سنة.[۳]

میں سترہ سال امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں۔

اور آپ یہ فرمایا کرتے تھے، انی لادعو لابی حنیفة قبل ابوی.[۴]

میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے اپنے والدین سے بھی پہلے دعا کرتا ہوں۔

آپ نے امام صاحبؒ کے علاوہ دیگر کئی اہلِ علم سے بھی استفادہ کیا جن میں کئی اَجِلّہ تابعین بھی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وکتب العلم عن طائفة من التابعین.[۵]

۱۔ وفیات الاعیان (۳/۳۹۰)؛ کتاب الانساب (۴/۱۳)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۴)
۳۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۵۴)
۴۔ ایضاً (۱۳/۳۴۰)
۵۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۳۹)

امام ابو یوسفؒ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا ہے۔

آپ کے اساتذہ حدیث میں ہشام بن عروہؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، اعمشؒ اور ابو اسحاق شیبانیؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

جبکہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنه بشر بن ولید و عامة اهل العراق.[1]

آپ سے امام بشر بن ولیدؒ اور اکثر اہلِ عراق نے روایت حدیث کی ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام حماد بن ابی سلیمانؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وانتشر اصحاب ابی یوسف فی الآفاق.[2]

امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ سے جن ائمہ حدیث نے روایت کی ہے ان میں امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ اور امام یزید بن ہارونؒ زیادہ مشہور ہیں۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے بھی امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) کے واسطہ سے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔[3]

آپ کو فقہ میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کا مجتہد ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

قاضی ابو یوسفؒ کا مجتہد ہونا تو مسلّم ہے۔[4]

اسی طرح آپ علم حدیث میں بھی بلند پایہ مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ)، امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ)، علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ)، حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ)، علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ جیسے نابغہ روزگار اہلِ علم آپ کا حافظ الحدیث ہونا

۱۔ کتاب الانساب (۱/۱۹۹)   ۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۷۱۳)

۳۔ مثلاً دیکھئے: السنن الکبریٰ (۱۰/۲۹۲) للبیہقیؒ   ۴۔ توضیح الکلام (۱/۳۰۵)

تسلیم کرتے ہیں۔[۱]

آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ مورخ شہیر علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے لکھا ہے:

وقال غیر واحد کان یحفظ فی المجلس الواحد خمسین حدیثا باسانیدھا.[۲]

کئی محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام ابو یوسفؒ صرف ایک ہی مجلس میں پچاس احادیث بمع اسناد یاد کر لیتے تھے۔

نیز امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ)، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) اور دیگر محدثین نے آپ کو کثیر الحدیث قرار دیا ہے۔[۳]

امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ) آپ کو "صاحب حدیث" اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو محدث کہتے ہیں۔[۴]

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

ابو یوسف اعلمھم بالحدیث.[۵]

امام ابو یوسفؒ ان میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

نیز حافظ موصوف نے آپ کو ان اہل علم میں شمار کیا ہے جو محدثین اور فقہاء دونوں طبقوں میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔[۶]

امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں یہ عظیم مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ روایت حدیث میں بھی

۱۔ دیکھیے: بالترتیب الطبقات الکبریٰ (۷/ ۲۳۹)؛ شذرات الذہب (۱/ ۳۰۰)؛ الانتقاء (ص ۱۷۲)؛ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶)؛ تانیب الخطیب (ص ۱۷۵)؛ وفیات الاعیان (۳/ ۳۸۹)؛ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۴)؛ طبقات الحفاظ (ص ۱۲۷)

۲۔ شذرات الذہب (۱/ ۳۰۰)

۳۔ دیکھیے: الطبقات الکبریٰ (۷/ ۲۳۸)؛ الانتقاء (ص ۱۷۲)؛ لسان المیزان (۶/ ۳۹۰)

۴۔ شذرات الذہب (۱/ ۳۰۰)؛ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۳۱۳)

۵۔ مجموع الفتاویٰ (۱۹/ ۱۳۹)

۶۔ تلخیص کتاب الاستغاثہ (ص ۱۴)

نہایت ثقہ اور قابل اعتماد تھے، اور جمہور محدثین نے آپ کی توثیق وتعدیل کی ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور علامہ ابن الاہدلؒ (م ۸۵۵ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

واکثر الناس من العلماء علیٰ تفضیلہ و تعظیمہ۔[۱]

اکثر اہلِ علم آپ کی فضیلت اور عظمت شان کو تسلیم کرتے ہیں۔

بلکہ امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) نے تو آپ کے بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ:

آپ کی عدالت اور فضیلت پر تمام اہلِ علم کا اجماع ہے۔[۲]

آپ کی توثیق کرنے والوں میں علم حدیث کے تین عظیم سپوت امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اور امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۴ھ) بھی ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن کامل قاضیؒ (م ۳۵۰ھ)، امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) فرماتے ہیں:

ولم یختلف یحییٰ بن معین، وا حمد بن حنبل و علی بن مدینی فی ثقتہ فی النقل۔[۳]

امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام علی بن مدینیؒ کا اس بابت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابو یوسفؒ روایت حدیث میں ثقہ ہیں۔

ان تینوں جبال علم حدیث کے علاوہ امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ)، امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)، امام محمد بن صباح الجرجرائیؒ (م ۲۴۰ھ) اور امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔[۴]

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے آپ کو ثقہ اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے حسن الحدیث کہا ہے۔[۵]

۱۔ وفیات الاعیان (۳/۳۹۳)؛ شذرات الذہب (۱/۲۹۹)

۲۔ الروض الباسم (۲/۳۱۱)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۴۶)؛ کتاب الانساب (۴/۱۳)؛ وفیات الاعیان (۳/۳۸۹)

۴۔ لسان المیزان (۶/۳۹۱) ۵۔ المستدرک (۱/۵۳۳) مع الحاشیہ

امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) بھی آپ کو ثقہ کہتے ہیں۔[1]

امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

هو اقویٰ من محمد بن الحسن.[2]

آپ امام محمد بن حسنؒ (جن کو امام موصوف نے ثقہ حفاظ میں شمار کیا ہے[3]) سے بھی زیادہ قوی ہیں۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں:

امام ابو یوسف محدثین کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔[4]

نیز لکھتے ہیں:

امام ابو یوسفؒ جیسا کہ فقہاء کے نزدیک علم وحفظ میں پختہ ہیں، ویسے ہی محدثین کے نزدیک بھی معتبر ہیں۔[5]

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے یہ قابلِ فخر شاگرد علم حدیث میں یہ سب کمالات وخوبیاں رکھنے کے باوجود فرمایا کرتے تھے:

امام ابو حنیفہ "صحیح حدیث" کو پہچاننے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے تھے۔[6]

۲۔ امام زفر بن ہذیل العنبریؒ (م ۱۵۸ھ)

آپ بھی امام اعظمؒ کے نامور تلامذہ میں سے ہیں اور آپ امام صاحب کے تمام مشہور تلامذہ میں سب سے معمر اور فقہ وقیاس میں سب سے آگے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

فکان کبیرا من اصحاب ابی حنیفة و افقههم، و کان یقال انه کان احسنهم قیاسا.[7]

۱۔ السنن الکبریٰ (۱/ ۳۴۷)
۲۔ تاریخ بغداد (۱۴/ ۲۶۲)
۳۔ نصب الرایہ (۱/ ۴۰۸)
۴۔ واضح البیان فی تفسیر اُم القرآن (ص ۱۰۶،۱۰۵) طبع مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان
۵۔ ایضاً
۶۔ تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۴۰)
۷۔ الانتقاء (ص ۱۷۳)

آپ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے اور ان میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ قیاس میں بھی ان سب سے زیادہ ماہر تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تفقه بابی حنیفة وهو اکبر تلامذته.[۱]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس فقہ کی تعلیم پائی اور آپ ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے ہیں۔

حافظ ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) ارقام فرماتے ہیں:

تفقه علیٰ ابی حنیفة و روی عنه.[۲]

امام زفرؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا اور ان سے حدیث روایت کی۔

آپ شروع میں امام صاحبؒ سے دور تھے لیکن جب ایک مسئلہ کی تحقیق کے لیے امام صاحبؒ کی مجلسِ درس میں آئے تو پھر سب کو چھوڑ کر ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اور پھر امام صاحبؒ کے دس چوٹی کے تلامذہ میں شمار ہونے لگے۔ حافظ ابوعبداللہ الصمیریؒ (م ۴۳۶ھ) بحوالہ امام ابن وہبؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم انتقل الی ابی حنیفة، فکان احد العشرة الاکابر الذین دوّنوا الکتب مع ابی حنیفة.[۳]

اس کے بعد امام زفرؒ، امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں آگئے اور پھر آپ کے ان دس اکابر تلامذہ میں سے ہو گئے جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ مل کر کتابیں لکھی ہیں۔

امام اعظمؒ بھی اپنے اس لائق شاگرد سے بڑی محبت سے پیش آتے، اور آپ کو اپنے دیگر تلامذہ پر فوقیت دیتے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے امام زفرؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وکان یفضله ویقول هو اقیس اصحابی.[۴]

امام ابوحنیفہؒ، امام زفر کو (دیگر تلامذہ پر) فضیلت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۱۷۶) ۲۔ اللباب فی تهذیب الانساب (۱/۳۶۸)

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۱۳) ۴۔ الجواہر المضیۃ (۱/۲۴۳)؛ تاج التراجم (ص ۲۸)

آگے ہیں۔
میرے تلامذہ میں قیاس میں سب سے آگے ہیں۔
امام صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام عمرو بن سلیمان العطارؒ سے نقل کیا ہے کہ امام زفرؒ کی جب شادی ہوئی تو آپ کے نکاح کی تقریب میں امام ابو حنیفہؒ بھی شریک ہوئے۔ آپ نے خطبہ نکاح کے لیے امام صاحب کو دعوت دی۔ امام صاحبؒ نے خطبہ نکاح میں امام زفر کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:

هذا زفر بن الهذيل، وهو امام من ائمة المسلمين، و علم من اعلام الدين في حسبه و نسبه و شرفه و علمه.

یہ زفر بن ہذیل ہیں جو ائمہ اسلام میں سے ایک امام ہیں، اور اپنے حسب و نسب، شرافت اور علم کی وجہ سے دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں۔
ان الفاظ سے امام صاحبؒ کی نظر میں امام زفر کے مقام و مرتبہ کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، اور پھر امام زفرؒ کے ہاں بھی امام صاحبؒ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جب آپ کے بعض رشتہ داروں نے آپ سے شکایت کی کہ اپنی قوم کے اشراف کے ہوتے ہوئے آپ نے امام صاحب کو خطبہ کی دعوت کیوں دی؟ آپ نے جواب دیا، لو حضرني ابي لقدمت اباحنيفة عليه.[1]
اگر میرے والد بھی یہاں ہوتے تو میں امام ابو حنیفہؒ کو ان پر بھی مقدم رکھتا۔
امام زفرؒ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے اہلِ بصرہ کو امام ابو حنیفہؒ کی فقہ سے روشناس کرایا۔ امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) ناقل ہیں:

اوّل من قدم البصرة برأى ابى حنيفة زفر.[2]

سب سے پہلے بصرہ میں امام ابو حنیفہؒ کی فقہ امام زفرؒ لے کر آئے۔
آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد كان زفر قد خلف اباحنيفة في حلقته اذمات ثم خلف بعده ابو يوسف ثم بعدهما محمد بن الحسن.[3]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۰۹)
۲۔ لسان المیزان (۲/۵۵۵)
۳۔ الانتقاء (ص ۱۷۴)

امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد امام زفرؒ ان کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے، اور پھر امام زفرؒ کے بعد امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ یکے بعد دیگرے اس حلقہ کے جانشین بنائے گئے۔

آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والوں میں وکیع بن جراحؒ، ابونعیم فضل بن دکینؒ، ابوعاصم نبیلؒ، محمد بن عبداللہ انصاریؒ (استاذ بخاریؒ)، غندرؒ، نعمان بن عبدالسلامؒ، شقیق بلخیؒ وغیرہ جیسے جبال علم بھی ہیں۔

فقہ میں آپ کے بلند مرتبت ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ جیسے فقیہ اعظم کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ قرار پائے ہیں۔ اسی طرح علم حدیث میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور علامہ نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

وكان من اصحاب الحديث.[1]

آپ اصحاب حدیث (محدثین) میں سے تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وكان يدرى الحديث و يتقنه.[2]

آپ حدیث میں درایت (سمجھ) اور پختگی رکھتے تھے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے آپ کو ان ثقہ ائمہ حدیث کی فہرست میں ذکر کیا ہے کہ جن کی احادیث حفظ اور مذاکرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے، اور جن کا شہرہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔[3]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

احد الفقهاء والزهاد صدوق، و ثقه غير واحد وابن معين.[4]

امام زفرؒ فقہاء اور پارسا لوگوں میں سے ہیں۔ آپ روایت حدیث میں راست باز ہیں اور متعدد ائمہ حدیث نے آپ کی توثیق کی ہے، جن میں (امام الجرح

۱۔ وفیات الاعیان (۳۴۲/۱)؛ تہذیب الاسماء واللغات ۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۱۷۶)

۳۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۳۲۹) ۴۔ لسان المیزان (۵۵۴/۲)

والتعدیل) یحییٰ بن معینؒ بھی ہیں۔

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے آپ کو ''الثقات'' میں شمار کرتے ہوئے آپ کو پختہ کار محدث اور حافظ الحدیث قرار دیا ہے۔[1]

امام ابو نعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۷ھ) بھی آپ کو ثقہ اور مامون (قابل اعتماد) کہتے ہیں۔[2]

امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ)، امام ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) اور امام ابن عبدالہادی مقدسیؒ (م ۷۴۴ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔[3]

امام زفرؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہمارے مخالفین کے اقوال کی طرف مت توجہ دو، بے شک امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کسی بھی مسئلہ میں قرآن کریم، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہؓ کو نہیں چھوڑتے۔ ہاں، اگر ان تینوں میں سے کسی سے بھی دلیل نہ ملے تو پھر یہ لوگ قیاس کرتے ہیں۔[4]

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)

آپ امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد اور فقہ حنفی کے مرتب و ترجمان ہیں۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے اہلِ اسلام کی اکثریت کے دستورِ عمل ''فقہ حنفی'' کو کتابی صورت دے کر پوری دنیا کو اس سے روشناس کرایا۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وانتشر علم ابی حنیفة.[5]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے علم کو (دنیا میں) پھیلایا ہے۔

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً

۳۔ تاریخ اسماء الثقات (ت ۴۴۲)؛ اللباب (۱/ ۳۶۸)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۰) للمقدسیؒ

۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۷۵) للمکیؒ

۵۔ وفیات الاعیان (۲/ ۳۲۱)؛ الجواہر المضیۃ (۲/ ۴۲)

علامہ عبدالحی لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) رقمطراز ہیں:

وهو الذى نشر علم ابى حنيفة، وانما ظهر علم ابى حنيفة بتصانيفه.[۱]

امام محمدؒ نے ہی امام ابوحنیفہؒ کے علم کو پھیلایا ہے۔ اور بے شک امام ابوحنیفہؒ کا علم آپ کی تصانیف کے ذریعے ظاہر ہوا ہے۔

حافظ ابوسعد السمعانیؒ (م ۵٦۲ھ) نے آپ کی ان خدمات کی بدولت آپ کو "صاحب ابی حنیفة وَتِلْوَهُ" (امام ابوحنیفہؒ کے ساتھی اور آپ کے جانشین) قرار دیا ہے۔[۲]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ اور حدیث دونوں کی تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

ولازم اباحنيفة وحمل عنه الفقه والحديث.[۳]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی صحبت کو لازم پکڑا اور ان سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد آپ نے اپنی تعلیم کی تکمیل امام صاحبؒ کے بڑے شاگرد امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے کی۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وكتب شيئا من العلم عن ابى حنيفة، ثم لازم ابايوسف من بعده حتى برع فى الفقه.[۴]

امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کچھ علم حاصل کیا، اور ان کی وفات کے بعد امام ابویوسفؒ کی صحبت کو لازم پکڑا۔ یہاں تک کہ فقہ میں مکمل عبور حاصل کر لیا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴٦۳ھ) تصریح کرتے ہیں:

ولازم اباحنيفة ثم ابا بويوسف بعده، وهو راوية ابى حنيفة وابى يوسف القاهم بمذهبهما.[۵]

۱۔ الفوائد البہیة (ص ۱٦۳) طبع مکتبہ خیر کثیر، کراچی
۲۔ کتاب الانساب (۳/۱٦٦)
۳۔ تعجیل المنفعة (ص ۳٦۱) طبع دار الکتب العلمیة، بیروت
۴۔ مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۵۰)
۵۔ الانتقاء (ص ۱۷۴)

امام محمدؒ پہلے امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں رہے اور پھر امام ابو یوسفؒ کے پاس پڑھتے رہے، اور آپ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اقوال کے بڑے راوی ہیں اور ان دونوں کے مذہب کو (دلائل سے) مضبوط کرنے والے ہیں۔

شیخین (امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ) کے علاوہ دیگر کئی اہلِ علم سے بھی آپ نے اخذ علم کیا، اور آپ کے اساتذہ میں امام ابو حنیفہؒ سمیت کئی تابعین بھی ہیں۔ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد ادرک جماعة من التابعين.[1]

آپ نے تابعین کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

آپ کے اساتذہ میں شیخین کے بعد جو سب سے زیادہ نامور ہیں وہ امام دار الہجرت مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) ہیں۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ان کے پاس تین سال رہ کران سے مؤطا اور دیگر احادیث کا سماع کیا۔[2]

آپ کا اپنا بیان ہے کہ امام مالکؒ کے پاس تین سال رہا اور خود اُن کے الفاظ سے سات سو احادیث سنی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وكان مالك لايحدث من لفظه الا قليلا، فلو لا طول اقامة محمد عنده و تمكنه منه ما حصل لهٔ عنه هذا، وهو احد رواة الموطأ عنه و قد جمع حديثه عن مالك و اورد فيه ما يخالفه فيه وهو الموطأ المسموع من طريقه.[3]

امام مالکؒ بہت کم اپنے الفاظ سے احادیث بیان کرتے تھے (اور اکثر طلباء سے سنتے تھے)۔ اگر امام محمدؒ زیادہ عرصہ امام مالکؒ کے پاس مقیم نہ رہے ہوتے اور ان کے ساتھ آپ کا اتنا گہرا تعلق نہ ہوتا تو آپ کو ان سے یہ (ان کی زبانی سات سو

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۹۳)

۲۔ اتحاف السالک (ص ۱۷۷) لابن ناصر الدین۔ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۴۰۹)

احادیث سننا) حاصل نہ ہوتا۔ اور آپ بھی امام مالکؒ سے ان کی مؤطا روایت کرنے والوں میں سے ایک راوی ہیں۔ آپ نے اس میں امام مالکؒ سے مروی احادیث کو جمع کیا اور ساتھ امام مالکؒ سے اپنے اختلافات کو بھی ذکر کر دیا، اور یہ مؤطا آپ کے ہی طریق سے مسموع (سماعت کی جاتی) ہے۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ومحمد بن الحسن ممن روى المؤطا عن مالك.[۱]

امام محمد بن حسنؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے امام مالکؒ سے ''مؤطا'' کو روایت کیا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے دیگر کئی ائمہ مثلاً امام سفیان ثوریؒ، امام قیس بن ربیعؒ، امام عمر بن زرؒ، امام مسعر بن کدامؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ابن جریج مکیؒ وغیرہ سے بھی حدیث کا درس لیا تھا۔[۲]

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنے قابل اساتذہ کی صحبت کی بدولت تحصیلِ علم میں بہت جلدی ترقی کی اور اپنی کم عمری میں ہی ''مسند تدریس'' پر متمکن ہو گئے۔ چنانچہ حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

انه كان يجلس في مسجد الكوفة وهو ابن عشرين سنة.[۳]

آپ مسجد کوفہ میں جب درس کے لیے بیٹھے تو اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔

آپ سے لوگوں نے حدیث اور فقہ دونوں میں فیض پایا ہے۔ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

وسمعوا منه الحديث والرائى.[۴]

امام محمدؒ سے لوگوں نے حدیث اور فقہ دونوں کا سماع کیا ہے۔

امام موصوف کے درس کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ کئی نامور فقہاء آپ

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۹۳)

۲۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۳۰۹)؛ الطبقات الکبریٰ (۲۴۲/۷)

۳۔ کتاب الانساب (ص ۱۶۶/۳)   ۴۔ الطبقات الکبریٰ (۲۴۲/۷)

کے ہی درس سے پڑھ کر فقہ میں امامت کے بلند درجہ پر فائز ہوئے ہیں۔ چنانچہ محدث ناقد حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، وتفقه به ائمة.[1]

امام محمدؒ سے کئی ائمہ نے فقہ سیکھا ہے۔

آپ کے درس سے جن ائمہ نے فیض پایا ہے اُن میں سرفہرست امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) ہیں۔ انہوں نے امام محمدؒ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں پڑھی ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اپنی ''التاریخ الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

قول الشافعي حملت عن محمد و قربختي صحيح، رواه ابن ابي حاتم، قال: حدثنا الربيع، قال: سمعت الشافعي يقول: حملتُ عن محمد بن الحسن حمل بختي ليس عليه الاسماعي.[2]

امام شافعیؒ کا قول کہ میں نے امام محمد بن حسنؒ سے ایک بار اونٹ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔ صحیح سند سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتمؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم سے امام ربیعؒ نے روایت کی ہے کہ میں نے خود امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک بار اونٹ کے برابر علم حاصل کیا، اور اس علم میں سے کوئی چیز ایسی نہیں تھی کہ جس کا میں نے ان سے سماع نہ کیا ہو۔

حافظ ذہبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے:

اخذ عنه الشافعي فاكثر جدا.[3]

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ہے۔

نیز ذہبیؒ ''امام حماد بن ابی سلمانؒ'' کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وافقه اصحاب محمد، ابي عبدالله الشافعي.[4]

امام محمدؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوعبداللہ شافعیؒ ہیں۔

امام شافعیؒ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ سے روایت حدیث

۱۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۵۰)

۲۔ بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن حسن الشیبانی (ص ۲۲) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۳۔ سیر اعلام النبلاء، (ت ۱۳۵۹)

۴۔ ایضاً (ت ۱۳۱۳)

بھی کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م ۸۵۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

امام شافعیؒ کی امام محمدؒ سے مروی احادیث امام شافعیؒ کی مسند میں موجود ہیں۔[1]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ: واما الشافعی فاحتج بمحمد بن الحسن فی الحدیث.[2]

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسنؒ سے حدیث میں حجت پکڑی ہے۔

امام شافعیؒ کے بعد امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ دقیق (باریک) مسائل کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

من کتب محمد بن الحسن.[3]

یہ مسائل میں نے امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے حاصل کیے ہیں۔

اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہؒ (م ۲۹۰ھ) سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے امام ابو یوسف اور امام محمدؒ سے تین قماطیر علم کے لکھے تھے اور وہ بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔[4]

نیز فقہ مالکیؒ کے مدوّن اوّل امام اسد بن فراتؒ (م ۲۱۳ھ) بھی طویل عرصہ امام محمدؒ کی صحبت میں رہ کر آپ سے خصوصی استفادہ کرتے رہے، اور انہوں نے آپ سے فقہ حنفی کے جو مسائل لکھے تھے، مصر جا کر امام مالکؒ کے سب سے بڑے شاگرد امام عبدالرحمٰن بن قاسمؒ (م ۱۹۱ھ) سے ان ہی مسائل کی طرز پر فقہ مالکی کے مسائل قلمبند کیے، جو آگے چل کر فقہ مالکی کی بنیادی کتاب ''المدوّنة للسخنون'' کی تدوین کا سبب بنے۔ جیسا کہ امام ابوزرعہ رازیؒ (م ۲۶۴ھ) اور حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) وغیرہ نے تصریح کی ہے۔[5]

علاوہ ازیں محدث کبیر اور امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) بھی آپ

۱۔ تعجیل المنفعة (ص ۴۰۹)
۲۔ مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۵۹)
۳۔ تاریخ بغداد (۲/۱۷۴)
۴۔ ایضاً (۲/۲۲۵)
۵۔ سوالات البرزعی لابی زرعة الرازی (ص ۳۴۹)، طبع الفاروق الحدیثیة، القاهرہ؛ مجموع الفتاوی (۲۰/ ۱۳۹)

سے کسب علم کرنے والوں میں سے ہیں، اور انہوں نے آپ کی تصنیف ''الجامع الصغیر''، جو فقہ حنفی کی بنیادی کتب میں سے ہے، خود آپ سے لکھی ہے۔ چنانچہ امام موصوف فرماتے ہیں:

كتبت الجامع الصغير عن محمد بن الحسن.[1]

میں نے ''الجامع الصغیر'' امام محمد بن حسنؒ سے لکھی تھی۔

حافظ ذہبیؒ اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ وغیرہ حفاظ حدیث کی تصریح کے مطابق امام ابن معینؒ نے آپ سے روایت حدیث بھی کی ہے۔[2]

امام محمدؒ نے اگرچہ تمام علوم میں دسترس حاصل کی تھی لیکن چار علوم؛ حدیث، فقہ، نحو اور شعر و شاعری میں آپ کو خصوصی دلچسپی رہی۔ چنانچہ آپ کا خود اپنا بیان ہے کہ:

میرے والد نے ترکہ میں میرے لیے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے ان میں سے پندرہ ہزار درہم نحو اور شعر و شاعری سیکھنے میں لگا دیے، اور باقی پندرہ ہزار درہم فقہ اور حدیث کی تحصیل میں خرچ کر دیے۔[3]

''فقہ'' میں آپ کی عظمت شان کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسے فقیہ عظیم کے تلامذہ میں سے ہیں، جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ جیسے ائمہ فقہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اسی طرح علم حدیث میں بھی آپ بلند پایہ مقام رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) اور امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کی تصریح کے مطابق آپ نے باقاعدہ تحصیل حدیث کی اور بکثرت احادیث کا سماع کیا۔[4]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو محدثین کے طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔[5]

امام عبدالکریم شہرستانیؒ (م ۵۴۸ھ) نے آپ کو ائمہ حدیث میں سے قرار دیا ہے۔[6]

جبکہ محدث شہیر امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے آپ کو ثقہ حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے۔[7]

۱۔ تاریخ بغداد (۱۷۳/۲)

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۵۰)؛ تاج التراجم (ص ۱۵۹)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۷۰/۲)

۴۔ الطبقات الکبریٰ (۳۳۸/۷)؛ الانتقاء (ص ۱۷۴)

۵۔ المعین فی طبقات المحدثین (ص ۶۱) طبع دار الفرقان عمان، اردن

۶۔ الملل والنحل (۶/۱) طبع المکتبۃ العصریۃ، بیروت

۷۔ نصب الرایۃ (۳۰۸/۱، ۳۰۹) طبع دار القبلۃ، جدۃ

اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ وعندی لایسحق الترک.[1] امام محمدؒ میرے نزدیک ترک کردینے کے مستحق نہیں ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) نے آپ سے روایتِ حدیث کی ہے، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ وغیرہ محدثین کے حوالے سے گزرا ہے، اوران کا آپ سے حدیث روایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے ''سعدان بن سعید اللیثی'' کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه یحییٰ بن معین. قلت: ویکفیه روایة ابن معین عنه.[2]

امام یحییٰ بن معینؒ نے اس سے روایت کی ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لیے امام ابن معینؒ کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔

امام شافعیؒ بھی آپ کو قابلِ احتجاج سمجھتے ہیں، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ کے حوالے سے گزرا ہے۔

نیز امام شافعیؒ سے آپ کی تعریف میں اس قدر روایات منقول ہیں کہ اہلِ علم نے ان کو تواتر کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن الفراتؒ لکھتے ہیں:

وکان الشافعی رضی اللّٰه عنه یثنی علی محمد بن الحسن و یفضله، وقد تواتر عنه بالفاظ مختلفة.[3]

امام شافعی رضی اللہ عنہ امام محمدؒ کی تعریف اور فضیلت بیان کرتے تھے اوران سے مختلف الفاظ میں آپ کی تعریف وفضیلت بیان کرنا تواتر سے ثابت ہے۔

امام شافعیؒ کی طرح امام احمد بن حنبلؒ بھی آپ کی بزرگی کے قائل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ (م۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وکان الشافعی یعظمه فی العلم وکذلک احمد.[4]

جیسے امام شافعیؒ علم میں امام محمدؒ کی عظمت کے قائل ہیں، ایسے ہی امام احمدؒ بھی آپ

۱۔ سوالات البرقانی للدارقطنی (ص۱۳۱، ت:۴۷۱)، طبع الفارق الحدیثیة، القاہرة؛ تاریخ بغداد (۱۷۷/۲)
۲۔ لسان المیزان (۱۹/۳)
۳۔ شذرات الذہب (۳۲۳/۱)
۴۔ تعجیل المنفعة (ص۳۰۹)

کی تعظیم کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۴ھ) نے آپ کو حدیث میں ''صدوق'' قرار دیا ہے۔[۱]

امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) جیسے محدث آپ کی حدیث کو ''صحیح'' قرار دیتے ہیں۔[۲]

خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ان الثقات الائمة من اصحاب الامام ابی حنیفة... کالامام ابی یوسف والامام محمد بن الحسن.[۳]

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ثقہ ائمہ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ ہیں۔

۴۔ امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ (م ۲۰۴ھ)

فقہ حنفی میں امام محمدؒ کے بعد امام حسن بن زیادؒ کا مقام و مرتبہ ہے، اور آپ کا شمار بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مشہور و کبار تلامذہ میں ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وتفقه علی ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ.[۴]

آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

نیز ذہبیؒ امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں، تفقه به جماعة من الکبار.

آپ سے بڑے بڑے فقہاء نے فقاہت سیکھی ہے۔

پھر ان کبار فقہاء کی فہرست میں حافظ ذہبیؒ نے امام حسن بن زیادؒ کو بھی ذکر کیا ہے۔[۵]

آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کا سماع بھی کیا تھا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) آپ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

احد اصحاب ابی حنیفة الفقیه، حدث عن ابی حنیفة.[۶]

۱۔ تاریخ بغداد (۱۷۸/۲)
۲۔ السنن الکبریٰ (۱۰۴/۸)
۳۔ عقود الجمان (ص ۶۲)
۴۔ لسان المیزان (۲۴۹/۲)
۵۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱)
۶۔ تاریخ بغداد (۳۲۸/۷)

آپ امام ابوحنیفہ فقیہؒ کے اصحاب میں سے ہیں، اور آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

مشہور مورّخ علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) آپ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو الحسن بن زياد اللؤلؤى، ويكنى ابا على، من اصحاب ابى حنيفة، ممن اخذ عنه و سمع منه.[۱]

امام حسن بن زیاد لولوئیؒ، کہ جن کی کنیت ابو علی ہے، آپ امام ابوحنیفہؒ کے ان تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ سے اخذِ علم کیا اور آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد آپ امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ سے استفادہ کرتے رہے اور آپ فرماتے تھے:

و كان ابو يوسف اوسع صدرا الى التعليم من زفر.[۲]

امام ابو یوسفؒ علم سکھانے میں امام زفرؒ سے زیادہ وسیع الصدر تھے۔

نیز آپ نے مکہ مکرمہ کے مشہور محدث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی امام ابن جریجؒ اور دیگر محدثین سے بھی حدیث کا درس لیا تھا۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ) آپ کے اساتذہ حدیث گناتے ہوئے لکھتے ہیں:

روى عن سعيد بن عبيد الطائى وابن جريج و مالك بن مغول و ايوب بن عتبة والحسن بن عمارة.[۳]

امام ابن زیادؒ نے سعید بن عبید الطائیؒ، ابن جریجؒ، مالک بن مغولؒ، ایوب بن عتبہؒ اور حسن بن عمارۃؒ سے روایت کی ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے قرآن مجید کی قرأت کی سند امام زکریا بن سیاہؒ، جو قراء سبعہ میں سے مشہور قاری امام عاصم بن ابی النجودؒ کے شاگرد ہیں، سے لی تھی۔ چنانچہ امام ابن خلفونؒ (م ۶۳۶ھ) نے ''الثقات'' میں زکریا بن سیاہؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ الفہرست (ص ۲۵۸)

۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۱۹۳)

۳۔ الجرح والتعدیل (۳/۱۵)

روی القرأت عن عاصم، و روی عنه الحسن بن زیاد اللؤلؤی.[۱]

انہوں نے قرأتِ قرآن کو امام عاصمؒ سے روایت کیا ہے، اور ان سے امام حسن بن زیاد لولوئیؒ روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے قرأت کو امام ابوحنیفہؒ سے بھی روایت کیا ہے۔[۲]

خود امام لولوئیؒ بھی ایک کامیاب مدرّس رہے، اور آپ کے چشمۂ علم سے بڑے بڑے لوگ سیراب ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں امام اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ، امام محمد بن شجاع ثلجیؒ، امام اسحاق بن بہلولؒ، امام محمد بن سماعہؒ اور آپ کے برادرزادے امام ولید بن حماد لولوئیؒ زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔

امام لولوئیؒ بھی امام اعظمؒ کے دیگر تلامذہ کی طرح تمام علوم خصوصاً فقہ اور حدیث کے جامع تھے۔ فقہ میں آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ)، جو کہ امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ جیسے ائمہ فقہ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں:

ما رأیت افقه من الحسن بن زیاد.[۳]

میں نے امام حسن بن زیادؒ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو "رأس فی الفقہ" (فقہ میں سردار) کہتے ہیں۔[۴]

علم حدیث میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا، اور آپ ایک کثیر الحدیث محدث تھے۔ چنانچہ حافظ ابوسعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

و کان حافظا لروایات ابی حنیفة.[۵]

آپ امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے کہ امام لولوئیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑی کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔[۶]

اسی طرح آپ نے امام ابن جریج محدثؒ سے بھی بکثرت احادیث لکھی تھیں۔ چنانچہ خود

۱۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۱۲۹)
۲۔ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (۲/۲۲۴)
۳۔ اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ (ص ۱۳۵) للصیمریؒ
۴۔ العبر (۱/۲۷۰)
۵۔ کتاب الانساب (۴/۱۹۶)
۶۔ تاریخ بغداد (۷/۳۲۸)

آپ کا اپنا بیان ہے:

كتبت عن ابن جريج اثنتى عشر الف حديث كلها يحتاج اليها الفقهاء.[1]

میں نے امام ابن جریج سے ایسی بارہ ہزار احادیث لکھی ہیں جن کی طرف فقہاء محتاج ہیں۔

امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ) نے آپ کو ''الثقات'' (ثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے۔[2]

امام مسلمہ بن قاسم القرطبیؒ (م ۳۵۳ھ) بھی آپ کو روایت حدیث میں ثقہ قرار دیتے ہیں۔[3]

امام ابو عوانہؒ (م ۳۱۶ھ) نے اپنی ''الصحیح'' میں آپ کی احادیث کی تخریج کی ہے۔[4]

مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

حافظ ابو عوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے۔[5]

اسی طرح امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی ''المستدرک علی الصحیحین'' میں آپ سے تخریج حدیث کی ہے۔[6]

اور بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ نے ''المستدرک للحاکم'' کے تعارف میں لکھا ہے:

جس کتاب میں کسی مصنف کی ملحوظ شرائط کے مطابق ایسی صحیح احادیث جمع کی جائیں جو اس مصنف نے اپنی کتاب میں درج نہ کی ہوں، جیسے مستدرک حاکم۔[7]

معلوم ہوا کہ امام لؤلؤیؒ کی احادیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور آپ ثقہ ہیں۔

۱۔ ایضاً (۷/۳۲۵)　　۲۔ کتاب الثقات (۸/۱۶۷)

۳۔ لسان المیزان (۲/۲۵۰)　　۴۔ ایضاً

۵۔ تحقیق الکلام (۲/۱۲۲) طبع عبدالتواب اکیڈمی، ملتان

۶۔ لسان المیزان (۲/۲۵۱)　　۷۔ اصطلاحات المحدثین (ص ۲۹) طبع مکتبہ فاروقیہ، ملتان

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ)، جو کہ حافظ عراقیؒ وغیرہ حفاظ حدیث کے استاد ہیں، انہوں نے امام لؤلؤیؒ کو "علماء اخیار" (باکمال اہل علم) میں شمار کیا ہے، اور آپ کی سندِ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے لکھا ہے کہ:

امام لؤلؤیؒ سنت کے بہت زیادہ محب، دین متین کے ساتھ مشہور، کثیر الفقہ والحدیث اور پاک دامن انسان تھے۔ لہٰذا جو شخص ان صفات کے ساتھ موصوف ہو، اُس کو بعض لوگوں کے (بے بنیاد) الزامات کی وجہ سے کیسے مجروح ثابت کیا جا سکتا ہے؟[2]

امام لؤلؤیؒ سے آپ کے برادرزادے امام ولید بن حمادؒ نے پوچھا کہ آپ امام زفرؒ اور امام ابویوسفؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کیسے دیکھتے تھے؟ آپ نے جواب دیا، کعصفورین قد انقض علیهما بازی.[3]

جیسے دو چڑیاں باز کے مقابلے میں ہوں۔

۵۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

محدث کبیر امام عبداللہ بن مبارکؒ، جن کا تذکرہ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے ان لفظوں سے کیا ہے:

وہ امام جن کی امامت وجلالت پر ہر باب میں عموماً اجماع کیا گیا ہے، جن کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، اور جن کی محبت سے مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے۔[4]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے ترجمے کا آغاز ان لفظوں سے کرتے ہیں:

الامام، الحافظ، العلامة، شيخ الاسلام، فخر المجاهدين، قدوة

۱۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی (۲/۲۰۹)

۲۔ مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار (۲/۴۶۰) طبع دار الکتب العلمیة، بیروت

۳۔ الجواہر المضیئة (۲/۲۰۹)

۴۔ تہذیب الاسماء واللغات؛ سیرة نعمان (ص ۲۱۵) از علامہ شبلی نعمانی

الزاهدين... صاحب التصانيف النافعة والرحلات الشاسعة۔[1]

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) ان کو "سَیِّد مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِیْن" قرار دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ:

انہوں نے بیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔[2]

عابدالحرمین امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) کا قول ہے:

ربِّ کعبہ کی قسم! میری آنکھوں نے عبداللہ بن مبارک جیسا شخص نہیں دیکھا۔[3]

امام اسماعیل بن عیاشؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

اس روئے زمین پر عبداللہ بن مبارکؒ جیسا کوئی شخص نہیں ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی خوبی پیدا کی ہو جو عبداللہ بن مبارک میں نہ رکھی ہو۔[4]

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

ہمارے ہاں عبداللہ بن مبارک جیسا شخص نہیں آیا۔[5]

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا فرمان ہے:

عبداللہ بن مبارکؒ کے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کی طلب کرنے والا کوئی نہیں تھا۔[6]

امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) فرماتے تھے کہ:

جب میں دقیق مسائل تلاش کرتا ہوں اور ان کو عبداللہ بن مبارک کی کتابوں میں نہیں پاتا تو میں مایوس ہو جاتا ہوں۔[7]

علمِ حدیث میں امام ابن المبارکؒ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ "اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْن فِی الْحَدِیْث" کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے طلب حدیث میں ہزاروں اساتذہ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ جیسا کہ خود ان کا اپنا بیان ہے:

حملت عن اربعة آلاف شيخ فرويت عن الف منهم۔[8]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۰۱، ۲۰۲) ۲۔ ایضاً (ص ۲۰۲)

۳۔ ایضاً (ص ۲۰۳) ۴۔ ایضاً (ص ۲۰۲) ۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً ۷۔ ایضاً ۸۔ ایضاً (ص ۲۰۳)

میں نے چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا اور ان میں سے ایک ہزار سے روایتِ حدیث بھی کی ہے۔

لیکن ان تمام اساتذہ میں انہوں نے سب سے زیادہ جن سے استفادہ کیا اور جن کے علمی احسانات کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے، وہ دو شخص ہیں، ایک امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دوسرے امام سفیان ثوریؒ۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

لولا ان اللّٰہ تعالٰی اغاثنی بابی حنیفة و سفیان کنت کسائر الناس.[1]

اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے ذریعہ میری مدد نہ کی ہوتی تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

نیز فرمایا:

لو لا ان اللہ قد ادرکنی بابی حنیفة وسفیان لکنت بدعیا.[2]

اگر اللہ نے مجھے امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔

خصوصاً امام صاحبؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لو لم الق ابا حنیفة لکنت من المفالیس فی العلم.[3]

اگر میں امام ابوحنیفہؒ سے ملا نہ ہوتا تو میں علم کے مفلسوں میں سے ہوتا۔

امام صاحبؒ کے مخالفین کے بارے میں فرماتے تھے:

اذا سمعتهم یذکرون ابا حنیفة. بسوء ساء نی ذلک واخاف علیهم المقت من اللہ تعالٰی.[4]

جب یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ برائی سے کرتے ہیں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ امام صاحبؒ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کہیں ان لوگوں پر اللہ کا

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳/ص ۳۳۷)

۲۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۴) لابن ابی العوام؛ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۸) للذہبیؒ

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۰۷) للمکیؒ

۴۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۷۵) لابن ابی العوام؛ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۲) للذہبیؒ

عذاب نہ نازل ہو جائے۔

آپ جہاں بھی جاتے امام صاحبؒ کا دفاع کرتے اور آپ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ بیروت تشریف لے گئے اور وہاں امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) سے ان کی ملاقات ہوئی تو دورانِ ملاقات انہوں نے آپ سے پوچھا، اے خراسانی! یہ ابوحنیفہ کون بدعتی کوفہ میں پیدا ہوا ہے؟ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں، میں ان کو کوئی جواب دیے بغیر اپنے گھر آگیا اور تین دن امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں دیکھتا رہا اور اُن سے اچھے اچھے مسائل نکال کر ایک کتاب تیار کر لی، اور تیسرے دن امام اوزاعیؒ کی مسجد میں جہاں، وہ مؤذن اور امام تھے، ان سے ملنے چلا گیا۔ انہوں نے جب میرے ہاتھ میں کتاب دیکھی تو فرمانے لگے، یہ کتاب کونسی ہے؟ میں نے وہ کتاب ان کو پکڑا دی۔ انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کر دیا۔ دورانِ مطالعہ ان کی نظر ایک مسئلہ پر پڑی، جس پر میں نے لکھا ہوا تھا، قال النعمان. وہ اذان کے بعد کھڑے کھڑے ہی اس کتاب کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا ابتدائی حصہ پڑھ لیا۔ پھر کتاب اپنی آستین میں رکھ لی اور نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر کتاب کا بقیہ حصہ پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی۔ پھر مجھ سے فرمایا، اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون شخص ہیں؟ میں نے جواب دیا، یہ ایک شیخ ہیں، جن سے میں عراق میں ملا تھا۔ فرمانے لگے:

هذا نبيل من المشايخ، اذهب فاستكثر منه.

یہ شخص تو کوئی بڑا معزز شیخ معلوم ہوتا ہے۔ تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔

اس پر میں نے ان سے کہا، یہ وہی ابوحنیفہؒ ہیں جن سے آپ نے مجھے منع فرمایا تھا۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوگئی اور پھر ان کے آپس میں متعدد اجتماعات ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ امام اوزاعیؒ امام ابوحنیفہؒ سے ان مسائل میں بحث کر رہے تھے جو میری تحریر میں انہوں نے پڑھے تھے اور امام ابوحنیفہؒ میری تحریر سے بھی اچھی طرح ان مسائل کی وضاحت کر رہے تھے۔ جب دونوں جدا ہوئے تو اس کے بعد میں امام اوزاعیؒ سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

غبطت الرجل بكثرة علمه و وفور عقله، واستغفر الله، لقد كنت

في غلط ظاهر، الزم الرجل فانه يخالف ما بلغني عنه.[۱]

میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ میں کھلی غلطی میں تھا۔ تم ان کو لازم پکڑو، مجھے ان کے بارے میں جو خبر ملی تھی وہ اصل حقیقت کے بالکل خلاف تھی۔

مجھے امام ابوحنیفہ پر اُن کی کثرت علم اور وفور عقل پر رشک آیا ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) نے امام ابن المبارکؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وقد تفقه ابن المبارک بابی حنيفة، وهو معدود في تلامذته.[۲]

امام ابن المبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی اور وہ ان کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

۶۔ امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ)

یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فن اسماء الرجال کو مدوّن کیا۔ حافظ ذہبیؒ (۷۴۸ھ) نے ان کا ترجمہ ''اَلْاِمَامُ الْعَلَمْ'' اور ''سَیِّدُ الْحُفَّاظ'' کے القاب سے شروع کیا ہے۔[۳] امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ وغیرہ مشہور ائمہ حدیث ورجال ان ہی کے شاگرد ہیں۔ امام ابن حبان ''کتاب الثقات'' میں لکھتے ہیں:

ومنه تعلم احمد و يحيىٰ و علي و سائر ائمتنا.[۴]

امام قطانؒ سے ہی امام احمدؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ اور ہمارے دیگر ائمہ حدیث نے علم حاصل کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم (م ۲۵۷ھ) فرماتے ہیں:

امام یحییٰ قطانؒ عصر کی نماز کے بعد درس حدیث دینے کے لیے بیٹھتے تو امام علی بن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام شاذ کونیؒ اور امام عمرو بن علیؒ عصر سے لے کر مغرب تک ان کے سامنے احتراماً کھڑے رہتے تھے اور احادیث سے

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۸)؛ عقود الجمان (ص ۱۹۲)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (رقم الترجمہ: ۲۷۶۷)؛ النجوم الزاہرۃ (۱۳۳/۲)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۱۸)   ۴۔ تہذیب التہذیب (ج ۶ ص ۱۴۰)

متعلق ان سے سوالات کرتے رہتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے، میں نے یحیٰی قطانؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

نیز فرماتے ہیں کہ یہ "اَثْبَتُ النَّاس" (لوگوں میں سب سے زیادہ پختہ کار) تھے اور میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جو ان جیسا ہو۔

امام علی بن مدینیؒ (م۲۳۴ھ) فرماتے ہیں، میں نے اسماء الرجال کو یحیٰی قطان سے زیادہ جاننے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

امام یحیٰی بن معینؒ (م۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے فرمایا، تو نے اپنی آنکھ سے یحیٰی قطانؒ جیسا شخص نہیں دیکھا ہوگا۔

نیز امام یحیٰیؒ فرماتے ہیں، میں امام یحیٰی قطانؒ کے پاس بیس سال رہا۔ وہ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کرتے اور چالیس سال تک ان کی نمازِ چاشت مسجد میں فوت نہیں ہوئی۔

امام بزارؒ فرماتے ہیں، هو امام اهل زمانه. امام قطانؒ اپنے اہلِ زمانہ کے امام ہیں۔

امام ابن عمارؒ فرماتے ہیں، فاذا تکلم انصت له الفقهاء. کہ جب امام قطانؒ بات کرتے تھے تو فقہاء ان کے سامنے خاموش ہو جاتے تھے۔

امام خلیلیؒ (م۴۴۶ھ) فرماتے ہیں:

واحتج به الائمة کلهم، وقالوا من ترکه یحیٰی ترکناه.[1]

تمام ائمہ نے ان سے حجت پکڑی ہے اور کہا ہے کہ جس کو امام قطانؒ ترک کر دیں، ہم بھی اس کو ترک کر دیتے ہیں۔

فقہ، حدیث اور اسماء الرجال کے یہ عظیم الشان امام بھی امام ابوحنیفہؒ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں، اور انہوں نے آپ سے احادیث روایت کرنے کے علاوہ فقہی مسائل میں بھی آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) نے خود امام یحیٰی قطانؒ کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

جالسنا ابا حنیفة و سمعنا منه، و کنت واللّٰه اذا نظرتُ الیه عرفت

---

[1] ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج۱،ص ۲۱۸، ۲۱۹)؛ تہذیب التہذیب (ج۶،ص ۱۳۹، ۱۴۰)؛ الجواہر المضیۃ (ج۲،ص ۲۱۲، ۲۱۳)

في وجهه انه يتقي الله عز و جل.[۱]

ہم امام ابوحنیفہؒ کی مجلس درس میں بیٹھے ہیں اور اُن سے حدیثیں سنی ہیں، اللہ کی قسم! جب میں ان کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا تو ان کے چہرے سے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) امام قطانؒ سے نقل کرتے ہیں:

لانكذب الله ماسمعنا احسن من رائي ابي حنيفة وقد اخذنا باكثر اقواله.[۲]

ہم اللہ کی تکذیب نہیں کرتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال کو لیا ہے۔

نیز فرمایا:

كم من شئي حسن قاله ابو حنيفة.[۳]

کتنی ہی اچھی باتیں ہیں جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمائی ہیں۔

۷۔ امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ (م۱۸۲ھ)

یہ کوفہ کے جلیل القدر محدث اور مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ کبار ائمہ حدیث مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ ان کے تلامذہ حدیث میں شامل ہیں۔

علم حدیث میں ان کی جلالت قدر اور عظمت شان کی گواہی تمام اَجلّہ محدثین دیتے ہیں۔ چنانچہ امام علی بن مدینیؒ (م۲۰۴ھ) فرماتے ہیں، سفیان ثوریؒ کے بعد روایت حدیث میں ان سے اثبت (پختہ) کوئی نہیں تھا۔

نیز فرماتے ہیں، یحییٰ بن زکریاؒ کے زمانہ میں علم ان پر آ کر ختم ہو گیا۔

امام ابوحاتمؒ (م۲۷۷ھ) فرماتے ہیں، یہ مستقیم الحدیث، ثقہ اور صدوق تھے۔

امام عجلیؒ (م۲۶۱ھ) کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث اور فقہ

۱۔ تاریخ بغداد (ج۱۳، ص۳۵۱)

۲۔ تہذیب الکمال (۱۹/۱۱۱)　　۳۔ الانتقاء (ص۱۳۲)

دونوں کے جامع تھے۔

امام یعقوب بن ابی شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) کہتے ہیں کہ یہ ثقہ، حسن الحدیث اور کوفہ کے فقہاء محدثین میں سے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) فرماتے ہیں:

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدة فی الحدیث مثل العروس المعطرة.

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ حدیث میں مہکتی دلہن کی طرح ہیں۔[1]

موصوف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کے ساتھ ان کا اتنا گہرا تعلق تھا کہ "صاحب ابی حنیفہ" کہلاتے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

الحافظ، الثبت، المتقن، الفقیہ... صاحب ابی حنیفة.[2]

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان من اصحاب ابی حنیفة، وکان ثبتا متقنا.[3]

امام یحییٰ بن زکریاؒ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے تھے، اور پختہ کار اور مضبوط محدث تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے جن چالیس تلامذہ نے آپ کی فقہ سے متعلق کتب تدوین کی تھیں، ان میں سے جو دس متقدم تلامذہ تھے، ان میں ایک امام یحییٰ بن زکریاؒ بھی تھے۔ اور آپ کی مجلس میں تحریر و کتابت کی خدمت بھی ان ہی کے سپرد تھی۔ چنانچہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے سند متصل کے ساتھ امام اسد بن فراتؒ (م ۲۱۳ھ) سے نقل کیا ہے:

کان اصحاب ابی حنیفة الذین دونوا الکتب اربعین رجلا فکان فی العشرة المتقدمین ابویوسف و زفر و داؤد الطائی واسد بن عمرو و یوسف بن خالد السمتی و یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدة وهو الذی کان یکتبها لهم ثلاثین سنة.[4]

۱۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تہذیب التہذیب (ج ۶، ص ۱۳۴)؛ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۹۶)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۹۶) ۳۔ شذرات الذہب (۱/۲۹۸)

۴۔ الجواہر المضیۃ (ج ۲، ص ۲۱۱، ۲۱۲)

چالیس تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ، جنہوں نے آپ کی کتب تدوین کی ہیں، ان میں سے جو دس متقدمین (چوٹی کے) تلامذہ تھے ان میں سے چند حضرات یہ ہیں: امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، امام داؤد طائیؒ، امام اسد بن عمروؒ، امام یوسف بن خالد سمتیؒ (استاذ امام شافعیؒ) اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ اور امام یحییٰؒ ہی ان حضرات کے لیے کتابت کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

امام یحییٰ کے والد امام زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۴۷ھ)، جو خود بھی ایک جلیل القدر محدث ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے اُن معاصرین میں سے ہیں جنہوں نے معاصرت کے باوجود آپ سے استفادہ کیا، موصوف اپنے صاحبزادے امام یحییٰؒ کو امام صاحبؒ کے درس میں شریک ہونے کی برابر تلقین کرتے رہتے تھے، اور ایک دفعہ انہوں نے امام یحییٰ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

یابنی علیک بالنعمان بن ثابت، فخذ عنه قبل ان یفوتک۔[1]

اے میرے بیٹے! نعمان بن ثابت (امام ابوحنیفہؒ) کی صحبت لازم پکڑو اور اُن سے علم حاصل کرلو، قبل اس کے کہ تم ان کو کھودو۔

امام یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں بسا اوقات امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ اپنے والد صاحب کو دکھاتا تو وہ اس کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوتے۔[2]

امام ابوبشر دولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰؒ سے نقل کیا ہے کہ:

انما عرف فضل ابی حنیفة من راٰہ وسمع کلامه۔[3]

امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت وہی شخص پہچان سکتا ہے جس نے آپ کو دیکھا ہے اور آپ کی گفتگو کو سنا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) ان کو "اصحاب ابی حنیفہ" میں شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان یحیی بن زکریا بن ابی زائدة احفظ اھل زمانه للحدیث وافقھھم مع مجالسة کثیرة لابی حنیفة وابن ابی لیلیٰ، ودین

۱۔ ایضاً (ج ۱ ص ۲۴۴، ترجمہ زکریا بن ابی زائدہؒ) ۲۔ ایضاً

۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۳۷) للمقدسیؒ؛ نیز دیکھئے "فضائل ابی حنیفۃ" (ص ۱۰۶) لابن ابی العوامؒ

وورع.[1]

امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ اپنے اہلِ زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث اور فقیہ تھے۔ اس کے باوجود یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ کی مجلس میں بکثرت شریک ہوتے رہے، اور یہ ایک دیندار اور صاحب ورع شخص تھے۔

۸۔ امام قاضی حفص بن غیاث نخعی کوفیؒ (م۱۹۴ھ)

موصوف خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م۱۹۳ھ) کے زمانہ خلافت میں بغداد کے قاضی رہے اور بعد میں خلیفہ نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

انہوں نے علم حدیث کی تکمیل امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام ہشام بن عروہؒ، امام عاصم احولؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ، امام اعمشؒ وغیرہ اَجلّہ محدثین سے کی، جبکہ ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے نامور محدثین، جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ صاحب المصنف وغیرہ بھی شامل ہیں۔

امام ذہبی (م۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ''الحافظ، الامام'' وغیرہ القاب سے ان کے ترجمے کا آغاز کرتے ہیں۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) فرماتے ہیں، حفص بن غیاثؒ ''صاحب حدیث'' تھے اور فن حدیث کی ان کو معرفت حاصل تھی۔

امام عجلیؒ (م۲۶۱ھ) فرماتے ہیں، یہ ثقہ، مامون اور فقیہ تھے۔

امام وکیع بن جراحؒ (م۱۹۷ھ) سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے، ہمارے قاضی (حفص بن غیاثؒ) کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو۔

نیز امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ: حفص بن غیاثؒ نے تین چار ہزار حدیثیں اپنے حفظ سے بیان کی تھیں۔

امام ابوحاتمؒ، امام ابن نمیرؒ اور امام محمد بن سعدؒ وغیرہ ائمہ حدیث بھی مختلف الفاظ میں ان کی توثیق بیان کرتے ہیں۔[2]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۵۶)

۲۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج۱ص ۲۱۸،۲۱۷)؛ تہذیب التہذیب (ج۱ص ۵۶۹،۵۶۸)

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وكان حفص كثير الحديث، حافظاله، ثبتا فيه، وكان ايضا مقدما عند مشائخ الذين سمع منهم الحديث.[۱]

امام حفص بن غیاثؒ کثیر الحدیث، حدیث کے حافظ اور روایت حدیث میں ثبت (پختہ) تھے، اور جن مشائخ سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی تھی، ان کے ہاں بھی یہ مقدم تھے۔

موصوف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ان خاص تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، جن پر آپ کو بہت اعتماد تھا اور جن کو آپ اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) امام حفصؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

هو ابن غياث النخعي الكوفي قاضيها، بل و قاضي بغداد ايضا، وصاحب الامام ابى حنيفة الذى قال له فى جماعة انتم مسار قلبى و جلاء حزنى.[۲]

امام حفص بن غیاث نخعی کوفی، جو کوفہ اور بغداد کے قاضی تھے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ کی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا، تم لوگ میرے دل کی تسکین اور میرے غم کا مداوا ہو۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

صاحب الامام من قال فيه الامام فى جماعة انتم مسار قلبى و جلاء حزنى.[۳]

یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کے ان تلامذہ کی جماعت میں سے ہیں کہ جن کو آپ نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے غم کا مداوا کہا تھا۔

حافظ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۸، ص ۱۹۰)

۲۔ فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث (۱۹۳/۲)   ۳۔ الجواہر المضیۃ (۲۲۲/۱)

حفص بن غیاث معدود فی الطبقة الاولیٰ من اصحاب ابی حنیفة.[1]

امام حفص بن غیاثؒ، امام ابوحنیفہؒ کے طبقہ اولیٰ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

القاضی حفص بن غیاث النخعی من الطبقة الاولیٰ من اصحاب ابی حنیفة.[2]

قاضی حفص بن غیاث نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے طبقہ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اندازہ کریں! امام حفصؒ جیسے محدث کبیر امام ابوحنیفہؒ کے طبقہ اولیٰ کے تلامذہ میں شمار ہو رہے ہیں، کیا ایسے لوگ کسی معمولی شخص کے حلقہ تلمذ میں اپنے کو شامل کر سکتے ہیں؟ مگر:

ع آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

امام حفصؒ فرمایا کرتے تھے:

کَلَامُ اَبِیْ حنیفة فی الفقه ادقُّ من شعر، لایعیبه الاجاهل.[3]

امام ابوحنیفہؒ کا کلام فقہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اس میں عیب نکالنے والا صرف جاہل ہی ہوسکتا ہے۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے امام حفصؒ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

رأیت ابا حنیفة فی المنام فقلت له: ای الآراء وجدت افضل واحسن؟ قال: نعم الرأی رأی عبدالله، و وجدت حذیفة بن یمان شحیحا علیٰ دینه.[4]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ آپ نے کس کی

۱۔ مقدمہ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۳۲۱)

۲۔ تدریب الراوی (ج ۲ ص ۸۵)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۷)

۴۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۵/ ۲۱۷۷، ۲۱۷۸)

رائے (فقہ) کو سب سے بہتر اور اچھا پایا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: سب سے بہتر رائے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی رائے ہے، اور میں نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو اپنے دین پر حریص پایا ہے۔

۹۔ امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ)

امام یزیدؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے حافظ الحدیث اور نامور محدث تھے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا تعارف ''الحافظ، القدوۃ اور شیخ الاسلام'' جیسے القاب سے کرایا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) ان کو ''اَحَدُ الْاَعْلَامِ الْحُفَّاظِ الْمَشَاهِیْر'' کہتے ہیں۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۴ھ)، جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، فرمایا کرتے تھے، میں نے یزید بن ہارونؒ سے بڑھ کر کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) ان کو حافظ الحدیث اور متقن (پختہ کار) محدث قرار دیتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ فقیہ تھے اور ان کی ذکاوت، سمجھ بوجھ اور فطانت بہت خوب تھی۔

امام یحییٰ بن یحییٰؒ (م ۲۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ یہ وکیع بن جراحؒ سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارونؒ سے زیادہ پختہ کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔

امام عجلیؒ (م ۲۶۱ھ) بیان کرتے ہیں کہ امام یزید ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بہت اچھی نماز پڑھنے والے تھے۔

امام علی بن عاصمؒ (م ۲۰۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ رات بھر نماز میں مشغول رہتے اور چالیس سال سے زیادہ عرصہ انہوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔

امام ابو حاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) کا بیان ہے کہ یہ ثقہ اور امام المحدثین ہیں، اور ان کی ثقاہت سے متعلق سوال نہیں کیا جاتا۔

امام علی بن شعیبؒ (م ۲۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام یزید بن ہارون کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

مجھے چوبیس ہزار حدیثیں مع الاسناد یاد ہیں۔[۱]

امام یزیدؒ جب حدیث بیان کرتے تھے تو ان کی ایک مجلس میں ہزاروں طالبانِ حدیث موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے:

وکان یقال: فی مجلسه سبعون الفا.[۲]

کہا جاتا ہے کہ ان کی ایک مجلسِ درس میں ستر ہزار طلبہ حدیث موجود رہتے تھے۔

ان کے تلامذہ حدیث میں امام علی بن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ جیسے اساطینِ علمِ حدیث شامل ہیں۔ خود انہوں نے بھی بڑے بڑے نامور اور بلند پایہ مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے، جن میں سرفہرست امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

ادرکت الف رجل و کتبت عن اکثرهم، ما رأیت فیهم افقه ولا اورع ولا اعلم من خمسة اولهم ابو حنیفة.[۳]

میں ایک ہزار مشائخ سے ملا ہوں اور ان میں سے اکثر سے احادیث لکھی ہیں، لیکن ان تمام مشائخ میں سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ پارسا اور سب سے اونچے عالم پانچ شخصوں کو پایا ہے، جن میں اوّلین مقام امام ابوحنیفہ کا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

ادرکت الناس فما رأیت احدًا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفة.[۴]

میں نے جن لوگوں کو بھی پایا ہے ان میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عقل مند، ان سے زیادہ افضل اور ان سے زیادہ پارسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) اپنی تاریخ میں امام یزید بن ہارونؒ سے ناقل ہیں:

کان ابو حنیفة له فضل و دین و ورع و حفظ لسان و اقبال علی

۱۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۲۳۱، ۲۳۲)؛ تہذیب التہذیب (ج ۶ص ۲۳۱)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۲۳۲)

۳۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۵۶)؛ الجواہر المضیۃ (ج ۱ص ۲۹)

۴۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۴۱)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ص ۳۶۱)؛ تہذیب الکمال (ج ۱۹ص ۱۱۴)

یعنیہ.[۱]

امام ابوحنیفہؒ صاحب فضیلت، دین دار، پارسا، زبان کی حفاظت کرنے اور

بامقصد کاموں کی طرف متوجہ ہونے والے تھے۔

ان کے شاگرد حسن بن علی الخلالؒ (م ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ کسی نے امام یزید بن ہارون سے پوچھا، آپ نے جن لوگوں کو دیکھا ہے، ان میں سب سے بڑا فقیہ کس کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، امام ابوحنیفہ کو۔ اور فرمایا:

ولیصیرن ابو حنیفة استاذ اکابراھیم ولوددت ان عندی عنه مائة الف مسئلة.[۲]

ایک وقت آئے گا کہ امام ابوحنیفہؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ کے درجہ کے استاذ ہوں گے اور میری خواہش ہے کہ میرے پاس ان کے ایک لاکھ مسائل ہوں۔

۱۰۔ امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ)

یہ بھی ایک جلیل القدر وکثیر الحدیث محدث اور عظیم پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو الامام، الحافظ، الثبت، محدث العراق اور اَحَدُ الْاَئِمَّۃِ الْاَعْلَامُ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) فرماتے تھے، میری آنکھ نے وکیع جیسا شخص نہیں دیکھا اور یہ امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (جو ایک بلند مرتبت حافظ الحدیث تھے) سے بھی بدرجہا بڑے حافظ الحدیث تھے۔

نیز فرماتے ہیں: وکیع اپنے زمانہ میں مسلمانوں کے امام تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) کہتے ہیں کہ امام وکیعؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

امام حماد بن مسعدہؒ (م ۲۰۲ھ) کا بیان ہے کہ میں امام سفیان ثوریؒ سے بھی ملا ہوں، لیکن وہ بھی وکیع بن جراحؒ کی طرح نہیں تھے۔

۱۔ عقود الجمان (ص ۲۸۷)

۲۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۸۳)؛ الجواہر المضیۃ (ج ۲ ص ۲۲۰)

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے تھے کہ امام وکیعؒ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعیؒ اپنے زمانہ میں تھے۔

امام یحییٰ بن اکثمؒ (م ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں وکیعؒ کے ساتھ رہا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات کو ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

علم حدیث کے یہ عظیم سپوت باوجود ان سب علمی کمالات کے، حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد تھے۔ فقہی مسائل میں یہ آپ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ کی تمام احادیث ان کو حفظ تھیں جن کو انہوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ یاد کیا تھا۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، جو امام وکیعؒ کے خاص شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:

> مارأیت احدًا اُقدمہ علی وکیع، وکان یفتی برائی ابی حنیفۃ، وکان یحفظ حدیثہ کلہ، وقد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا۔[1]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو وکیع بن جراحؒ پر ترجیح دوں، اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام صاحبؒ کی تمام احادیث ان کو یاد تھیں اور آپ سے انہوں نے بڑی حدیثیں سن رکھی تھیں۔

نیز فرماتے ہیں:

> مارأیت افضل من وکیع، وکان یستقبل القبلۃ ویحفظ حدیثہ، ویقوم اللیل ویسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفۃ۔[2]

میں نے امام وکیع بن جراحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، وہ قبلہ رخ ہو جاتے اور حدیث یاد کرتے، رات کو قیام کرتے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے اور فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر دیا کرتے تھے۔

علامہ محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزیؒ (م ۷۴۸ھ) صاحب المشکوٰۃ نے امام وکیعؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

> کان یفتی بقول ابی حنیفۃ وکان قد سمع منہ حدیثا کثیرا۔[3]

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۱۴۹)　　۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۲۴)

۳۔ الاکمال مع المشکوٰۃ (۲/۶۴۴)

امام وکیعؒ، امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، اور انہوں نے امام صاحبؒ سے بکثرت احادیث سن رکھی تھیں۔

امام صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) لکھتے ہیں:

فمن اخذ عنه العلم و کان یفتی بقوله وکیع بن الجراح.[۱]

امام ابوحنیفہؒ سے جنہوں نے علم حاصل کیا اور آپ کے قول پر فتویٰ دیتے رہے، ان میں سے ایک وکیع بن جراحؒ بھی ہیں۔

امام وکیع بن جراحؒ خود فرمایا کرتے تھے:

مالقیت احدًا افقه من ابی حنیفة، ولا احسن صلاة منه.[۲]

میں کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جو امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور اُن سے زیادہ اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو۔

۱۱۔ امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)

یہ بھی امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ان محدثین میں شمار ہوتے ہیں جن کی امامت اور جلالت قدر پر سب ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور الحافظ، الامام، شیخ خراسان کے القاب سے ان کا تعارف پیش کیا ہے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) ان کو ثقہ اور ثَبْتٌ فِی الْحَدِیْث (روایتِ حدیث میں پختہ کار) کہتے ہیں۔

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ یہ ثقہ اور مامون تھے۔

امام ابوحاتم (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں، محلّه الصدق. (ان کا مقام سچائی ہے)۔

امام محمد بن عبدالوہاب بن فراء، (م ۲۷۲ھ) جب ان کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے، حدثنا مکی بن ابراهیم الرجل الصالح. (ہم سے مکی بن ابراہیم جو مرد صالح ہیں، نے حدیث بیان کی ہے)۔

امام احمد بن حنبلؒ، امام نسائیؒ، امام مسلمہ بن قاسمؒ، امام ابن معینؒ وغیرہ ائمہ حدیث بھی

۱۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۱۵۵)
۲۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۵)

مختلف الفاظ میں ان کی توثیق کرتے ہیں۔

امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) فرماتے ہیں، ثقة متفق عليه.

مکی بن ابراہیم ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔[1]

ممدوح نے ائمہ کبار کی بڑی تعداد سے حدیث کی سماعت کی، جن میں کئی جلیل القدر تابعین بھی ہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

وكتب عن سبعة عشر نفس من التابعين، ولو علمت ان الناس يحتاجون الى لما كتبت دون التابعين عن احد.[2]

میں نے سترہ تابعین سے علم حاصل کیا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لوگ میری طرف (علم میں) محتاج ہوں گے تو میں تابعین کے علاوہ کسی اور سے علم حاصل نہ کرتا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ میں ان کے جن چھ خصوصی اساتذہ حدیث کے نام لکھے ہیں، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہؒ کا نام بھی ہے۔[3]

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

هو مكي بن ابراهيم البلخي، امام بلخ، دخل الكوفة سنة اربعين ومائة ولزم ابي حنيفة رحمه الله و سمع منه الحديث والفقه واكثر عنه الرواية.[4]

مکی بن ابراہیم بلخیؒ، جو اہل بلخ کے امام ہیں، یہ ۱۴۰ھ میں کوفہ میں داخل ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کے درس میں باقاعدگی سے حاضر ہونے لگے اور آپ سے حدیث اور فقہ کی سماعت کی اور انہوں نے آپ سے بہت زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔

نیز لکھتے ہیں:

وكان يحب اباحنيفة حبا شديدا ويتعصب لمذهبه.[5]

امام مکی بن ابراہیمؒ امام ابوحنیفہؒ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور آپ کے

۱۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۶۸)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۵۳۲)

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۵۳۲) ۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۶۸)

۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۱۷۹) للمکی ۵۔ ایضاً

مذہب کے لیے تعصب رکھتے تھے۔

امام مکیؒ کو سب سے پہلے تحصیلِ علم کی طرف امام صاحبؒ نے ہی متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام عبدالصمد بن فضلؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام مکی بن ابراہیمؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

میں تجارت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا، تم تجارت تو کرتے ہو لیکن تجارت جب بغیر علم سیکھے کی جائے تو اس میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور احادیث کیوں نہیں لکھتے؟ اس طرح وہ مجھے برابر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میں تحصیلِ علم اور اس کی کتابت میں لگ گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مجھے بہت زیادہ ترقی دی۔

اور فرمایا:

فلا ازال ادعو لابی حنیفة فی دبر کل صلوٰة وعندما ذکرته لان اللّٰہ تعالیٰ ببرکته فتح لی باب العلم۔[۱]

میں ہر نماز کے بعد، نیز جب بھی امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کرتا ہوں تو ان کے لیے دعا کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لیے علم کا دروازہ کھولا ہے۔

امام مکیؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

جالست الکوفیین فما رأیت فیهم اورع من ابی حنیفة۔[۲]

میں اہلِ کوفہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں، لیکن ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ پارسا نہیں پایا۔

امام مکیؒ نے امام صاحبؒ سے کوفہ کے علاوہ بغداد اور مکہ مکرمہ میں بھی استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے خود ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

۱۔ ایضاً (ص ۴۱۸)　　۲۔ ایضاً (ص ۱۷۹)

ولقيتهٔ بالكوفة وببغداد و بمكة. [۱]

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ، بغداد اور مکہ مکرمہ تینوں شہروں میں ملاقات کی تھی۔

ان کے تلامذہ حدیث میں امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام ذہلیؒ اور امام بخاریؒ جیسے مشائخ حدیث بھی شامل ہیں۔ امام موصوف نے چونکہ طویل عمر پائی، اس لیے امام بخاریؒ کو بھی ان سے تلمذ حاصل کرنے کا شرف نصیب ہو گیا، اور یہ امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام مکیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

عاش نيفا و تسعين سنة وهو من كبار شيوخ البخاري. [۲]

امام مکیؒ نے نوے سال سے زیادہ عمر پائی ہے اور یہ امام بخاریؒ کے بڑے شیوخ میں سے ہیں۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) کی تصریح کے مطابق امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں امام مکیؒ سے متعدد احادیث براہِ راست روایت کی ہیں، جب کہ ایک حدیث انہوں نے امام موصوف سے محمد بن عمرو السوقیؒ کے واسطے سے بھی روایت کی ہے۔ [۳]

نیز امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں جو بائیس ثلاثی روایات (کہ جن میں امام بخاریؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں) ذکر کی ہیں، ان میں سے گیارہ روایات انہوں نے امام مکیؒ کی سند سے نقل کی ہیں جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں اور پکے حنفی ہیں۔ [۴]

۱۲۔ امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد نبیلؒ (م ۲۱۲ھ)

ان کا نام ضحاک بن مخلد، کنیت ابوعاصم اور لقب نبیل تھا۔ نبیل کے معنی معزز کے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ تہذیب الکمال (ج ۱۹، ص ۱۱۷)　　۲۔ العبر (ج ۱، ص ۲۹۰)

۳۔ المدخل الی معرفۃ الصحیح من السقیم (۲/ ۵۹۸)، مکتبۃ العید کان الریاض: تسمیۃ من اخرجھم البخاری ومسلم (ص ۲۷۹)، مکتبۃ دار الجنان، بیروت

۴۔ دیکھئے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۱۰۹، ۴۹۷، ۵۰۲، ۵۶۱، ۲۰۰۷، ۲۲۸۹، ۲۹۶۰، ۳۰۴۱، ۴۲۰۶،

وکان یلقب بالنبیل لنبله و عقله، وقیل غیر ذلک۔[۱]
ان کا لقب نبیل ان کی بزرگی اور عقلمندی کی وجہ سے پڑا اور اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں۔

محدث کبیر علامہ عبدالرشید نعمانی رَحِمَہُ اللہ ارقام فرماتے ہیں:
اس امر میں اختلاف ہے کہ (ابوعاصم کا) یہ لقب کیوں ہوا؟ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں، لیکن امام طحاویؒ اور حافظ دولابیؒ نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام زفرؒ کے ہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی تھی، اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اسی نام کے ایک اور بھی شخص آیا کرتے تھے، جن کی وضع قطع بالکل گئی گزری تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے حسب معمول امام زفر کے دروازہ پر دستک دی۔ لونڈی نے آکر پوچھا، کون؟ جواب ملا، ابوعاصم۔ لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ ابوعاصم دروازہ پر حاضر ہیں۔ امام زفر نے دریافت فرمایا، ان دونوں میں سے کون سے عاصم ہیں؟ لونڈی کی زبان سے نکلا، النبیل منهما. (جوان دونوں میں معزز ہیں)۔ ابوعاصم اجازت لے کر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے لگے کہ اس لونڈی نے تمہیں وہ لقب دیا ہے کہ جو میرے خیال میں تم سے کبھی جدا نہیں ہوگا۔ اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ ابوعاصم کا بیان ہے کہ اس روز سے یہ میرا لقب پڑ گیا۔ حافظ ابی العوام نے بھی اس واقعہ کو بسند متصل نقل کیا ہے۔[۲]

امام ابوعاصم نبیلؒ نہایت جلیل القدر محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کو ''الحافظ'' اور ''شیخ الاسلام'' کے القاب سے ملقب کیا ہے، اور لکھا ہے:

ولم یحدث قط الامن حفظه

انہوں نے ہمیشہ اپنے حافظہ سے حدیثیں بیان کی ہیں۔

امام عمر بن شبہؒ (م ۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ بخدا! میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۶۸) ۲۔ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۵۶)

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) ان کو ثقہ اور فقیہ کہتے ہیں۔

امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت کرنے والے کو غیبت نقصان پہنچاتی ہے تو میں نے اس کے بعد کبھی بھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

امام ابوداؤدؒ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ابو عاصم کو تقریباً ایک ہزار عمدہ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے:

اَجمعوا علٰی توثیق ابی عاصم۔[1]

تمام محدثین کا امام ابو عاصم نبیلؒ کی توثیق پر اجماع ہے۔

امام ابو عاصمؒ بھی امام اعظمؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) ابو عاصمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

سمع جعفر بن محمد وابا حنیفة وابن جریج وغیرهم وکان ثقة.[2]

انہوں نے امام جعفر بن محمدؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابن جریجؒ اور دیگر محدثین سے حدیث کی سماعت کی تھی اور یہ ثقہ محدث تھے۔

حافظ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں:

ومن اصحاب الامام الضحاک بن مخلد ابو عاصم.[3]

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے امام ضحاک بن مخلد ابو عاصم نبیلؒ بھی ہیں۔

امام موصوف نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں بھی آپ کے درس میں شرکت کر کے آپ سے فقہی مسائل میں استفادہ کیا تھا، جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔ امام صاحبؒ کی وفات کے بعد انہوں نے باقی تعلیم آپ کے تلمیذ رشید امام زفر بن ہذیلؒ سے حاصل کی۔ چنانچہ حافظ صمیریؒ ارقام فرماتے ہیں:

ولزم ابو عاصم زفر بن الهذیل بعد ابی حنیفة، وعلیه تفقه،

۱۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۳۶۹)؛ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۲۶۴، ۲۶۵)

۲۔ الاکمال (ج ۷، ص ۲۵۵) ۳۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۳۲)

وھو الذی لقبہ "النبیل"۔[1]

امام ابوعاصم نبیلؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد امام زفر بن ہذیلؒ کی مجلس کو لازم پکڑا اور ان سے فقہ کی تعلیم پائی۔ امام زفرؒ نے ہی ان کا نام نبیل رکھا تھا۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ امام سفیان ثوریؒ بڑے فقیہ ہیں یا امام ابوحنیفہؒ؟ انہوں نے جواب دیا:

انما یقاس الشئی الیٰ شکلہ، ابو حنیفۃ فقیہ تام الفقہ و سفیان رجل متفقہ.[2]

کسی بھی چیز کا موازنہ اس کی ہم مثل چیز سے کیا جاتا ہے، امام ابوحنیفہؒ تو پورے فقیہ ہیں، جبکہ سفیان ثوری بتکلف فقیہ ہیں۔

نیز فرمایا:

غلام من غلمان ابی حنیفۃ افقہ من سفیان.[3]

امام ابوحنیفہؒ کا ایک ادنیٰ سا غلام بھی سفیان ثوریؒ سے بڑا فقیہ ہے۔

امام موصوف امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں ان کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والامام الحافظ الثقۃ المامون الرضا ابو عاصم الضحاک بن مخلد الشیبانی البصری النبیل احد کبار شیوخ البخاری.[4]

امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں امام، حافظ، ثقہ، المامون الرضا، ابوعاصم ضحاک بن مخلد شیبانی بصری نبیلؒ، جو کہ امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے ایک ہیں، بھی ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثی روایات میں سے چھ روایات ان ہی امام ابوعاصم نبیلؒ کی سند سے نقل کی ہیں۔[5]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۵۹)
۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۲)
۳۔ ایضاً
۴۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۰)
۵۔ دیکھیے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۱۹۲۴، ۲۲۹۵، ۲۴۷۷، ۴۲۷۲، ۵۵۶۹، ۷۲۰۸)

۱۳۔ امام محمد بن عبداللہ الانصاریؒ (م ۲۱۵ھ)

یہ حضرت انس بن مالکؓ کی اولاد میں سے ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کا ترجمہ، الامام، المحدث اور شیخ البصرۃ کے القاب سے شروع کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں، وثقه ابن معین و غیرہ. کہ ان کو امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف تین امام دیکھے ہیں جن میں سے ایک محمد بن عبداللہ انصاریؒ بھی ہیں۔

امام ساجیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جلیل القدر شخص اور عالم تھے، اوران پر رائے (فقہ) کا غلبہ تھا۔[۱]

موصوف بھی امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، جیسا کہ حافظ مزیؒ (م ۷۴۲ھ) وغیرہ محدثین نے تصریح کی ہے۔[۲]

حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ان سے نقل کیا ہے:

كان ابو حنيفة يتبين عقله من منطقه و مشيه و مدخله و مخرجه.[۳]

امام ابوحنیفہؒ کا عقل مند ہونا آپ کی گفتار، چال ڈھال اور آپ کے انداز دخول و خروج سے ہی معلوم ہو جاتا تھا۔

امام انصاریؒ نے امام صاحبؒ کے علاوہ آپ کے دو بڑے شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ سے بھی استفادہ کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے موصوف کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وكان من اصحاب زفر بن الهذيل و ابى يوسف.[۴]

یہ امام زفر بن ہذیلؒ اور امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کو ''ائمہ احناف'' میں ذکر کیا ہے۔[۵]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۳۷۲)
۲۔ تہذیب الکمال (۱۹/۱۰۴)
۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۷۰)
۴۔ تاریخ بغداد (۳/۲۹)
۵۔ الجواہر المضیۃ (۳/۷۰)

ان سے جن اہلِ علم نے شرفِ تلمذ حاصل کیا، ان میں سے ایک امام بخاریؒ بھی ہیں۔ اور امام بخاریؒ کی ''صحیح'' میں جو بائیس ثلاثی احادیث ہیں، ان میں سے تین امام بخاریؒ نے ان ہی سے روایت کی ہیں۔[1]

۱۴۔ امام خلاد بن یحییٰ اسلمیؒ (م ۲۱۳ھ)

یہ اصلاً کوفہ کے رہنے والے ہیں، لیکن بعد میں انہوں نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور مکہ مکرمہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن نمیرؒ، امام ابوداؤدؒ، امام عجلیؒ، امام دارقطنیؒ اور امام ابن حبانؒ وغیرہ محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔[2]

امام ابویعلی خلیلیؒ نے ''کتاب الارشاد'' میں ان کو ثقہ امام قرار دیا ہے۔[3]

حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز انہوں نے ان الفاظ سے کیا ہے:

الامام، المحدث، الصدوق...[4]

انہوں نے علم حدیث کی تحصیل، عیسیٰ بن طہمانؒ صاحب انس بن مالک رضی اللہ عنہ، فطر بن خلیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین سے کی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے بھی ان کو شرفِ تلمذ حاصل ہے، جیسا کہ امام حافظ الدین کردریؒ (م ۸۲۷ھ) اور محدث الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے تصریح کی ہے۔[5]

جب کہ خود ان کے تلامذہ حدیث میں امام بخاریؒ، امام ابوزرعہ رازیؒ اور حنبل بن اسحاقؒ وغیرہ جیسے نامور ائمہ حدیث بھی شامل ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں جو بائیس ثلاثی روایات نقل کی ہیں، ان میں سے ایک امام خلاد بن یحییٰ اسلمیؒ کے واسطہ سے انہوں نے نقل کی ہے۔[6]

۱۔ دیکھئے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۲۷۰۳، ۴۴۹۹، ۶۸۹۴)

۲۔ تہذیب التہذیب (۲/۱۰۴، ۱۰۵)

۳۔ ایضاً

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۶۴)

۵۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۴۹۸) للکردریؒ، عقود الجمان (ص ۱۱۰) للصالحیؒ

۶۔ صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۴۲۱، ۷)

امام اعظمؒ کے تلامذہ کا امام بخاریؒ پر احسانِ عظیم

ائمہ صحاح ستہ (بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤد، نسائی، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ) کے اکثر کبار شیوخ حدیث امام اعظمؒ کے تلامذہ تا تلامذۃ التلامذہ ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ کے جو چوٹی کے اساتذہ ہیں ان میں سے اکثر امام اعظمؒ کے خصوصی تلامذہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام بخاریؒ کے طبقہ اولیٰ کے جو آٹھ اساتذہ (محمد بن عبداللہ انصاریؒ، مکی بن ابراہیمؒ، ابوعاصم نبیلؒ، خلاد بن یحییٰؒ، عبیداللہ بن موسیٰؒ، ابونعیم فضل بن دکینؒ، علی بن عیاشؒ، اور عصام بن خالدؒ) کے نام گنائے ہیں،[۱] ان میں عصام بن خالدؒ کے علاوہ باقی تمام شیوخ امام اعظمؒ سے رشتہ تلمذ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اوّل الذکر چار حضرات کے بارے میں گزشتہ صفحات میں محدثین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ یہ امام اعظمؒ کے خاص شاگرد ہیں۔ ان چاروں کے علاوہ باقی تین حضرات (عبیداللہ بن موسیٰؒ، ابونعیمؒ فضل بن دکینؒ اور علی بن عیاشؒ) بھی امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔[۲]

ان کے علاوہ بھی امام بخاریؒ کے کئی کبار اساتذہ امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مثلاً علی بن الجعدؒ،[۳] ابوعبدالرحمان المقریؒ[۴] وغیرہ۔

علاوہ ازیں امام بخاریؒ کے کئی کبار اساتذہ ایسے بھی ہیں جو امام اعظمؒ کے مشہور اور خاص تلامذہ امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ وغیرہ کے تلامذہ ہیں۔ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ (تلمیذ امام ابویوسفؒ)،[۵] امام یحییٰ بن معینؒ (تلمیذ امام ابویوسف وامام محمدؒ)،[۶] حسین بن ابراہیم المعروف بہ

۱۔ ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری (ص ۶۶۵)

۲۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۶/۳۹۱)، عقود الجمان (ص ۱۳۲)

۳۔ الجواہر المضیۃ (۱/۳۵۵) ۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۳۶۹)، تھذیب التھذیب (۳/۳۰۲)

۵۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۰) للمقدسیؒ، تھذیب التھذیب (۱/۵۰)

۶۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ ص ۶۰)، مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۵۰)، تھذیب (۶/۱۷۸)

علی بن مسلم طوسیؒ (تلمیذ امام ابو یوسفؒ)، [۲] سعید بن محمد جرمیؒ (تلمیذ امام ابو یوسفؒ)، [۱] ابن اشکابؒ (تلمیذ امام ابو یوسف و محمدؒ)، [۴] ابو حفص کبیرؒ (تلمیذ امام ابو یوسف و امام محمدؒ)، [۳] معلی بن منصورؒ (تلمیذ امام محمدؒ)، [۶] یحییٰ بن صالح ابو حاضیؒ (تلمیذ امام محمدؒ)، [۵] علی بن ابی ہاشم بغدادیؒ (تلمیذ امام محمدؒ)، [۷] محمد بن سلام سلمیؒ (تلمیذ امام محمدؒ)، [۸] محمد بن مقاتل مروزیؒ (تلمیذ امام محمدؒ) [۹] وغیرہ

نیز تمام مشہور کتب حدیث (صحاح ستہ وغیرہ) امام اعظمؒ کے تلامذہ یا آپ کے تلامذۃ التلامذہ سے بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اپنی ''صحیح'' میں امام اعظمؒ کے تلامذہ اور آپ کے تلامذہ کے تلامذہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں، بالخصوص امام بخاریؒ کی، جو سب سے عالی روایات ہیں، یعنی ''ثلاثیات'' کہ جن میں امام بخاریؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف تین (تبع تابعی، تابعی اور صحابی) واسطے ہیں۔ ان میں سے اکثر امام اعظمؒ کے تلامذہ سے مروی ہیں۔ اور تمام صحاح ستہ میں ''صحیح بخاری'' کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں سب سے زیادہ ثلاثی روایات ہیں، جن کی تعداد بائیس ہے۔ اور ان بائیس میں سے اکیس امام اعظمؒ کے تلامذہ کی سند سے مروی ہیں۔ چنانچہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ ان ''ثلاثیات'' میں سے گیارہ امام مکی بن ابراہیمؒ سے، چھ امام ابو عاصم نبیلؒ سے، تین امام محمد بن عبد اللہ انصاریؒ اور ایک خلاد بن یحییٰؒ سے روایت کی گئی ہیں۔ اور ان بائیس میں صرف ایک حدیث امام اعظمؒ کے تلامذہ کے علاوہ کسی دوسرے محدث عصام بن خالدؒ کی سند سے ہے۔ اس طرح امام بخاریؒ کو دیگر ائمہ صحاح ستہ پر اس سلسلہ میں جو برتری حاصل ہے، وہ زیادہ تر امام اعظمؒ کے خصوصی تلامذہ کی مرہونِ منت ہے۔

۱۔ فتح الباری (۷/۲۴۶) ۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۲۲۳)

۳۔ ایضاً (۱۱/۵۲۵)، تاریخ بغداد (۲/۱۶۹) ۴۔ تھذیب التھذیب (۵/۴۹۸)

۵۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۵۷)، ھدی الساری (ص ۲۶۷)

۶۔ تھذیب التھذیب (۴/۲۴۷) ۷۔ ایضاً (۶/۱۴۶)، تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۹۹)

۸۔ الاکمال (۴/۴۰۵) لابن ماکولاؒ ۹۔ تھذیب التھذیب (۵/۲۹۹)

امام اعظمؒ اور علم حدیث

امام اعظمؒ اور علم حدیث

گزشتہ مباحث میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے محدثانہ مقام سے متعلق کچھ معلومات قارئین کے گوشِ گزار ہو چکی ہیں۔ اب قارئین کے سامنے حضرت امام صاحبؒ کے محدثانہ مقام کے ہر ہر گوشہ پر سیر حاصل اور تفصیلی معلومات پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن آپ کے محدثانہ مقام کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کا جو نظریہ حدیث تھا اور حدیث اور محدثین سے متعلق آپ کے جو خیالات تھے، ان سے قارئین کو روشناس کرایا جائے، تاکہ آپ کے محدثانہ مقام کو سمجھنا اُن کے لیے زیادہ آسان ہو جائے۔

امام صاحب کا نظریہ حدیث

آپ کے نزدیک دینِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور آپ حدیث کی موجودگی میں قیاس یا کسی کی ذاتی رائے کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔

امام محی الدین ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ) نے اپنی کتاب ''فتوحات مکیہ'' میں بہ سند امام صاحبؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ایاکم والقول فی دین اللہ بالرائی وعلیکم باتباع السنة، فمن خرج عنها ضل.[1]

آپ لوگ اللہ کے دین میں رائے سے کوئی بات کہنے سے بچو اور اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم کرلو، اس لیے کہ جو شخص سنت سے نکل جاتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

۱۔ المیزان الکبریٰ (۱/۷۱) للشعرانیؒ

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م۹۷۳ھ) آپ سے ناقل ہیں کہ:

فعلیکم بالآثار و طریقة السلف وایاکم و کل محدث فانه بدعة.[1]

تمہارے لیے احادیث اور سلف صالحین کے طریقہ کی اتباع ضروری ہے، اور (دین میں) ہرنئی چیز سے بچنا، اس لیے کہ (دین میں) ہرنئی چیز بدعت ہے۔

نیز امام شعرانیؒ نقل کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے فرمایا:

لم تزل الناس فی صلاح مادام فیهم من یطلب الحدیث، فاذا طلبوا العلم بلاحدیث فسدوا.[2]

جب تک لوگوں میں حدیث کی طلب کرنے والے رہے اُس وقت تک وہ راہِ راست پر تھے، اور جب انہوں نے حدیث کے بغیر علم حاصل کرنا شروع کیا تو اُن میں فساد آ گیا۔

امام الظاہریہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ (م۴۵۶ھ) اور علامہ ابن القیمؒ (م۷۵۱ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

جمیع اصحاب ابی حنیفة مجموعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولی من القیاس والرائی، وعلی ذلک بنی مذهبه.[3]

امام ابوحنیفہؒ کے تمام اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں ضعیف حدیث بھی قیاس اور رائے سے بہتر ہے، اور آپ نے اسی نظریہ پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

علامہ وحید الزمانؒ غیر مقلد آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کا قول تو یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے، اسی طرح صحابی کا قول

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام (۲/ ۳۷۵) لابن حزم، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ اعلام الموقعین (ص ۲۴) لابن القیم، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

بھی۔[1]

امام اعظمؒ کا جذبۂ اتباع حدیث

حضرت امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللّٰه کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا احترام اور اس کی اتباع کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کے خود معاصرین محدثین اور بعد میں آنے والے اہلِ علم نے یہ گواہی دی ہے کہ آپ جتنا حدیث کا احترام اور اس کی اتباع کرتے تھے، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے شاگرد اور جلیل القدر محدث امام نضر بن محمد مروزیؒ (م ۱۸۳ھ) فرماتے ہیں:

لم ارر جلا الزم للاثر من ابی حنیفة.[2]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حدیث کو لازم پکڑنے والا ہو۔

علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام زہیر بن معاویہؒ (م ۱۷۳ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

انه متبع لما سمع.[3]

امام ابوحنیفہؒ جو حدیث سنتے تھے اُس کی ضرور پیروی کرتے تھے۔

امام صاحبؒ کی ''ثقاہت'' کے بیان میں امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) اور امام حسن بن صالحؒ (م ۱۶۷ھ) وغیرہ محدثین کے بیانات آ رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے۔

مورخ اسلام امام محمد بن سفیان غنجارؒ (م ۴۱۲ھ) نے اپنی ''تاریخ بخارا'' میں امام صاحبؒ کے شاگرد امام نعیم بن عمرؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ:

سمعت الامام ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه یقول: عجبا للناس یقولون: اَفتِی بالرائی مَا اَفتِی الا بالاثر.[4]

۱۔ لغات الحدیث (ج ۱، باب الجیم مع الهاء)

۲۔ فضائل ابی حنیفة (ص ۲۱۹)؛ الجواهر المضیة (۲/۲۰۱)

۳۔ الانتقاء (ص ۱۴۰)

۴۔ عقود الجمان (ص ۱۷۴)؛ الجواهر المضیة (۲/۲۰۲)؛ نیز دیکھیے ''فضائل ابی حنیفة'' (ص ۱۸۹)

میں نے امام ابو حنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں، حالانکہ میں صرف حدیث سے ہی فتویٰ دیتا ہوں۔

علامہ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) سند متصل کے ساتھ آپ کا بیان نقل کرتے ہیں:

لعن اللّٰہ من یخالف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، بہ اکرمنا و بہ استنقذنا۔[۱]

اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کرے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی وجہ سے عزت دی اور ہم نے آپ ہی کی بدولت نجات پائی۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبد اللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے:

اذا جاء الحدیث عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فعلی الرأس والعین۔[۲]

جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث آجائے تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) امام صاحبؒ سے شدید مخالفت رکھنے کے باوجود یہ اقرار کرتے ہیں:

ھذا ابو حنیفۃ یقول: ما جاء عن اللّٰہ تعالٰی فعلی الرأس والعین، وما جاء عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فسمعا وطاعۃ۔[۳]

یہ امام ابو حنیفہؒ ہیں جو فرماتے ہیں کہ: جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے وہ سر آنکھوں پر ہے، اور جو بات اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے آئے وہ بھی قابلِ سماعت اور واجب الاتباع ہے۔

علامہ محمد جمال الدین القاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۶) ۲۔ عقود الجمان (ص ۱۷۳)

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام (۱/ ۵۸۸)

ومن کلامه رضی الله تعالیٰ عنه: ما جاء عن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم فعلی الرأس والعین بابی هو وامی.[1]

امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ کی کلام میں سے ہے کہ جو بات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آجائے وہ سر اور آنکھوں پر ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے آپ کے شاگرد امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) نے ایک حدیث پیش کی، جو آپ کے مؤقف کے خلاف تھی۔ آپ وہ حدیث سن کر خاموش ہو گئے۔ اس پر کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اس کو جواب کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا، وہ مجھ کو اس بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث سنا رہا ہے، میں اس کے مقابلے میں اس کو کیا جواب دوں؟[2]

مولانا سیالکوٹیؒ اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام طحاوی کے اس حوالہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حدیث رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کتنی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے تھے۔[3]

نیز مولانا سیالکوٹیؒ امام صاحبؒ کی بابت ارقام فرماتے ہیں:

یہ معلوم کل ہے کہ آپ مرسل روایت کو امام مالک کی طرح مطلقاً حجت مانتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کو مقدم جانتے تھے کہ ضعیف کا ضعف عارضی ہے، اس میں احتمال صحت کا ہو سکتا ہے، لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں۔ بھلا وہ شخص جو صحابی کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو۔ وہ صحیح حدیث کو عمداً کس طرح ترک کر سکتا ہے۔

۱۔ الفضل المبین علیٰ عقد الجوہر الثمین (ص ۲۵۲) طبع دار النفائس، بیروت

۲۔ محصلہ تاریخ اہل حدیث (ص ۹۲) بحوالہ شرح عقیدۃ الطحاویہ (ص ۱۲)

۳۔ ایضاً (ص ۹۲، ۹۳)

فَتَنَبَّہْ[1]

مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں:

ہم اگلے تمام مجتہدوں کو، جیسے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ وغیرہم ہیں، پروردگار کے مقبول بندے اور ماجور اور مثاب سمجھتے ہیں۔ جن مسئلوں میں ان کا قیاس حدیث کے خلاف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کو وہ حدیث نہیں ملی، ورنہ ہرگز وہ حدیث کو چھوڑ کر قیاس نہ کرتے۔ خصوص امام اعظمؒ کی نسبت، وہ تو سب مجتہدوں سے زیادہ حدیث کے پیرو تھے۔[2]

محدثین کا احترام واکرام

آپ جیسے حدیث کا احترام اور اس کی اتباع میں سب سے آگے تھے، ایسے ہی آپ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین یعنی حضرات محدثین سے بھی بڑی محبت سے پیش آتے تھے اور ان کا خوب اکرام کرتے تھے۔

شروع کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام صاحبؒ بڑے مالدار شخص تھے اور آپ کا ریشم کا بڑا وسیع کاروبار تھا۔ آپ اس سے حاصل ہونے والی آمدن سے اپنے گھریلو اخراجات پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے نادار تلامذہ کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ اس آمدنی سے محدثین کرام کے ساتھ بھی مالی تعاون کرتے تھے اور ان کے پاس بڑے قیمتی تحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام قیس بن ربیعؒ (م ۱۶۷ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

انه كان يبعث بالبضائع اِلٰى بغداد فيشترى بها الامتعة ويحملها الى الكوفة، ويجمع الارباح عنده من سنة اِلٰى سنة، فيشترى بها حوائج الاشياخ المحدثين واقواتهم وكسوتهم و جميع حوائجهم، ثم يدفع باقى الدنانير من الارباح اليهم فيقول: انفقوا فى حوائجكم ولاتحمد و الا الله، فانى ما اعطيت من مالى شيئا،

۱۔ ایضاً (ص ۳۱۲) ۲۔ لغات الحدیث (ج ۱، باب الجیم مع الحاء)

ولکن من فضل اللہ علیٰ فیکم۔[1]

امام ابو حنیفہؒ اپنا سامانِ تجارت بغداد بھیجتے اور اس سے جو رقم حاصل ہوتی اس سے دیگر سامان خرید کر کوفہ لاتے۔ پھر اس سامان کو بیچ کر اس سے پورا سال جو نفع حاصل ہوتا اُس سے محدثین شیوخ کے لیے خوراک، لباس اور دیگر ضروری اشیاء خرید کر اُن کی طرف بھیجتے۔ باقی جو رقم بچ جاتی وہ بھی ان کو دے دیتے اور ان سے فرماتے، اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو، کیونکہ میں نے اپنی طرف سے تم کو کچھ نہیں دیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے میرے اوپر فضل فرمایا ہے۔

صدر الائمہ مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے مشہور محدث امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) سے نقل کیا ہے:

وما کان یدع احدا من المحدثین الا برہ برا واسعا۔[2]

امام ابو حنیفہؒ محدثین میں سے کسی کو بھی ایسا نہیں چھوڑتے تھے جس کے ساتھ بہت زیادہ نیکی نہ کر لیتے تھے۔

علم حدیث میں امام اعظمؒ کا تفوق

آپ شروع کتاب میں بحوالہ محدثین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے باقاعدہ علم حدیث حاصل کیا تھا، اور اپنے شہر کوفہ کے محدثین سے تحصیل احادیث کرنے کے علاوہ دیگر بلادِ اسلامیہ (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ) کا سفر کر کے وہاں کے اَجلّہ محدثین سے بھی احادیث اخذ کی تھیں۔ نیز علم حدیث میں آپ کے تفوق و تقدم کی گواہی آپ کے معاصرین بھی دے چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے معاصر محدث امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) کا بیان گزر چکا ہے۔ جس میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ:

میں نے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ تحصیل احادیث کا آغاز کیا تھا، لیکن اس میدان میں وہ ہم پر سبقت لے گئے۔

مؤرخ اسلام حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) کا بیان بھی ذکر ہو چکا ہے کہ:

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۵۸)   ۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۴۳)

اگر امام ابوحنیفہؒ نے حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ مسائلِ فقہ کو ادلّہ شرعیہ (قرآن وحدیث) سے مستنبط کیا۔

عظیم المرتبت مالکی محقق امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اہلِ علم کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ دونوں علم حدیث میں مکمل وثوق رکھتے تھے، چنانچہ امام موصوف ''مجتہد'' کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان کان متمکنا من الاطلاع علی مقاصدھا کما قالوا فی الشافعی وابی حنیفة فی علم الحدیث، فکذلک ایضالا اشکال فی اجتهاده.[1]

اگر کوئی شخص مقاصدِ شرعیہ پر پوری طرح اطلاع رکھتا ہو جیسا کہ علماء نے امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ دونوں علمِ حدیث میں مکمل دسترس رکھتے تھے، تو ایسے شخص کے اجتہاد کے صحیح ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تو امام اعظمؒ کو حدیث کے ان دس بنیادی ارکان میں شمار کیا ہے کہ جن پر پورے علمِ حدیث کی منزل کھڑی ہے۔ چنانچہ موصوف نے امام مالکؒ کے ترجمہ میں امام شافعیؒ کا قول کہ:

العلم یدور علی ثلاثة: مالک واللیث وابن عیینة.

(علم کا مدار تین اشخاص امام مالکؒ، امام لیث بن سعدؒ اور امام سفیان بن عیینہؒ پر ہے۔)

نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

قلت: بل و علی سبعة معهم، وهم الاوزاعی، والثوری، ومعمر، وابوحنیفة، وشعبة، والحمادان.[2]

۱۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ (ج ۴، ص ۷۸) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۱۸۰)

میں (حافظ ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ علم کا مدار صرف ان تین اشخاص پر ہی نہیں ہے، **بلکہ** ان تین کے ساتھ دیگر سات ائمہ پر بھی ہے، اور وہ سات ائمہ یہ ہیں: اوزاعیؒ، ثوریؒ، معمرؒ، **ابوحنیفہؒ**، شعبہؒ، حماد بن زیدؒ اور حماد بن سلمہؒ۔

واضح رہے کہ یہاں جس علم کی بات ہو رہی ہے، اس سے مراد علمِ حدیث ہے۔ جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام شافعیؒ کے مذکورہ قول کی وضاحت میں لکھا ہے:

العلم. يعني الحديث.[1]

کہ علم سے مراد حدیث ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ جیسے محدث کے نزدیک امام اعظمؒ ان دس ائمہ کبار میں سے ہیں کہ جن پر پورے علم حدیث کا مدار ہے۔

۱۔ التمهيد (۷۲/۱)

امام اعظمؒ کا زمرہ محدثین میں شمار

امام اعظمؒ کا زمرہ محدثین میں شمار

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ کی عام شہرت ایک فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ہوئی۔ لیکن بایں ہمہ آپ ایک بلند پایہ اور عظیم الشان محدث بھی تھے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کو زیادہ تر شہرت ایک محدث کے طور پر ملی، حالانکہ آپ فقہ میں بھی ایک مقام رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۴۳ھ) لکھتے ہیں:

امام بخاری کے لیے "اَفْقَہُ النَّاس" یا "سَیِّدُ الْفُقَھَاء" یا "اِمَامُ الدُّنْیَا فِی الْفِقْہ" کا لقب عام طور پر ایسا ہی غیر مانوس خیال کیا جائے گا جس طرح امام ابو حنیفہؒ کے لیے اہلِ حدیث (محدث) یا عَامِلٌ بِالْحَدِیْث ہونے کا لقب۔[1]

مبارکپوری صاحب کی مذکورہ عبارت کا یہ مطلب بالکل صاف ہے کہ جس طرح امام بخاریؒ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے، اسی طرح امام ابو حنیفہ بھی باوجود فقہ میں شہرت رکھنے کے ایک عظیم محدث اور عامل بالحدیث بھی تھے۔

ع وَالْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءِ

امام اعظمؒ کے محدث ہونے کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات

امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ کے محدث ہونے سے متعلق علمائے حدیث کی چند تصریحات ہدیۂ قارئین ہیں۔

(۱) حافظ المغرب، شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبیؒ (م ۴۶۳ھ) متعدد مقامات پر امام صاحب کو زمرہ محدثین میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

وعلی ھذا اکثر اھل العلم بالحجاز والعراق من اھل الفقہ والحدیث، وممن قال بھذا: الثوری والاوزاعی و عبداللہ بن حسن

---

[1] سیرۃ البخاری (ص ۲۸۹) طبع فاروقی کتب خانہ، ملتان

امام اعظمؒ کا زمرہ محدثین میں شمار

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی عام شہرت ایک فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ہوئی۔ لیکن بایں ہمہ آپ ایک بلند پایہ اور عظیم الشان محدث بھی تھے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کو زیادہ تر شہرت ایک محدث کے طور پر ملی، حالانکہ آپ فقہ میں بھی ایک مقام رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۴۲ھ) لکھتے ہیں:

امام بخاری کے لیے "اَفْقَهُ النَّاس" یا "سَیِّدُ الْفُقَهَاء" یا "اِمَامُ الدُّنْیَا فِی الْفِقْهِ" کا لقب عام طور پر ایسا ہی غیر مانوس خیال کیا جائے گا جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے لیے اہل حدیث (محدث) یا عَامِلُ بِالْحَدِیْث ہونے کا لقب۔[1]

مبارکپوری صاحب کی مذکورہ عبارت کا یہ مطلب بالکل صاف ہے کہ جس طرح امام بخاریؒ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے، اسی طرح امام ابوحنیفہ بھی باوجود فقہ میں شہرت رکھنے کے ایک عظیم محدث اور عامل بالحدیث بھی تھے۔

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

امام اعظمؒ کے محدث ہونے کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے محدث ہونے سے متعلق علمائے حدیث کی چند تصریحات ہدیۂ قارئین ہیں۔

(۱) حافظ المغرب، شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبیؒ (م ۴۶۳ھ) متعدد مقامات پر امام صاحب کو زمرہ محدثین میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

وعلی هذا اکثر اهل العلم بالحجاز والعراق من اهل الفقه والحدیث، وممن قال بهذا: الثوری والاوزاعی و عبدالله بن حسن

---

[1] سیرۃ البخاری (ص ۲۸۹) طبع فاروقی کتب خانہ، ملتان

العنبری والحسن بن حیی و ابو حنیفة والشافعی واصحابهما۔[۱]

اسی پر حجاز اور عراق کے فقہ وحدیث کے اکثر اہلِ علم جمع ہیں، ان میں سے امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام عبداللہ بن حسن عنبریؒ، امام حسن بن صالح بن حیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ان دونوں کے تلامذہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

علامہ موصوف مذکورہ بالا بیان میں امام صاحبؒ کو امام ثوریؒ وغیرہ محدثین کی صف میں ذکر کررہے ہیں اور آپ کو ان لوگوں میں شمار کررہے ہیں جو فقہ اور حدیث دونوں کے عالم تھے۔ یہ آپ کے محدث ہونے کی واضح دلیل ہے۔

نیز امام موصوف ایک اور مسئلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وهو قول جمهور فقهاء الامصار واهل الحديث، وممن قال بذلك منهم سفيان الثوری وابو حنيفة واصحابهٗ... الخ.[۲]

یہی جمہور فقہاء اور اہلِ حدیث کا قول ہے، چنانچہ ان فقہاء اور اہلِ حدیث میں سے امام سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اسی کے قائل ہیں۔

اس بیان میں بھی علامہ موصوف نے امام صاحبؒ کو فقہاء اور محدثین دونوں طبقوں میں شمار کیا ہے۔

(۲) امام ابوجعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ)، جن کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں، وکان امام اهل زمانه،[۳] (امام طحاویؒ اپنے تمام ہم عصر محدثین کے امام تھے) ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ما نعلم ان احدا من اهل الحديث الذين تدور عليهم الفتيا الا وقد خرج عن هذا الحديث، وذهب الى ان من رمى جمرة العقبى يوم النحر قبل طلوع الشمس انه يجزيه رميه وانه ليس عليه ان يعيده بعد ذلك اذا طلعت الشمس منهم ابو حنيفة فی اصحابه.[۴]

ہم نہیں جانتے کہ وہ اہلِ حدیث (محدثین) کہ جن پر فتویٰ کا مدار ہے، ان میں

۱۔ التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید (ج ۲، ص ۲۳۵)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ ایضاً (ج ۵، ص ۹۸)، الاستذکار (۴/۳۷) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۔ التمہید (۱/۱۹۱)   ۴۔ مشکل الآثار (۴/۳۶۵)

سے کوئی اس حدیث سے نکلا ہو اور اس کا یہ مذہب ہو کہ جس شخص نے قربانی والے دن طلوع شمس سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی، وہ اس کے لیے جائز ہے اور اس پر طلوع شمس کے بعد اس رمی کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ ان اہلِ حدیث میں سے **امام ابو حنیفہ** اور آپ کے تلامذہ بھی ہیں۔

امام طحاویؒ کے اس بیان سے یہ واضح ہو گیا، امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ ان محدثین میں سے ہیں جو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ فتویٰ بھی ہیں۔

(۳) محدث کبیر امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب ''معرفت علوم الحدیث'' میں متعدد عنوانات کے ذیل میں امام اعظمؒ کے محدث ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلاً اس کتاب کی چوالیسویں نوع جس کا عنوان ہے: **معرفة اعمار المحدثين من ولادتهم الى وقت وفاتهم** (محدثین کی ولادت سے لے کر وفات تک ان کی عمروں کی معرفت)۔ اس نوع کے ذیل میں انہوں نے مشہور محدثین کا سنِ ولادت اور سنِ وفات نقل کیا ہے۔ چنانچہ اس میں انہوں نے من جملہ دیگر محدثین کے، امام صاحبؒ کا بھی سنِ ولادت اور سنِ وفات ذکر کر کے کھلے لفظوں میں آپ کے محدث ہونے کی تصریح کر دی۔[1]

نیز اس سے پہلے نوع نمبر ۱۷، جس کے ذیل میں انہوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین و اتباع تابعین میں سے مشہور محدثین کی اولاد کا ذکر کیا ہے، وہاں انہوں نے آپ کی اولاد کا بھی ذکر کیا ہے۔[2] یہ بھی آپ کے محدث ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(۴) محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے طبقاتِ محدثین پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے، ''**اَلْمعین فی طَبَقَاتِ الْمُحَدِّثِین**''۔ موصوف اس کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں، **فهذا مقدمة فى ذكر اسماء اعلام حملة الآثار النبوية** (اس مقدمہ میں ان لوگوں کے اسماء کا تذکرہ ہے جو بلند پایہ حاملینِ احادیثِ نبویہ (محدثین) ہیں)۔

اور آخر کتاب میں رقمطراز ہیں:

والى هنا انتهى التعريف باسماء كبار المحدثين والمسندين.[3]

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۸۱ ص ۲۸۳) ۲۔ ایضاً (ص ۹۹)

۳۔ المعین فی طبقات المحدثین (ص ۲۳۸) طبع دار الفرقان، عمان / اُردن

یہاں کبار محدثین اور مُسنِدِین کے اسماء کی تعریف اختتام کو پہنچ گئی۔

اس کتاب میں انہوں نے حضرت امام صاحبؒ کا اسمِ گرامی بھی ذکر کیا ہے۔[1]

بلکہ آپ کو انہوں نے محدثین کے جس طبقہ میں ذکر کیا ہے، اس کا عنوان ہی یوں قائم کیا ہے، ''طَبْقَةُ الْاَعْمَشْ وَاَبِیْ حَنِیْفَةُ'' اس سے آپ کا بلند پایہ اور جلیل القدر محدث ہونا آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

(۵) جلیل القدر محدث امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے بھی اپنی کتاب ''طبقات علماء الحدیث'' میں آپ کا ترجمہ لکھ کر آپ کے علمائے محدثین میں سے ہونے کی صاف تصریح کر دی ہے۔[2]

(۶) محدث جلیل امام اسماعیل بن محمد العجلونی الشافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) امام صاحبؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انه من اهل هذا الشان.[3]

بے شک امام ابوحنیفہؒ اہلِ فن حدیث (محدثین) میں سے ہیں۔

علمائے غیر مقلدین سے آپ کے محدث ہونے کا ثبوت

دیگر علماء کی طرح علمائے غیر مقلدین میں سے بھی کئی حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محدث ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً

(۱) مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ مولانا وحید الزمانؒ (م ۱۳۳۸ھ)، حدیث کے الفاظ ''اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ'' کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں:

بعض نے وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے، لیکن سلف اہلِ حدیث اس تاویل سے راضی نہ تھے، چنانچہ امام ابوحنیفہ بھی ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں کہ وجہ کے معنی ذات کے نہ لیے جائیں گے۔[4]

اس بیان میں مولانا وحید الزمانؒ نہ صرف یہ کہ آپ کو اہلِ حدیث (محدثین) میں شمار کر

۱۔ ایضاً (ص ۵۷، ترجمہ نمبر ۵۴۶) ۲۔ طبقات علماء المحدثین (۱/۲۶۰)

۳۔ عقد الجواہر الثمین مع شرحہ الفضل المبین، (ص ۱۰۶)

۴۔ لغات الحدیث (کتاب واؤ، مادہ وجہ، ج ۴)

رہے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کا شمار سلف اہلِ حدیث میں کیا ہے۔

(۲) بزرگ غیر مقلد عالم، صاحب التصانیف مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء)، جو علمائے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں، یہ بھی امام صاحبؒ کو محدث تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' میں جابجا آپ کا تذکرہ خیر کیا ہے اور آپ پر وارد شدہ اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اسی کتاب میں انہوں نے زمانہ اتباع تابعین کے محدثین کی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام صاحبؒ کی خدماتِ علمیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

> آپ بھی اہلِ حدیث (محدث) تھے۔ چنانچہ آپ کا قول مشہور ہے، اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ (جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے)۔ (شامی، جلد اوّل، ص ۷۰)[1]

مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم، مولانا سیالکوٹیؒ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

> آپ نے ''تاریخ اہلِ حدیث'' کے نام سے محدثین اور اپنے اکابر جماعت کی ایک تاریخ لکھی۔ اس میں آپ نے امام ابوحنیفہؒ کا بھی ذکر کیا۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی اس کو شائع کرنا چاہتی تھی، لیکن وہ لوگ اس پر رضامند نہ تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کو محدثین میں ذکر کیا جائے۔ انہوں نے مولانا سے درخواست کی کہ وہ حضرت امام صاحب کا ذکر اس کتاب سے نکال دیں۔ مولانا ابراہیم صاحب نے کتاب ان سے واپس لے لی مگر امام صاحب کا نام اس کتاب سے نہ نکالا، اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا نام محدثین سے کبھی الگ نہیں ہوسکتا۔[2]

(۳) علمائے غیر مقلدین کے سرخیل اور مجدد مولانا نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ) کو بھی آپ کا محدث ہونا تسلیم ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''التاج المکلل''

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۲۲۲)

[2] آثار الحدیث (ج ۲، ص ۳۹۴، ۳۹۵) طبع دار المعارف، لاہور

میں آپ کا شاندار تذکرہ کیا ہے، [۱] جو کہ ان کے نزدیک آپ کے محدث ہونے کی دلیل ہے۔

کیونکہ نواب صاحبؒ نے یہ کتاب علمائے محدثین کے تذکرے میں لکھی ہے، جیسا کہ انہوں نے شروع کتاب میں لکھا ہے کہ میں اس کتاب میں اہل العلم بالحدیث کے احوال نقل کروں گا، لہٰذا انہوں نے امام صاحبؒ کا تذکرہ محدث ہونے کی حیثیت سے کیا ہے۔

(۴) مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد (م ۱۳۴۱ھ) بھی آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں۔

چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ خود بھی اہلِ حدیث تھے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی اہلِ حدیث بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کتاب (حدائق الحنفیہ) میں ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کیسے اہلِ حدیث ہو گئے؟ آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھے امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰہ نے اہلِ حدیث بنایا۔ یہی ٹھیک بھی ہے، خود امام صاحب پختہ اہلِ حدیث تھے۔ [۲]

(۵) مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م ۱۳۴۲ھ)، جنہوں نے امام بخاریؒ کے حالات پر "سیرۃ البخاریؒ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں انہوں نے اگرچہ امام بخاریؒ کے فضائل کم بیان کیے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور احناف پر تنقیصات زیادہ کی ہیں، لیکن بالآخران کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ:

امام ابو حنیفہ کا شمار فقہائے اہلِ حدیث میں سے ہونا بہت ہی مناسب ہے۔ [۳]

(۶) مولانا محمد ادریس فاروقی غیر مقلد امام صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہم آپ کو اہلِ سنت کے جلیل القدر ائمہ میں سے ایک مانتے ہیں اور ان کو اہلِ حدیث گردانتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مشہور ارشاد ہے، اذا صح الحدیث فھو مذھبی کہ جب کوئی مسئلہ حدیث نبوی سے ثابت ہو جائے، وہی میرا مذہب ہے۔ آپ نے اپنے اقوال سے حدیث مبارکہ کو بڑا بلند مرتبہ دیا۔ بلکہ بعض افراد کو آپ نے اہلِ حدیث بنایا۔ گویا آپ اہلِ حدیث ہی نہیں تھے، "اہلِ حدیث گر" بھی تھے۔ [۴]

۱۔ التاج المکلل (ص ۹۲، ۹۳) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ مشکوٰۃ محمدی (ص ۲۱۷) ۳۔ سیرۃ البخاری (ص ۳۴۳)

۴۔ مسئلہ تقلید (ص ۵۳) طبع مسلم پبلی کیشنز، سوہدرہ

ائمہ حدیث میں امام اعظمؒ کا نمایاں مقام

ائمہ حدیث میں امام اعظمؒ کا نمایاں مقام

امام اعظمؒ نہ صرف یہ کہ ایک محدث تھے بلکہ آپ علم حدیث میں درجہ امامت پر فائز اور محدثین کے امام و سرخیل بھی تھے۔ چنانچہ آپ کی "اِمَامَتْ فِی عِلْمِ الْحَدِیْث" کو اکابر محدثین نے واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ذیل میں آپ کی "اِمَامَتْ فِی الْحَدِیْث" پر چند اکابر محدثین کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

امام اعظمؒ کی "امامتِ فی الحدیث" پر اکابر محدثین کی تصریحات

(۱) سید الحفاظ والمحدثین امام ابوداؤد سجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) صاحب السنن، جن کا محدثانہ مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، فرماتے ہیں:

رحم اللہ اباحنیفۃ کان اماما[۱]

اللہ تعالیٰ کی امام ابوحنیفہؒ پر رحمتیں ہوں، آپ امام تھے۔

واضح رہے کہ جب کوئی محدث کسی کو امام کہے تو اس سے اس کی مراد "اِمَامَتْ فِی الْحَدِیْث" ہی ہوتی ہے، لہٰذا امام ابوداؤدؒ کا آپ کو امام کہنا ان کی طرف سے آپ کی "اِمَامَتْ فِی الْحَدِیْث" کا صاف اقرار ہے۔

(۲) محدث کبیر امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی امام صاحبؒ کو ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" کی انچاسویں نوع، جس کا عنوان ہے، معرفۃ الائمۃ الثقات المشھورین من التابعین واتباعھم ممن یجمع حدیثھم للحفظ والمذاکرۃ والتبرک بھم وبذکرھم من الشرق الی المغرب (تابعین اور اتباع تابعین میں سے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث کی

[۱] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲، ص ۱۶۳)؛ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۲۷)

معرفت کہ جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے، اور جن کا شہرہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہے) کے ذیل میں تمام مشہور بلاد اسلامیہ کے مشاہیر ائمہ ثقات کو نام بنام گنایا ہے اور کوفہ کے ان ائمہ کی فہرست میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی ذکر کیا ہے۔[1]

یہ آپ کی ''اِمَامَتُ فِی الْحَدِیْث''، علو مرتبت اور محدثین میں آپ کی شہرت پر واضح دلیل ہے۔

(۳) مشہور محقق امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۸ھ)، جن کو حافظ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) امام، مبرز، فقیہ، متکلم اور واعظ کے القاب سے ملقب کرتے ہیں،[2] نے بھی امام صاحبؒ کو ائمہ حدیث کی صف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ موصوف آپ کو اور آپ کے استاذ مکرم امام حمادؒ، آپ کے تلامذہ امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ وغیرہ اور دیگر کئی ائمہ کو ان ائمہ اہلِ سنت جو عقیدہ ارجاء کی طرف منسوب ہیں، کی فہرست میں ذکر کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

وهؤلاء كلهم ائمة الحديث.[3]

یہ سب کے سب ائمہ حدیث ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) بھی آپ کے ائمہ حدیث میں سے ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مسئلہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

وهو قول مالك والشافعي وابي حنيفة والثوري والاوزاعي واحمد بن حنبل واسحاق بن راهوية وابي ثور و ابي عبيد و هؤلاء ائمة الفقه والحديث في اعصارهم.[4]

یہی قول مالکؒ، شافعیؒ، **ابوحنیفہؒ**، ثوریؒ، اوزاعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابوثور، اور ابوعبیدؒ کا ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے زمانہ میں فقہ اور حدیث کی امامت

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۲۳، ۲۲۸)

۲۔ وفیات الاعیان (۲/۳۶۱)

۳۔ الملل والنحل (ج ۱ص ۱۱۶)، طبع المکتبۃ العصریۃ، بیروت

۴۔ التمہید (ج ۶ص ۴۳۱)

کا شرف رکھتے ہیں۔

نیز امام موصوف تصریح کرتے ہیں:

وهو قول مالک، والشافعي، وابي حنيفة واصحابهم... وهؤلاء ائمة الرأي والحديث في اعصارهم.[1]

یہی قول ہے مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا... اور یہ سب اپنے اپنے زمانے میں رائے (فقہ) اور حدیث کے امام تھے۔

(۵) امام حافظ ابن تیمیہ حنبلیؒ (م ۷۲۸ھ)، جن کی عظیم شخصیت سے کون ناواقف ہو گا؟ پہلے گزرا ہے کہ علمائے سعودیہ ان کو اپنا مقتدا تسلیم کرتے ہیں اور ان ہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے اپنے کو سلفی کہلاتے ہیں، اور اب ہندو پاک کے غیر مقلدین نے بھی علمائے سعودیہ کی تقلید میں اپنے کو اثری سے سلفی کہلانا شروع کر دیا ہے۔ موصوف بھی حضرت امام اعظمؒ کو فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کا بھی امام مانتے ہیں۔ چنانچہ ارقام فرماتے ہیں:

وفي الائمة من هو امام من هؤلاء وهؤلاء مشارک للطائفتين وان كان باحد الصنفين اجدر.

واكثر ائمة الحديث والفقه كمالک والشافعي واحمد واسحاق بن راهويه وابن عبيد وكذلک الاوزاعي والثوري والليث هؤلاء وكذلک لابي يوسف صاحب ابي حنيفة ولابي حنيفة ايضا ماله من ذلک، ولكن لبعضهم في الامامة في الصنفين ما ليس للآخر وفي بعضهم من صنف المعرفة باحد الصنفين ما ليس في الآخر فرضي الله عن جميع اهل العلم والايمان.[2]

ائمہ میں سے بعض ایسے حضرات بھی ہیں جو کہ محدثین میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی، اور ان دونوں جماعتوں میں شامل ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے۔

۱۔ الاستذکار (۲/۲۷۳)، نیز دیکھئے کتاب مذکور (۵/۵۰۸)

۲۔ تلخیص کتاب الاستغاثۃ المعروف بالرد علی البکری (ص ۱۳، ۱۴) بحوالہ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۸۷)

اکثر ائمہ حدیث وفقہ جیسے امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام ابوعبیدؒ، اسی طرح امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ اور امام لیث بن سعدؒ ایسے ہی تھے، اور اسی طرح امام ابو یوسفؒ صاحب ابی حنیفہؒ۔ اور خود امام **ابوحنیفہؒ** کا بھی وہی مرتبہ ہے جو ان کی شایانِ شان ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کو ان دونوں شعبوں (حدیث وفقہ) کی امامت میں وہ مقام حاصل ہے جو کہ دوسرے کو نہیں ہے، اور ان میں سے بعض کو کسی ایک شعبہ کی معرفت میں وہ مقام حاصل ہے جو کہ دوسرے کو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ علم وایمان سے راضی ہو۔

غور کیجیے! حافظ ابن تیمیہؒ کس طرح صراحتاً امام صاحبؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کو ائمہ حدیث وفقہ کی صف میں ذکر کر رہے ہیں۔

نیز حافظ موصوف ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:

واما من لایطلق علی اللّٰہ اسم الجسم کائمۃ اھل الحدیث والتفسیر والتصوف والفقہ مثل ائمۃ الاربعۃ واتباعھم.[1]

وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ پر اسم جسم کا اطلاق نہیں کرتے، مثلاً اہلِ حدیث، تفسیر، تصوف اور فقہ کے ائمہ، جیسے ائمہ اربعۃ (**امام ابوحنیفہؒ**، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) اور ان کے متبعین ہیں۔

مذکورہ بیان میں بھی حافظ صاحبؒ دیگر ائمہ اربعہ کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو بھی اہلِ حدیث (محدثین)، مفسرین، صوفیاء اور فقہاء، چاروں طبقوں کے امام تسلیم کر رہے ہیں۔

(۶) حافظ ابن تیمیہؒ کے بعد ان کے شاگرد رشید اور ان کے علوم کے ترجمان امام شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بہ ''ابن القیم الجوزیہ'' (م ۷۵۱ھ) بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فنِ حدیث کے امام مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

واما طریقۃ الصحابۃ والتابعین وائمۃ الحدیث کالشافعی والامام احمد ومالک وابی حنیفۃ وابی یوسف والبخاری واسحاق فعکس ھذہ الطریق.[2]

۱۔ منہاج السنۃ النبویہ (ج ۱ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

۲۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین (ص ۷۰۴) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت (طبعۃ جدیدۃ کاملۃ فی مجلد واحد)

صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ حدیث جیسے امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام بخاریؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ ہیں، ان کا طریقہ ان لوگوں کے طریقہ کے برعکس تھا۔

حافظ ابن القیمؒ یہاں بڑے واشگاف الفاظ میں امام اعظمؒ اور امام ابویوسفؒ کو علم حدیث میں امام قرار دے رہے ہیں، اور وہ بڑے پایہ کے ائمہ حدیث میں ان دونوں کا شمار کر رہے ہیں۔

(۷) امام محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزیؒ (م ۷۴۸ھ) ''صاحب المشکاۃ'' بھی امام صاحبؒ کو فنِ حدیث میں امام تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ موصوف امام صاحبؒ کے ترجمہ میں آپ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اماما فی علوم الشریعۃ۔[1]

امام ابوحنیفہؒ علوم شرعیہ میں امام تھے۔

ظاہر ہے کہ علومِ شرعیہ میں علم حدیث بھی شامل ہے، لہٰذا اس بیان سے آپ کا علم حدیث میں بھی امام ہونا ثابت ہو گیا۔

نیز موصوف، امام جعفر صادقؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں، ''روی عنہ ائمۃ الاعلام'' کہ ان سے حدیث کے بڑے بڑے ائمہ نے روایت کی ہے۔ اور پھر انہوں نے امام جعفرؒ سے روایت کرنے والوں میں امام صاحبؒ کے اسمِ گرامی کو بھی گنایا ہے،[2] جو کہ آپ کے علم حدیث کے ائمہ اعلام میں سے ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

(۸) خاتمۃ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنی کتاب ''تقریب التہذیب'' کے ''باب الکنٰی'' میں لکھتے ہیں:

ابوحنیفۃ: النعمان بن ثابت، الامام المشہور۔[3]

حافظ موصوف کا آپ کو امام کہنا بھی آپ کے ''اِمَامٌ فِی الْحَدِیْث'' ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان کی یہ کتاب محدثین (راویانِ حدیث) کے حالات پر مشتمل ہے۔

۱۔ الاکمال، فی اسماء الرجال مع مشکوٰۃ المصابیح (۲/۶۴۷) طبع المکتبۃ الحقانیۃ، پشاور، پاکستان

۲۔ ایضاً (۲/۶۱۱)

۳۔ تقریب التہذیب (۲/۶۴)

(۹) شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام صاحبؒ کے مناقب میں اپنی بلند پایہ تصنیف ''الخیرات الحسان'' میں آپ کے علمی مقام کو اُجاگر کرنے کے بعد اپنے قارئین کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

احذر ان تتوهم من ذلك ان اباحنيفة لم يكن له خبرة تامة بغير الفقه. حاشالله. كان في العلوم الشرعية من التفسير والحديث والآلة من العلوم الادبية والمقايس الحكمية بحر الايجارى، واماما لا يمارى، وقول بعض اعدائه فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد، وحجته الترفع على الاقران ورميهم بالزور والبهتان، ويابى الله الا ان يتم نوره.[1]

اس بات سے بچنا کہ تم یہ گمان کرنے لگو کہ امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کے بغیر کسی اور علم کی خبر تام نہیں تھی۔ حاشاللہ۔ آپ تو علم شرعیہ تفسیر، حدیث اور علوم اَدَبِیہ اور فنون قیاسیہ حِکَمِیہ میں بحرِ بیکراں اور بلامدافعت امام تھے۔ آپ کے بعض دشمنوں کا آپ کے بارے میں اس کے خلاف کچھ کہنے کا سبب محض حسد ہے، کیونکہ آپ تمام معاصرین پر فائق تھے (جس کی وجہ سے آپ کے بعض معاصرین آپ پر حسد کرتے تھے) اور جھوٹ اور بہتان تراشی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنا نور پورا کر کے ہی رہیں گے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(۱۰) عرب کی مشہور علمی شخصیت شیخ محمد بن عبدالوہاب حنبلی نجدیؒ (م ۱۲۰۶ھ)، جن کو غیر مقلدین حضرات بھی اپنا امام مانتے ہیں، حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں اقرار کرتے ہیں کہ آپ اہلِ حدیث (محدثین) اور اہلِ فقہ (فقہاء) دونوں کے امام تھے۔ چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

فتامل رحمك الله ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۶۴)

واصحابه بعده، والتابعون لهم باحسان الى يوم الدين وما عليه الائمة المقتدى بهم من اهل الحديث والفقهاء كابى حنيفة ومالك والشافعي واحمد بن حنبل رضى الله عنهم اجمعين لكى نتبع آثارها.[1]

اللہ تم پر رحم کرے اس طریقہ پر غور کرو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا اور جس پر آپ کے بعد صحابہ کرام اور ان کے تابعین چلتے رہے اور جس طریقہ پر اہلِ حدیث اور فقہاء کے ائمہ متبوعین جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمْ اَجْمَعِیْن عمل پیرا رہے، تاکہ ہم ان حضرات کے نقشِ قدم کی پیروی کریں۔

شیخ موصوف نے اپنے مذکورہ بیان میں امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ متبوعین کو نہ صرف یہ کہ فقہاء کا امام کہا ہے بلکہ ان کو اہلِ حدیث کا بھی امام قرار دیا ہے۔

جماعت غیر مقلدین کے سرخیل حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ امام اعظمؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اس عاجز زلہ ربائے علمائے متقدمین کی تحقیق، جو دیانت وادب ہر دو امروں کو ملحوظ رکھ کر، یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے پیشوا (امام) تھے۔[2]

نیز مولانا سیالکوٹیؒ "مسئلہ طلاق ثلاثہ" میں اپنے بعض ہم مسلکوں کو مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

جناب نے جو یہ فرمایا کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں، اس جگہ محدثین سے اگر ہم جمیع محدثین مراد لیں، جو بجا ہے، تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ **حضرت امام ابوحنیفہؒ** اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث، جن کے اسمائے گرامی لکھنے میں خوفِ طوالت ہے،

۱۔ الرسائل الشخصیۃ (ص ۶۰) مشمولہ مجموعہ مؤلفات ورسائل امام محمد بن عبدالوہابؒ (ج ۳) طبع دار القاسم الریاض

۲۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص ۳۱۰)

محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟... اور اگر محدثین سے آپ کی ذات گرامی اور اس زمانہ کے آپ جیسے دیگر علمائے اہل حدیث مراد ہیں تو بے ادبی معاف، مجھے آپ کو یا ان کو محدثین کہنے میں تامل ہے، دورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پر نظر گزار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔[1]

واضح رہے کہ مولانا سیالکوٹیؒ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے خصوصی شاگرد اور اپنی جماعت میں ''امام المسلمین'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ مذکورہ بالا فیصلہ تمام جماعت غیر مقلدین کے لیے حجت ہے۔

۱۔ اخبار اہل حدیث (۱۵؍نومبر ۱۹۲۹ء) بحوالہ عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث (ص ۹۷، ۹۸) از امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظمؒ کو کثیر الحدیث محدث ہونے کا شرف

امام اعظمؒ کو کثیر الحدیث محدث ہونے کا شرف

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے دیگر تمام محدثانہ خوبیوں و کمالات کے حامل تھے، ایسے ہی آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ ایک کثیر الحدیث محدث تھے، اور حدیث کے متعلق آپ کی معلومات بہت وسیع تھیں۔

امام اعظمؒ کے کثیر الحدیث ہونے پر بارہ ٹھوس دلائل

آپ کے کثیر الحدیث ہونے پر دلائل کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) "تحصیلِ علم حدیث" کے عنوان کے ذیل میں بحوالہ محدثین حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ گزر چکا ہے کہ امام صاحبؒ نے باقاعدہ علم حدیث حاصل کیا تھا اور آپ اس فن میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ نیز خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) کا یہ بیان بھی وہاں گزرا ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ نے تحصیلِ علم حدیث کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا (قرآن و حدیث سے) استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ فقہ کو اَدِلّہ شرعیّہ (قرآن و حدیث) سے مستنبط کیا۔

یہ آپ کے کثیر الحدیث ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

(۲) آپ نے کوفہ جیسے علمی شہر، جہاں احادیث اور محدثین کی بہتات تھی، جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے، کی درسگاہوں میں برسوں تحصیلِ احادیث کی اور اس کی تحصیل میں اپنے معاصرین میں جو سبقت حاصل کی، اُس کا اقرار آپ کے معاصر محدث امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) اور دیگر محدثین امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے بھی کیا ہے، جن کے بیانات پہلے گزر چکے ہیں۔

اور پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ آپ نے تحصیلِ حدیث کے لیے رحلتِ سفر بھی باندھا اور اس کے لیے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ جیسے بلادِ علمیہ میں جا کر وہاں کے اَجِلّہ محدثین سے اخذِ

احادیث کیا، جس کی تفصیل ہم بحوالہ ذکر کر آئے ہیں۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے آپ کو قلیل الحدیث کیسے باور کیا جا سکتا ہے؟

(۳) آپ نے بکثرت احادیث جمع کی ہوئی تھیں اور آپ کے پاس حدیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ محفوظ تھا۔ چنانچہ امام ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوریؒ (م ۲۹۸ھ)، جو ائمہ صحاح ستہ کے معاصر ہیں، اپنی کتاب "مناقب ابی حنیفۃ" میں خود امام صاحبؒ سے ناقل ہیں کہ:

عندی صناديق من الاحاديث ما اخرجت منها الا اليسير الذی ينتفع به.[1]

میرے پاس احادیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں، مگر میں نے ان میں سے صرف وہی تھوڑی سی احادیث نکالی ہیں جن سے (لوگوں کو) فائدہ ہو۔

یعنی جو احادیث فقہی مسائل سے متعلق ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنے صاحبزادے امام حمادؒ (م ۱۷۶ھ) کو جو وصیت کی تھی، اس میں آپ نے ان کو پانچ حدیثوں پر عمل پیرا ہونے کی خصوصی تلقین کی اور ان کے متعلق فرمایا:

جمعتها من خمس مائة الف حديث.[2]

میں نے ان پانچ حدیثوں کو پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے۔

آپ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیاد لولوئیؒ (م ۲۰۴ھ)، جو کہ بقول امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے، جیسا کہ ان کے ترجمہ میں بحوالہ گزرا ہے، فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة يروی اربعة آلاف حديث، الفين لحماد والفين لسائر المشيخة.[3]

امام ابوحنیفہؒ (اپنے ذخیرہ احادیث میں سے) چار ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے، ان میں سے دو ہزار حدیثیں امام حماد بن ابی سلیمانؒ سے اور باقی دو ہزار

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۸۵) للمکیؒ؛ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۱۶۹) للکردریؒ

۲۔ مجموعہ وصایا امام اعظم ابوحنیفہؒ (ص ۶۲، ۶۳)، مرتبہ: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۸۵) للمکیؒ

حدیثیں دیگر مشائخ سے مروی تھیں۔

مجدد قرن العاشر حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے بحوالہ جلیل المرتبت محدث امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) لکھا ہے کہ:

ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفا و سبعین الف حدیث و انتخب الآثار من اربعین الف حدیث.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے اپنی "تصانیف" میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں ذکر کی ہیں، اور آپ نے "کتاب الآثار" کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام صاحبؒ کی ذاتی تصنیف "کتاب الآثار"، جس کے متعدد نسخے ہیں جن کی تفصیل آگے کتاب میں ہم ذکر کریں گے، میں سینکڑوں احادیث ذکر ہیں۔ صرف نسخہ امام محمدؒ کہ جس میں کتاب الآثار کے دیگر نسخوں کی نسبت سب سے کم احادیث ہیں، میں ذکر کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے، جن میں مرفوع، موقوف اور مقطوع تینوں قسم کی احادیث شامل ہیں۔

علاوہ ازیں بیسیوں جلیل القدر حفاظ حدیث نے آپ سے مروی احادیث کے مجموعے "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے لکھے ہیں، ان میں بھی آپ کی سینکڑوں احادیث درج ہیں۔ چنانچہ صرف حافظ ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ) کی مرتبہ "مسند ابی حنیفہ" میں ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔[2]

نیز آپ کے تلامذہ اور دیگر محدثین کی تصانیف میں بھی بکثرت آپ کی مرویات موجود ہیں۔ مثلاً امام ابو یوسفؒ کی "کتاب الخراج"، "الامالی" وغیرہ، امام محمد بن حسنؒ کی "الحجۃ علی اہل المدینۃ"، "السیر الکبیر" وغیرہ، امام عبدالرزاقؒ کی "المصنف"، اسی طرح امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ، امام دارقطنیؒ، امام طحاویؒ اور امام طبرانیؒ وغیرہ کی تالیفات آپ کی مرویات سے مالا مال ہیں۔

(۴) آپ کے پاس احادیث بکثرت تھیں، تب ہی تو محدثین نے متعدد اجلّہ حفاظ حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کثیرہ روایت کی ہیں۔

مثلاً شیخ المحدثین امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) کے بارے میں امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ وقد سمع من ابی حنیفة حدیثا

۱۔ ذیل الجواہر المضیہ (۲/۴۷۴) ۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)

کثیرا. کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث کا سماع کیا تھا۔

امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ)، جو کہ بقول امام ابن سعدؒ، ثقہ، حجت اور کثیر الحدیث تھے،[۱] کے بارے میں حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

روی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیرة.[۲]

امام حماد بن زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑی کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔

اسی طرح امام خالد بن عبد اللہ الواسطیؒ (م ۱۸۲ھ)، جو کہ بقول اسحاق ارزقؒ، امام سفیان ثوریؒ سے بھی بلند پایہ محدث تھے،[۳] کی بابت بھی حافظ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے:

روی عنه خالد الواسطی احادیث کثیرة.[۴]

امام خالد الواسطیؒ، امام ابوحنیفہؒ سے احادیثِ کثیرہ روایت کرتے ہیں۔

مشہور محدث امام عبد الرزاقؒ، جن کی تصنیف ''مصنف عبد الرزاق'' حدیث کی ایک ضخیم اور بلند پایہ کتاب ہے، ان کے بارے میں بھی امام ابن عبد البرؒ نے تصریح کی ہے:

وقد سمع منه کثیرا.[۵]

امام عبد الرزاقؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث کا سماع کیا تھا۔

امام صاحبؒ کے شاگردِ رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ)، جو کہ امام صاحبؒ کی احادیث کے حافظ تھے، کے ترجمہ میں علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے:

لمحمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفة روایات کثیرة.[۶]

امام محمد بن شجاع ثلجیؒ نے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث کی روایت کی ہے۔

بلند پایہ اور کثیر الحدیث محدث امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ) کے تعارف میں امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) کا یہ بیان نقل ہو چکا ہے کہ وسمع منه الحدیث والفقه،

۱۔ تہذیب التہذیب (۲/۱۰)
۲۔ الانتقاء (ص ۱۳۰)
۳۔ تہذیب التہذیب (۲/۶۲)
۴۔ الانتقاء (ص ۱۳۶)
۵۔ الاستذکار (۷/۲۲۲)
۶۔ تاریخ بغداد (۷/۳۲۸)

واکثر عنه الروایة.

امام بلخیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کا سماع کیا، اور آپ سے احادیث کی بکثرت روایت کی ہے۔

نیز شیخ الاسلام امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ (م ۲۱۳ھ)، جن کے متعلق حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں، وحدیثه فی الکتب کلها[1] ان کی احادیث تمام کتب میں پائی جاتی ہیں، ان کو بھی امام صاحبؒ سے احادیثِ کثیرہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ امام موفق مکیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

اکثر عن ابی حنیفة الروایة فی الحدیث.[2]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت زیادہ احادیث کو روایت کیا ہے۔

امام کردریؒ (م ۸۲۷ھ) ان کے متعلق تصریح کرتے ہیں:

سمع من الامام تسمائة حدیث.[3]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے نو سو احادیث سنی تھیں۔

امام اعظمؒ کے تلمیذ امام حسین بن حسن العوفیؒ کے ترجمہ میں امام محمد بن خلف المعروف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے نقل کیا ہے کہ:

کان العوفی کثیر الروایة عن ابی حنیفة.[4]

امام عوفیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

قارئین! ہم نے بطور نمونہ صرف ان چند حفاظ حدیث کے متعلق محدثین کی یہ تصریحات قلمبند کی ہیں، ورنہ دیگر کئی حفاظ حدیث سے متعلق بھی اس طرح کی تصریحات ہمارے زیرِ علم تھیں، لیکن اختصار کے سبب ان کو ترک کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کثیر الحدیث نہیں تھے اور آپ کے پاس بکثرت احادیث نہیں تھیں تو پھر ان حفاظ حدیث نے آپ سے یہ احادیثِ کثیرہ کیسے روایت کر لی ہیں؟

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۶۹) ۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۸۶) للمکیؒ

۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۹۸) للکردریؒ

۴۔ اخبار القضاۃ لوکیع (ص ۶۵۸ھ) طبع عالم الکتب، بیروت

(۵) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ احادیث محدثین کے پاس اس کثرت سے تھیں کہ جس قدر بھی ان سے آپ کی روایات سنانے کی فرمائش کی جاتی، وہ اس کے لیے فوراً تیار ہو جاتے۔ مثلاً امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے بہ سند متصل امام محمد بن شجاع ثلجیؒ (م ۲۶۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام عباد بن صہیبؒ (م ۲۱۲ھ)، جو کہ بقول امام یحییٰ بن معینؒ، امام ابوعاصم نبیلؒ سے بھی زیادہ پختہ کار محدث تھے،[۱] سے عرض کیا کہ آپ کے پاس امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سے متعلق جو روایات ہیں وہ مجھ سے بیان کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا:

عندی قمطر و لکن لا احدثک برأیہ و احدثک بما شئت من حدیثہ.[۲]

میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کی فقہی روایات کا صندوق بھرا ہوا موجود ہے، لیکن اس میں سے میں آپ کو کچھ نہیں سناؤں گا، البتہ امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ احادیث آپ مجھ سے جس قدر سننا چاہتے ہیں، وہ میں بیان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

اندازہ لگائیں کہ ان کے پاس امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کا کتنا بڑا ذخیرہ ہوگا کہ وہ امام ثلجیؒ جیسے محدث کو ان کی حسب فرمائش تعداد میں احادیث سنانے کے لیے تیار ہو گئے۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے عبداللہ بن وہب دینوریؒ (م ۳۰۸ھ) کے ترجمہ میں ان سے نقل کیا ہے کہ:

میں ایک دفعہ امام ابوزرعہ رازیؒ (م ۲۶۴ھ)، جو مشہور محدث اور حافظ العصر ہیں، کے پاس گیا تو میں نے ان کی مجلس میں دیکھا کہ ایک خراسانی شخص ہے جو ان کے سامنے موضوع احادیث بیان کر رہا ہے اور یہ اس کی بیان کردہ احادیث کو باطل کہہ کر رد کر رہے ہیں۔ وہ شخص ہنس کر اُن سے کہتا ہے کہ عجیب بات ہے جو حدیث یاد نہیں اس کو باطل کہہ دیا۔

اس پر میں نے اس شخص سے کہا کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ وہ کہنے لگا، حنفی۔
میں نے پھر اس سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ کے واسطے سے کتنی

۱۔ لسان المیزان (۳/۲۸۰)

۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۲۶۷، ۲۶۸)؛ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۸۵)

احادیث روایت کی ہیں؟

وہ شخص لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا تو میں نے امام ابوزرعہؒ سے پوچھا کہ

یااباازرعة ماتحفظ لابی حنفة عن حماد فسرد احادیث.[1]

اے ابوزرعہ! آپ کو امام ابوحنیفہؒ کی امام حمادؒ سے روایت کردہ کتنی احادیث یاد ہیں؟

اس کے جواب میں انہوں نے احادیث سنانے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔

ان واقعات سے امام صاحبؒ کی کثرت احادیث اور آپ کی احادیث سے محدثین کے خصوصی اعتناء کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م۴۰۵ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ان محدثین کی صف میں جگہ دی ہے کہ جن کی احادیث مشرق سے لے کر مغرب تک پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کو مذاکرہ اور تبرک کے لیے لکھا جاتا ہے، جیسا کہ ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۶) آپ نے جو ہزاروں مسائل بیان کیے ہیں وہ سب مسائل آپ نے احادیث کی روشنی میں ہی حل کیے ہیں، اور ان مسائل کے حل کے لیے جس قدر احادیث کی ضرورت تھی وہ سب آپ کے پاس (مع الزائد) موجود تھیں۔ بعض لوگوں نے خواہ مخواہ یہ غلط مشہور کر رکھا ہے کہ آپ کا حدیث میں پوری طرح درک نہیں تھا اور آپ بہت سی احادیث سے ناواقف تھے، اس لیے آپ نے کئی مسائل محض اپنی رائے سے غلط بیان کر دیے ہیں۔ حالانکہ یہ بات حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ چنانچہ مورخ کبیر و محدث جلیل حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م۹۴۲ھ) باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وعدم اطلاعه علی بعضها، وفیه بعد.[2]

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ کو بعض احادیث کی اطلاع نہیں ہو سکی، یہ بات حقیقت سے دور ہے۔

مجدد مائہ عاشر علامہ ملا علی قاریؒ (م۱۰۱۴ھ) ''ضب'' (گوہ) کی حلت و حرمت کی بحث میں لکھتے ہیں:

ومن ظنّ بابی حنیفة ان هذه الاحادیث لم تبلغه ولو بلغته لقال

[1] تذکرة الحفاظ (۲/۲۲۷)		[2] عقود الجمان (ص۳۹۷)

بها، قلت؛ هذا بعض الظن فان حسن الظن بابى حنيفة انه احاط بالاحاديث الشريفة من الصحيحة و الضعيفة، لكنه مارجح الحديث الدال على الحرمة او حمله على الكراهة جمعا بين الاحاديث و عملا بالرواية والدراية.[1]

جوشخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ یہ (گوہ کی حلت والی) احادیث آپ کو نہیں پہنچی تھیں، ورنہ آپ بھی اس (کی حلت) کے قائل ہوتے، (اس شخص کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ یہ بعض گمان ہے (جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ (سورۃ الانفال:۱۲) کہ بعض گمان گناہ ہیں)، بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں نیک گمان یہ ہے کہ آپ نے تمام احادیث شریفہ، خواہ وہ صحیح ہوں یا ضعیف ہوں، کا احاطہ کیے ہوئے تھے، لیکن آپ نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے جو ضب (گوہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، یا آپ نے اس حدیث کو کراہت پر محمول کیا ہے، تاکہ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہوجائے، اور روایت و درایت دونوں پر عمل ہوجائے۔

(۷) امام صاحبؒ کے تلامذہ میں سے امام اسد بن عمرو بجلیؒ (م ۱۹۰ھ) ایک کثیر الحدیث محدث گزرے ہیں۔ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے:

كان عنده حديث كثير.[2]

ان کے پاس بکثرت احادیث تھیں۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے:

وكان عنده حديث كثير، وهو ثقة ان شاء الله. هكذا قال الخطيب.[3]

امام اسدؒ کے پاس بہت سی احادیث تھیں اور وہ اِنۡ شَاءَ اللّٰہ ثقہ ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

۱۔ شرح مسند ابی حنیفہ (ص ۹۱)
۲۔ الطبقات الکبریٰ (۷/۲۳۹) لابن سعدؒ
۳۔ کتاب الانساب (۴/۵۳) للسمعانی

یہ جلیل القدر محدث باوجود اس کثرتِ حدیث کے، اپنے استاذِ مکرم امام ابوحنیفہؒ کے مقابلے میں قلیل الحدیث تھے اور امام صاحبؒ ان سے زیادہ احادیث رکھتے تھے۔ چنانچہ امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) امام اسدؒ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

ولیس فی اصحاب الرائی بعد ابی حنیفة اکثر حدیثا منه.[1]

اصحاب رائے (فقہاء) میں امام ابوحنیفہؒ کے بعد ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ ان سے بھی زیادہ کثیر الحدیث تھے۔ اب جبکہ امام ابن سعدؒ، علامہ خطیبؒ اور علامہ سمعانیؒ کی تصریح کے مطابق امام اسد بجلیؒ کے پاس بہت زیادہ احادیث تھیں تو پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس کس کثرت سے احادیث ہوں گی، جو بقول امام ابن عدیؒ، امام اسدؒ سے بھی زیادہ کثیر الحدیث تھے۔

(۸) آپ کے کثیر الحدیث ہونے کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث اور فن اسماء الرجال کے عظیم سپوت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو اپنی تصنیف لطیف "تذکرۃ الحفاظ" میں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے جیسا کہ بحوالہ آ رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اگر حدیث میں کم مایہ ہوتے تو حافظ ذہبیؒ جیسے محدث ہرگز آپ کا ترجمہ اس کتاب میں نہ لکھتے کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا ذکر بطور ترجمہ نہیں کیا جو اُن کے نزدیک قلیل الحدیث ہے۔ اور اگر کسی قلیل الحدیث شخص کا ذکر انہوں نے ضمناً کر بھی دیا تو ساتھ یہ وضاحت کر دی کہ یہ شخص چونکہ قلیل الحدیث ہے اس لیے میں نے اس کو حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا۔ مثلاً مشہور فقیہ خارجہ بن زید بن ثابت (م ۹۹ھ) کا ذہبیؒ نے ضمناً تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

احد الفقهاء من كبار العلماء الا انه قليل الحديث، فلهذا لم اذكره فى الحفاظ رحمه الله.[2]

یہ فقہاء اور کبار علماء میں سے ایک ہیں، لیکن چونکہ قلیل الحدیث ہیں اس لیے میں نے ان کو حفاظ میں ذکر نہیں کیا۔ رَحِمَهُ الله.

اسی طرح حافظ موصوف امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ) کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

۱۔ لسان المیزان (۱/۳۹۹)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۷۱)

من اوعیة العلم لکنه قلیل العمل فی الحدیث فلم اذکره.[1]

یہ علم کے جامع ہیں، لیکن حدیث میں چونکہ ان کا شغف کم رہا ہے اس لیے میں نے ان کو حفاظ حدیث میں ذکر نہیں کیا۔

اب اگر حافظ ذہبیؒ کے نزدیک امام اعظمؒ بھی خارجہ بن زیدؒ اور ابن قتیبہؒ کی طرح قلیل الحدیث ہوتے تو وہ آپ کو بھی حفاظ حدیث کی صف میں ہرگز جگہ نہ دیتے۔ لہٰذا حافظ ذہبیؒ کا آپ کو حفاظ حدیث میں ذکر کرنا آپ کے کثیر الحدیث ہونے کی روشن دلیل ہے۔

(۹) حافظ ذہبیؒ کے علاوہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ محدثین نے بھی امام صاحبؒ کو حفاظ حدیث میں ذکر کر کے آپ کا کثیر الحدیث ہونا تسلیم کرلیا ہے، جیسا کہ ان کے حوالے آگے کتاب میں آرہے ہیں۔

(۱۰) اسی طرح حافظ سیوطیؒ کے مایہ ناز شاگرد، مورّخ اسلام، علامة الدہر امام محمد بن یوسفؒ صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) بھی بڑے پُر زور الفاظ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کثیر الحدیث قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''عقود الجمان'' میں آپ کے کثیر الحدیث ہونے کے اثبات میں مستقل ایک باب لکھا ہے، جس کا عنوان ہے، ''فی بیان کثرة حدیثه و کونه من اعیان الحفاظ من المحدثین.''

یہ باب اس بیان میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کثیر الحدیث اور جلیل القدر حفاظِ حدیث محدثین میں سے ہیں۔

اس باب کے ذیل میں امام موصوف تصریح کرتے ہیں:

وذکره الحافظ الناقد ابوعبدالله الذهبی فی کتابه المتمع طبقات الحفاظ المحدثین منهم، ولقد اصاب واجاد، ولولا کثرة اعتناء بالحدیث ماتهیاله استنباط مسائل الفقه فانه اوّل من استنبطه من الادلة، وعدم ظهور حدیثه فی الخارج لایدل علی عدم اعتنائه بالحدیث کما زعمه بعض من یحسده، ولیس کمازعم.[2]

امام ابوحنیفہ کو حافظ ناقد ابوعبداللہ ذہبیؒ نے اپنی مبسوط کتاب ''طبقات الحفاظ

۱۔ ایضاً (۱۵۳/۲)
۲۔ عقود الجمان (ص ۳۱۹، ۳۲۰)

المحدثین'' (تذکرۃ الحفاظ) میں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ ان کا آپ کو حفاظ حدیث میں ذکر کرنا بالکل درست اور بجا ہے، کیونکہ اگر آپ نے حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے، حالانکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اَدِلّہ شرعیہ (قرآن وحدیث) سے فقہ کو مستنبط کیا ہے، اور آپ کی احادیث کا خارج میں ظاہر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ کا حدیث کے ساتھ شغف نہیں تھا، جیسا کہ آپ کے بعض حاسدین کا غلط گمان ہے۔

پھر امام موصوف نے تفصیل کے ساتھ آپ کے کثیر الحدیث ہونے پر دلائل ذکر کیے ہیں۔[1] جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءُ۔

(۱۱) شارح مشکوٰۃ، محدث جلیل، فقیہ نبیل علامہ ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) بھی آپ کو کثیر الحدیث قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مَرّ انه اخذ عن اربعة آلاف شيخ من ائمة التابعين وغيرهم، ومن ثمة ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ المحدثين، ومن زعم قلة اعتنائه بالحديث فهوا ما لتساهله او حسده۔[2]

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ائمہ تابعین اور دیگر شیوخ، جن کی تعداد چار ہزار ہے، سے اخذ علم کیا ہے، اور اسی وجہ سے حافظ ذہبیؒ اور دیگر محدثین آپ کو حفاظ محدثین کے طبقہ میں ذکر کرتے ہیں، لہٰذا جو شخص آپ کے بارے میں اس زعم میں مبتلا ہے کہ آپ حدیث میں کم مایہ تھے، اس کا یہ زعم تساہل یا حسد پر مبنی ہے۔

(۱۲) شیخ الاسلام، حافظ الدنیا، شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کو بھی تسلیم ہے کہ امام ابوحنیفہ کثیر الحدیث تھے۔ چنانچہ ان کے شاگرد رشید حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے امام صاحبؒ کے بارے میں حافظ موصوف سے نقل کیا ہے کہ:

بانه كان يرى انه لايحدث الا بما حفظه منذ سمعه الى اداه، فلهذا قلت الرواية عنه، و صارت روايته قليلة بالنسبة لذلك والا فهو

[1] ایضاً

[2] الخیرات الحسان (ص ۱۴۱)

فی نفس الامر کثیر الروایة.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے یہ شرط لگائی تھی کہ آدمی صرف اسی حدیث کو بیان کرنے کا مجاز ہے کہ جو حدیث اس کو سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک برابر یاد ہو، اس شرط کی وجہ سے آپ کی روایات کا دائرہ کم ہو گیا، ورنہ حقیقت میں آپ کثیر الروایات تھے۔

جماعت غیر مقلدین کے نامور عالم دین اور جمعیت اہلِ حدیث کے سابق امیر مولانا محمد داؤد غزنویؒ نے اپنی جماعت کے افتراق و انتشار کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس جماعت کے لوگ امام ابوحنیفہؒ کو قلیل الحدیث قرار دے کر امام صاحبؒ کی روحانی بددعا کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

چنانچہ مولانا اسحاق بھٹی غیر مقلد، مولانا غزنویؒ کے حالات میں لکھتے ہیں:

ائمہ کرام کا اُن کے دل میں انتہائی احترام تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہلِ حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا، مولوی اسحٰق! جماعت اہلِ حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کر رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہوں اُن میں اتحاد اور یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔[2]

مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم مولانا موصوف کے متعلق لکھتے ہیں

ان دنوں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وصیت، جو آپ نے اپنے بیٹے حمادؒ کے نام لکھی، نئی نئی طبع ہو کر آئی تھی۔ آپ اسے آنے جانے والوں کو دکھاتے اور فرماتے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی نظر کم از کم پانچ لاکھ احادیث پر تھی۔[3]

۱۔ الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر (۲/ ۱۴۷) طبع دار ابن حزم، بیروت؛ بغیۃ الراغب المتمنی فی ختم النسائی مع الحاشیة (ص ۶۱، ۶۲) طبع مکتبة العبید کان، الریاض

۲۔ سوانح مولانا داود غزنویؒ (م ۱۳۶) بحوالہ آثار الحدیث (۲/ ۳۹۵)

۳۔ آثار الحدیث (۲/ ۳۹۵)

امام اعظمؒ اپنے زمانہ میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے

امام اعظمؒ اپنے زمانہ میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت امام صاحب مجتہد مطلق تھے۔ یہاں تک کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ عَلَیہِ الرَّحمة مجتہد مطلق بلا ریب ہیں۔[1]

نیز آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیز گار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں، اور آیت کریمہ، ''اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَاللّٰہِ اَتقَاکُم '' زینت بخش مراتب ان کے لیے ہے۔[2]

اب ظاہر ہے کہ مجتہد وہی ہوسکتا ہے جو قرآن وحدیث کے علم میں بڑی گہرائی رکھتا ہو، اور اس میں قرآن وحدیث سے مسائل استنباط کرنے کا ملکہ بھی ہو۔

علامہ ابواسحاق شاطبی مالکیؒ (م ۷۹۰ھ) مجتہد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين، احدهما: فهم مقاصد الشريفه علىٰ كمالما. والثانى: التمكن من الاستنباط علىٰ فهمه فيها.[3]

اجتہاد کا درجہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو ان دو وصفوں کے ساتھ موصوف ہو؛ (۱) مقاصد شریعت (قرآن و حدیث) کو پورے کمال کے ساتھ سمجھنا،

۱۔ فتاویٰ نذیریہ (۱/۱۶۷) ۲۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص ۹۶)

۳۔ الموافقات فی اصول الشریعة (۴/۷۶)

(۲) مقاصد شریعت کو سمجھتے ہوئے ان سے مسائل استنباط کرنے پر قادر ہونا۔
علامہ شاطبیؒ کے حوالہ سے ہی گزر چکا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ مقاصد شریعت بالخصوص علم حدیث میں پوری طرح اطلاع رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ کے مجتہد ہونے اور قرآن وحدیث کے علم میں پوری طرح فائق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔
پھر یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص درجہ اجتہاد میں جس قدر فائق ہوگا اُسی قدر قرآن و حدیث کے علم کا دائرہ اس کا وسیع ہوگا۔ چونکہ حضرت امام صاحبؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے مجتہد تھے، اس لیے آپ کے بارے میں علمائے حدیث نے تسلیم کیا ہے کہ آپ اپنے زمانے میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم بھی تھے۔
امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) حدیث اور اسماء الرجال کے عظیم ثبوت امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں:

انه واللّٰه لاعلم هذه الامة بما جاء عن اللّٰه ورسوله.[1]

بخدا! امام ابوحنیفہؒ اس امت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا (یعنی قرآن وحدیث) اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

محدث کبیر امام اسماعیل بن محمد عجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) امام صاحب کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

احد من غد من التابعین، امام المجتهد بلانزاع، اوّل من فتح باب الاجتهاد بالاجماع لایشک من وقف علیٰ فقهه و فروعه فی سعة علومه، و جلالة قدره، وانه کان اعلم الناس بالکتاب والسنة، لان الشریعة انما توخذ من الکتاب والسنة.[2]

امام ابوحنیفہؒ، جو تابعین میں سے ایک ہیں، آپ بغیر کسی اختلاف کے تمام مجتہدین کے امام ہیں، اور اس پر اجماع ہے کہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اجتہاد کا دروازہ کھولا۔ جو شخص بھی آپ کی فقہ اور آپ کی بیان کردہ فروعات فقہ پر واقف

۱۔ مقدمہ کتاب التعلیم لشیخ الاسلام مسعود بن شیبہ سندھیؒ بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۹۷)
۲۔ مقدمۃ الاربعون العجلونیۃ (ص ۲۰)

ہوگا، وہ آپ کے علوم کی وسعت اور آپ کی جلالت شان میں شک نہیں کر سکے گا۔ بلاشبہ آپ تمام لوگوں میں قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے، کیونکہ شریعت کو قرآن وسنت سے ہی اخذ کیا جاتا ہے۔

امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام بخاریؒ کے بڑے استاذ ہیں، ان کا تعارف امام صاحب کے تلامذہ کے ضمن میں گزر چکا ہے، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرمایا:

کان اعلم اهل زمانه[1]

امام ابوحنیفہؒ اپنے تمام اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

واضح رہے کہ امام مکیؒ نے اپنے بیان میں امام صاحبؒ کی بابت جس اَعْلَمِیَّتْ کی تصریح کی ہے اُس سے مراد قرآن وحدیث کی اَعْلَمِیَّتْ ہے۔ کیونکہ ابھی بحوالہ گزرا ہے کہ اصل علم قرآن وحدیث ہے۔ رہا فقہ تو وہ دراصل قرآن وحدیث سے ہی ماخوذ ہوتا ہے، لہٰذا ان کے بیان کا مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام شداد بن حکیم بلخیؒ (م ۲۱۰ھ)، جن کو امام ابن حبانؒ مستقیم الحدیث اور امام خلیلیؒ صدوق قرار دیتے ہیں،[2] یہ عظیم محدث بھی گواہی دیتے ہیں کہ:

ما رأیت اعلم من ابی حنیفة.[3]

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

یہاں بھی امام شدادؒ کے بیان میں اَعْلَمِیَّتْ سے قرآن وحدیث کی اعلمیت مراد ہے کہ امام ابوحنیفہؒ قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام علی بن عاصمؒ (م ۲۰۱ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کے ترجمے کا آغاز، مسند العراق، الامام اور الحافظ کے القاب سے کرتے ہیں،[4] ان سے امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۵)؛ تہذیب الکمال (۱۹/۱۱۱)

۲۔ لسان المیزان (۳/۱۶۵) ۳۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۴)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۳۱)

لو وزن علم ابی حنیفة بعلم اهل زمانه لرجح علیهم.[1]

اگر امام ابوحنیفہؒ کے (قرآن وحدیث سے متعلق) علم کا موازنہ ان کے تمام اہل زمانہ کے علم سے کیا جائے تو بھی آپ کے علم کا پلڑا ان سب پر بھاری رہے گا۔

امام خلف بن ایوب بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)، جو جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کے علمی شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوحاتم رازیؒ وغیرہ جیسے اساطین علمِ حدیث ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ ان کو مفتی اہل بلخ، زاہد اور قدوۃ قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

روى عنه يحيى بن معين والكبار.[2]

ان سے یحییٰ بن معینؒ اور دیگر کبار محدثین نے روایت کی ہے۔

امام ابن حبانؒ ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ امام خلیلیؒ فرماتے ہیں:

یہ حدیث میں نہایت راست باز اور مشہور تھے، اور اپنی پاک دامنی، نیکی اور زہد و تقویٰ سے موصوف تھے اور اہلِ کوفہ کی رائے (فقہ) پر فقیہ تھے۔[3]

ممدوح امام اعظمؒ اور آپ کے تلامذہ کی شانِ علمی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صار العلم من الله تعالىٰ الى محمد صلّى الله عليه وسلّم، ثم صار الى اصحابه، ثم صار الى التابعين، ثم صار الى ابى حنيفة واصحابه، فمن شاء فليرض ومن شاء فليسخط.[4]

اللہ تعالیٰ سے علمِ دین حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچا، پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ علم آپ کے صحابہؓ کو پہنچا۔ پھر صحابہؓ سے یہ علم تابعین عظام کو پہنچا، پھر اُن سے یہ علم امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کو پہنچا، اس پر جو چاہے خوش ہو، جو چاہے ناراض ہو۔

۱۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۲۳)

۲۔ العبر (۱/۲۸۹)

۳۔ تہذیب التہذیب (۲/۹۰، ۹۱)

۴۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۳۶)

امام اعظمؒ کی ثقاہت

امام اعظمؒ کی ثقاہت

گذشتہ صفحات میں مختلف عنوانات کے تحت محدثین کے جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں، ان سے آپ نے یہ نتیجہ ضرور اخذ کیا ہوگا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا علم حدیث میں بہت بلند مقام تھا، اور اِنشاء اللہ آگے ہم اس سلسلے میں مزید اس طرح کے اقوال ذکر کریں گے جن سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ حضرت امام صاحب محدثینؒ کے نزدیک روایتِ حدیث میں نہایت ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، لیکن ان اقوال کے ذکر سے پہلے ہم فن جرح وتعدیل کا ایک اہم اصول ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام صاحبؒ جیسی شخصیات کی روایت ہر حال میں مقبول ہے، اور آپ جیسے لوگ کسی کی توثیق کے محتاج ہی نہیں ہیں۔

فن جرح وتعدیل کا ایک اہم اصول

''فن جرح وتعدیل'' میں اُس شخص کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث ہوتی ہے جو یا تو مجہول ہو، یا اس کی عدالت مشتبہ ہو، لیکن جس شخص کی عدالت وثقاہت اور امانت مشہور ومعروف ہے، اور اہل علم میں اس کی توصیف وتعریف بکثرت کی گئی ہے، وہ کسی کی توثیق یا تزکیہ کا محتاج نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اصول حدیث سے متعلق اپنی تصنیف ''الکفایۃ'' میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے، باب فی المحدث المشهور بالعدالة والثقة والامانة لایحتاج الی تزکیة المعدل. (یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو محدث عدالت، ثقاہت اور امانت میں مشہور ہو وہ کسی معدل (عدالت بیان کرنے والے) کے تزکیہ کا محتاج نہیں ہے)۔

پھر علامہ موصوف اس باب کے ذیل میں چند ایسے مشہور محدثین کے نام گنانے کے بعد رحمہم فرماتے ہیں:

ومن جرای مجراهم فی نباهة الذکر واستقامة الامر، والاشتهار

بالصدق والبصیرة والفهم لایسأل عن عدالتهم، وانما یسأل عن عدالة من کان فی عداد المجهولین، او اشکل امره علی الطالبین.[۱]

اسی طرح وہ لوگ جو اپنی شرافت اور درستگی معاملات میں ان مذکورہ محدثین کی طرز پر ہوں، اور وہ ان ہی کی طرح راست گوئی، بصیرت اور فہم و فراست میں شہرت رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کی بھی عدالت و ثقاہت کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا کیونکہ سوال اس شخص کی عدالت سے متعلق ہوتا ہے جو مجہول قسم کے راویوں میں سے ہو، یا اس کا معاملہ طالبانِ حدیث پر مشتبہ ہو۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں:

عدالة الراوی تارةً تثبت بتنصیص المعدلین علی عدالته وتارةً تثبت بالاستفاضة، فمن اشتهرت عدالته بین اهل النقل او نحوهم من اهل العلم، وشاع الثناء علیه بالثقة والامانة استغنی فیه بذلک عن بیّنة شاهدة بعدالته تنصیصا.[۲]

راوی کی عدالت کبھی ائمہ تعدیل کی عدالت بیان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی اس کی عدالت اس کی شہرتِ عام کی بدولت ثابت ہو جاتی ہے، لہٰذا جس شخص کی عدالت ناقلینِ حدیث یا دیگر اہلِ علم میں مشہور ہو اور اس کی ثقاہت و عدالت عام و شائع ہو تو ایسے شخص کی عدالت کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہے جس میں اس کی عدالت کی تصریح ہو۔

امام اعظمؒ کسی کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا اصول کے پیشِ نظر حضرت امام صاحبؒ کا شمار بھی ان حضرات میں ہوتا ہے جو کسی محدث کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ آپ کا مقام ان حضرات سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ کی عدالت، امانت داری، علمی برتری اور تقویٰ و طہارت نہ صرف یہ کہ مشہور ہے

۱۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ (ص ۸۶، ۸۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ مقدمۃ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۱۳۷)

بلکہ درجہ تواتر سے ثابت ہے۔

نامور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) آپ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وامانته.[1]

بے شک امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت، عدالت، پرہیز گاری اور امانت داری تواتر سے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وقد تواتر علمه وفضله، وأُجمع عليه.[2]

آپ کے علم اور فضل وکمال کا ثبوت تواتر سے ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

علمائے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب "رَفْعُ الْاِلْتِبَاسُ عَنْ بَعْضِ النَّاسْ" میں آپ کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ:

آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق ومغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل وکمال کے سورج تمام اطراف وجوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کہ ان کا بیان صحرا و بیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین کی زبانِ زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہلِ شام وعراق نے ان کا اقرار واعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل، عالم، فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلق کثیر نے تفقہ حاصل کیا۔ متورع، عابد، زکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرہ تھے۔[3]

آپ کی روایت کو آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے۔

اب جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس عظیم مقام پر فائز ہیں کہ آپ کی عدالت وثقاہت اور دیگر کمالات کو شہرت عام حاصل ہے، اور اس کو تواتر اور اجماع امت سے ثابت مانا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کی عدالت وثقاہت پر ثبوت مانگنا اور آپ کی روایت کو قبول کرنے میں پس وپیش

۱۔ الروض الباسم (۱/۳۰۸)   ۲۔ ایضاً (۱/۳۱۵)

۳۔ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور (۲۷ ستمبر ۲۰۰۲، ص ۲۸، ۲۹)

کرنا انتہائی غلط ہے، بلکہ اصول حدیث کی رُو سے ضروری ہے کہ آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر آپ کی روایت کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابواسحاق شیرازی شافعیؒ (م۴۷۶ھ) راوی کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وجملتهٔ ان الراوی لایخلوا ما ان یکون معلوم العدالة، او معلوم الفسق او مجهول الحال، فان کانت عدالته معلومة کالصحابة رضی اللّٰه عنهم، او افاضل التابعین کالحسن وعطاء والشعبی والنخعی، اواجلاء الائمة کمالک وسفیان وابی حنیفة والشافعی واحمد واسحٰق ومن یجری مجراهم، وجب قبول خبره ولم یجب البحث عن عدالته.[۱]

راوی کی حالت تین حال سے خالی نہیں ہے: یا تو اس کی عدالت معلوم ہوگی، یا اس کا فسق معلوم ہوگا، اور یا وہ مجہول ہوگا۔ پس اگر وہ معلوم العدالت ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا جیسے فضلاء تابعین مثلاً حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عامر شعبیؒ، اور ابراہیم نخعیؒ ہیں، یا جیسے اَجِلّہ ائمہ مثلاً مالکؒ، سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ان جیسے دیگر ائمہ کرام ہیں، تو اس طرح کے راوی کی حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کی عدالت کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبریؒ (م۷۳۲ھ) نے راوی کی عدالت سے متعلق اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ویثبت بالنص... والاستفاضة کالاربعة.[۲]

راوی کی عدالت (کسی محدث کی اس سے متعلق) تصریح سے ثابت ہوتی ہے؛ اور یا راوی کی عام شہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) ہیں۔

۱۔ اللمع فی اصول الفقہ (ص۷۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ رسوم التحدیث فی علوم الحدیث (ص۱۰۰) طبع دار ابن حزم، بیروت

ان دو اقتباسات سے واضح ہو گیا، امام ابو حنیفہؒ جیسے حضرات کی روایت ہر حال میں واجب القبول ہے، اور یہ آپ جیسے لوگ کسی کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔

امام اعظمؒ کی عدالت وثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کر سکتی۔

سابقہ تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام اعظمؒ اور دیگر ائمہ متبوعین کی عدالت وثقاہت مہر نیمروز کی طرح واضح اور روشن ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان حضرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو پوری امت کا مقتدا بنا دیا ہے، اور پوری امت کو ان کی اقتداء وتقلید پر جمع کر دیا ہے۔ امت مسلمہ (جس میں بڑے بڑے جبال علم بھی ہیں) کا ان حضرات پر یہ اعتماد ان کی عدالت وثقاہت پر ایک ایسی ٹھوس اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد نہ تو ان کی تعدیل وتوثیق پر کسی اور دلیل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی شخص (خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) کی ان حضرات کے خلاف جرح وقدح ان کی عدالت وثقاہت کو کچھ متاثر کر سکتی ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے محدثین ان ائمہ متبوعین کو ان رُواتِ حدیث کے زمرے میں سے قرار دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے "قد قفزوا القنطرة" کہ یہ لوگ پل پار کر چکے ہیں۔

یعنی یہ لوگ عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت وثقاہت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے اپنے استاذ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) سے امام اعظمؒ کے خلاف امام نسائی کی جرح کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> وفي الجملة ترك الخوض في مثل هذا اولى، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار يؤثر في احد منهم قول احد، بل هم في الدرجة التي رفعهم الله اليها من كونهم متبوعين مقتدى بهم، فليعتمد هذا.[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام

---

[1] الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجرؒ (۲/ ۱۴۷) للسخاویؒ؛ حاشیہ بغیۃ الراغب المتمنی فی ختم النسائی (ص ۶۲) للسخاویؒ

(ابوحنیفہؒ) اوران جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل کو عبور کر چکے ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنا دیا ہے، لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

نامور محدث حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی شافعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، چنانچہ موصوف امام اعظمؒ کے خلاف وارد جرح کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

واما الكلام في الامام ابی حنيفة، فهو مما يتعين الاعراض عنه، وعدم الاعتداد به، كما لا يلتفت الٰى ما قيل في غيره من الائمة الكبار، لان ذلک كان من اقران لهم معاصرين، ثم ان ما صنعه اللّٰه تعالٰى لهم من العظمة في قلوب الناس ورفع القدر والمنزلة، وجمع القلوب علٰى تقليدهم دافع لجميع ماقيل فيهم، مع مالهم من الفضائل الباهرة والمناقب الكثيرة رحمة الله عليهم. واليفكر العاقل في نفسه ان خلقا كثيرا من الائمة المتقدمين كانوا مجتهدين، ووضعوا في العلم عدة تصانيف، ولم يجعل الله لاحد منهم ماجعل لهٰذه الائمة الاربعة رضی الله عنهم من العظمة في القلوب، والاتفاق علٰى تقليدهم، والرجوع اليهم، فهذه ولاية من اللّٰه تعالٰى لايتطرق اليها عزل ولا تنخدش بمايرى من الاقوال التي لا تجزى شيئا، فهذا هو الذي يتعين اعتباره شرعا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ کبار کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے، اس سے اعراض کرنا، اور اس کو غیر معتبر سمجھنا ہی متعین ہے، اس لیے کہ یہ جرح (زیادہ تر) ان کے اقران و معاصرین سے مروی ہے (جو اصولاً غیر معتبر ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کی جو عظمت، بلند مرتبت اور منزلت بٹھادی ہے، اور (لوگوں کے) قلوب کو ان کی تقلید پر جمع کر دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ

---

[1] فتاوی العلائی (ص ۲۴۵، ۲۴۶) طبع دار الفتح، اردن

ان حضرات کے جو واضح فضائل اور بکثرت مناقب ہیں، یہ سب کچھ ان کی بابت وارد ہر قسم کی جرح کو دفع کر دیتے ہیں۔ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ. اور پھر ایک عقل مند خود یہ غور وفکر کرے کہ (ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی) بکثرت ائمہ متقدمین گزرے ہیں جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے، اور انہوں نے علم میں متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے لیے لوگوں کے دلوں میں جو عظمت، اور ان کی تقلید پر اتفاق، اور امت کا ان کی طرف رجوع پیدا کیا، وہ دیگر ائمہ متقدمین کو نصیب نہیں ہو سکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ائمہ اربعہ کے لیے) ایسی ولایت ہے کہ کمزوری جس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی، اور نہ ہی (ائمہ اربعہ کے خلاف) منقول اقوال کی وجہ سے اس میں کچھ خلل آ سکتا ہے، (کیونکہ پوری امت کے اتفاق کے مقابلے میں چند اشخاص کی ذاتی آراء کیا حیثیت رکھتی ہیں؟) پس یہی بات شرعی طور پر متعیّن ہے۔

نامور غیر مقلد عالم اور سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۳۸۷ھ) بھی امام اعظمؒ کے خلاف امام بخاریؒ کی ذکر کردہ روایات کا دفاع کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے مشاہیر ائمہ کی رفعتوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔[1]

الغرض امام اعظمؒ عدالت وثقاہت کے اس عظیم مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو آپ کو کسی کی تعدیل وتوثیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی آپ کے خلاف وارد کوئی کلام آپ کے اس مقام کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے۔ انشاء اللہ اس کی مزید تفصیل حصہ دوئم میں آئے گی۔

امام اعظمؒ عند الجمہور ثقہ ہیں۔

حضرت امام صاحبؒ کی توثیق وتعدیل نقل کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ بالتفصیل گزرا ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی روایت کو بلا چوں وچراں قبول کرنا واجب ہے، اور ان کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے، لیکن بایں ہمہ آپ کے ناقدین کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ آپ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، اور محدثین کے جم غفیر نے روایت حدیث

---

[1] مقالات حدیث (ص ۵۲۵)

میں آپ کو صراحتاً ثقہ و قابل اعتماد قرار دیا ہے۔
حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

الذین رَوَوْا عن ابی حنیفة ووَثَّقُوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه۔[1]

جن محدثین نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے اور آپ کی توثیق و تعریف کی ہے، وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے آپ کی بابت (بلاوجہ) کلام کیا ہے۔
نیز لکھتے ہیں:

وقد اثنیٰ علیه جماعة من العلماء وفضّلوه۔[2]

اہلِ علم کی ایک پوری جماعت نے آپ کی تعریف کی ہے اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔
کثیر التصانیف محدث امام علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو حنیفة و قد اثنیٰ علیه و زکّاه الجماء الغفیر من الائمة والعلماء المتاخرین۔[3]

ائمہ (کبار) اور علمائے متاخرین کے جمِ غفیر نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف و توثیق کی ہے۔
محدث جلیل امام علی بن عثمان ماردینیؒ المعروف بہ ابن الترکمانیؒ (م ۷۴۵ھ) نے بھی آپ کے متعلق تصریح کی ہے:

وان تکلم فیه بعضهم فقد وثقه کثیرون، واخرج له ابن حبان فی صحیحه واستشهد به الحاکم ومثله فی دینه وورعه وعلمه لایقدح فیه کلام اولئک۔[4]

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۲/ ۱۴۸، ۱۴۹)
۲۔ ایضاً
۳۔ اکمال تھذیب الکمال (۱۲/ ۵۲)
۴۔ الجوہر النقی مع السنن الکبریٰ للبیہقیؒ (۸/ ۲۰۳)، طبع مکتبۃ المعارف الریاض

آپ کے بارے میں اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اپنی ''صحیح'' میں آپ سے حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکمؒ نے ''المستدرک'' میں آپ کی حدیث سے استشہاد (یعنی اس کو بطور شہادت پیش) کیا ہے، لہٰذا آپ جیسے دیندار، پارسا اور اہلِ علم شخص کے بارے میں ان بعض لوگوں کا کلام کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی اقرار کیا ہے کہ:

ایک خلق کثیر نے امام صاحبؒ کے فضائل و کمال اور محامد و محاسن کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔[1]

آپ کی بابت کبار محدثین وائمہ رجال کے توثیقی اقوال

آپ کی توثیق جن ائمہ حدیث و رجال نے کی ہے، ان سب کے اقوال کا احاطہ تو یہاں مشکل ہے، البتہ بطور ''گلے از گلزارے'' ان میں سے صرف اُن بعض حضرات کے توثیقی اقوال پیشِ خدمت ہیں جو علم حدیث و اسماء الرجال میں بہت زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

۱۔ **امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)**

آپ علم حدیث اور فن اسماء الرجال کے عظیم سپوت ہیں۔ آپ کی منقبت کے لیے امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا یہی قول کافی ہے:

كل حديث لايعرفه ابن معين فليس هو بحديث.[2]

جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہیں پہچانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

كان ابن معين اَعْلَمَنَا بِالرِّجال.[3]

۱۔ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور (۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۹)

۲۔ تہذیب التہذیب (۶/ ۱۸۰، ۱۸۱، ترجمہ امام ابن معینؒ) ۳۔ ایضاً

زیادہ فنِ رجال کو جانتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ ہم میں سے سب سے

حضرت امام اعظمؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے یہ امام عالی شان بھی ہیں۔

امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجیؒ (م ۹۲۳ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وثقهٔ ابن معین۔[۱]

امام یحییٰ بن معینؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ کہا ہے۔

امام ابن معینؒ سے بڑی تعداد میں امام اعظمؒ کے بارے میں توثیقی کلمات منقول ہیں، جن میں سے چند اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معینؒ کے شاگرد حافظ احمد بن ابراہیم الدورقیؒ (م ۲۶۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سئل یحیی بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفة فقال ثقة ماسمعت احدا ضعفهٔ۔[۲]

امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا، امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں اور میں نے کسی سے ان کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔

(۲) نیز علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام بن معینؒ کے دوسرے ثقہ شاگرد حافظ عباس بن محمد دوریؒ (م ۲۷۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت یحیی بن معین یقول اصحابنا یفطرون فی ابی حنیفة واصحابه، فقیل له اکان ابوحنیفة یکذب فقال: کان انبل من ذلک۔[۳]

میں نے امام یحییٰ بن معینؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ساتھی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ جھوٹ بولتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، وہ تو اس سے بہت زیادہ معزز تھے

۱۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال (۳/۱۸۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ الانتقاء (ص ۱۲۷)

۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۱۴۸)

(پھر وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں)۔

(۳) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے استاذ اور ثقہ محدث امام ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معینؒ کے شاگرد حافظ علی بن حبانؒ سے امام ابن معینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما ابو حنيفة فقد حدث عنه قوم صالحون، واما ابو يوسف فلم يكن من اهل الكذب، كان صدوقا، فقيل له: فأبو حنيفة كان يصدق في الحديث؟ قال: نعم، صدوق.[1]

امام ابوحنیفہؒ سے صالح لوگوں نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابو یوسفؒ اہل کذب میں سے نہیں تھے، بلکہ صدوق (انتہائی راست باز) تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہؒ حدیث میں صدوق تھے؟ فرمایا، ہاں، وہ حدیث میں صدوق تھے۔

(۴) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ حافظ محمد بن سعد العوفیؒ سے ناقل ہیں کہ:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان ابو حنيفة ثقة لايحدث بالحديث الا ما يحفظ ولا يحدث بما لايحفظ.[2]

میں نے یحییٰ بن معینؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے۔ آپ وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ کو (اچھی طرح) یاد ہوتی تھی، اور جو حدیث آپ کو یاد نہیں ہوتی تھی اس کو آپ بیان نہیں کرتے تھے۔

(۵) اسی طرح امام ابن معینؒ کے ایک اور شاگرد حافظ احمد بن محمد بن قاسم محرزؒ فرماتے ہیں کہ:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان ابو حنيفة لابأس به وكان لايكذب. وسمعت يحيى يقول مرة اخرى: ابو حنيفة عندنا من اهل الصدق ولم يتهم بالكذب، ولقد ضر به ابن هبيرة على

[1] اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۶) [2] تاریخ بغداد (۴۲۲/۱۳)

القضاء فابٰی ان یکون قاضیا.[۱]

میں نے امام یحییٰ بن معینؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ میں کوئی خرابی نہیں تھی اور آپ کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح میں نے امام یحییٰ کو ایک مرتبہ یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ ہمارے نزدیک اہلِ صدق میں سے ہیں اور آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے زدوکوب بھی کیا، لیکن آپ نے پھر بھی قاضی بننے سے انکار کر دیا۔

(۶) امام ابن معینؒ کے شاگرد رشید امام ابراہیم بن جنیدؒ (م ۲۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے (فقہ) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

ما رأی لمسلم ان ینظر فی رأی الشافعی، ینظر فی رأی ابی حنیفة احب الی من ان ینظر من رأی الشافعی.[۲]

میں کسی مسلمان کے لیے امام شافعیؒ کی رائے میں نظر کرنا پسند نہیں کرتا، البتہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں نظر کرنا مجھے امام شافعیؒ کی رائے سے زیادہ پسند ہے۔

اسی طرح امام ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن معینؒ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حماد بن سلمہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو برائی سے ذکر کیا ہے، تو انہوں نے فرمایا:

اساء اساء.[۳]

حماد بن سلمہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کر کے برا کیا ہے، برا کیا ہے۔

(۷) مورخ اسلام امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے امام اوزاعیؒ (م ۱۵۶ھ) کے ترجمہ امام ابن معینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

۱۔ معرفۃ الرجال لابن معین، روایۃ ابن محرز البغدادیؒ (ص ۱۱۴، ۱۱۵، ت: ۲۳۰) طبع الفاروق الحدیثۃ القاہرۃ؛ تاریخ بغداد (۱۳/۴۲۱)

۲۔ سوالات ابن الجنید لابن معین (ص ۸۱، ت ۹۶) طبع الفاروق الحدیثۃ، القاہرۃ

۳۔ ایضاً (ص ۱۰۳، ت ۱۹۴)؛ نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۵۲/۹)

العلماء اربعة: الثوری، وابو حنیفة، ومالک والاوزاعی.[۱]

علماء چار ہیں: امام سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ۔

حافظ صمیریؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معینؒ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

الفقهاء اربعة: ابو حنیفة، وسفیان، ومالک، والاوزاعی.[۲]

فقہاء چار ہیں: امام ابوحنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ۔

(۷) امام ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) سند متصل کے ساتھ حافظ حسین بن حبانؒ تلمیذ امام یحییٰ بن معینؒ سے ناقل ہیں کہ:

کان یحییٰ بن معین اذا ذکر له من یتکلم فی ابی حنیفة یقول:

حسدوا الفتی اذالم ینالوا سعیه فالقوم اضداد لهٗ وخصوم

کضرائر الحسناء قلن لوجهها حسدًا و بغیا انه لدمیم[۳]

امام یحییٰ بن معینؒ کے سامنے جب ذکر کیا جاتا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں تنقید کرتا ہے تو آپ (اس کے جواب میں) یہ اشعار پڑھتے: (اشعار کا ترجمہ) لوگ جب اس جوان کی طرح مقام حاصل نہ کر سکے تو وہ اس کے ساتھ حسد کرنے لگے۔ چنانچہ اس وجہ سے وہ اس کے دشمن اور مخالف ہو گئے۔ جیسا کہ خوبصورت عورت کی سوکنیں اس کے ساتھ حسد اور دشمنی کی وجہ سے اس کو بدصورت کہتی ہیں۔

قارئین! حدیث اور اسماء الرجال کی بلند پایہ شخصیت امام یحییٰ بن معینؒ کے امام اعظمؒ کے بارے میں توثیقی اقوال میں سے صرف یہ چند اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ ان سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی نظر میں امام اعظمؒ کا محدثانہ مقام کس قدر بلند تھا؟ اور آپ ان کے نزدیک ثقاہت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے؟

ان مذکورہ اقوال میں سے پہلے قول سے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ کم از کم امام یحییٰ بن معینؒ کے زمانے تک کسی نے امام اعظمؒ کو ضعیف نہیں کہا تھا۔

۱۔ البدایہ والنہایہ (۷/ ۹۷)

۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۷) ۳۔ ایضاً (ص ۶۵)

آخر میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابن معینؒ سے امام صاحبؒ کے متعلق صرف توثیقی اقوال ہی ثابت ہیں اور ان سے آپ کے بارے میں جرح کا کوئی ادنیٰ سا کلمہ بھی ثابت نہیں۔ جیسا کہ جماعت غیر مقلدین کے بزرگ عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

امام یحیٰی بن معینؒ جرح میں متشدِدِین میں سے ہیں، باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہؒ پر جرح نہیں کرتے۔[۱]

۲۔ استاذ المحدثین امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ)

یہ بھی علم حدیث واسماء الرجال کے بلند پایہ اور عظیم المرتبت امام ہیں۔ تمام مشہور ائمہ حدیث، امام بخاریؒ، امام ذہلیؒ اور امام ابوداؤدؒ وغیرہ ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) فرمایا کرتے تھے:

ما استصغرت نفسی عند احد الا علی بن المدینی.[۲]

میں نے اپنے آپ کو سوائے امام علی بن مدینیؒ کے کسی کے سامنے کمتر نہیں سمجھا۔

امام موصوف بھی امام اعظمؒ کی توثیق کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید و هشیم و وکیع بن الجراح و عباد بن العوام وهو ثقه لا باس به.[۳]

امام ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشیم بن بشیرؒ، وکیع بن جراحؒ اور عباد بن عوامؒ جیسے ائمہ نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۳۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ)

امام شعبہؒ کا پایہ علم حدیث میں اس قدر بلند تھا کہ محدثین میں یہ "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

۱۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۸۰)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۴)
۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۴۹)

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ اگر شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث معروف ہی نہ ہوتی۔

امام صالح جزرہؒ (م ۲۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ اسماء الرجال میں سب سے پہلے امام شعبہؒ نے کلام کیا، پھر امام یحییٰ قطانؒ نے اس میں ان کی پیروی کی۔

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ شعبہؒ حدیث اور اسماء الرجال کی معرفت میں گویا ایک پوری امت تھے۔

حدیث اور اسماء الرجال کے اس عظیم المرتبت امام کو امام ابوحنیفہؒ سے خصوصی لگاؤ تھا، اور یہ آپ کی بڑی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) سے ان کا یہ قول بالسند نقل کیا ہے:

کان شعبة اذا سئل عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه و کان یهدی الیه فی کل عام طرفة۔[1]

امام شعبہؒ سے جب امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ آپ کی بہت زیادہ تعریف کرتے اور ہر سال وہ آپ کی طرف کوئی تحفہ بھیجتے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

ثقة ماسمعت احدًا ضعفهٗ، هذا شعبة بن الحجاج یکتب الیه ان یحدث ویامره و شعبة شعبة۔[2]

امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں، میں نے کسی آدمی سے بھی امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔ یہ شعبہ بن حجاجؒ ہیں جو اُن کو لکھ رہے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ وہ حدیث بیان کریں، اور شعبہؒ آخر شعبہؒ ہی ہیں۔

یعنی امام شعبہؒ جیسے عظیم المرتبت امام جس شخص کو حدیث بیان کرنے کا کہہ رہے ہیں، کیا وہ غیر ثقہ یا علم حدیث میں کوئی معمولی شخص ہوسکتا ہے؟

اسی طرح حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے امام شعبہؒ کے شاگرد

۱۔ مناقب ابی حنیفة (ص ۳۰۱) للمکیؒ ۲۔ الانتقاء (ص ۱۲۷)

امام شبابہ بن سوارؒ (م ۲۰۴ھ)، جو ثقہ حافظ الحدیث تھے،[1] سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

كان شعبة حسن الرائى فى ابى حنيفة و كان ينشدنى ابيات مساور الوراق:

اذا ما الناس يوما قايسونا | بآبدة من الفتيا طريفة
رميناهم بمقياس مصيب | صليب من طراز ابى حنيفة
اذا سمع الفقيه به وعاه | واثبته بحبر فى صحفه[2]

امام شعبہؒ، امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور وہ مجھے آپ کی مدح میں مساور وراقؒ کے یہ اشعار سنایا کرتے تھے۔ ان اشعار کا ترجمہ ہے: جب لوگ ہمارے عجیب اور عمدہ مسئلہ کا قیاس سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہم ان پر امام ابوحنیفہؒ کے طرز پر ایسا درست اور مضبوط قیاس پھینکتے ہیں کہ جب ایک فقیہ اس کو سنتا ہے تو اس کو یاد کر لیتا ہے اور سیاہی سے اس کو اپنے دفتر (رجسٹر) میں لکھ لیتا ہے۔

نیز امام ابوالقاسم بن کاس نخعیؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام شبابہ بن سوارؒ کا بیان یوں نقل کیا ہے:

كان شعبة حسن الرأى فى ابى حنيفة كثير الترحم عليه.[3]

امام شعبہؒ، امام ابوحنیفہؒ کی بابت اچھی رائے رکھتے تھے اور وہ آپ کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام شعبہؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

انا اعلمُ ان العلم جليس النعمان كما اعلم ان النهار لهٗ ضوء يجلو ظلمة الليل.[4]

میں علم (علم سے یہاں مراد علم حدیث ہے، کیونکہ شعبہؒ حدیث کے امام ہیں۔ ناقل) کو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا ہم نشین ایسا ہی جانتا ہوں جیسا کہ میرے علم میں

۱۔ تقریب التہذیب (۱/۳۱۰)
۲۔ ایضاً (ص ۱۲۶)؛ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۴۹)؛ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۳۸)
۳۔ عقود الجمان (ص ۲۰۳)
۴۔ عقود الجمان (ص ۲۰۲)

ہے کہ دن روشن ہے اور اس کی روشنی رات کے اندھیرے پر چھا جاتی ہے۔

علاوہ ازیں امام شعبہؒ نے امام اعظمؒ سے روایت حدیث بھی کی ہے، جیسا کہ امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں بحوالہ گزر چکا ہے۔ امام شعبہؒ کا امام اعظمؒ سے روایت کرنا بھی باقرار غیر مقلدین ایک مستقل دلیل ہے کہ امام شعبہؒ کے نزدیک امام اعظمؒ روایتِ حدیث میں ثقہ ہیں، کیونکہ امام شعبہؒ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

> شیخ احمد شاکر (مشہور غیر مقلد عالم) فرماتے ہیں کہ محمد بن مہران سے شعبہ نے بھی روایت لی ہے اور وہ ثقہ ہی سے روایت لیتے ہیں۔[1]

نیز آپ شروع کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ امام شعبہؒ نے امام صاحبؒ کی وفات پر آپ کے علمی مقام کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات سے کوفہ سے علم کا نور گل ہوگیا، اور اب کوفہ والے ان جیسا شخص نہیں دیکھیں گے۔

الحاصل، امام شعبہؒ کی نظر میں امام صاحبؒ کا علم حدیث میں مقام بہت بلند تھا اور ان کے نزدیک آپ روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

۴۔ سیّد الحفاظ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)

امام ثوریؒ کی امامت، جلالت شان اور علمی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ امام شعبہؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین ان کو ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' قرار دیتے ہیں۔[2]

آپ امام صاحبؒ کے تلامذہ کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ امام ثوریؒ نے امام صاحبؒ کے معاصر ہونے کے باوجود آپ سے حدیث اور فقہ دونوں علوم میں استفادہ کیا، اور موصوف علمی مسائل میں امام صاحبؒ کی اس قدر اتباع کرتے تھے کہ امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ مجھ سے بھی زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں انہوں نے آپ کی علم حدیث میں توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے سند متصل کے ساتھ امام عبداللہ بن

---

[1] القول المقبول شرح صلوٰۃ الرسول (ص ۳۸۶)

[2] ان کے مناقب کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۲)

مبارکؒ (م۱۸۱ھ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

سمعت سفیان الثوری یقول کان ابو حنیفة شدید الاخذ للعلم ذابا عن حرم للّٰه ان تستحل یأخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وبما ادرک علیه علماء الکوفة ثم شنع علیه قوم یغفر اللّٰه لنا ولهم.[۱]

میں نے امام سفیان ثوریؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ علم (حدیث) کو نہایت مضبوطی سے تھامنے والے تھے، اور حدود اللہ کی بے حرمتی کی بہت روک تھام کرنے والے تھے۔ آپ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو، اور جس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آخری عمل مذکور ہو۔ نیز جس حدیث پر آپ نے علمائے کوفہ کو عمل پیرا ہوتے ہوئے پایا تھا۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے آپ پر (بلا وجہ) تنقید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن لوگوں کی مغفرت فرمائے۔

غور فرمائیں! حضرت امام ثوریؒ نے کس اعلیٰ پیرایہ میں امام صاحبؒ کے محدثانہ مقام کو اُجاگر کیا ہے اور کتنے عمدہ الفاظ میں آپ کی توثیق بیان فرمائی ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

نیز قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ (م۳۲۴ھ) اپنی سند کے ساتھ امام ثوریؒ کے شاگرد امام محمد بن مہاجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

سمعت سفیان الثوری یقول: ان الذی یخالف اباحنیفة یحتاج ان یکون اعلیٰ منه قدرا او اوفر علما، و بعید ما یوجد ذلک.[۲]

میں نے امام سفیان ثوریؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ سے اونچے درجے کا ہو اور آپ سے زیادہ علم والا ہو، لیکن کسی میں اس خوبی کا پایا جانا بعید ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد اور ان کے شاگرد مولانا نذیر احمد رحمانی

۱۔ الانتقاء (ص۱۴۲)؛ فضائل ابی حنیفہ (ص۹۹)
۲۔ عقود الجمان (ص۱۹۰)

غیر مقلد لکھتے ہیں:

حفاظ حدیث میں سے یحییٰ بن معینؒ، ابن المدینیؒ، شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔[1]

۵۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

حضرت ابن المبارکؒ کا ترجمہ امام صاحبؒ کے تلامذہ حدیث کے بیان میں گزر چکا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے جلیل القدر استاذ امام ابوحنیفہؒ کی زبردست توثیق کی ہے اور ان سے آپ کے فضائل ومحامد میں بکثرت روایات مروی ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وعن ابن المبارک روایات کثیرة فی فضائل ابی حنیفة.[2]

امام ابن المبارکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں بہت سی روایات مروی ہیں۔

ان روایاتِ کثیرہ میں سے چند روایات ہم امام موصوف کے ترجمہ میں نقل کر چکے ہیں، اب چند مزید روایات ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبرؒ ہی نے سند متصل کے ساتھ امام ابن المبارکؒ کے شاگرد امام احمد بن محمد السراجؒ سے نقل کیا ہے کہ:

امام ابن المبارکؒ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ پر تنقید کی تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

اُسکت واللہ لو رایت اباحنیفة لرایت عقلا و نبلا.[3]

خاموش ہو جا۔ اللہ کی قسم! اگر تو امام ابوحنیفہؒ کو دیکھ لیتا تو یقیناً آپ کو ایک عقل مند اور اونچے درجے کے شخص پاتا۔

امام ابومحمد حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے امام حبان بن موسیٰؒ (م ۲۳۳ھ) سے روایت کیا ہے کہ ایک دن امام عبداللہ بن مبارکؒ حدیث کا درس دے رہے تھے اور دورانِ درس فرمایا، حَدَّثَنِیْ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ. (مجھ سے نعمان بن ثابتؒ نے حدیث بیان کی)۔ اس پر مجلس میں سے کسی

۱۔ تحقیق الکلام (ج ۲ ص ۱۴۵)؛ انوار المصابیح (ص ۱۴۶)

۲۔ الانتقاء (ص ۱۳۳)

۳۔ ایضاً

شخص نے کہا، اے ابو عبد الرحمٰن! نعمان بن ثابت سے کون شخص مراد ہیں؟ فرمایا، میری مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں، جو ایک برگزیدہ عالم تھے۔ آپ نے جب یہ کہا تو کچھ لوگوں نے حدیث لکھنا بند کر دیا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا:

ایها الناس ما اسوأ ادبکم، وما اجهلکم بالائمة وما اقل معرفتکم بالعلم واهله، لیس احد ان یقتدی به من ابی حنیفة، لانه کان اماما تقیا نقیا ورعا عالما فقیها، کشف العلم کشفا لم یکشفه احد ببصر وفهم وفطنة وتقی، ثم خلف ان لایحدثم شهرا۔[1]

اے لوگو! تم کتنے بے ادب ہو؟ ائمہ کے مقام سے کس قدر ناواقف ہو؟ اور علم و اہلِ علم کی کتنی کم معرفت رکھتے ہو؟ کوئی شخص بھی امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ اقتداء کے لائق نہیں ہے، اس لیے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، نقی تھے، پرہیزگار تھے، عالم اور فقیہ تھے۔ انہوں نے علم کو بصیرت، سمجھ داری، فطانت اور تقویٰ سے ایسے کھول کر بیان کیا کہ اس طرح کوئی نہیں کر سکا۔ پھر قسم اٹھائی کہ میں ایک مہینہ ان سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ابراہیم بن عبد اللہ الخلالؒ (م ۲۴۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام عبد اللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہؒ ایک آیت (نشانی) تھے۔ اس پر شرکاءِ مجلس میں سے ایک شخص نے کہہ دیا، اے ابو عبد الرحمٰن! وہ خیر میں آیت تھے یا شر میں؟ امام ابن المبارک نے فرمایا:

أسکت یاهذا فانهٔ یقال: غایة فی الشر، وایة فی الخیر ثم تلا هذه الآیة وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً. (المؤمنون: ۵۰)[2]

اے فلانے! خاموش ہو جا (آیت کا لفظ تو خیر میں ہی بولا جاتا ہے اور شر کے لیے غایت کا لفظ استعمال ہوتا ہے) جیسا کہ کہا جاتا ہے، ''غَايَةٌ فِي الشَّرِ'' (شر میں انتہا) اور ''آيَةٌ فی الخیر'' (خیر میں نشانی)۔ پھر استدلال میں یہ آیت پڑھی، ہم نے عیسیٰ ابن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنایا۔

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۸۹)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۳۶)

حافظ ابو عبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ)، جو علامہ خطیب بغدادیؒ وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں، علامہ خطیبؒ ان کو صدوق اور حافظ ذہبیؒ ان کو ثقہ اور صاحب حدیث کہتے ہیں،[1] نے امام محمد بن مقاتل عبادائیؒ (م ۲۰۶ھ) سے، جو صدوق اور عابد تھے،[2] بالسند نقل کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ امام محمد بن واسعؒ خراسان تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں کو جب ان کی آمد کا پتہ چلا تو وہ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان سے فقہی مسائل دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ فقہ تو کوفہ کے ایک نوجوان، جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے، کا فن ہے۔ لوگوں نے کہا، وہ حدیث نہیں جانتے۔ وہاں امام عبداللہ بن مبارکؒ موجود تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کو جواب دیا:

كيف تقولون انه لايعرف الحديث، لقد سئل عن الرطب بالتمر فقال لابأس به فقالوا حديث سعيد فقال ذاك حديث شاذ لايؤخذ برواية زيد بن ابی عياش، فقال فمن تكلم بهذا لم يكن يعرف الحديث.[3]

تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث نہیں جانتے؟ ایک دفعہ آپ سے رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے جواب میں لوگوں نے حضرت سعیدؒ کی حدیث پیش کی (جس میں رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے) تو آپ نے جواب دیا، یہ حدیث شاذ ہے، اس کو زید بن ابوعیاش راوی کی وجہ سے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابن المبارکؒ نے فرمایا، جو شخص ایسی بات کرے، کیا وہ حدیث نہیں جانتا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ امام اسماعیل بن داودؒ سے نقل کیا ہے کہ:

كان ابن المبارك يذكر عن ابی حنيفة كل خير و يزكيه و

۱۔ ایضاً (ج ۸ ص ۷۷)؛ العبر (ج ۳ ص ۲۳۷) ۲۔ تقریب التہذیب (ج ۲ ص ۱۳۶)

۳۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۲۶)

یقرضه، و یثنی علیه و کان ابو الحسن الفزاری یکره ابا حنیفة و کانوا اذا اجتمعوا لم یجتری ابو اسحق ان یذکر ابا حنیفة بحضرة ابن المبارک بشئی.[1]

امام ابن المبارکؒ جب امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے تو آپ کی ہر خوبی کا ذکر کرتے اور آپ کی توثیق اور تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے، جبکہ ابوالحسن فزاریؒ، امام ابوحنیفہؒ کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن جب یہ لوگ اکٹھے ہوتے تو ابو اسحاق کو امام ابن المبارکؒ کی موجودگی میں یہ جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی برائی بیان کریں۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبرؒ نے امام سلمہ بن سلیمان مروزی (م ۲۰۳ھ) سے بالسند روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

قلت لابن المبارک وضعت من رائی ابی حنیفة ولم تضع من رائی مالک قال لم اره علما.[2]

میں نے امام ابن المبارکؒ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ تو لکھی ہے لیکن امام مالکؒ کی فقہ کیوں نہیں لکھی؟ انہوں نے فرمایا، میں نے اس کو علم ہی نہیں سمجھا۔ یعنی امام مالکؒ کی فقہ کا مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سے بہت کم ہے۔

نیز ابن عبدالبرؒ نے نقل کیا ہے کہ امام ابن المبارکؒ کو کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کرتا ہے تو انہوں نے اس کے جواب میں ابن الرقیات شاعر کا یہ شعر پڑھا:

حسدوک ان رآوک فضلک اللہ
لہ بما فضلت بہ النجباء[3]

لوگ آپ (امام ابوحنیفہؒ) سے حسد کرتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فضیلت عطا کی ہے جو فضیلت معزز لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔

حافظ صیمریؒ نے بہ سند متصل ان سے نقل کیا ہے کہ:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۳)

۲۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲، ص ۱۵۷) ۳۔ ایضاً (ج ۲، ص ۱۶۱، ۱۶۲)

مارأیت نفسی فی مجلس اذل منها فی مجلس ابی حنیفة.[۱]

میں اپنے آپ کو جتنا امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کمتر سمجھتا تھا، اتنا میں نے کسی مجلس میں اپنے کو کمتر نہیں سمجھا۔

نیز حافظ صمیریؒ ان سے بہ سند نقل کرتے ہیں کہ:

لو کان لاحد من اهل الزمان ان یقول برأیه فابو حنیفة احق ان یقول برأیه.[۲]

اگر اہلِ زمانہ میں سے کسی کو اپنی رائے سے بات کرنے کی اجازت ہے تو پھر امام ابوحنیفہؒ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اپنی رائے سے بات کریں۔

۶۔ امام المحدثین حافظ وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ)

آپ امام وکیعؒ کا ترجمہ امام صاحبؒ کے تلامذہ کے بیان میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ علم حدیث میں کس قدر بلند مقام رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا امام صاحبؒ سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ فقہی مسائل میں یہ آپ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ سے انہوں نے احادیث بھی بڑی تعداد میں سن رکھی تھیں، جو سب کی سب ان کو زبانی یاد تھیں۔

دراصل ان کا امام صاحبؒ کی احادیث سے یہ اس قدر اعتناء اس لیے تھا کہ انہوں نے بڑے بڑے محدثین سے احادیث کا سماع کیا تھا۔ لیکن روایت حدیث میں جو احتیاط انہوں نے آپ میں دیکھی، ایسی احتیاط انہوں نے کسی میں نہیں پائی۔ چنانچہ امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) اپنی سند کے ساتھ ان سے نقل کرتے ہیں:

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیره.[۳]

جو احتیاط حدیث میں امام ابوحنیفہؒ سے پائی گئی ہے، ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

امام وکیعؒ جب امام صاحبؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو فرماتے:

حدثنا ابو حنیفة وکان ورعا عالما.[۴]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۳۹)　۲۔ ایضاً (ص ۱۴۰)

۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۱۷۲) للمکیؒ　۴۔ ایضاً (ص ۱۰۹)

اور آپ پرہیزگار اور عالم تھے۔

امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ ہم سے امام ابوحنیفہؒ نے یہ حدیث بیان کی،

کان وکیع جیّد الرائی فی ابی حنیفة وکان یصفه بالورع وصحة الدین.[1]

امام وکیع بن جراحؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کو پرہیزگاری اور صحتِ دین کے ساتھ موصوف کرتے تھے۔

نیز امام نسفی نے اپنی سند کے ساتھ امام احمد بن محمد بغدادیؒ (م ۳۱۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

عدل ثقة ماظنک بمن عدله ابن المبارک ووکیع.[2]

آپ سراپا عدل اور ثقہ ہیں، تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیع بن جراحؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۷۔ حافظ الحدیث امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ)

امام ابن عیینہ ایک مشہور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو "الحافظ" اور "شیخ الاسلام" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام مالکؒ اور امام سفیان بن عیینہؒ نہ ہوتے تو حجاز سے علم جاتا رہتا۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ سفیان بن عیینہؒ اہلِ حجاز کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔[3]

اس عظیم اور جلیل القدر محدث کے بارے میں آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ان کو سب سے پہلے بطور محدث متعارف کرانے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں، اور یہ آپ کے اس احسان کا ہمیشہ اقرار کرتے رہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

فاوّل من صیّرنی محدثا ابو حنیفة.[4]

سب سے پہلے جنہوں نے مجھے محدث بنایا، وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

۱۔ ایضاً (ص ۷۲)

۲۔ مناقب ابی حنیفة (ص ۱۰۱) للکردریؒ

۳۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۹۳)

۴۔ الجواہر المضیئة (ج ۱ ص ۲۵۰)

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کی تعریف میں ان سے نقل کیا ہے کہ:

ماقلت عینی مثل ابی حنیفة.[1]

میری آنکھ نے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

العلماء اربعة: ابن عباس فی زمانه، والشعبی فی زمانه، وابو حنیفة فی زمانه، والثوری فی زمانه.[2]

علماء چار ہیں؛ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانے میں، امام شعبیؒ اپنے زمانے میں، امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے میں اور امام سفیان ثوریؒ اپنے زمانے میں۔

حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے مشہور محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۴۵ھ) سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ امام ابن عیینہؒ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہہ دیے تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

مه: کان ابو حنیفة اکثر الناس صلاة، واعظمهم امانة، واحسنهم مروءة.[3]

اس سے باز آجا! امام ابوحنیفہ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے، سب سے بڑے امانتدار اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) سند متصل کے ساتھ امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۴۰ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ:

سمعت سفیان بن عیینة یقول کان ابو حنیفة لهٔ مروءة و کثرة صلاة.[4]

میں نے امام سفیان بن عیینہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ اچھے اخلاق اور کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۹) ۲۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۳)

۳۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۴۸)؛ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۰)

۴۔ الانتقاء (ص ۱۳۰)

۸۔ امام الجرح والتعدیل حافظ یحیٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ)

ان کا ترجمہ بھی آپ امام صاحبؒ کے تلامذہ کے تعارف میں ملاحظہ کر چکے ہیں اور وہاں آپ نے پڑھا ہے کہ فن اسماء الرجال کو سب سے پہلے انہوں نے ہی مدوّن کیا تھا۔

فن اسماء الرجال کے یہ عظیم سپوت بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کی زبردست توثیق کرتے ہیں، جیسا کہ ماقبل عنوان "امام اعظم قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے" کے ذیل میں بحوالہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) ان کا یہ بیان گزرا ہے کہ:

انه والله لاعلم هذه الامة بما جاء عن الله و رسوله.

بخدا! امام ابو حنیفہؒ اس امت میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا (یعنی قرآن وحدیث)، اُس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اسی طرح امام ابراہیم بن جنیدؒ (م ۲۶۰ھ) نے اپنے استاذ امام یحیٰ بن معینؒ (جو امام قطانؒ کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت يحيى بن سعيد يقول: انا لا اكذب الله، ربما بلغنا الشئى من قول ابى حنيفة نستحسنه، فناخذ به.[۱]

میں نے امام یحیٰ بن سعید قطانؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا، ہم (محدثین) کو بسا اوقات امام ابو حنیفہؒ کا کوئی قول مل جاتا ہے تو ہم اس کو اچھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

نیز آپ ان کے ترجمہ میں یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہم نے امام ابو حنیفہؒ سے احادیث سنی تھیں۔

جب کہ محدث امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور محدث امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت حدیث کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔[۲]

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابو یحیٰ محمد شاہجہاں پوریؒ (م ۱۳۳۸ھ) حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ سوالات ابن الجنید لابن معین (۴۴۴)

۲۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۹۴)، عقود الجمان (ص ۱۵۵)

اور چونکہ امام صاحب اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے اور وکیع بن الجراح اور یحییٰ بن سعید کے طبقہ سے متقدم تھے، لہٰذا انہوں نے ان کے قول و مذہب کو لیا اور اس پر فتویٰ دیا۔ خصوصاً جبکہ ان کو امام صاحب سے کچھ علاقہ تلمذ کا بھی تھا۔[1]

اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ امام قطانؒ صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بحوالہ امام عجلیؒ لکھتے ہیں:

کان نقی الحدیث لایحدث الا عن ثقة.[2]

امام یحییٰ قطانؒ حدیث کی بڑی چھان بین کرتے تھے اور صرف ثقہ راوی سے ہی حدیث روایت کرتے تھے۔

بنا بریں امام قطانؒ کا امام صاحبؒ کے فقہی اقوال کو قبول کرنا اور آپ سے احادیث کی سماعت اور روایت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحبؒ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۹۔ شیخ الاسلام امام ابو یوسف قاضیؒ (م ۱۸۲ھ)

آپ ان کے ترجمہ میں بحوالہ محدثین پڑھ چکے ہیں کہ یہ ایک جلیل القدر محدث، بلند پایہ حافظ الحدیث اور تمام مشہور ائمہ حدیث کے استاذ ہیں۔

امام موصوف علم حدیث میں اس قدر عظیم مقام رکھنے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کو اپنے سے زیادہ حدیث کا ماہر سمجھتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور ان کے استاذ امام ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام ابو یوسفؒ سے امام صاحبؒ کے بارے میں نقل کیا ہے:

وکان ھو ابصر الحدیث الصحیح منّی.[3]

امام ابوحنیفہؒ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھتے تھے۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) امام ابو یوسفؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

کنا نختلف فی المسئلة فیأتی ابو حنیفة فنسأله فکانما یخرجها من کمّه فیدفعها الینا قال وما رأیت احدًا اعلم بتفسیر الحدیث

۱۔ الارشاد الی سبیل الرشاد (ص ۱۷۴، ۱۷۵) ۲۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی (ص ۲۳۷)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۰)؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۵)

منه.[۱]

ہمارا ایسا اوقات (امام ابوحنیفہؒ کی غیر موجودگی میں) کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور امام ابوحنیفہؒ جب تشریف لے آتے تو ہم وہ مسئلہ آپ سے پوچھتے۔ آپ اس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیتے گویا آپ نے وہ مسئلہ اپنی جیب سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ نیز امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو حدیث کی تفسیر کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ جانتا ہو۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابویوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ:

من جعله بينهٔ و بين الله تعالىٰ فقد استبرأ لدينه.[۲]

جو شخص امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنا لے گا وہ اپنے دین کے بارے میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ شیخ المحدثین امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۷ھ)

یہ کوفہ کے جلیل القدر محدث، عظیم الشان عابد اور بلند پایہ فقیہ تھے، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، القدوة، الفقیہ اور العابد کے القاب سے کرتے ہیں۔[۳]

موصوف امام اعظمؒ کے معاصر ہیں لیکن اس معاصرت کے باوجود انہوں نے آپ سے روایت حدیث کرنے کے علاوہ آپ سے فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی، جیسا کہ امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

نیز انہوں نے علم حدیث میں آپ کی توثیق بھی بڑے عمدہ الفاظ میں کی ہے۔ چنانچہ ثقہ امام حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ ان کا یہ بیان نقل کیا ہے:

كان النعمان بن ثابت فهما، عالما، متثبتا فى علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لم يعده الىٰ غيره.[۴]

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۷،۹۷)؛ الانتقاء (ص ۱۳۹)

۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۳)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۵۹)

۴۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۶)؛ الانتقاء (ص ۱۲۸)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ عقلمند، عالم اور اپنے علم میں پختہ تھے۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

كان الامام ابو حنيفة رضى الله عنه شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ، فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبى صلى الله عليه وسلم وكان عارفا بحديث اهل الكوفة۔[1]

امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں بہت شدت سے کام لیتے تھے۔ اور جب آپ کے ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی تو آپ اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے تھے۔ نیز آپ اہلِ کوفہ کی احادیث کے عالم بھی تھے۔

۱۱۔ امام دار الہجرت امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ)

حضرت امام مالکؒ کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ مشہور ائمہ متبوعین میں دوسرے بڑے امام اور محبوبِ دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ اور آخری قرارگاہ "مدینہ منورہ" کے کبار محدثین اور فقہاء میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ لوگ طلب علم میں اپنے اونٹ ہنکائیں گے، لیکن مدینہ منورہ کے عالم سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پائیں گے۔[2]

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) وغیرہ محدثین کے نزدیک اس نبوی پیشین گوئی کے مصداق امام مالکؒ ہیں۔ امام مالکؒ کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت حدیث بھی کی تھی اور آپ کی کتب سے فائدہ مند بھی ہوئے تھے، جو کہ ان کی طرف سے امام صاحبؒ کے علم پر اعتماد اور آپ کی ثقاہت پر واضح دلیل ہے۔

نیز جب امام صاحبؒ مدینہ منورہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا و كرامةً میں امام مالکؒ کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کی نہایت تعظیم و توقیر بجا لاتے اور آپ کے علم کی بہت تعریف کرتے۔

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۵) ۲۔ جامع الترمذی (رقم الحدیث ۲۶۸۰)

چنانچہ امام ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے، جن کو انہوں نے اونچی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنے طلبہ سے فرمایا، تم جانتے ہو یہ کون شخص تھے؟ طلبہ نے کہا، نہیں۔ فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ عراقی تھے۔ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس میں ان کو کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ اس کے بعد امام سفیان ثوریؒ تشریف لائے تو امام مالکؒ نے ان کو امام ابوحنیفہؒ سے کم درجہ کی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا، یہ امام سفیان ثوری تھے۔ اور پھر ان کے فقہ اور ورع کا ذکر کیا۔[1]

اسی طرح قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) اور علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) سے روایت کیا ہے کہ:

میں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ آپ نے عثمان بتیؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! درمیانے درجے کے عالم تھے۔ میں نے پوچھا، آپ نے ابن شبرمہؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! فصیح اور عالم تھے۔ میں نے پوچھا، آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، **سبحان اللہ! لم ارمثلہ، تاللہ لو قال ابو حنیفة ان الاسطوانة من ذھب، لاقام الدلیل القیاسی علیٰ صحة قولہ**.[2]

سبحان اللہ! میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! اگر امام ابوحنیفہؒ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ضرور اپنی اس بات کو کسی دلیل قیاسی سے صحیح ثابت کر دیتے۔

۱۲۔ مجدد قرنِ ثانی حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)

امام مالکؒ کے بعد امام شافعیؒ ہی امت مسلمہ کے سب سے بڑے امام ہیں، اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ دوسری صدی ہجری کے مُجدِّد تھے۔ نیز آپ کی جلالت قدر، علو مرتبت اور

1۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۱)
2۔ عقود الجمان (ص ۱۸۶)، الانتقاء (ص ۱۴۶، ۱۴۷)

علمی کمالات پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ امام موصوف بھی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف تھے اور تمام لوگوں کو فقہ میں امام صاحبؒ کا محتاج قرار دیتے تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے بہ سند ان سے نقل کیا ہے کہ:

الناس عیال علیٰ ابی حنیفة فی الفقه.[۱]

تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علیٰ ابی حنیفة، ویقول کان ابوحنیفة ممن وفق له الفقه.[۲]

جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے۔ اور فرمایا، امام ابوحنیفہؒ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ کی توفیق (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دی گئی تھی۔

امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام شافعیؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

قول ابی حنیفة اعظم من ان یدفع بالهوینا.[۳]

امام ابوحنیفہؒ کا قول بہت عظیم المرتبت ہے، اس کو ہم اپنی خواہشات سے رد نہیں کر سکتے۔

نیز امام صیمریؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعیؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتجر فی الفقه.[۴]

جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہیں ہو سکے گا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

ہم بھی امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔ اور نہ ہی امام

۱۔ فضائل ابی حنیفة (ص ۸۷)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۵)؛ الانتقاء (ص ۱۳۷)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۶) ۳۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۸۷)

۴۔ ایضاً

شافعیؒ کو امام ابو حنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعی نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے۔[1]

اسی طرح امام شافعیؒ اپنے اشعار کے ذریعے بھی امام صاحبؒ کے فقہی اور محدثانہ مقام کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:

لقد زان البلاد و من علیها　　امام المسلمین ابو حنیفة
باحکام و آثار و فقه　　کآیات الزبور علی الصحیفة
فما بالمشرقین له نظیر　　ولا بالمغربین ولا بکوفة
فرحمة ربنا ابدًا علیه　　مدی الأیام ما قرئت صحیفةُ[2]

(ترجمہ) تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو مسلمانوں کے امام، امام ابو حنیفہؒ نے زینت بخشی ہے۔

احکام شرعیہ، احادیث نبویہ اور فقہ کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اوراق پر سجی ہوئی ہیں۔

آپ کی نظیر نہ مشرقی شہروں میں ہے، نہ مغربی شہروں میں اور نہ ہی کوفہ میں ہے۔

آپ پر ہمارے رب کی رحمتیں سدا بہار برستی رہیں، اور جب تک کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے۔

۱۳۔ امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)

آپ مشہور ائمہ متبوعین میں سے چوتھے امام اور علم حدیث و فقہ کے عظیم سپوت ہیں، اور آپ وہ بزرگ ہیں کہ جن کی پوری زندگی اعلائے کلمۃ اللہ اور تحفظ مسلک اہلِ سنت میں بسر ہوئی، اور دنیا جن کو امام احمد بن حنبلؒ کے نام سے جانتی ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

شیخ الاسلام وسیّد المسلمین فی عصرہ، الحافظ الحجة.[3]

۱۔ ماہنامہ الاعتصام، لاہور (۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۸)

۲۔ دیوان الامام الشافعیؒ (ص ۷۷) طبع دار الکتب العلمیة، بیروت

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵، ۱۶)

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں سے اس دین کی حفاظت کروائی۔ ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے کہ جس دن قبائلِ عرب دین سے مرتد ہوئے، اور دوسرے امام احمد بن حنبلؒ کے ذریعہ سے کہ جب فتنہ خلق قرآن برپا کر کے امت مسلمہ کو امتحان میں مبتلا کیا گیا۔[۱]

امام موصوف بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرح حکومتِ وقت کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے اور جس طرح امام صاحبؒ سلطان جابر کی بات نہ ماننے کی پاداش میں کوڑوں سے زدوکوب کیے گئے، ایسے ہی امام احمدؒ کو بھی فتنہ خلق قرآن کے وقت حق بات کہنے کی وجہ سے کوڑوں سے اپنا جسم لہولہان کرانا پڑا۔ جب آپ کو فتنہ خلقِ قرآن میں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا تو اس وقت آپ امام صاحبؒ کی سزا کو یاد کر کے اپنے غموں کو ہلکا کرتے تھے اور آپ کے لیے دعائے رحمت مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی و ترحم علی ابی حنیفة، و ذلک بعد ان ضرب احمد.[۲]

امام احمد بن حنبلؒ جب امام ابوحنیفہؒ کی سزا کو یاد کرتے تو رو پڑتے اور ان کے لیے دعائے رحمت کرتے۔ یہ امام احمدؒ کے کوڑوں سے زدوکوب ہونے کے بعد کی بات ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام احمدؒ کے شاگرد امام ابوبکر مروزیؒ (م ۲۹۲ھ)، جو ثقہ حافظ الحدیث تھے،[۳] سے نقل کیا ہے کہ:

میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لم یصح عندنا ان ابا حنیفة رحمه الله قال: القرآن مخلوق.

ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے کہا، اے ابوعبداللہ! (امام احمدؒ کی کنیت) امام ابوحنیفہؒ تو علم کے اونچے

۱۔ ایضاً
۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۸)   ۳۔ تقریب التہذیب (ج ۱، ص ۴۲)

درجے پر فائز تھے۔ امام احمدؒ نے اس پر فرمایا: سبحان اللّٰہ ھو من العلم والورع والزھد وایثار دار الآخرۃ بمحل لایدرکہ فیہ احد، ولقد ضرب بالسیاط علیٰ ان یلی القضاء لابی جعفر فلم یفعل۔[1]

سبحان اللہ! آپ واقعی علم، پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ جس پر کوئی نہیں پہنچ سکا۔ آپ کو ابوجعفر منصور کے زمانے میں عہدہ قضاء قبول کرانے کے لیے کوڑوں سے زخمی کیا گیا لیکن پھر بھی آپ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوئے۔

نیز امام محمد بن حسنؒ کے ترجمہ میں بحوالہ امام سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ)، امام احمدؒ کا یہ ارشاد نقل ہو چکا ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول کسی مسئلہ میں مل جائے تو پھر کسی کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

۱۴۔ حافظ کبیر امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ)

یہ ایک ثقہ محدث اور جلیل القدر حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کا تعارف: الامام، المحدث اور شیخ الاسلام کے القاب سے شروع کرتے ہیں۔[2]

علم حدیث کے تمام مشہور اور کبار ائمہ؛ امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے اور یہ سب ان کی توثیق وتعریف کرنے والوں میں سے ہیں۔[3] جبکہ یہ خود امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خصوصی تلامذہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ان کو آپ کے خصوصی تلامذہ حدیث کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[4]

اسی طرح حافظ ذہبیؒ نے امام مقریؒ کے ترجمہ میں ان کے جو آٹھ کبار اساتذہ حدیث کے نام گنائے ہیں، ان میں انہوں نے امام صاحبؒ کے اسم گرامی کو بھی گنایا ہے۔[5]

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۷)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱،ص ۶۹)
۳۔ دیکھیے: تہذیب التہذیب (ج ۳،ص ۳۰۲، ۳۰۳، ترجمہ امام مقری)
۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱،ص ۱۲۷)
۵۔ ایضاً (ج ۱،ص ۲۶۹)

اسی طرح دیگر محدثین حافظ ابن حجرؒ وغیرہ بھی ان کو امام صاحبؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار کرتے ہیں۔[1]

امام مقریؒ کو حضرت امام صاحبؒ سے خصوصی لگاؤ تھا اور یہ آپ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے۔

چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بالسند نقل کیا ہے کہ جب یہ امام ابوحنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے، حدثنا شاھنشاہ۔[2]

ہم سے اس شخص نے حدیث بیان کی ہے جو سب محدثین کا شہنشاہ یعنی سرخیل تھا۔[3]

نیز امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے نقل کیا ہے کہ جب امام مقریؒ، امام صاحبؒ کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثنی العالم الفقیہ ابو حنیفۃ۔[4]

مجھ سے عالم اور فقیہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث بیان کی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام مقریؒ کے شاگرد امام محمد بن اسماعیل ضرارئیؒ، جو صدوق تھے،[5] سے روایت کرتے ہیں کہ:

۱۔ تہذیب التہذیب (ج ۳،ص ۳۰۲؛ ج ۵،ص ۶۲۹)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳،ص ۳۴۴)

۳۔ واضح رہے کہ حدیث میں کسی کو مطلق ''شہنشاہ'' کہنے کی ممانعت آئی ہے، لیکن یہاں امام ابوعبدالرحمان مقریؒ نے امام اعظمؒ کو جو ''شہنشاہ'' کہا ہے، اس سے ان کی مراد آپ کا مطلق ''شہنشاہ'' ہونا نہیں ہے، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ تمام اہل علم کے شہنشاہ ہیں، جیسا کہ بعض محدثین کو ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور محدث و فقیہ امام اسحاق بن راہویہ کو بھی محمد بن اسحاق ثقفیؒ نے شہنشاہ کہا ہے۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۳۶۵) امام خلیلیؒ نے اس کا مطلب ''شہنشاہ الحدیث'' اور ''شہنشاہ العلماء'' بیان کیا ہے۔ (ایضاً: ص ۱۱۹، ۴۲۹) لہٰذا یہاں بھی امام مقریؒ نے امام اعظمؒ کو جو ''شہنشاہ'' کہا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ حدیث میں تمام محدثین کے شہنشاہ اور سرخیل ہیں۔ فلا اشکال۔

۴۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۸۲)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۷) للمقدسیؒ

۵۔ تقریب التہذیب (ج ۲،ص ۵۷)

ایک دفعہ امام ابوعبدالرحمن مقریؒ کی مجلسِ درس میں بعض لوگوں نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث سنانے کی فرمائش کی، جبکہ کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ امام مقریؒ نے ان مخالفین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

ویحکم اتدرون من کان ابو حنیفة، مارأیت احدًا مثل ابی حنیفة۔[1]

تم لوگوں پر تعجب ہے، تم جانتے ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کون تھے؟ میں نے تو امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

۱۵۔ فخر المحدثین امام عبیداللہ بن محمد المعروف بابن عائشہؒ (م ۲۲۸ھ)

یہ بھی ایک بلند پایہ محدث اور امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحاتم رازیؒ، امام ابوزرعہؒ اور امام ابراہیم حربیؒ وغیرہ جیسے کبار ائمہ حدیث کے استاذ ہیں۔

امام ابراہیم حربیؒ (م ۲۸۵ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔ امام ابوحاتمؒ ان کو صدوق اور ثقہ کہتے ہیں۔ امام ساجیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ بلااختلاف اہل بصرہ کے سردار تھے۔ امام ابن حبانؒ ان کو مستقیم الحدیث قرار دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ یہ حافظ الحدیث اور انسابِ عرب کے عالم تھے۔[2]

ائمہ حدیث کے یہ محبوب اور عظیم المرتبت استاذ بھی حضرت امام صاحبؒ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے اور کسی سے وہ آپ کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن عبدہؒ (م ۲۴۵ھ) قاضی "رے" نے اپنے والد امام عبدہؒ سے، جو کہ امام ابن عائشہؒ کے شاگرد ہیں، روایت کیا ہے کہ:

ایک دفعہ ہم امام ابن عائشہ کی مجلسِ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی سند سے ایک حدیث بیان کی۔ اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں ان کی حدیث نہیں چاہیے۔ امام ابن عائشہؒ نے اس کو جواب میں فرمایا:

اما انکم لورأیتموہ لأردتموہ، وما اعرف لهٗ ولکم مثلاً الا ما قال

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۷)

۲۔ دیکھئے: تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۴۴، ترجمہ ابن عائشہؒ)

الشاعر.

تم لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا نہیں ہے، اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو ضرور ان کو چاہنے لگتے، تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

اقلو علیہ ویحکم لا ابالکم

من اللوم او سدو المکان الذی سدا[1]

تمہارے لیے بُرا ہو اور تمہارے والدین مر جائیں، اس پر ملامت کرنا کم کرو، یا اس جگہ کو پُر کرو، جس کو اس نے پُر کیا تھا۔

یعنی وہ کام کر کے دکھاؤ جو انہوں (امام اعظمؒ) نے کر دکھایا۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد اس حوالہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔[2]

۱۶۔ **محدث کبیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ)**

موصوف حدیث کے جلیل القدر امام اور عظیم المرتبت حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز: الحافظ، الامام اور القدوۃ کے القاب سے کیا ہے۔ دیگر تمام مشہور محدثین نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ استاذ المحدثین امام وکیعؒ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ:

امام خریبیؒ کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔[3]

امام خریبیؒ جیسے محدث کبیر نے اپنے متعدد بیانات میں امام اعظمؒ کی زبردست الفاظ میں توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے امام یحییٰ بن اکثمؒ (م ۲۴۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

ان الخریبی قیل لہ رجع ابو حنیفۃ عن مسائل کثیرۃ، قال: انما یرجع الفقیہ اذا اتسع علمہ.[4]

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳،ص ۳۶۵)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵،ص ۶۳۰) وغیرہ

۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۸۲)

۳۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱،ص ۲۴۷)؛ تہذیب التہذیب (ج ۳،ص ۱۳۲)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱،ص ۲۴۷)

امام خریبیؒ سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے مسائل سے رجوع کرلیا تھا۔ اس پر انہوں نے فرمایا، فقیہ رجوع اس وقت کرتا ہے جب اس کا علم وسیع ہوتا ہے (لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا ان مسائل سے رجوع کرنا آپ کے وسیع العلم ہونے کی دلیل ہے)۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی امام خریبیؒ سے اس طرح کا قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[۱]

نیز علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور ان کے استاذ امام صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل خود امام خریبیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاهل، واحسنهم عندی حالًا الجاهل.[۲]

امام ابوحنیفہؒ پر تنقید کرنے والے لوگ دو طرح کے ہیں: ایک حاسدین ہیں جو حسد کی وجہ سے آپ پر تنقید کرتے ہیں، دوسرے وہ جاہل لوگ جو آپ کے مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ اور میرے نزدیک حاسد سے جاہل اچھی حالت میں ہے۔

اسی طرح امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) سند متصل کے ساتھ امام سعد بن روحؒ سے ناقل ہیں کہ ایک شخص نے امام خریبیؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے ناقدین کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا:

واللّٰه ما عابوا عليه فی شئی الا انه قال فاصاب وقالوا فاخطأوا ولقد رأيته يسعى بين الصفا والمروة وانا معهٗ وكانت الاعين محيطة به.[۳]

اللہ کی قسم! ان لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ پر جس چیز میں بھی نکتہ چینی کی ہے، اس میں امام ابوحنیفہؒ درست تھے اور یہ لوگ غلطی پر تھے۔ میں اور امام صاحبؒ اکٹھے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کررہے تھے۔ اس دوران میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب

۱۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۸۵)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۹)؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۵)

۳۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۸۶)؛ الجواہر المضیئۃ (ج ۱ ص ۳۷۵)

کی نظریں آپ پر جمی ہوئی تھیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں میں بڑی مقبولیت دے رکھی تھی جس کی وجہ سے حاسدین آپ پر حسد کرتے تھے)۔

نیز امام صیمریؒ نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:

كان والله ابو حنيفة انفع للمسلمين منهما. يعني حماد بن سلمة و حماد بن زيد.[1]

اللہ کی قسم! امام ابو حنیفہؒ امام حماد بن سلمہؒ اور امام حماد بن زیدؒ (یہ دونوں جلیل القدر محدث ہیں۔ناقل) سے بھی زیادہ امت مسلمہ کے لیے نفع مند تھے۔

۱۷۔ عابد الحرمین امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ)

یہ جلیل القدر محدث اور مشہور ولی اللہ ہیں۔حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو الامام، القدوۃ اور شیخ الاسلام کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[2] نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان اماماً، ربّانياً، صمدانياً، قانتا، ثقة، كبير الشان.[3]

موصوف امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، جبکہ امام شافعیؒ وغیرہ ان کے تلامذہ میں داخل ہیں۔حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) بحوالہ حافظ ابو عبد اللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) لکھتے ہیں:

انه احد من اخذ الفقه عن ابى حنيفة و روى عنه الامام الشافعى فاخذ عن امام عظيم واخذ عنه امام عظيم وهو امام عظيم نفعنا الله بهم آمين.[4]

امام فضیلؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے علم فقہ کی تحصیل کی، جبکہ خود ان سے امام شافعیؒ روایت کرتے ہیں۔اسی طرح انہوں نے ایک عظیم الشان امام (امام ابو حنیفہؒ) سے علم حاصل کیا، اور خود ان سے ایک عظیم الشان امام (امام شافعیؒ) نے اخذِ علم کیا اور یہ خود بھی عظیم الشان امام ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو ان سب سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

موصوف حضرت امام اعظمؒ کے بڑے مداح ہیں اور انہوں نے آپ کے علمی مقام کو بڑا

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۵)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۸۰)
۳۔ ایضاً
۴۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۴۰۹)

سراہا ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

كان ابو حنيفة رجلا فقيها معروفا بالفقه مشهورا بالورع، واسع المال معروفًا بالافضال على كل من يطيف به صبورًا على تعليم العلم بالليل والنهار، حسن الليل كثيرا لصمت قليل الكلام حتى ترد مسئلة فى حرام او حلال، وكان يحسن يدل على الحق هاربا من مال السلطان واذا وردت عليه مسئلة فيها حديث صحيح اتبعه، وان كان عن الصحابة والتابعين، والاقاس فاحسن القياس.[1]

امام ابوحنیفہؒ ایک فقیہ تھے۔ علم فقہ کے ساتھ معروف اور ورع وتقویٰ کے ساتھ مشہور تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ اپنے پاس آنے والے حاجت مندوں پر سخاوت کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ رات دن تعلیمِ علم میں مصروف رہتے، رات کو عبادت کرتے، اکثر خاموش رہتے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی حلال یا حرام کا مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا تو پھر بہت اچھی طرح سے حق بات پر دلیل قائم کرتے۔ بادشاہوں کے مال سے دور بھاگنے والے تھے۔ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا تو اگر اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد ہوتی تو اس کی پیروی کرتے۔ اگر صحیح حدیث نہ ملتی تو پھر صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا قول مل جاتا تو اس کو لے لیتے، ورنہ قیاس کرتے اور قیاس کرنے میں بڑی عمدگی دکھاتے تھے۔

غور فرمائیں! کس قدر عمدہ پیرائے میں امام فضیلؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے تمام علمی وعملی کمالات کو اُجاگر کیا ہے، اور کس احسن انداز میں واضح کیا ہے کہ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ محدث بھی تھے کہ آپ صحیح حدیث کو پہچان کر اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اور اگر صحیح حدیث نہ ملتی تو پھر صحابہؓ وتابعینؒ کے آثار کی پیروی کرتے۔ اور اگر ان کے آثار بھی نہ ملتے تو تب جا کر قیاس کرتے اور قیاس بھی آپ کا بڑا عمدہ ہوتا تھا۔

اب کسی شخص کے محدثانہ مقام کو اس سے بہتر کیسے بیان کیا جاسکتا ہے؟

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۰)؛ کتاب الانساب (ج ۲، ص ۲۹۰)

۱۸۔ حافظ الحدیث امام عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سبعیؒ (م ۱۸۷ھ)

امام عیسیٰ مشہور حافظ الحدیث اور نہایت بلند پایہ محدث ہیں۔ ان کے بھائی امام اسحاق بن یونسؒ، والد امام یونس بن ابی اسحاقؒ اور دادا امام ابو اسحاق سبعیؒ (استاذ امام ابو حنیفہؒ) بھی جلیل القدر ائمہ حدیث ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو الامام، القدوۃ اور الحافظ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[۱]

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

محدثین میں ایک جماعت ابناء کی ایسی ہے جو ہمارے نزدیک اپنے آباء سے بھی اثبت (زیادہ پختہ کار) ہیں، جن میں سے ایک عیسیٰ بن یونسؒ بھی ہیں۔[۲]

امام موصوف نے اس جلالت قدر کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور آپ سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اکثر عن ابی حنیفة الروایة فی الحدیث والفقه.[۳]

انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کی بکثرت روایت کی ہے۔

"سنن النسائی" میں امام صاحبؒ کی جو حدیث مروی ہے، اُس کو بھی آپ سے روایت کرنے والے یہی ہیں، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔

نیز امام مکیؒ نے ان کے شاگرد امام محمد بن داؤد (م ۲۵۰ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

ایک دفعہ عیسیٰ بن یونسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی ایک کتاب نکالی، جس کا وہ ہمیں درس دینا چاہتے تھے۔ اس پر اہلِ مجلس میں سے ایک شخص نے ان سے کہہ دیا کہ آپ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے اس سے فرمایا:

رضیت به حیًا افلا ارضی به بعد الموت.[۴]

میں جب امام صاحبؒ سے آپ کی زندگی میں راضی رہا تو اب آپ کی وفات کے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۰۴)
۲۔ الجواہر المضیہ (ج ۱ ص ۴۰۲)
۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۷۱) للمکی
۴۔ ایضاً

بعد کیسے نہ آپ سے راضی رہوں گا۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ موصوف کے شاگرد حافظ سلیمان شاذکونیؒ (م ۲۳۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے امام عیسیٰ بن یونسؒ نے فرمایا:

لاتتکلمن فی ابی حنیفة بسوء ولا تصدقن احدًا یسئی القول فیه. فانی واللّٰه مارأیت افضل منه ولا اورع منه ولا افقه منه.[1]

تم امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ہرگز کوئی بری بات زبان پر نہ لانا، اور نہ ہی کسی ایسے شخص کی تصدیق کرنا جو امام صاحبؒ کو برائی سے یاد کر رہا ہو، اس لیے کہ بخدا! میں نے کوئی شخص آپ سے افضل نہیں دیکھا، اور نہ ہی کوئی آپ سے بڑا پارسا اور آپ سے زیادہ فقیہ دیکھا ہے۔

۱۹۔ سید الحفاظ والمحدثین امام ابوعبدالرحمٰن نسائیؒ (م ۳۰۳ھ)

علم حدیث واسماء الرجال کے یہ مشہور اور عظیم الشان امام ہیں۔ ان کا مجموعہ حدیث، جو ''سنن نسائی'' کے نام سے مشہور ہے، صحاح ستہ میں شامل ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور ترجمے کا آغاز: الحافظ، الامام، شیخ الاسلام...... صاحب السنن کے الفاظ سے کیا ہے۔[2]

امام موصوف شروع میں امام ابوحنیفہؒ سے کچھ بدظن تھے، اور اسی بدظنی میں آپ پر تنقید بھی کرڈالی۔ لیکن بعد میں جب آپ کا عظیم علمی مقام ان پر واضح ہوا تو انہوں نے اپنی اس جرح سے رجوع کرلیا اور آپ کی روایت کو اپنی ''سنن'' میں بھی نقل کیا۔ چنانچہ ''باب من وقع علی بھیمة'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اخبرنا علی بن حجر قال: انا عیسیٰ بن یونس عن النعمان. یعنی ابن ثابت ابی حنیفة عن عاصم هو ابن عمر عن ابی رزین عن عبداللّٰه بن عباس قال: لیس علی من اتی بهیمة حد.

ترجمہ: ہم سے علی بن حجر نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن یونسؒ نے بیان کیا، وہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ عاصم یعنی ابن عمر

۱۔ الانتقاء، (ص ۱۳۶، ۱۳۷)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۹۴)

ہے، وہ ابورزین سے، اور وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا غير صحيح، و عاصم بن عمر ضعيف في الحديث. [1]

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کا راوی عاصم بن عمر روایت حدیث میں ضعیف ہے۔

امام موصوف نے اس حدیث کے غیر صحیح ہونے کی وجہ امام صاحبؒ کے شیخ عاصم بن عمر کا ضعیف ہونا بتلائی ہے۔ [2] اب اگر اُن کے نزدیک امام صاحبؒ بھی ضعیف اور غیر ثقہ ہوتے تو پہلے وہ آپ کو ضعیف قرار دیتے، پھر آپ کے شیخ کو۔ معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ ان کے نزدیک ثقہ

۱۔ السنن الکبریٰ، ابواب التعزیرات والشہود، رقم الحدیث (۷۳۰۱)

۲۔ امام نسائی کا یہ تسامح ہے کہ اس روایت میں امام ابوحنیفہؒ کے شیخ عاصم سے مراد عاصم بن عمر مدنی ہیں، جو کہ روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ (تقریب التہذیب [ج۱، ص ۴۵۸]) بلکہ یہ عاصم بن بہدلہ ابی النجودؒ ہیں، جو قراء سبعہ میں سے ایک امام ہیں اور حدیث میں بھی صدوق ہیں۔ اگرچہ ان کے بعض اوہام ہیں۔ (ایضاً، ص ۴۵۶) اس پر دلیل یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی اپنی تصنیف ''کتاب الآثار'' بروایت امام محمدؒ میں ''باب درا، الحدود'' کے ذیل میں بھی یہ حدیث مذکور ہے اور اس کی سند میں عاصم بن ابی النجود کی تصریح ہے۔ (دیکھیے: ص ۱۸۵، حدیث نمبر ۶۲۵)

نیز حافظ مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں عاصم بن عمر نام کا کوئی شخص ذکر نہیں کیا۔ البتہ عاصم بن ابی النجودؒ کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے اور ان کے نام کے آگے لفظ ''س'' کی علامت لگائی ہے۔ (تہذیب الکمال [ج ۱۹، ص ۱۰۲]) جس کا مطلب ہے کہ سنن نسائی میں امام صاحبؒ کی جو حدیث مروی ہے، اس کو آپ نے عاصم بن ابی النجودؒ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے بھی آپ کے اساتذہ حدیث میں عاصم بن بہدلہ ابی النجود کو ہی ذکر کیا ہے۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۵۳۰) حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۶۳۱) میں سنن النسائی کی یہ روایت مع السند مذکور ہے۔ اس میں عاصم بن ابی ذر مذکور ہے، جو کہ عاصم بن ابی النجود کی تصحیف ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا، یہاں عاصم سے مراد عاصم بن ابی النجود ہیں، نہ کہ عاصم بن عمر۔ اور عاصم بن ابی النجود کو خود امام نسائی نے ''لیس به بأس'' کہا ہے اور دیگر کئی محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھیے: تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۳۰) لہٰذا امام نسائی کا اس حدیث کو غیر صحیح کہنا ان کا تسامح ہے۔

ہیں۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروکین'' میں آپ پر جو جرح کی تھی، اس سے رجوع کرلیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

۲۰۔ ناقد الرجال امام ابو احمد عبداللہ بن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)

امام ابن عدیؒ فن اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ہیں اور ان کی تصنیف ''الکامل'' فن اسماء الرجال کی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے بارے میں الامام، الحافظ الکبیر اور اَحَدُ الاَعْلامُ جیسے عظیم القاب استعمال کرتے ہیں۔[۱]

موصوف شروع میں امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے سخت مخالف تھے اور اپنی کتاب ''الکامل'' میں علمائے احناف کے خلاف سخت تعصب کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کو بھی ضعیف کہہ ڈالا۔[۲] لیکن جب مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی تو پھر علمائے احناف کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اپنے سابقہ نظریات سے رجوع کرلیا، اور امام صاحب کے بارے میں جو سخت ریمارکس دیے تھے، ان کے کفارہ میں آپ کی روایت کردہ احادیث کو ''مسند ابی حنیفہ'' کے نام سے تالیف کیا۔[۳]

موصوف جس زمانہ میں امام صاحبؒ کے کٹر مخالف تھے اور اس مخالفت میں آپ کو ضعیف تک کہہ دیا تھا، لیکن اس مخالفت کے زمانے میں بھی انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ:

ابو حنیفة له احادیث صالحة.[۴]

امام ابوحنیفہؒ کی احادیث درست ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۰۲/۳)

۲۔ نامور غیر مقلد عالم مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمیؒ نے امام اعظمؒ کے خلاف امام نسائیؒ کی جرح کی طرح امام ابن عدیؒ کی اس جرح کو بھی ان کے تعنت (تشدد) کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: ظاہر ہے کہ نسائی کی طرح ابن عدی کی اس جرح کو بھی کم از کم امام صاحب کے متعلق تو تعنت ہی قرار دیا جائے گا۔ (انوار المصابیح ص ۱۱۱)

۳۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۹) للعلامۃ الکوثریؒ

۴۔ الکامل لابن عدیؒ بحوالہ توضیح الکلام (ج ۲، ص ۲۶۳)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک راوی، جس کے متعلق امام ابن عدیؒ کے یہی الفاظ منقول ہیں، کے بارے میں لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ اگر اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہے تو احادیث صالحہ کا کیا فائدہ؟

ع کوئی بتلائے کہ ہم انہیں سمجھائیں کیا[1]

کیا امام اعظمؒ کے بارے میں بھی ہم غیر مقلدین حضرات سے ایسے ہی فیصلے کی توقع رکھ سکتے تھے؟ دیدہ باید.

۲۱۔ عُمْدَۃُ الْمُؤَرِّخِین امام تقی الدین احمد بن علی المقریزیؒ (م ۸۴۵ھ)

امام مقریزیؒ ایک بلند پایہ محدث و مؤرخ ہیں۔ امام ابن العماد حنبلیؒ نے ان کا تعارف: "عمدۃ المؤرخین وعین المحدثین" سے شروع کیا ہے۔[2] امام موصوف بھی اگرچہ احناف کے خلاف تعصب رکھتے ہیں، جیسا کہ امام ابن العمادؒ نے تصریح کی ہے،[3] لیکن اس تعصب کے باوجود ان کو بھی یہ تسلیم ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف جرح مردود ہے، اور آپ کی توثیق ہی راجح ہے، چنانچہ انہوں نے امام ابن عدیؒ کی کتاب "الکامل" کی جو تلخیص کی ہے، اس میں انہوں نے امام صاحبؒ کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر آپ کے ترجمہ کو عمداً حذف کر دیا ہے، کیونکہ اس میں امام ابن عدیؒ نے امام صاحبؒ کے خلاف جرح نقل کی ہے۔[4]

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ ثقہ ہیں، اور ابن عدی نے آپ کے خلاف جو جرح نقل کی ہے وہ کالعدم ہے۔

۲۲۔ حافظ کبیر امام ابوحاتم محمد بن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)

امام ابن حبانؒ، جو کہ "حدیث و اسماء الرجال" کی عظیم شخصیت ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو الحافظ، الامام اور العلامۃ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[5] انہوں نے کئی یادگار کتابیں لکھی ہیں جن میں سے ایک ان کا مجموعہ حدیث بھی ہے جو "صحیح ابن حبان" کے نام سے مشہور ہے۔

امام ابن حبانؒ نے اپنی اس "صحیح" میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے حجت پکڑی ہے۔ جیسا

۱۔ توضیح الکلام (۱/۳۲۸)
۲۔ شذرات الذھب (۷/۲۵۴، ۲۵۵)
۳۔ ایضاً
۴۔ مختصر الکامل (ص ۷۵۲) مع الحاشیہ
۵۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۸۹)

کہ امام ابن الترکمانیؒ کے حوالے سے گزرا ہے۔ اور ان کا اپنی صحیح میں امام صاحبؒ سے احتجاج کرنا، باقرار غیر مقلدین امام صاحبؒ کے صحیح الحدیث اور ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ مولانا وحید الزمانؒ اور مولانا محمد شاہجہانپوریؒ وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابن حبانؒ نے اپنی ''صحیح'' میں صحت کا التزام کیا ہے، اور اس میں ذکر کردہ سب احادیث صحیح ہیں۔[1]

نیز حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

اصحاب صحیح کا کسی راوی سے صحیح میں اخراج اس راوی کی ان کے نزدیک توثیق ہوتی ہے۔[2]

لہٰذا امام ابن حبانؒ کا اپنی ''صحیح'' میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث کی تخریج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک صحیح الحدیث اور ثقہ ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب ''المجروحین'' میں امام اعظمؒ پر جو جرح کی ہے، وہ ان کی توثیق کے مقابلے میں مرجوح ہے، کیونکہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے تصریح کی ہے کہ:

ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔[3]

۲۳۔ محدث شہیر امام محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ)

امام حاکمؒ کی شخصیت علم حدیث میں کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ان القاب سے کیا ہے: الحافظ الکبیر، امام المحدثین، صاحب التصانیف۔[4]

موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کی زبردست توثیق کی ہے اور آپ کو کوفہ کے ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔[5]

اسی طرح انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''المستدرک'' (جس کے متعلق بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ کا حوالہ گزر چکا ہے کہ اس کتاب میں امام حاکمؒ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحیح احادیث کو جمع کیا ہے) میں امام صاحبؒ کی احادیث کو

۱۔ لغات الحدیث (جلد ا، کتاب ص، ص ۲۳)؛ الارشاد الی سبیل الرشاد (ص ۲۴۹)

۲۔ تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۷۱)

۳۔ توضیح الکلام (۱/۵۴۴)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳، ص ۱۶۲)

۵۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۳۲۸)

استدلال اور استشہاد دونوں اعتبار سے ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل آگے کتاب میں آرہی ہے۔

نیز امام حاکمؒ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وقد وصل هذا الحديث عن ابی اسحاق جماعة من ائمة المسلمين غير من ذكرناهم منهم ابو حنيفة النعمان بن الثابت، ورقبة بن مصقلة العبدی، ومطرف بن طريف الحارثی، وعبدالحميد بن الحسن الهلالی، وزكريا بن ابی زائدة.[1]

اس حدیث کو مذکورہ محدثین کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، امام رقبہ بن مصقلہ عبدیؒ، امام مطرف بن طریف حارثیؒ، امام عبدالحمید بن الحسن الہلالیؒ، امام زکریا بن ابی زائدہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس بیان میں امام حاکمؒ نے امام صاحبؒ کی حدیث سے نہ صرف یہ کہ استشہاد کیا ہے، بلکہ آپ کو ان ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے جن پر تحقیقات حدیث میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان ائمہ مسلمین میں بھی آپ کو سرفہرست ذکر کر کے گویا انہوں نے یوں کہا ہے:

میری انتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

۲۴۔ مورخ کبیر امام احمد بن عبداللہ العجلیؒ (م ۲۶۱ھ)

امام عجلیؒ تیسری صدی کے عظیم محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، الحافظ اور القدوۃ کے القاب سے کرتے ہیں۔[2]

انہوں نے اپنی "تاریخ الثقات" (جس میں انہوں نے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں حضرت امام صاحبؒ کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔[3]

۲۵۔ محدث جلیل امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ)

امام ابن شاہین ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کو الحافظ، الامام، المفید،

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۲ ص ۱۸۷)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/ ۱۰۷) ۳۔ تاریخ الثقات (رقم الترجمہ ۱۸۵۳، ج ۲ ص ۳۱۴)

المکثر اور محدث العراق کے القاب سے یاد کیا ہے۔[۱]

امام موصوف بھی حضرت امام اعظمؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کو "ثقات" (ثقہ راویوں) میں شمار کرتے ہیں۔[۲]

نیز امام حمزہ بن یوسف سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) نے اپنی "تاریخ جرجان" کے آخر میں چند رواۃ سے متعلق امام ابن شاہین کی آراء نقل کی ہیں۔ وہاں انہوں نے ابان بن ابی عیاش کے بارے میں امام ابن شاہینؒ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کئی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے، اور پھر ان ثقہ راویوں میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کو بھی شمار کیا ہے۔[۳]

۲۶۔ عظیم المرتبت محدث امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ)

امام قرشیؒ، حافظ عراقیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں۔ حافظ تقی الدین الفاسی المکیؒ نے ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ فقہ، حدیث اور دیگر علوم کے ماہر اور صاحب فضیلت شخص تھے۔[۴] امام موصوف بھی امام ابو حنیفہؒ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

والاسناد اسناد صحیح و ابو حنیفة ابو حنیفة.[۵]

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام ابو حنیفہؒ تو پھر ابو حنیفہؒ ہیں۔

یعنی امام صاحبؒ کی ثقاہت وجلالتِ شان ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

نیز امام قرشیؒ نے آپ کی ایک اور حدیث کو بھی صحیح کہا ہے اور لکھا ہے کہ:

کله علماء اخیار.[۶]

اس سند کے سارے راوی باکمال اہل علم ہیں۔

۲۷۔ مورخ اسلام علامہ شمس الدین احمد بن خلکان شافعیؒ (م ۶۸۱ھ)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۲۹)

۲۔ تاریخ اسماء الثقات (رقم الترجمۃ ۱۵۰۶، ص ۳۰۹)

۳۔ تاریخ جرجان (ص ۴۶۵) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ ذیل التقیید (۲/۱۴۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی (۱/۳۲۶) ۶۔ ایضاً (۲/۲۰۹)

علامہ ابن خلکانؒ ایک جلیل القدر عالم اور مشہور مورخ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان کریما، جوادا، سریا، ذکیا، احوزیا، عارفا بایام الناس.[1]

یہ کریم، نہایت سخی، صاحب مروّت، ذہین، ماہر اور تاریخ کے عالم تھے۔

ممدوح نے اپنی شاندار کتاب ''وفیات الاعیان''، جو تاریخ ابن خلکانؒ کے نام سے مشہور ہے، میں امام اعظمؒ کا بڑا عمدہ اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمہ میں دیگر ائمہ سے آپ کے مناقب نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی ان الفاظ سے آپ کی توثیق وتوصیف کی ہے:

وکان عالما، عاملا، زاهدا، ورعا، تقیا، کثیر الخشوع، دائم التضرع الی الله تعالیٰ.[2]

امام ابوحنیفہؒ عالم، باعمل، زاہد، پرہیزگار، متقی، بہت خشوع کرنے والے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

ومناقبه و فضائله کثیرة... فمثل هذا الامام لایشک فی دینه ولا فی ورعه و تحفظه.[3]

آپ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آپ جیسے امام کے دیندار، پارسا اور متقی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

۲۸۔ **شیخ المتاخرین امام ابوالحجاج یوسف بن زکی المزیؒ (م ۷۴۲ھ)**

امام مزیؒ تمام مشہور متاخرین محدثین: ذہبیؒ، ابن کثیرؒ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

شیخنا الامام، العالم، الحبر، الحافظ الاوحد، محدث الشام.[4]

امام مزیؒ نے راویانِ حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''تهذیب الکمال'' میں امام ابوحنیفہؒ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کی توثیق متعدد محدثین سے نقل کی ہے، اور آپ

۱۔ العبر (ج ۳ ص ۳۴۷) ۲۔ وفیات الاعیان فی ابناء الزمان (ج ۳ ص ۲۰۳)

۳۔ ایضاً (ج ۳ ص ۲۰۵) ۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۹۳/۴)

کے خلاف کسی قسم کی جرح ذکر نہیں کی۔[1]

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ کی توثیق ہی راجح ہے۔

۲۹۔ محدث شہیر امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجیؒ (م ۹۴۳ھ)

امام خزرجیؒ مشہور محدث ہیں۔ انہوں نے امام ذہبیؒ کی کتاب "تذھیب تھذیب الکمال" کی تلخیص لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمے کا آغاز: "امام العراق وفقیہ الامۃ" کے القاب سے کیا، اور پھر کئی محدثین سے آپ کی توثیق نقل کی، اور آپ کے خلاف ادنیٰ سی جرح بھی ذکر نہیں کی۔[2]

اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ امام خزرجیؒ جس کے خلاف جرح نقل نہ کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔[3]

۳۰۔ مورخ شہیر، محدث کبیر، علامہ عماد الدین اسماعیل بن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)

علامہ ابن کثیرؒ کی عظیم علمی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا؟ آپ تفسیر، حدیث اور تاریخ تینوں علوم میں عبور رکھتے ہیں۔ ان کے عظیم الشان ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود ان کے اپنے اساتذہ ان کے مقامِ علمی کی تعریف کرنے والوں میں شامل ہیں۔ مثلاً حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، جو ان کے مشہور استاذ ہیں، اپنے اس باکمال شاگرد کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام، المحدث، المفتی، البارع......[4]

موصوف کی تصنیف "البدایۃ والنھایۃ"، جو تاریخ ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے، ایک لاجواب کتاب ہے اور عوام وخواص میں یکساں مقبول ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے مناقب وفضائل میں متعدد جلیل القدر محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اور خود بھی بڑے اعلیٰ الفاظ میں آپ کی توثیق وتوصیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

۱۔ تھذیب الکمال (۱۹/۱۰۲-۱۱۸)

۲۔ خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال (۳/۱۸۰) طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ ماہنامہ الحدیث (ش ۴۹ ص ۴۰)

۴۔ معجم محدثی الذھبی (ص ۵۶)

هو الامام ابو حنيفة واسمه النعمان بن الثابت التيمي مولاهم الكوفي، فقيه العراق، واحد ائمة الاسلام، والسادة الاعلام، واحد اركان العلماء، واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبعة.[۱]

امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے۔ آپ عراق کے فقیہ، ائمہ اسلام اور علماء کے سرداروں میں سے ایک، بلند پایہ علماء میں سے ایک، اور ائمہ اربعہ کہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے، میں سے ایک ہیں۔

۳۱۔ **محدث بحر امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ)**

امام زیلعیؒ ایک متبحر اور کثیر الاستحضار محدث ہیں۔ اور یہ ان اہلِ علم میں سے ہیں کہ جن کی غیر جانبداری اور عدم تعصب سب کو تسلیم ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کے محدثانہ مقام کی بڑی تعریف کی ہے۔[۲]

امام موصوف کے نزدیک بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ ثقہ اور پختہ کار محدث ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی روایت کردہ کم از کم دو احادیث کی اسناد کو جید قرار دیا ہے۔[۳]

معلوم ہوا ان کے نزدیک امام صاحبؒ روایتِ حدیث میں ثقہ اور جید الحدیث ہیں۔

۳۲۔ **علامۃ الدہر امام محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزیؒ (م ۷۴۸ھ)**

موصوف اپنے وقت میں حدیث کے علّامہ اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف میں زیادہ مشہور "مشکوٰۃ المصابیح" ہے، جو کہ حدیث کی نہایت مقبول و متداول کتاب ہے اور درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ کئی علمائے کبار، مثلاً ملا علی قاریؒ، علامہ حسن طیبیؒ وغیرہ نے اس کی شروحات لکھی ہیں۔

انہوں نے رجالِ مشکوٰۃ پر بھی ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "اکمال فی اسماء الرجال" ہے، جو کہ مشکوٰۃ کے آخر میں بھی طبع ہے اور علیحدہ بھی چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام صاحبؒ کا بھی ترجمہ لکھا ہے، حالانکہ مشکوٰۃ میں وہ آپ کی کوئی حدیث نہیں لائے۔ چنانچہ وہ

۱۔ البدایۃ والنہایۃ (ج ۷، ص ۸۷)
۲۔ الدرر الکامنۃ (۲/۱۸۸، ۱۸۹)
۳۔ نصب الرایۃ (۳/۲۴۰، ۴/۵۳)

آپ کے تذکرے میں آپ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

فانه کان عالما، عاملا، ورعا، زاهدا، عابدًا، امامًا فی علوم الشریعة، والغرض بایراد ذکره فی هذا الکتاب، وان لم نروعنه حدیثا فی المشکاة للتبرک به لعلو مرتبته و وفور علمه.[1]

امام ابوحنیفہؒ عالم، باعمل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علوم شریعت میں امام تھے۔ اگرچہ ہم نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں آپ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب (اکمال) میں ہم آپ کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ آپ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ عالی المرتبت اور وافر العلم (کثیر العلم) تھے۔

۳۳۔ محدثِ جلیل امام محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسیؒ (م ۷۴۴ھ)

موصوف جو کہ ''ابن عبدالہادی'' سے مشہور ہیں، حافظ ابن کثیرؒ نے ان کا تعارف: الشیخ، الامام، العالم، العلامۃ، الناقد اور البارع جیسے عظیم القاب سے کرایا ہے۔[2]

یہ عظیم الالقاب بزرگ بھی امام اعظمؒ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں ایک بڑی عمدہ کتاب ''مناقب الائمۃ الاربعۃ'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا اور آپ کے تعارف کا آغاز: احد الائمۃ الاعلام اور فقیہ العراق کے القاب سے کیا۔[3] اور پھر تفصیل سے آپ کے مناقب بیان کیے۔

نیز انہوں نے ''محدثین وحفاظِ حدیث'' کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ''طبقات علماء الحدیث'' میں بھی آپ کا بڑا عمدہ ترجمہ لکھا، اور آپ کے ترجمے کا آغاز انہوں نے الامام، فقیہ العراقین کے القاب سے کیا۔ نیز آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وکان امامًا، ورعا، عالما، عاملا، متعبدًا، کبیر الشان، لایقبل جوائز السلطان بل یتجر و یکتسب.[4]

۱۔ اکمال فی اسماء الرجال مع مشکوٰۃ المصابیح (۲/۶۲۷)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ (۹/۴۶۵)   ۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸-۷۸)، طبع دار المؤید، بیروت

۴۔ طبقات علماء الحدیث (۱/۲۶۰)، طبع مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

آپ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔ آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

۳۴۔ محدث ناقد حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)

حافظ ذہبیؒ حدیث، اسماء الرجال اور تاریخ وغیرہ علوم کے عظیم سپوت ہیں، اور ان علوم میں ان کو جو تبحر اور فضل وکمال حاصل ہے، اس کی نظیر متاخرین محدثین میں ملنی مشکل ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ صاحب غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

حافظ ذہبیؒ، جن کی نسبت حافظ ابن حجرؒ ''شرح نخبہ'' میں لکھتے ہیں: ھو من استقراء التام فی نقد الرجال. یعنی حافظ ذہبی ان لوگوں میں سے ہیں جو رجال کے پرکھنے میں کامل استقراء والے ہیں۔[1]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

علامہ ذہبیؒ کا مقام مسلّم (ہے) ہمیں اعتراف ہے (کہ) متاخرین سب ہی ان کے خوشہ چین ہیں۔[2]

یہ علوم حدیث کے علّامہ بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عظیم محدثانہ مقام کو بہت سراہتے ہیں، اور انہوں نے اپنے متعدد ریمارکس میں آپ کی زبردست توثیق کی ہے۔ مثلاً گزشتہ ابحاث میں گزرا ہے کہ انہوں نے امام صاحبؒ کو محدثین کے طبقے میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے بڑے اہتمام سے علم حدیث کو حاصل کیا تھا۔ اور طلب حدیث میں دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرف رحلتِ سفر بھی باندھا تھا۔

علاوہ ازیں حافظ ذہبیؒ نے علم حدیث میں آپ کی عظمتِ شان کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو امام بخاریؒ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے قرار دیا، اور جیسے انہوں نے امام بخاریؒ وغیرہ ائمہ کو اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' (جس میں آپ نے صرف ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں ذکر نہیں کیا، اسے ہی انہوں نے اس کتاب میں امام اعظمؒ کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

چنانچہ بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے امام صاحبؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

۱۔ تحقیق الکلام (۱۴۳/۲)　　۲۔ توضیح الکلام (۳۴۱/۱)

حافظ ذہبی آپ کی جلالت شان کے بدل (دل سے) قائل ہیں، چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب ''میزان الاعتدال'' کے شروع میں فرماتے ہیں:

اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے، کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک امام صاحبؒ امام بخاریؒ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے ہیں، اور آپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو ضعیف اور متکلم فیہ راویوں میں ذکر کرنا غیر مناسب ہے۔

نیز حافظ موصوف نے محدثین اور حفاظ حدیث کے حالات پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے تقریباً ہر کتاب میں انہوں نے امام صاحبؒ کا ترجمہ لکھا ہے، اور بڑے شاندار الفاظ میں آپ کی توثیق و توصیف کی ہے۔

مثلاً موصوف نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کا بہترین ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز انہوں نے آپ کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے،

الامام الاعظم، فقیہ العراق......

اور آپ کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

وکان اماماً، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، کبیر الشان لایقبل جوائز السلطان بل یتجرو یکتسب.[2]

آپ امام (دین کے پیشوا) تھے، نہایت پرہیزگار تھے، عالم باعمل تھے، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے، اور آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۹)، بحوالہ میزان الاعتدال (۱/۳)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۲۶)

سبحان اللہ! کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے، اور آپ کی زندگی کے ہر علمی و عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور احکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ فضائل میں کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا۔[1]

اسی طرح ذہبیؒ نے اپنی تصنیف لطیف "سیر اعلام النبلاء" میں بھی امام صاحبؒ کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور اس میں دیگر ائمہ سے آپ کے بارے میں توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ کو ان اوصاف سے یاد کیا ہے:

ابو حنيفة الامام، فقيه الملة، عالم العراق.[2]

اور آپ کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

وسيرته تحتمل ان تفرد في مجلدين رضي الله عنه و رحمه.[3]

امام ابوحنیفہؒ کی سیرت مستقل دو جلدوں میں ہی بیان کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ پر رحم فرمائے۔

نیز ذہبیؒ نے آپ کو ان دس کبار ائمہ میں سے قرار دیا ہے جن پر علم حدیث کا مدار ہے۔ جیسا کہ امام اعظم کے تفوقِ حدیث کے بیان میں بحوالہ گزرا ہے۔

اسی طرح حافظ موصوف نے اپنی کتاب "العبر" میں بھی آپ کا ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز "فقیہ العراق اور الامام" جیسے القاب سے کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وكان من اذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء.[4]

امام ابوحنیفہؒ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، اور آپ فقہ، عبادت، ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔

حافظ موصوف کے استاذ حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے رواتِ حدیث کے حالات پر ایک بے نظیر کتاب بنام "تہذیب الکمال" لکھی ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے اس کا اختصار "تذہیب تہذیب الکمال" کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے امام صاحبؒ کا ترجمہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے متعدد ائمہ سے آپ کی توثیق نقل کی ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

۱۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۹، ۸۰) ۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۹۹۴)

۳۔ ایضاً ۴۔ العبر فی خبر من غبر (۱/۱۶۴)

قد احسن شیخنا ابو الحجاج حیث لم یورد شیئا یلزم منه التضعیف.[1]

ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج مزیؒ نے یہ بہت اچھا کیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جس سے آپ کا ضعیف ہونا لازم آئے۔

گویا حافظ ذہبیؒ کے نزدیک آپ پر جرح کالعدم ہے۔

نیز حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کے مناقب میں مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے آپ کے دو نامور تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے مناقب میں بھی علیحدہ علیحدہ رسالے تصنیف کیے ہیں۔ یہ تینوں رسالے یکجا "مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ" کے نام سے مطبوعہ ہیں۔ اس رسالہ میں انہوں نے امام صاحبؒ کے مناقب وفضائل بسط سے لکھے ہیں۔ جَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

مزید برآں حافظ صاحبؒ نے امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) کی کتاب "المستدرک" کا جو خلاصہ بنام "تلخیص المستدرک" لکھا ہے، اس میں انہوں نے آپ کی حدیث کو نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور کسی قسم کی جرح نہیں کی۔[2]

اور غیر مقلدین حضرات کے محدث مولانا عبداللہ روپڑویؒ نے تصریح کی ہے کہ:

جس حدیث پر ذہبی مختصر (تلخیص المستدرک) میں سکوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔[3]

لہٰذا ذہبیؒ کا امام صاحبؒ کی حدیث پر سکوت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ نے آپ کی کئی احادیث کو نقل کر کے ان کی اسناد کو عالی قرار دیا ہے۔ مثلاً وہ آپ کی ایک حدیث کو بہ سند روایت کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

هذا اسناده متصل عال.[4]

۱۔ تذہیب تہذیب الکمال (۹/۲۲۵) طبع الفاروق الحدیثیۃ، القاھرۃ

۲۔ حاشیۃ المستدرک (۲/۲۷۳، ح ۵۰۷۰)

۳۔ فتاویٰ اہل حدیث (۱/۶۳۵)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۵، ترجمہ امام ابو یوسفؒ)

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

نیز وہ آپ کی ایک اور حدیث، جس کو آپ سے امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ نے روایت کیا ہے، کو بہ سند نقل کرنے کے بعد اس کو بھی سند عالی سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

اور ''سند عالی'' کی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں مشہور غیر مقلد عالم و ادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ کا بیان ملاحظہ کریں، جس میں وہ سند عالی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سند کے عالی ہونے کے معنی وہ نہیں جو عوام کے ذہن میں ہیں، یعنی یہ کہ سلسلہ روایت جس قدر مختصر ہوگا اور رواۃ کی تعداد جس قدر کم ہوگی، اسی نسبت سے اس میں علو ابھر آئے گا۔ اس کے برعکس علو سے مراد یہ ہے اس کو ایسے جلیل القدر محدث کا قرب حاصل ہے کہ جس کی ثقاہت، تثبت اور فقہ حدیث امور مسلّم میں سے ہو، چاہے رواۃ کی تعداد زیادہ ہی ہو۔[2]

اس بیان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہوگئی کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک حضرت امام اعظمؒ کی ثقاہت، تثبت (علم حدیث میں پختگی) اور فقاہتِ حدیث امورِ مسلّم میں سے ہیں۔

۳۵۔ مؤرخ باکمال امام جمال الدین ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ)

موصوف تاریخ و اسماء الرجال کے ایک بے مثل و باکمال عالم ہیں۔ امام ابن العماد حنبلیؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز اِن القاب سے کیا ہے: الامام، العلامۃ ......[3]

امام موصوف بھی امام ابوحنیفہؒ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کا تعارف ''الامام اعظم'' کے عظیم لقب سے کرایا ہے، اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

برع فی الفقہ والرأی، وساد اھل زمانہ بلا مدافعۃ فی علوم شتی۔[4]

امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور رائے میں کمال حاصل کیا، اور آپ متعدد علوم میں اپنے تمام معاصرین کے سرخیل ہیں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۵۶۷)
۲۔ مطالعہ حدیث (ص ۱۲۷)
۳۔ شذرات الذہب (۷/۳۱۷)
۴۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ (۲/۱۷)

۳۶۔ حافظ الدنیا امام ابن حجر العسقلانیؒ (م۸۵۲ھ)

حافظ ذہبیؒ کے بعد علوم حدیث میں جس شخص نے زیادہ شہرت کمائی وہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ہیں۔ امام سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) ان کو: شیخ الاسلام، امام الحفاظ فی زمانہ (اپنے زمانے میں حفاظ حدیث کے امام)، حافظ الدیار المصریہ اور حافظ الدنیا جیسے عظیم القاب سے ملقب کرتے ہیں۔[۱]

حافظ موصوف بھی امام صاحبؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد نے امام صاحبؒ کی توثیق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

حافظ ذہبیؒ کے بعد خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجرؒ کو بھی دیکھئے! علوم حدیثیہ وتاریخیہ میں ان کے تبحر وفضل وکمال اور احوال رجال سے آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ ''تہذیب التہذیب'' میں جو اصل میں امام ذہبیؒ کی کتاب ''تہذیب'' کی تہذیب ہے۔[۲] امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں آپ کی دینداری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگان دین سے آپ کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاهل.'' یعنی حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ کچھ تو حاسد ہیں اور کچھ جاہل ہیں۔ سبحان اللہ! کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا۔[۳]

مولانا سیالکوٹیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کی جس کتاب ''تہذیب التہذیب'' کا حوالہ دیا ہے اس میں حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کی توثیق وتوصیف میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ:

ومناقب الامام ابی حنیفة کثیرة جدا، فرضی الله عنه واسکنه

۱۔ طبقات الحفاظ (ص۵۵۲)

۲۔ یہ مولانا سیالکوٹیؒ کا تسامح ہے کہ ''تہذیب التہذیب'' امام ذہبیؒ کی ''تہذیب کی تہذیب ہے''، بلکہ یہ اصل میں حافظ مزیؒ کی ''تہذیب الکمال'' کی تہذیب ہے۔ ناقل

۳۔ تاریخ اہل حدیث (ص۸۲،۸۱)

الفردوس.[1]

امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے۔ آمین

نیز ماقبل بحوالہ حافظ سخاویؒ گزرا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف امام نسائی کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ امام صاحبؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو پل عبور کر چکے ہیں۔ یعنی اب آپ کی توثیق ہی راجح ہے اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

امام سخاویؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے اس کلام کو ''توثیق ابی حنیفۃ'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔

نیز حافظ موصوف نے اپنی دوسری مشہور کتاب ''لسان المیزان'' میں سابق بن عبداللہ الرقیؒ کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں:

لان الرقی احادیثه مستقیمة عن مطرف وابی حنیفة.[2]

امام رقیؒ نے امام مطرفؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے درست (صحیح) احادیث روایت کی ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث درست اور صحیح ہیں، کیونکہ اگر آپ کی احادیث صحیح نہیں تھیں تو پھر امام رقیؒ نے آپ سے احادیث مستقیمہ کیسے روایت کرلی ہیں؟

اور مولانا عبدالمنان نورپوری غیرمقلد نے یہ تصریح کی ہے کہ جب کسی حدیث کو صحیح کہا جاتا ہے تو اس کے ضمن میں اس کے راویوں کی توثیق بھی آجاتی ہے۔[3]

لہٰذا حافظ ابن حجرؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کو مستقیمہ (جو احادیث صحیحہ کے حکم میں ہیں) قرار دینے سے ان کے نزدیک آپ کا ثقہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

۳۷۔ محدث جلیل وفقیہ نبیل امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)

امام عینیؒ حدیث، فقہ، تاریخ اور اسماء الرجال وغیرہ علوم کے عظیم امام اور ''صحیح بخاری'' اور ''ہدایہ'' وغیرہ کتب کے بلند مرتبت شارح ہیں۔ علامہ ابن العمادؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے

۱۔ تہذیب التہذیب (۶۳۱/۵) ۲۔ لسان المیزان (۳/۳)

۳۔ تعداد تراویح (ص ۴۶)

جس کا آغاز انہوں نے آپ کے شاگرد امام ابن تغریؒ کے ان الفاظ سے کیا ہے:

العلامة، فريد عصره، وحيد دهره، عمدة المؤرخين، مقصد الطالبين.[1]

امام عینیؒ جیسے عظیم المرتبت بھی امام ابوحنیفہؒ کو اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

الزيادة من الثقة مقبولة و لا سيما مثل ابى حنيفة.[2]

ثقہ کی زیادت مقبول ہے، بالخصوص جب وہ ثقہ امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص ہو۔

اس سے واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہؒ ثقاہت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ آپ کی روایت ہر حال میں مقبول ہے۔

۳۸۔ محدث ومؤرخ امام صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدیؒ (م ۷۶۴ھ)

امام صفدیؒ حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم کے نامور امام ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جو اُن کے استاذ ہیں وہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو: الامام العادل، الادیب البلیغ الاکمل، کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[3]

انہوں نے اپنی تاریخ میں امام اعظمؒ کا بڑا شاندار اور مسوط ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز: الامام، العَلَم (علم کے پہاڑ) سے کیا ہے۔

اور پھر آپ کے حق میں متعدد محدثین کے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ کے علمی مقام، اور آپ کے دیگر کمالات کو خوب بیان کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

و لم يكن فى ابى حنيفة رضى الله عنه ما يُعاب به غير اللحن.

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو آپ کو عیب دار بنائے، سوائے کلام میں ایک غلطی کے۔

پھر انہوں نے آپ کا وہ کلام ذکر کر کے خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا، اور آپ کے

۱۔ شذرات الذهب (۷/۸۶)

۲۔ البنایۃ فی شرح الھدایۃ (۱/۱۲۳) طبع مکتبۃ امدادیۃ، ملتان

۳۔ معجم محدثی الذھبی (ص ۶۷)

مؤقف کو درست قرار دیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ میں (روایتِ حدیث میں ضُعف وغیرہ کا) کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۹۔ محدث فاضل امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزیؒ (م ۱۱۶۷ھ)

امام موصوف شافعی المذہب محدث مؤرخ ہیں۔ امام محمد بن خلیل مرادیؒ (م ۱۲۰۶ھ) نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

عالم، فاضل، محدث، نحریر۔[2]

امام موصوف بھی امام صاحبؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ کو ان عظیم القاب سے مُلقب کرتے ہیں:

اَلْحِبْر (بہت بڑے عالم)، اَلْبَحْر (علم کے سمندر)، المجتهد، الامام الاعظم، الورع (پارسا)، الزاهد (پرہیزگار)، العابد (عبادت گزار)، التابعیُّ الجليل (جلیل القدر تابعی)......[3]

اب اس سے بڑی وزنی توثیق اور کیا ہو سکتی ہے؟

۴۰۔ محدث علامہ اسماعیل العجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ)

علامہ عجلونیؒ ایک جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت شافعی عالم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب عِقْدُ اللّآلِیْ وَالْمَرْجَانُ فِیْ تَرْجَمَةِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانُ میں امام ابوحنیفہؒ کی بابت لکھا ہے:

فهو رضی الله عنه حافظ، حجة، فقيه.[4]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث، راویت حدیث میں حجت اور فقیہ ہیں۔

اس بیان میں علامہ عجلونیؒ نے امام صاحبؒ کو حافظ الحدیث قرار دینے کے علاوہ ''حُجَّةُ الْحَدِیْث'' بھی کہا ہے جو کہ ان کی طرف سے آپ کی ایک زبردست توثیق ہے، کیونکہ لفظ ''حجۃ''

۱۔ الوافی بالوفیات (۲۷/۸۹-۹۵) ۲۔ سلک الدرر فی القرن الثانی عشر (۴/۵۴)

۳۔ دیوان الاسلام (۲/۱۵۲)

۴۔ مقدمۃ الاربعون العجلونیہ (ص ۲۰)، طبع دار البشائر الاسلامیہ، بیروت

الفاظ توثیق میں سے ہے، اور یہ لفظ ''ثقہ'' سے بھی اعلیٰ ہے، چنانچہ حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

الحجة فوق الثقة.[1]

حجت الحدیث ثقہ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

قارئین! حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ائمہ حدیث اور ارباب جرح وتعدیل کے یہ چیدہ چیدہ توثیقی اقوال نقل کیے گئے ہیں، ورنہ اس طرح کے سینکڑوں اقوال کتب رجال میں منقول ہیں، جن کو اختصار کے سبب ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے کہ ایک انصاف پسند شخص ان مذکورہ اقوال سے ہی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ امام عالی مقام کا روایت حدیث میں کس قدر بلند مقام تھا اور آپ کی ثقاہت وتثبت کتنی زیادہ بلند تھی؟ رہا ضدی اور متعصب تو اس کے لیے دلائل کے دفتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں، کیونکہ

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا!

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۳۸۹)

علمائے غیر مقلدین سے آپ کی توثیق

گذشتہ صفحات میں آپ محدثین وائمہ رجال سے امام اعظمؒ کی توثیق ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اب علمائے غیر مقلدین میں سے چند مشہور حضرات کے آپ کی توثیق سے متعلق اقوال پیش کیے جاتے ہیں کیونکہ:

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءِ

ماقبل آپ مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) کا بیان پڑھ چکے ہیں، جس میں انہوں نے امام صاحبؒ کی بڑے عمدہ الفاظ میں تعریف کی ہے اور صاف اقرار کیا ہے کہ آپ اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

اسی طرح مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (جو جماعت غیر مقلدین میں ''امام المسلمین'' کے لقب سے مشہور ہیں) سے بھی امام صاحبؒ کے بارے میں متعدد توثیقی اقوال گزر چکے ہیں۔

مولانا عبدالقادر سندھیؒ غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی، جو شیخ بن بازؒ کے معتمد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے، یہ بھی صاف اقرار کرتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہؒ ثقہ، عادل، عظیم امام اور حجت ہیں۔[1]

مشہور صاحب التصانیف غیر مقلد عالم مولانا محمد جوناگڑھیؒ (م ۱۳۴۰ھ) بھی تصریح کرتے ہیں کہ:

امام صاحب پختہ اہل حدیث تھے۔[2]

غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ ارقام فرماتے ہیں:

باقی کسی ثقہ کا کسی سے روایت کرنا مَرْوِیٌ عَنْہُ کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہو

۱۔ مسئلہ رفع الیدین مترجم (ص ۹۲) ۲۔ مشکوٰۃ محمدی (ص ۲۱۷)

سکتی۔ کَمَا رَوٰی اَبُوْ حنیفۃَ عَنْ جَابِرِ الجُعِفی. (جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے جابر جعفی سے روایت کی ہے)......[۱]

مولانا گوندلویؒ کے اس قول کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ثقہ ہونے کے باوجود جابر جعفی سے روایت لی ہے جو کہ جعفی کی توثیق کو مستلزم نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ مولانا گوندلویؒ کے نزدیک خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

دمشق کے مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ (م ۱۳۳۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کی بڑے عمدہ الفاظ میں توثیق وتعریف کی ہے۔ چنانچہ موصوف آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

وکان عالما، عاملا، زاھدا، ورعا، تقیا، کثیر الخشوع، دائم التضرع.[۲]

امام ابوحنیفہؒ عالم، باعمل، زاہد، صاحب ورع، پرہیزگار، کثیر الخشوع اور ہمیشہ عاجزی کرنے والے تھے۔

آخر یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام اعظمؒ سے جن محدثین نے روایتِ حدیث کی ہے وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا، جیسا کہ امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین گزرا ہے۔ یہ بھی باقرار غیر مقلدین امام اعظمؒ کی توثیق پر ایک مستقل وٹھوس دلیل ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے نامور مناظر مولانا عبداللہ لاہل پوری نے تمنا عمادی (منکر حدیث) کے قول: زہری کے ہزاروں شاگرد تھے، کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

زہری کی توثیق کے لیے یہی کافی ہے۔[۳]

بنابریں امام اعظمؒ سے بھی بے شمار محدثین کا روایت حدیث کرنا بھی آپ کی توثیق کے لیے کافی ہے، لہٰذا آپ کی ثقاہت پر غیر مقلدین کے اعتراض کا باطل ہونا خود اُن کے اپنے نامور مناظر سے ثابت ہوگیا، وللہ الحمد علی ذلک.

۱۔ التحقیق الراسخ (ص ۱۴۴)

۲۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۴۹)

۳۔ حاشیہ مقالات حدیث (ص ۴۵۷) از: مولانا اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد

امام اعظم کا بلند پایہ حافظہ اور ضبطِ حدیث

امام اعظمؒ کا بلند پایہ حافظہ اور ضبطِ حدیث

سابقہ تفصیلی بحث میں آپ نے بحوالہ محدثین وائمہ رجال ملاحظہ کرلیا کہ امام اعظمؒ حدیث میں نہایت ثقہ اور عظیم محدثانہ شان کے مالک تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ بلند پایہ حافظ الحدیث بھی تھے اور الفاظِ حدیث کے حفظ اور ضبط کے لیے آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔

ذیل میں آپ کے حفظِ حدیث سے متعلق کچھ دلائل ملاحظہ ہوں۔

امام اعظمؒ کے حفظ اور ضبطِ حدیث سے متعلق بیس دلائل

(۱) آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام عجلیؒ، امام ابن شاہینؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے بالتصریح امام صاحب کو ثقہ کہا ہے جوکہ باقرار علمائے غیرمقلدین آپ کے قَوِیُّ الْحَافِظَة اور ضَابِطُ الْحَدِيْث ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ غیرمقلدین کے محقق اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

> ثقہ اس راوی کو کہتے ہیں جو عادل اور ضابط ہو۔ پس جو راوی عادل ہو اور ضابط نہ ہو، یا ضابط ہو عادل نہ ہو تو اس کو ثقہ نہیں کہیں گے۔[۱]

مولانا مبارکپوریؒ صاحب کی اس تصریح کے مطابق جن ائمہ حدیث نے امام صاحبؒ کو ثقہ کہا ہے، ان کے نزدیک آپ ضَابِطُ الْحَدِيْث (حدیث کو یاد رکھنے میں پختہ) بھی ہیں۔

(۲) امام صاحبؒ روایتِ حدیث میں کیسے قَوِیُّ الْحِفْظ نہ تھے، حالانکہ روایت حدیث کے لیے آپ نے یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ آدمی کو صرف وہی حدیث بیان کرنی چاہیے جس کو اس نے سماع کے وقت سے لے کر روایت کرنے کے وقت تک برابر یاد رکھا ہو۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین نے آپ کے شاگرد رشید امام

---

[۱] تحقیق الکلام (ج ۱ ص ۸۰)

ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

لاینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه یوم سمعه الیٰ یوم یحدث به.[1]

آدمی کو اس وقت تک حدیث بیان نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ وہ حدیث اس کو سننے کے دن سے لے کر بیان کرنے کے دن تک برابر یاد نہ ہو۔

(۳) آپ نے اس مذکورہ شرط پر عمل بھی کر کے دکھایا اور کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کی جس کے آپ حافظ نہ تھے۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کا یہ بیان امام صاحب کی توثیق میں گزر چکا ہے کہ:

کان ابو حنیفة ثقة، لایحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولایحدث بما لا یحفظ.

امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے، اور آپ صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ کو حفظ ہوتی تھی، اور جو حفظ نہیں ہوتی تھی آپ اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔

امام یحییٰؒ کے مذکورہ بیان سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ امام صاحبؒ اپنی تمام مَرویات کے حافظ تھے۔

(۴) اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْث امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ)، جن کو علم حدیث واسماء الرجال میں وہ مقام حاصل ہے کہ جس کے سامنے سب محدثین کی نظریں نیچی ہیں۔ علم حدیث کے یہ جَبَلِ علم بھی روایت حدیث میں امام صاحب کے "جَیِّدُ الْحِفظ" ہونے کی گواہی دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابوعبداللہ صَیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے موصوف کا امام صاحبؒ کے بارے میں یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

وکان واللّٰه حسن الفهم، جیّد الحفظ حتی شنعوا علیه بما هو واللّٰه اعلم به منهم.[2]

اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہؒ عمدہ فہم اور پختہ حافظہ کے مالک تھے۔ اللہ کی قسم! آپ کے

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۹) لابن عبدالبرؒ، سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۶) للذہبیؒ

۲۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۳)

مخالفین نے آپ پر جو طعن و تشنیع کی ہے، آپ اس کو اُن سے بہتر جانتے تھے۔

(۵) جلیل القدر محدث امام اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاقؒ (م ۱۶۲ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) حافظ، حجۃ، صالح، خاشع اور وِعاء العلم کے القاب سے یاد کرتے ہیں،[۱] ان سے علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

کان نعم الرجل النعمان، ما کان احفظه لکل حدیث فیه فقه، واشد فحصه عنه، واعلمه مما فیه من الفقه، وکان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنه.[۲]

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کیا ہی اچھے انسان تھے کہ ہر وہ حدیث جو فقہ سے متعلق تھی، آپ کو اچھی طرح حفظ تھی اور ایسی حدیث کی آپ کو بے حد جستجو رہتی تھی، اور اس میں جو کچھ فقہی نکات ہوتے تھے، ان کو بھی آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ نے اپنے استاذ امام حمادؒ سے احادیث یاد کی تھیں اور خوب ان کو ضبط کیا تھا۔

(۶) شیخ المحدثین امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۷ھ) بھی امام صاحبؒ کو حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے ان سے امام صاحبؒ کے بارے میں یہ قول روایت کیا ہے:

وکان حافظا لفعل رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم الذی قبض علیه مما وصل الی اهل بلده.[۳]

امام ابوحنیفہؒ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخری دور سے متعلق وہ تمام احادیث حفظ تھیں، جو آپ کے شہر کوفہ والوں تک پہنچی تھیں۔

نیز امام صاحبؒ کی توثیق میں امام حسن بن صالح کا طویل بیان گزر چکا ہے، جس میں یہ بھی تھا کہ امام ابوحنیفہؒ "متثبت فی العلم" (پختہ کار عالم) تھے۔ یہ بھی ان کی طرف سے امام صاحبؒ کے جید الحفظ ہونے کی قوی شہادت ہے، کیونکہ اگر آپ کا حافظہ قوی نہیں تھا تو پھر آپ کا علم پختہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۸) ۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۳۹)

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۵)

کیسے ہو گیا؟

(۷) مشہور حافظ الحدیث امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ)، جن کے ترجمہ میں آپ امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کا یہ بیان پڑھ چکے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ان سے بڑا حافظ الحدیث کوئی نہیں دیکھا، حافظ ابو عبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے ان کے شاگرد امام تمیم بن منتصرؒ (م ۲۴۴ھ)، جو ثقہ اور ضابط تھے،[۱] کے حوالہ سے ان کا یہ بیان نقل کیا ہے:

کان ابو حنیفة تقیا نقیا زاهدا عالما، صدوق اللسان، احفظ اهل زمانه.[۲]

امام ابوحنیفہ متقی، پاکباز، دنیا سے بے رغبت، نہایت راست باز اور اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔

غور کیجیے کہ جس شخص کو امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ سب سے بڑے حافظ الحدیث قرار دیتے ہیں، وہ امام صاحبؒ کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ اس عظیم حافظ الحدیث کی گواہی کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے "اَحْفَظُ الْحَدِیْث" ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

(۸) استاذ المحدثین امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں سے ہیں، اور امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات ان ہی کی سند سے روایت کی ہیں، یہ محدثِ جلیل بھی امام صاحبؒ کو صرف حافظ الحدیث ہی نہیں بلکہ اَحْفَظُ الْحَدِیْث قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو احمد عسکریؒ (م ۳۸۲ھ) نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:

کان ابو حنیفة تقیا زاهدًا عالما راغبا فی الآخره صدوق اللسان احفظ اهل زمانه.[۳]

امام ابوحنیفہ متقی، زاہد، عالم، آخرت کی طرف راغب، بڑے راست باز اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔

۱۔ تقریب التهذیب (ج ۱ ص ۱۴۴)

۲۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۴۸)

۳۔ مناقب ابی حنیفة (ص ۱۹۰) للمکیؒ

(۹) محدث کبیر اور عابد شہیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ)، جن کا مختصر تعارف اور ان کے عظیم علمی مقام سے متعلق محدثین کی شہادتیں امام اعظمؒ کی ثقاہت کے بیان میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، موصوف بھی امام صاحبؒ کے حافظ الحدیث اور قوی الحفظ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بہ سند متصل ان سے یہ بیان نقل کرتے ہیں:

یجب علی اهل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفة فی صلاتهم، قال و ذکر حفظه علیهم السنن و الفقه۔[1]

اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں اللہ تعالیٰ سے امام ابوحنیفہؒ کے لیے دعا کریں، کیونکہ آپ نے اہلِ اسلام کے لیے سنن (احادیث) اور فقہ کو محفوظ کر دیا ہے۔

اس بیان سے امام صاحبؒ کا حافظ الحدیث ہونا بالکل واضح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر آپ احادیث کے حافظ نہیں تھے یا آپ کا حافظہ قوی نہیں تھا تو پھر آپ نے احادیث کو محفوظ کیسے کر لیا؟

(۱۰) محدث شہیر امام ابوالحسن دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، جن کا مجموعہ حدیث ''سنن الدارقطنی'' کے نام سے اہلِ علم میں مشہور و متداول ہے، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کا تعارف الامام، شیخ الاسلام، حافظ الزمان، الحافظ الشہیر کے القاب سے کراتے ہیں۔[2]

موصوف اگرچہ امام صاحبؒ کے کٹر مخالفین میں شمار ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی ''سنن'' میں آپ کو ضعیف تک کہہ دیا۔[3] لیکن اس مخالفت کے باوجود وہ آپ کے حافظ الحدیث ہونے کا انکار نہ کر سکے، چنانچہ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

غیلان بن جامع و هشیم بن بشیر و هما احفظ من ابی حنیفة

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۴) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳، ص ۱۳۲)

۳۔ مولانا محمد گوندلویؒ غیر مقلد، امام دارقطنیؒ کی امام صاحبؒ پر اس جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ان (امام دارقطنی) کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے چونکہ ایسی باتیں پہنچی تھیں، اس لیے وہ معذور تھے، کیونکہ وہ امام ابوحنیفہؒ کو قریب سے نہیں دیکھ سکے۔ جیسے یحییٰ بن معین نے امام شافعی کو ضعیف کہا۔ (خیر الکلام، ص ۱۷۵) ناشر مکتبہ نعمانیہ، گوجرانوالہ)۔ یعنی جیسے امام ابن معینؒ کی جرح امام شافعیؒ کے خلاف کالعدم ہے، ایسے ہی امام دارقطنیؒ کی امام اعظمؒ کے خلاف جرح کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

الاسناد.[1]

غیلان بن جامعؒ اور ہشیم بن بشیرؒ دونوں امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر اسناد الحدیث کے حافظ ہیں۔

اس بیان میں اگرچہ امام دارقطنیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی دشمنی میں آپ کو غیلان بن جامعؒ اور ہشیم بن بشیرؒ (اور خیر سے یہ دونوں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں) سے کم درجہ کے حافظ الحدیث بتلایا ہے، جو کہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ماقبل کبار ائمہ حدیث کی یہ تصریحات گزر چکی ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ لیکن اگر ان کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو کم از کم اتنی بات تو اس سے ضرور ثابت ہوتی ہے کہ وہ آپ کو حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ حفظ میں وہ آپ کو غیلانؒ اور ہشیمؒ سے کم درجہ بتلاتے ہیں۔ اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے:

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

(۱۱) مشہور صاحب التصانیف محدث امام ابوبکر بیہقی شافعیؒ (م ۴۵۸ھ)، جو کہ بقول حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) الامام، الحافظ، العلامۃ، شیخ اور صاحب التصانیف تھے،[2] یہ محدثِ جلیل بھی امام اعظمؒ کو حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں اور تحقیقِ احادیث میں آپ کے حفظ پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرات غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ، ایک حدیث کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

امام بیہقیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے حفظ پر اعتماد کر کے ابوالولید کو الگ قرار دے کر دو قصوں والی روایت میں مجہول قرار دیا ہے۔[3]

نیز گوندلوی صاحبؒ لکھتے ہیں:

امام بیہقیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا احترام کرتے ہوئے زیادتی کو تسلیم کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ ابوالولید مجہول ہے، اس میں امام ابوحنیفہؒ کا قصور نہیں، جس

۱۔ سنن الدارقطنی (ج ۱ ص ۳۲۶) طبع نشر السنۃ، ملتان

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۲۱۹)

۳۔ خیر الکلام (ص ۳۵۲)

طرح حقیقت تھی، انہوں نے ذکر کر دی۔[۱]

اب جس شخص کے حافظہ پر امام بیہقیؒ جیسے محدث کبیر اعتماد کر رہے ہیں، اس کو سَیِّئُ الحِفظ کہہ کر مطعون کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

(۱۲) امام اعظمؒ کے حافظ الحدیث اور قوی الحفظ ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا چاہیے کہ مورخ اسلام، خاتمۃ الحفاظ، محدث ناقد امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" (جس میں انہوں نے صرف ان ہی لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو حفاظ حدیث شمار ہوتے ہیں، چنانچہ مولانا اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں، تذکرۃ الحفاظ کی چار جلدیں ہیں، جن میں حفاظ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے)[۲] میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات ہم ماقبل ذکر کر چکے ہیں۔ یہ آپ کے حافظ الحدیث اور قوی الحفظ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

نیز ہم ماقبل حافظ موصوف کی کتاب "العبر" سے امام صاحبؒ کے متعلق ان کا یہ بیان نقل کر چکے ہیں کہ "کان من اذکیاء بنی آدم." (امام ابوحنیفہؒ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے)۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی سَیِّئُ الحفظ یا بد حافظہ شخص کو حافظ ذہبیؒ جیسے محتاط عالم ذہین ترین انسان قرار دے سکتے ہیں؟

(۱۳) حافظ ذہبیؒ کے علاوہ بھی جن محدثین نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، انہوں نے بھی امام صاحبؒ کو حفاظ حدیث میں سے شمار کرتے ہوئے اپنی ان کتب کو آپ کے تذکرے سے مزیّن کیا ہے۔ مثلاً امام شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے اپنی کتاب "طبقات علماء الحدیث" میں آپ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جیسا کہ امام صاحبؒ کی توثیق میں بحوالہ گزر رہا ہے۔

موصوف اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

فهذا كتاب مختصر، يشتمل على جملة من الحفاظ من اصحاب النبى صلّى الله عليه وسلّم والتابعين و من بعدهم، لا يسع من

۱۔ ایضاً ۲۔ تحریک آزادی فکر (ص ۱۰۰) ناشر مکتبہ محمدیہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

يشغل بعلم الحديث الجهل بهم.[1]

یہ مختصر کتاب ان حفاظ حدیث کے حالات پر مشتمل ہے جن کا تعلق صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگوں سے ہے۔ جو شخص علم حدیث کی طلب میں مشغول ہے، اس کے لیے ان حضرات کے حالات سے بے خبری مناسب نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ امام مقدسیؒ جیسے محدث کے نزدیک امام صاحبؒ حفاظ حدیث میں سے ہیں اور آپ ان بلند پایہ محدثین میں شامل ہیں کہ جن کے حالات سے آگاہی ایک طالب حدیث کے لیے ضروری ہے۔

(۱۴) اسی طرح مورخ الشام علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الشہیر بہ ''ابن ناصر الدین'' شافعیؒ (م ۸۴۲ھ) نے بھی حفاظ حدیث کے حالات پر اپنی منظومہ کتاب ''بديعة البيان عن موت الاعيان'' میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

امام موصوف نے اپنی اس کتاب کے شروع میں خود تصریح کر دی ہے کہ یہ منظومہ کلام جلیل القدر حفاظِ حدیث کے اسماء پر مشتمل ہے۔[3]

(۱۵) محدث امام جمال الدین یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۹۰۹ھ)، جو ابن المبرد کے لقب سے مشہور ہیں، نے بھی اپنی کتاب ''طبقات الحفاظ'' میں امام صاحب کا ترجمہ کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ عبداللطیف بن علامہ مخدوم ہاشم سندھیؒ نے اپنی کتاب ''ذب ذبابات الدراسات، عن المذاهب الاربعة المتناسبات'' میں ان سے نقل کیا ہے۔[4]

(۱۶) مشہور صاحب التصانیف محدث، شیخ الاسلام امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)، جن کی علمی شخصیت سے کون شخص ناواقف ہوگا، انہوں نے بھی حفاظ حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ''طبقات الحفاظ'' میں امام صاحبؒ کا بڑے عمدہ الفاظ میں ترجمہ لکھ کر آپ کے حافظ

۱۔ طبقات علماء الحدیث (ص ۷۷)

۲۔ بديعة البيان عن موت الاعيان (ص ۳۶ ش ۱۱۴)، طبع دار ابن کثیر، بیروت

۳۔ ایضاً (ص ۵)

۴۔ مکانة الامام ابی حنیفة فی الحدیث (ص ۶۳) للعلامة النعمانی

الحدیث ہونے کا کھلم کھلا اقرار کیا ہے۔[1]

(۱۷) امام سیوطیؒ کے مایہ ناز شاگرد، جلیل القدر مورّخ علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م۹۴۲ھ) مؤلف "سیرۃ الشامیہ" وغیرہ (جن کا تذکرہ علامہ شعرانیؒ (م۹۷۳ھ) ان القاب سے کرتے ہیں، الاخ الصالح، العالم الزاهد، الشیخ، المتمسک بالسنة المحمدية، مفنن فی العلوم وغیرہ)،[2] موصوف نے اپنی مایہ ناز کتاب "عقود الجمان" میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے، فی بیان کثرة حدیثه، و کونه مِن اعیان الحفاظ من المحدثین (یہ باب اس بیان میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کثیر الحدیث اور بلند پایہ حفاظ محدثین میں سے تھے)۔ پھر اس باب کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ان الامام ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ من کبار حفاظ الحدیث.[3]

بلاشبہ امام ابوحنیفہ رَحِمَهُ اللّٰه تَعَالیٰ بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے۔

یہ آپ کے پختہ حافظ الحدیث ہونے پر روشن دلیل ہے۔

(۱۸) محقق شہیر علامہ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م۸۴۰ھ) بھی امام صاحبؒ کے حافظ الحدیث ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وقد کان الحافظ المشهور بالعناية فی هذا الشان.[4]

امام ابوحنیفہؒ اس فنِ حدیث کے مشہور حافظ اور ماہر تھے۔

(۱۹) محدث علامہ اسماعیل عجلونی شافعیؒ (م۱۱۶۲ھ) کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے بھی امام صاحبؒ کو حافظ الحدیث اور حجۃ قرار دیا ہے۔

(۲۰) آخر میں یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام صاحبؒ بڑے پختہ حافظ القرآن تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ شروع کتاب میں امام صاحبؒ کی "عبادت" کے بیان میں بحوالہ امام مسعر بن کدامؒ (م۱۵۵ھ)، امام خارجہ بن مصعبؒ (م۱۶۸ھ) اور امام

---

[1] دیکھئے: طبقات الحفاظ (ص۸۰۵)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[2] شذرات الذہب (ج۸، ص۲۵۰)

[3] عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم النعمان (ص۳۱۹)

[4] الروض الباسم (ج۲، ص۳۲۴)

ابویوسف (م۱۸۲ھ) گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید زبانی پڑھ لیتے تھے۔

حافظ صالحی (م۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

فتبًا لمن زعم انه كان لايحفظ القرآن وقد صح عنه انه كان يختم في رمضان ستين ختمة، قلت: وقراءته القرآن كله في ركعة.[1]

اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو یہ خیال کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ حافظِ قرآن نہیں تھے، حالانکہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ رمضان میں ساٹھ ختم کرتے تھے اور آپ پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ لیتے تھے۔

اب غور طلب بات ہے کہ جو شخص اس قدر پختہ حافظ ہے کہ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ رہا ہے، اس کے بارے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ حدیث (جو عموماً چند سطروں سے زیادہ نہیں ہوتی) کو اچھی طرح حفظ نہیں کر سکتا تھا؟

قارئین! ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بلند پایہ حافظ الحدیث تھے اور محدثین کے نزدیک روایت حدیث کے لیے جس قدر ضبط اور حافظہ کی ضرورت ہے، آپ کا ضبط اور حفظ اس سے کسی طرح کم نہیں تھا، بلکہ آپ اس معیار سے بھی بہت بلند و بالا تھے۔

ان حقائق کے باوجود اگر کوئی شخص اسی پر مُصر ہو کہ امام صاحب بدحافظ اور سیئ الحفظ تھے، یا آپ کا حافظ محدثین کے معیار پر نہیں تھا تو ایسے شخص کو سوائے متعصب اور کور باطن کے کہا جا سکتا ہے!

ع

تیرا جی ہی نہ چاہے تو بہانے ہیں ہزار

۱۔ عقود الجمان (ص۱۶۵)

علم جرح وتعدیل میں
امام اعظم کا بلند پایہ مقام

علم جرح وتعدیل میں امام اعظم کا بلند پایہ مقام

علومِ حدیث میں علم جرح وتعدیل کی ایک خاص اہمیت ہے۔ یہ وہ علم ہے جس میں رُواتِ حدیث کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

''جرح'' کہتے ہیں راوی کے ایسے سقم اور ضعف کو ظاہر کرنا، جو اس کی روایت کو مردود قرار دینے کا موجب ہو۔ اور ''تعدیل'' راوی کی ایسی خوبی اور ثقاہت بیان کرنے کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی روایت کو قابلِ قبول سمجھا جائے۔ ان دونوں کے مجموعہ کا نام ''علم جرح وتعدیل'' ہے اور اسی کو ''فن اسماء الرجال'' بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ دیگر علوم حدیث کی طرح اس علم میں بھی بلند پایہ مقام اور عظیم منصب پر فائز ہیں۔

مورخ اسلام اور حدیث و اسماء الرجال کے سپوت امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جن کے اقوال کو جرح وتعدیل میں قبول کیا جاتا ہے، اور جن کا شمار اس فن کے جہابذہ (وہ ائمہ جو رُواۃ حدیث کو جرح وتعدیل کے اصولوں پر پَرکھتے ہیں) میں ہوتا ہے۔

چنانچہ ذہبیؒ علم جرح وتعدیل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے دوسری صدی ہجری کے احوال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم كان فى المائة الثانية فى اوائلها جماعة من الضعفاء من اوساط التابعين وصغارهم ممن تكلم فيهم من قبل حفظهم، او لبدعة فيهم كعطية العوفى و فرقد السبخى و جابر الجعفى وابى هارون العبدى، فلما كان عند انقراض عامة التابعين فى حدود الخمسين و مئة، تكلم طائفة من الجهابذة فى التوثيق

والتضعیف، فقال ابوحنیفة: مارأیت اکذب من جابر الجعفی، وضعف الاعمش جماعة ووثق آخرین وانتقد الرجال شعبة ومالک......[۱]

پھر جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو اس کے اوائل میں اوساط اور صغار تابعین میں سے ضُعفاء کی ایک جماعت سامنے آئی، جن پر حافظہ کی خرابی یا کسی بدعت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا۔ جیسا کہ عطیہ عوفی، فرقد سنجی، جابر جعفی اور ابو ہارون عبدی ہیں۔ پھر ۱۵۰ھ کی حدود میں جب اکثر تابعین دنیا سے رحلت فرما گئے تو جہابذہ (ائمہ ناقدین) کی ایک جماعت نے (راویوں کی) توثیق و تضعیف میں لب کشائی کی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام اعمشؒ نے راویانِ حدیث کی ایک جماعت کی تضعیف کی اور کئی لوگوں کو ثقہ قرار دیا، امام شعبہؒ اور امام مالکؒ نے بھی رجال حدیث پر نقد کیا۔

حافظ ذہبیؒ کے اس مذکورہ بیان کو حافظ بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی نقل کیا ہے۔[۲]

اس حوالہ سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ حافظ ذہبیؒ جیسے محدث کی نظر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم جرح و تعدیل کی ایک نابغہ روزگار شخصیت ہیں، اور آپ کو ۱۵۰ھ کی حدود میں رُواتِ حدیث پر کلام کرنے والے ائمہ پر تقدم اور برتری حاصل ہے۔

نیز حافظ ذہبیؒ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جیسا کہ ماقبل بحوالہ گزر چکا ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم جرح و تعدیل میں مجتہدانہ شان رکھتے ہیں، کیونکہ خود حافظ ذہبیؒ نے اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں تصریح کی ہے کہ:

هذه تذكرة معدلی حملة العلم النبوی و من يرجع الی اجتهاد هم

۱۔ رِسَالَة ذِكْرُ مَنْ يُعْتَمَدُ قَوْلُهُ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْل، مشمولہ اَرْبَعُ رَسَائِل فِي عُلُوْمِ الْحَدِيْث (ص ۱۷۴، ص ۱۷۵)، تحقیق و ترتیب: شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ۔ طبع مکتوبات الاسلامیہ، حلب

۲۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۸۷) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

فی التوثیق والتضعیف والتصحیح والتنزیف.[۱]

یہ حاملانِ علمِ نبوی (محدثین) کی عدالت بیان کرنے والوں اور ان لوگوں کا تذکرہ ہے کہ جن کے اجتہاد پر (راویان حدیث) کی توثیق وتضعیف اور (احادیث کی) تصحیح وتنزیف (کھوٹ بیان کرنے) میں رجوع کیا جاتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ کے بعد حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، جو ایک جلیل القدر محدث ہیں، نے بھی امام صاحبؒ کو ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ موصوف اس علم کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

ولایکاد یوجد فی القرن الاوّل الذی انقرض فی الصحابة و کبار التابعین ضعیف الا الواحد بعد الواحد کالحارث الاعور والمختار الکذب، فلما مضی القرن الاوّل ودخل الثانی کان فی اوائله من اوساط التابعین جماعة من الضعفاء الذین ضُعِفوا غالبا من قبل تحملهم وضبطهم للحدیث فتراهم یرفعون الموقوف و یرسلون کثیرا ولهم غلط کابی هارون العبدی، فلما کان عند آخرهم عصر التابعین وهو حدود الخمسین ومائة تکلم فی التوثیق والتجریح طائفة من الائمة فقال ابو حنیفة مارأیت اکذب من جابر الجعفی، وضعف الاعمش جماعة ووثق آخرین ونظر فی الرجال شعبة ومالک......[۲]

پہلی صدی ہجری، جو صحابہؓ اور کبار تابعین کا زمانہ ہے، اس میں حارث اعور اور مختار کذاب جیسے اِکا دُکا شخص کو چھوڑ کر ضعیف راویوں کا تقریباً وجود نہیں تھا۔ پھر جب پہلی صدی ختم ہو کر دوسری صدی شروع ہوئی تو اس کے اوائل میں اوساط تابعین میں سے ضُعفاء کی ایک جماعت ظاہر ہوئی، جو زیادہ تر حدیث کو زبانی یاد رکھنے اور اس کو ضبط کرنے کے لحاظ سے ضعیف قرار دی گئی۔ آپ ان کو دیکھیں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۷)

۲۔ اِعْلان بالتّوبیخ لِمَنْ ذَمَّ التّاریخ (ص ۱۶۳) طبع دار الکتاب العربی، بیروت

گے کہ وہ موقوف کو مرفوع نقل کرتے ہیں اور کثرت سے (متصل احادیث کو) مرسل بیان کر جاتے ہیں اور روایتِ حدیث میں ان سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، جیسے ابو ہارون عبدی ہے۔

پھر جب ۱۵۰ھ کی حدود میں اوساط تابعین کا زمانہ آیا تو ائمہ (جرح وتعدیل) کی ایک جماعت نے راویانِ حدیث کی توثیق وتضعیف میں کلام کیا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا، میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ امام اعمشؒ نے بعض راویوں کی تضعیف کی اور دیگر بعض کی توثیق کی، امام شعبہؒ اور امام مالکؒ نے بھی رجال حدیث پر نقد کیا......

حافظ ذہبیؒ اور حافظ سخاویؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس علم میں امام اعظمؒ کی عظمتِ شان اور مہارت کا لوہا تسلیم کیا ہے۔

امام عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ)، جو حافظ عراقیؒ وغیرہ حفاظِ حدیث کے استاذ اور ثقہ محدث ہیں، امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اعلم ان الامام اباحنیفة قد قبل قوله فی الجرح والتعدیل، وتلقوه عنه علماء هذا الفن وعملوا به کتلقیهم عن الامام احمد والبخاری وابن معین وابن المدینی وغیرهم من شیوخ الصنعة، وهذا یدلک علیٰ عظمته و شانه وسعة علمه وسیادته۔[1]

جان لو کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کو جرح وتعدیل میں قبول کیا گیا ہے، اور اس فن کے علماء نے اس کو اپنایا ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے۔ جیسا کہ وہ امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ اور اس فن کے دیگر شیوخ کے اقوال کو اپناتے ہیں، اس سے آپ کو (اس فن میں) امام صاحبؒ کی عظمت شان، وسعت علمی اور بزرگی کا پتہ چلے گا۔

خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وکان رحمه الله تعالیٰ، بصیرا بعلل الحدیث وبالتعدیل والتجریح، مقبول القول فی ذلک۔[2]

۱۔ الجواهر المضیئة (۱/۳۰)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۶۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عِللِ حدیث (روایت میں پوشیدہ نقائص) اور تعدیل و جرح میں پوری بصیرت رکھتے تھے اور اس علم میں آپ کا قول مقبول ہے۔

محدث جلیل امام محمد مرتضیٰ زبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) امام صاحبؒ کی بابت ارقام فرماتے ہیں:

فان کلامہ مقبول فی الجرح والتعدیل... و قد عقد ابن عبدالبر فی کتاب جامع العلم بابًا فی ان کلام الامام یقبل فی الجرح والتعدیل۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کا کلام جرح وتعدیل میں قبول کیا جاتا ہے...... اور امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب "جامع العلم" میں مستقل ایک باب اس بارے میں قائم کیا ہے کہ آپ کی بات جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔

راویانِ حدیث سے متعلق آپ کے اقوال وارشادات

درج بالا سطور سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام عالی شان "علم جرح وتعدیل" کے بلند پایہ ائمہ میں سے ہیں، اور اس فن میں آپ کی شخصیت ایک استدلالی اور مجتہدانہ مقام رکھتی ہے۔

اب قارئین کے سامنے ہم رُواتِ حدیث سے متعلق آپ کے آراء اور ان پر آپ نے جرحاً یا تعدیلاً جو تبصرے فرمائے ہیں، ان کا کچھ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوجائے گا کہ محدثین اپنی کتب رجال میں کتنے اہتمام سے راویانِ حدیث سے متعلق آپ کے آراء اور تبصروں کو ذکر کرتے ہیں اور ان کو کتنی عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۱،۲) جابر جعفی (م ۱۲۷ھ) کی تکذیب اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کی توثیق:

جابر بن یزید جعفی کوفی ایک شیعہ اور کذاب راوی گزرا ہے، جبکہ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ ایک جلیل القدر تابعی اور امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔ آپ نے جابر جعفی پر جرح کی ہے اور اس کو وقت کا سب سے بڑا کذاب قرار دیا ہے۔ اس کے بالمقابل آپ نے حضرت عطاءؒ کی توثیق فرمائی اور ان کو "افضل اہلِ زمانہ" کہا ہے۔

آپ کے یہ دو جملے "علم جرح وتعدیل" میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ان دو جملوں کو

[1] عقود الجواہر المنیفۃ (۸/۲) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

محدثین میں اتنی پذیرائی حاصل ہوئی کہ تقریباً تمام محدثین ان میں سے اوّل جملے کو جابر جعفی کے خلاف اور دوسرے جملے کو حضرت عطاءؒ کے حق میں بطور سند اور استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً رئیس المحدثین امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ)، جن کی ''جامع'' صحاح ستہ میں ایک اہم مقام رکھتی ہے، نے اپنی کتاب ''اَلْعِلَلُ'' (جو جامع الترمذی کے آخر میں ملحق ہے) میں آپ کے ان دو جملوں کو بہ سند ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

حدثنا محمود بن غیلان: حدثنا ابو یحییٰ الحمانی قال سمعت ابا حنیفة یقول: مارأیت احدًا اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح۔[1]

ہم سے محمود بن غیلانؒ نے بیان کیا کہ ہم سے ابو یحییٰ حمانی نے کہا ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ترمذیؒ جیسے محدث کا آپ کے اس قول کو بہ سند ذکر کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک آپ فنِ جرح و تعدیل میں ایک مجتہدانہ اور استدلالی شخصیت کے حامل ہیں۔

اسی طرح جلیل المرتبت محدث امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے بھی اپنی ''صحیح'' میں ان دو جملوں کو بہ سند ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اخبرنا الحسین بن عبداللّٰہ بن یزید القطان بالرقة، قال: حدثنا احمد بن ابی الحواری، قال سمعت ابا یحییٰ الحمانی یقول سمعت اباحنیفة یقول: مارأیت فیمن لقیت افضل من عطاء بن ابی رباح، ولا لقیت فیمن لقیت اکذب من جابر الجعفی، ما اتیته بشئی قط من رائی الاجاء فیه بحدیث وزعم ان عنده کذا و کذا الف حدیث عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لم ینطق بھا، فھذا ابو حنیفة یجرّح جابرًا الجعفی و یکذّبہ۔[2]

۱۔ کتاب العلل مع جامع الترمذی (ص ۸۹۱)، طبع دار السلام، ریاض

۲۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (ج ۳، ص ۲۷۳)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

ہم کو "رقہ" میں حسین عبداللہ بن یزید قطانؒ نے بتایا کہ ہم سے احمد بن ابی جواریؒ نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو یحییٰ حمانیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے خود امام ابو حنیفہؒ سے یہ بات سنی ہے کہ میں جن لوگوں سے بھی ملا ہوں، ان میں عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، اور میں نے جن لوگوں سے بھی ملاقات کی ہے، ان میں جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کسی شخص کو نہیں پایا۔ میں نے جب کوئی مسئلہ اپنی رائے سے بھی بیان کیا تو اس نے اس کے بارے میں میرے سامنے حدیث بنا کر پیش کر دی اور وہ یہ خیال کرتا تھا کہ میرے پاس مختلف موضوعات پر کئی ہزار حدیثیں موجود ہیں، حالانکہ وہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائیں۔ (امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ) یہ امام ابو حنیفہؒ ہیں جو جابر جعفی پر جرح کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ جابر جعفی کا معاملہ شروع شروع میں بڑے بڑے محدثین پر مخفی رہا جس کی وجہ سے انہوں نے اس کی توثیق کر ڈالی۔ چنانچہ امام شعبہؒ جیسے ناقد الرجال نے اس کو ایک روایت میں "صدوق فی الحدیث" اور دوسری روایت میں اَصْدَقُ النَّاسُ (لوگوں میں سب سے سچا) قرار دیا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ میں نے روایتِ حدیث میں جابر جعفی سے زیادہ محتاط کوئی شخص دیکھا ہی نہیں ہے۔ امام وکیع بن جراحؒ فرماتے تھے کہ تم لوگ جس چیز میں چاہو شک کرو، لیکن اس میں ہرگز شک نہ کرنا کہ جابر جعفی ثقہ ہے۔[1]

توجہ فرمائیں کہ جابر جعفی کی توثیق کرنے والوں میں یہ کیسے کیسے ائمہ اَجلّۃ ہیں اور اس کا معاملہ کس طرح ان پر مخفی رہا۔ لیکن یہ امام اعظمؒ کا عظیم کارنامہ ہے کہ آپ نے ہی سب سے پہلے محدثین کو اس کے کذاب ہونے کی نشاندہی کرائی اور دنیا پر اس کے دجل وفریب کو آشکارا کیا۔

چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) باوجود ظاہری المسلک ہونے کے، کھلے لفظوں میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

جابر الجعفی کذاب، واوّل من شهد علیه بالکذب ابو حنیفة.[2]

---

[1] تہذیب التہذیب (ج ا ص ۳۵۲، ۳۵۳)

[2] المحلی شرح المجلی (ج ۱۲ ص ۳۳) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

جابر جعفی کذاب ہے اور سب سے پہلے جس شخص نے اس کے جھوٹا ہونے کی شہادت دی، وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام صاحبؒ نے جب اس کو کذاب قرار دیا تو پھر محدثین پر اس کا معاملہ کھلا اور انہوں نے بھی آپ کی ہمنوائی میں اس کو کذاب کہنا شروع کیا۔ چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد (م۱۳۲۹ھ) رقمطراز ہیں:

واما جابر الجعفی: فقال فیه الامام ابو حنیفة: مارأیت اکذب من جابر الجعفی، ما اتیتهٗ بشئی عن رائی الا اتانی فیه باثر، و کذبهٗ ایضا ایوب وزائدة ولیث بن ابی سلیم والجوزجانی وغیرهم.[1]

جابر جعفی، جس کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا، میں نے جابر جعفی سے بڑا کذاب کوئی نہیں دیکھا، میں نے اس کے سامنے اگر کوئی بات اپنی رائے سے بھی کی تو اس نے اس بارے میں ایک حدیث بنا کر میرے سامنے پیش کر دی۔ اسی طرح اس کو ایوب سختیانیؒ، زائدہ بن قدامہؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، جوز جانیؒ اور دیگر محدثین نے بھی کذاب قرار دیا ہے۔

جابر جعفی کے بارے میں آپؒ کی اس جرح کا محدثین کے ہاں ٹھوس اور وزنی ہونے کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام ابوبکر بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ولم یکن فی جابر الجعفی الا قول ابی حنیفة رحمه الله لکفاه به شرا، فانهٗ راٰه وجرّبهٗ وسمع منه مایوجب تکذیبهٗ فاخبر به.[2]

اگر جابر جعفی کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کے علاوہ کوئی اور جرح نہ بھی ہوتی تو اس کے شر کے لیے امام صاحبؒ کا یہ اکیلا قول ہی کافی تھا۔ کیونکہ آپ نے اس کو دیکھا ہے اور اس کو آزمایا ہے اور اس سے ایسی بات سنی ہے جو اُس کو جھوٹا قرار دینے کی موجب تھی، تب ہی جا کر آپ نے اس کے جھوٹا ہونے کی نشاندہی کی۔

۱۔ التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی (ج۱ص۴۰۹)، طبع نشر السنۃ، ملتان

۲۔ کتاب القراءۃ (ص۱۳۴)، طبع دار احیاء السنۃ، گھر جاکھ، پاکستان

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک امام صاحب کا ''فنِ جرح وتعدیل'' میں پایہ اس قدر بلند ہے کہ کسی راوی کو ضعیف یا ثقہ ثابت کرنے کے لیے آپ کا اکیلا قول ہی کافی ہے۔

یہ تو محدثین کے ہاں آپ کی جرح کی اہمیت تھی، جو آپ نے جابر جعفی پر کی ہے۔ اب آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کو جو توثیق کی ہے، محدثین کے ہاں اس کی اہمیت کا حال ملاحظہ کریں۔ امام صاحبؒ کے استاذ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) نے ایک دفعہ اہلِ کوفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہارے بچے بلکہ بچوں کے بھی بچے عطاء بن ابی رباحؒ، طاؤسؒ اور مجاہدؒ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

امام مغیرہؒ (م ۱۳۲ھ) نے امام حمادؒ کے اس قول کو نقل کر کے اس کا یوں رد کیا ہے، هذا بغي منه، کہ امام حمادؒ سے یہ خلافِ حق بات صادر ہوئی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اس معاملہ میں امام مغیرہؒ کی بات کی تصدیق کی اور استدلال میں امام صاحب کے قول کو پیش کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

صدق مغيرة و قد كان ابو حنيفة وهوا قعد الناس بحماد يفضل عطاء عليه.

امام مغیرہؒ نے سچ کہا ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ، جو امام حمادؒ کے پاس سب سے زیادہ بیٹھنے والے تھے، انہوں نے عطاء بن ابی رباحؒ کو امام حمادؒ پر فضیلت دی ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت عطاءؒ کے حق میں امام صاحبؒ کے مذکورہ قول کو بہ سند ذکر کیا ہے۔[1]

غور فرمائیں کہ امام صاحبؒ کا قول جرح وتعدیل میں کتنا وزنی ہے کہ امام عطاءؒ اور امام حمادؒ جیسے جبالِ علم میں کون زیادہ صاحب فضیلت ہیں، اس کا فیصلہ آپ کے قول سے کیا جا رہا ہے۔

مشہور غیر مقلد مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ (م ۱۳۵۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے قول کو ''فن جرح وتعدیل'' میں بڑا وزنی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ امام عطاءؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام عطاء وہ شخص ہیں جن کی شان میں جناب ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں، ما رأيت فيما لقيت افضل من عطاء.

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲، ص ۱۵۳)

یعنی میں نے جتنے لوگوں سے ملاقات کی ہے، اُن میں سے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام اعظمؒ کے اس قول سے عطاء کی جلالت شان کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔[1]

(۳) زید بن عیاشؒ پر جرح

زید بن عیاش ایک مختلف فیہ راوی ہے۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے اس کی روایت کو اپنی "مؤطا" میں درج کیا ہے، جس کی وجہ سے امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) وغیرہ محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اس کو مجہول کہتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وقال ابو حنيفة: مجهول.[2]

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔

محدثین کی ایک بہت بڑی تعداد نے امام صاحبؒ کے اس فیصلے سے موافقت کی ہے اور زید بن عیاش کو مجہول و غیر ثقہ اور اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وضعفه ابن المبارك والثوری والبخاری.[3]

زید بن عیاش کو امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام بخاریؒ نے بھی ضعیف (یعنی مجہول) کہا ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) نے بھی "تہذیب الآثار" میں اس کی حدیث کو اس لیے معلول قرار دیا کہ یہ مجہول راوی ہے۔[4]

امام الظاہریہ علامہ ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ) بھی اس بارے میں امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں اور وہ بھی زید بن عیاش کو مجہول اور اس کی روایت کو غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کی روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لا يصح، لانه من رواية زيد بن عياش وهو مجهول.[5]

۱۔ تحقیق الکلام (ج ۱ ص ۱۱۰)
۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۲، ص ۲۴۷)
۳۔ الانصاف فی آثار الخلاف (ص ۲۹۱) طبع ادارۃ العاصمیۃ الغفوریۃ، کراچی
۴۔ عقود الجواہر المنیفۃ (۸/۲)
۵۔ المحلی (ج ۵، ص ۱۶۸)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ زید بن عیاش سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے۔

یہاں تک کہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) اور امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) نے بھی اس کی جہالت کے خدشہ سے اس کی روایت کو اپنی اپنی ''صحیح'' میں جگہ نہیں دی۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

والشیخان لم یخرجاہ لما خشیا من جھالۃ زید بن عیاش۔[1]

شیخین (امام بخاریؒ وامام مسلمؒ) نے اپنی اپنی ''صحیح'' میں اس حدیث کی تخریج زید بن عیاش کی جہالت کے خوف سے نہیں کی۔

اس سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ امام صاحبؒ کا قول اس فن میں کتنی اہمیت اور وقعت رکھتا ہے!

(۴) مجالد بن سعید ہمدانیؒ (م ۱۴۴ھ) پر جرح

مجالد بن سعید کی بعض ائمہ نے توثیق کی ہے، لیکن بعض ائمہ کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔

چنانچہ امام یحییٰ قطانؒ، امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے۔[2]

علامہ ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ) کی تصریح کے مطابق امام صاحبؒ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور بقول علامہ ابن حزمؒ، آپ ہی نے سب سے پہلے محدثین پر اس کے ضعف کو آشکارا کیا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف ارقام فرماتے ہیں:

مجالد ضعیف، اوّل من ضعفہٗ ابو حنیفۃ.[3]

مجالد ضعیف ہے، سب سے پہلے اس کو ضعیف قرار دینے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

(۵) امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی توثیق

امام ثوریؒ مشہور فقیہ اور جلیل القدر محدث ہیں۔ یہ امام صاحبؒ کے معاصر ہیں اور معاصرین میں معاصرانہ چشمک تو مشہور ہے، لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دامن ہمیشہ اس سے پاک رہا ہے اور آپ نے کبھی بھی اپنے کسی معاصر پر بے جا تنقید نہیں کی، بلکہ آپ نے ہمیشہ

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (۲/۴۵)؛ تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۴۲۴)

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۳۷۲) ۳۔ المحلی (ج ۵، ص ۱۶۸)

کسی کی بھی کوئی خوبی نظر آئی تو اس کو بیان کرنے میں اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور معاصرین میں سے آپ نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ امام ثوریؒ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں ایک عظیم مقام نصیب کیا تھا، اس لیے آپ نے ان کی اس خوبی کو ہمیشہ اُجاگر کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بحوالہ امام عبدالعزیز بن ابی رزمہؒ (م ۲۰۶ھ) نقل کرتے ہیں کہ:

ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا اور آپ سے پوچھا کہ امام سفیان ثوریؒ نے جو احادیث روایت کی ہیں، ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا، اتامرنی اَن اقول اِن سفیان یکذب فی الحدیث؟ لو ان سفیان کان فی عهد ابراهیم لاحتاج الناس الیه فی الحدیث.[1]

تو مجھ سے یہ کہلوانا چاہتا ہے کہ سفیان ثوریؒ روایت میں جھوٹ بولتے ہیں؟ (سُن) اگر سفیان ثوری، امام ابراہیم نخعیؒ کے زمانے میں ہوتے تو پھر بھی لوگ حدیث میں ان کے محتاج رہتے۔

اسی طرح امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) بہ سند متصل امام ابوسعد صغانیؒ سے ناقل ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ سفیان ثوریؒ سے روایت لینے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

اکتب عنه فانه ثقة ماخلا احادیث ابی اسحٰق عن الحارث و حدیث جابر الجعفی.[2]

ان سے حدیثیں لکھو، کیونکہ وہ ثقہ ہیں۔ سوائے ان کی ان حدیثوں کے کہ جن کو وہ بروایت ابواسحاق، حارث اعور سے روایت کرتے ہیں، یا جن کو انہوں نے جابر جعفی سے روایت کیا ہے۔

ان بیانات سے ”علم جرح وتعدیل“ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلند پایہ مقام کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ امام ثوریؒ جیسے محدث کبیر سے روایت لینے میں آپ سے مشورہ کیا جا رہا ہے، اور پھر آپ نے کس قدر اعلیٰ پیرایہ میں ان کی توثیق بھی کر دی اور ان کی احادیث میں جو سقم

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۱۶۹)

۲۔ کتاب القراءۃ (ص ۱۳۴)

تھا، اس کو بھی بڑی خوش اُسلوبی سے ظاہر کر دیا۔

(۲) امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) کی توثیق

امام ابن عیینہؒ بھی ایک مشہور اور جلیل القدر محدث ہیں۔ ان کا بیان امام صاحبؒ کی ''ثقاہت'' میں گزرا ہے کہ مجھے سب سے پہلے جس شخص نے محدث بنایا وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے امام موصوف سے اس واقعہ کی تفصیل یوں نقل کی ہے:

دخلتُ الكوفة ولم يتم لى عشرون سنة، فقال ابو حنيفة لاصحابه ولاهل الكوفة: قد جائكم حافظ علم عمرو بن دينار، قال فجاء الناس يسألونى عن عمرو بن دينار، فاول من صيّرنى محدثا ابو حنيفة.[1]

میں جب کوفہ میں داخل ہوا اُس وقت میری عمر کے بیس سال بھی مکمل نہیں ہوئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس موقع پر اپنے تلامذہ اور دیگر اہلِ کوفہ سے میرے بارے میں فرمایا، تمہارے ہاں امام عمرو بن دینارؒ (مشہور محدث) کے علم (احادیث) کا حافظ آیا ہوا ہے۔ اس پر لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے اور مجھ سے امام عمرو بن دینارؒ (کی احادیث) کے متعلق پوچھنے لگے۔ یوں مجھے سب سے پہلے محدث بنانے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقیؒ (م ۸۴۲ھ) نے امام ابن عیینہؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

دخل الكوفة وقد ناهز عشرين سنة، فقال الامام ابو حنيفة لاصحابه: جاء كم حافظ علم عمرو بن دينار. فجاء الناس اليه يسألونه عن عمرو بن دينار. قال ابن عيينة: فاول من صيّرنى محدثا ابو حنيفة.[2]

---

[1] الجواہر المضیۃ (۱/۲۵۰)

[2] مجالس فی تفسیر قوله تعالیٰ: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ص ۲۶۰) طبع دار القبلة، جدة

امام ابن عیینہؒ جب کوفہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی، امام ابو حنیفہؒ نے اس موقع پر اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہارے پاس امام عمرو بن دینارؒ کے علم کے حافظ آئے ہوئے ہیں، اس پر لوگ امام ابن عیینہؒ کے پاس آنے لگے اور ان سے عمرو بن دینارؒ (کی احادیث سے متعلق) پوچھنے لگے۔ امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح امام ابو حنیفہؒ نے سب سے پہلے مجھے محدث بنایا۔

حافظ بن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اس واقعہ کو امام ابن عیینہؒ سے بہ سند متصل یوں نقل کرتے ہیں:

اوّل من اقعدنی للحدیث بالکوفہ ابو حنیفة، اقعدنی فی الجامع وقال: هذا اقعد الناس بحدیث عمرو بن دینار فحدثتهم.[1]

مجھے کوفہ میں "مسند حدیث" پر سب سے پہلے بٹھانے والے امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اس کی صورت یوں ہوئی کہ آپ نے مجھے "جامع مسجد کوفہ" میں بٹھا دیا اور لوگوں سے میرے متعلق فرمایا، یہ شخص امام عمرو بن دینارؒ کی احادیث کو سب سے زیادہ جانتا ہے (اس پر لوگ میرے پاس آنے لگے) اور میں نے ان کو احادیث سنانی شروع کیں۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بھی اس واقعہ کو امام ابن عیینہؒ سے سند متصل کے ساتھ نقل کیا ہے۔[2]

اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، اوّل یہ کہ امام صاحبؒ بڑے اعلیٰ ظرف تھے کہ خود آپ امام عمرو بن دینارؒ کے کبار تلامذہ میں سے ہیں، جیسا کہ آپ کے اساتذہ حدیث کے بیان میں گزرا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ امام ابن عیینہؒ جیسے نوجوان محدث کو اپنے اوپر برتری دے رہے ہیں، اور ان کو امام ابن دینارؒ کا سب سے بڑا شاگرد کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

دوسرا اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا پایہ "علم جرح وتعدیل" میں اس قدر بلند تھا کہ سفیان بن عیینہؒ جیسے محدث کو لوگوں نے محدث اس وقت مانا اور ان سے احادیث تب ہی لکھیں

۱۔ الانتقاء (ص ۱۲۸)

۲۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۸۵)؛ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۸۲)

جب آپ نے ان کی توثیق کی اور ان کے محدث ہونے کی تصدیق فرمائی۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام ثوریؒ اور امام ابن عیینہؒ کے متعلق آپ کے مذکورہ اقوال کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

و بھذا یعلم جلالة مرتبته فی الحدیث ایضا کیف وھو یستأمر فی الثوری ویجلس ابن عیینة[1]

ان اقوال سے امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں جلالتِ مرتبت کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح امام ثوریؒ کے بارے میں آپ سے مشورہ کیا جا رہا ہے اور امام ابن عیینہؒ کو آپ مسندِ حدیث پر بٹھا رہے ہیں۔

(۷) امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ) کی توثیق

امام شعبہؒ، جو علم حدیث میں ''امیر المؤمنین'' کہلائے جاتے ہیں، اور تمام محدثین ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین نے ان کے ترجمہ میں جہاں اور محدثین کے توثیقی اقوال ذکر کیے ہیں، وہاں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بھی ان کی توثیق نقل کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے امام ابوقطنؒ (جو امام صاحبؒ اور امام شعبہؒ دونوں کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے:

کتب لی شعبة الٰی ابی حنیفة یحدثنی، فاتیتهٗ، فقال: کیف ابوبسطام؟ قلت: بخیر. قال نعم حشو المصر ھو.[2]

امام شعبہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے امام صاحبؒ سے مجھے حدیث بیان کرنے کی استدعا کی۔ جب میں امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے امام شعبہؒ کے متعلق پوچھا کہ ابوبسطام کیسے ہیں؟ میں نے کہا، وہ خیریت سے ہیں۔ آپ نے فرمایا، وہ اپنے شہر (بصرہ) کے کتنے اچھے آدمی ہیں۔

(۸) امام ابوالزناد عبداللہ بن ذکوانؒ (م ۱۳۱ھ) کی توثیق

امام موصوف مدینہ منورہ کے عظیم محدث وفقیہ ہیں، اور چونکہ یہ امام مالکؒ کے استاذ کبیر

---

[1] الخیرات الحسان (ص ۶۶)   [2] سیر اعلام النبلاء (ت ۱۰۸۱)

امام ربیعہ رائے (م ۱۳۶ھ) کے معاصر ہیں، اس وجہ سے ان دونوں کے درمیان معاصرانہ چشمک رہتی تھی۔

امام ابوحنیفہؒ، جو ان دونوں حضرات کے شاگرد ہیں، آپ نے امام ابوالزنادؒ کو فقہ میں امام ربیعہؒ پر فوقیت دی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام ابوالزنادؒ کی توثیق میں امام صاحبؒ کا ان کے حق میں یہ بیان نقل کیا ہے:

رأیت ربیعة وابالزناد، وابو الزناد افقه الرجلین۔[1]

میں نے امام ربیعہؒ اور امام ابوالزنادؒ دونوں کو دیکھا ہے، لیکن ان دونوں میں سے امام ابوالزنادؒ زیادہ فقیہ تھے۔

(۹) امام جعفر صادقؒ (م ۱۴۸ھ) کی توثیق

امام جعفرؒ اہل بیت میں سے ایک جلیل المرتبت امام ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کی توثیق کرنے والوں میں امام صاحبؒ کو بھی ذکر کیا ہے، اور ان کی بابت آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

ما رأیتُ افقه من جعفر بن محمد۔[2]

میں نے جعفر بن محمدؒ سے زیادہ فقیہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(۱۰) امام حمزہ بن حبیب الزیاتؒ (م ۱۵۶ھ) کی توثیق

یہ امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں، اور ان کا شمار ''قراء سبعہ'' (سات مشہور قاریوں) میں ہوتا ہے۔ ان پر شروع میں بعض ائمہ نے سخت جرح کی تھی، لیکن امام ابوحنیفہؒ نے قرأت اور علم الفرائض میں ان کی زبردست توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقال ابوحنیفة لحمزة: شتآن غلبتنا علیهما، لسنا ننازعک فیهما، القرآن والفرائض۔[3]

امام ابوحنیفہؒ نے امام حمزہؒ سے فرمایا تھا، دو چیزوں میں آپ ہم پر غلبہ رکھتے ہیں اور ان دونوں میں ہم آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرتے۔ ایک قرأتِ قرآن میں، اور دوسرا علم الفرائض میں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۰۱)
۲۔ ایضاً (۱/۱۲۶)
۳۔ معرفۃ القراء الکبار (ص ۶۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام حمزہؒ کے ترجمہ میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

غلب حمزة الناس على القرآن والفرائض.[1]

حمزہؒ قرآن اور فرائض میں سب لوگوں پر غلبہ پا گئے ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ نے بھی امام حمزہؒ کی توثیق کی ہے، اور ان دونوں کی توثیق کے بعد امام حمزہؒ کی قرأت کو پوری امت کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہو گیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد انعقد الاجماع علىٰ تلقى قراءة حمزة بالقبول.[2]

آخر کار امام حمزہؒ کی قرأت کو امت نے بالاتفاق قبول کر لیا۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحیٰ بن معین (م ۲۳۳ھ) فرمایا کرتے تھے:

القراءة عندى حمزة والفقه فقه ابى حنيفة، علىٰ هذا ادركت الناس.[3]

میرے نزدیک قرأت ہے تو حمزہؒ کی قرأت ہے، اور فقہ ہے تو امام ابو حنیفہؒ کی فقہ ہے، اور اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔

(۱۱) **عمرو بن عبید (م ۱۴۳ھ) پر جرح**

بعض رُواتِ حدیث غلط عقیدہ رکھنے کی بنا پر بھی ضعیف الروایۃ سمجھے گئے ہیں، ان میں سے ایک عمرو بن عبید بھی ہے۔ یہ شخص علم الکلام کے ذریعے لوگوں میں اپنے غلط عقائد کا پرچار کیا کرتا تھا۔ امام صاحبؒ نے اس پر جرح کرتے ہوئے فرمایا:

لعن الله عمرو بن عبيد فانه فتح الناس بابًا الى علم الكلام.[4]

اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید پر لعنت کرے کہ اس نے لوگوں کے لیے علم کلام کا دروازہ کھول دیا ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب (۲/۲۰) ۲۔ ایضاً

۳۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۶) ۴۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱، ص ۳۱)

(۱۲) طلق بن حبیبؒ (م ۹۱ھ) پر جرح

طلق بن حبیبؒ ایک مشہور تابعی اور بلند پایہ محدث ہیں۔ لیکن چونکہ یہ قدری خیالات رکھتے تھے اس لیے امام صاحبؒ نے ان پر بھی جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

طلق بن حبیب کان یری القدر۔[1]

طلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتے تھے۔

(۱۳، ۱۴) جہم بن صفوان (م ۱۲۹ھ) اور مقاتل بن سلیمان (۱۰۵ھ) پر جرح

یہ دونوں بھی باطل عقائد کے حامل تھے۔ جہم بن صفوان جہمیہ فرقہ کا بانی ہے، جس فرقہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ہی انکار کر دیا تھا۔ اور مقاتل بن سلیمان فرقہ مجسمہ کا امام گزرا ہے۔ اس فرقہ کا عقیدہ فرقہ جہمیہ کے عقیدہ کے بالکل متضاد تھا، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے میں اس قدر غلو کیا کہ اللہ کے لیے مخلوق کی طرح صفات ثابت کر دیں۔ غرض یہ دونوں فرقے رائے اعتدال سے بہت دور اور افراط و تفریط کا شکار تھے۔

حضرت امام صاحبؒ نے ان دونوں فرقوں اور ان کے بانیوں پر سخت جرح کی ہے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) آپ سے ان دونوں فرقوں کے متعلق نقل کرتے ہیں:

اتانا من المشرق رأیان خبیثان: جھم معطل و مقاتل مشبہ۔[2]

ہمارے ہاں مشرق سے دو خبیث رائیں آئی ہیں، ایک جہم معطل اور دوسری مقاتل مشبہ۔

اور آپ نے ان دونوں فرقوں کے بانیوں پر جرح کرتے ہوئے فرمایا:

افرط جھم فی النفی حتی قال انہ لیس بشئی، و افرط مقاتل فی الاثبات حتی جعل اللہ تعالیٰ مثل خلقہ۔[3]

جہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کرنے میں غلو کیا۔ یہاں تک کہ کہہ دیا کہ اللہ کی کوئی صفت ہی نہیں ہے، اور مقاتل نے اللہ کے لیے صفات ثابت کرنے

۱۔ ایضاً (ج ۱ ص ۳۰)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۱۶۵)، تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۵۲۴، ترجمہ مقاتل)

۳۔ تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۵۲۴)

میں اتنا غلو کیا کہ اللہ تعالیٰ کو مثل مخلوق کے کر دیا۔

شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) تصریح کرتے ہیں:

وثبت عن ابی حنیفة انه قال بالغ جهم فی نفی التشبیه حتی قال ان الله لیس بشئی.[1]

امام ابوحنیفہؒ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہم بن صفوان نے اللہ کی صفات کی نفی کرنے میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ کی کوئی صفت ہی نہیں ہے۔

(۱۵) امام عمرو بن دینارؒ (م ۱۲۶ھ) کی کنیت کی نشاندہی

فن اسماء الرجال میں راویان حدیث کی کنیتوں کی معرفت بھی نہایت ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات سند میں راوی کی صرف کنیت مذکور ہوتی ہے۔ اب جب تک یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ کنیت کس راوی کی ہے اس وقت تک سند کا معاملہ مشتبہ ہی رہے گا۔

حضرت امام صاحبؒ کو اس فن میں بھی درجہ کمال کی معرفت حاصل تھی اور آپ کا قول اس فن میں محدثین کے ہاں سند کا درجہ رکھتا ہے۔ مثلاً امام عمرو بن دینارؒ کی کنیت سے تمام محدثین ناواقف تھے۔ ان کو ان کی کنیت ''ابومحمد'' امام صاحبؒ سے معلوم ہوئی۔ چنانچہ حافظ ابن ابی العوام (م ۳۳۵ھ) مشہور محدث امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

ماعرفنا کنیة عمرو بن دینار الا بابی حنیفة، کنا فی المسجد الحرام و ابوحنیفة مع عمرو بن دینار فقلنا له یا اباحنیفة کلمه یحدثنا فقال یا ابامحمد حدثهم ولم یقل یاعمرو.[2]

ہم (محدثین) عمرو بن دینارؒ کی کنیت نہیں جانتے تھے، ہمیں ان کی کنیت امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم مسجد حرام میں تھے اور امام ابوحنیفہؒ امام عمرو بن دینارؒ کے پاس تشریف فرما تھے۔ ہم نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ ان (عمرو بن دینارؒ) سے کہیں کہ یہ ہمیں حدیث سنائیں۔ آپ نے اُن کا نام عمرو لینے کی بجائے ان کو کنیت سے مخاطب کیا اور فرمایا، اے ابومحمد! ان کو

۱۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری (۱۳/ ۳۴۷)

۲۔ فضائل ابی حنیفة (ص ۱۸۴)

حدیث سنائیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی امام حمادؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) وغیرہ محدثین نے امام صاحبؒ کی تحقیق پر ہی اعتماد کر کے عمرو بن دینار کی کنیت ابو محمد بتلائی ہے۔[2]

(۱۶) امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کی کنیت کی نشاندہی

امام شعبہؒ کی توثیق میں گزر چکا ہے کہ ان کی کنیت ابو بسطام ہے۔ ان کی اس کنیت کی نشاندہی بھی امام ابوحنیفہؒ نے کی تھی۔ چنانچہ امام ابوبشر الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ)، جو امام بخاریؒ کی بعض کتب کے راوی اور علوم حدیث خصوصاً محدثین کی کنیتوں اور اُن کے ناموں کی معرفت میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں، انہوں نے امام شعبہؒ کی کنیت ابو بسطام ہونے کی دلیل میں امام ابوحنیفہؒ کا قول بہ سند نقل کیا ہے۔ جس میں آپ نے امام ابوقطنؒ (تلمیذ امام ابوحنیفہؒ و امام شعبہؒ) سے جب امام شعبہؒ کی خیریت پوچھی تو آپ نے امام شعبہؒ کا نام لینے کی بجائے ان کا ذکر ان کی کنیت ''ابو بسطام'' سے کیا۔[3]

(۱۷) موسیٰ بن ابی عائشہؒ کی کنیت کی نشاندہی

موصوف ایک ثقہ محدث اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی ان سے روایت لی ہے، اور آپ ہی نے ان کی کنیت ''ابوالحسن'' کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ امام محمد بن اسحاق ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) نے ان کی کنیت ''ابوالحسن'' بیان کرتے ہوئے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

روی عنه الثوری و شعبة و ابو حنیفة و کناه.[4]

ان سے امام ثوریؒ، امام شعبہؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، اور امام ابوحنیفہ نے ان کو ان کی کنیت (ابوالحسن) سے ذکر کیا ہے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

۱۔ الجواہر المضیئۃ (ج ۱ ص ۳۱)

۲۔ تقریب التہذیب (۱/۴۳۷) ۳۔ الکنی والاسماء (۱/۲۶۰)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ فتح الباب فی الکنی والالقاب (ص ۲۲۱) طبع مکتبۃ الکوثر، الریاض

ابوالحسن الذی یروی عنه ابو حنیفة، هو موسی بن ابی عائشة.[1]

ابوالحسنؒ، جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، وہ موسیٰ بن بن ابی عائشہؒ ہیں۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کے نام کی نشاندہی

بیعت رضوان میں جو خوش بخت صحابہؓ شریک تھے، اُن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ان سے روایتِ حدیث کرنے والوں میں ان کے ایک صاحبزادے بھی ہیں، جن کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام برید بتلایا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان کا نام یزید ہے، اور ان کے اس نام کی نشاندہی بھی جس ہستی نے کی ہے، اُن کا نامِ نامی، اسمِ گرامی امام اعظم ابوحنیفہؒ ہے۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وابن له غیر مسمی یقال اسمه برید... قلت: سمّی ابو حنیفة فی روایته یزید.[2]

ان کے ایک بیٹے ہیں جن کا نام (روایت میں) نہیں لیا گیا، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام برید ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی روایت میں ان کا نام یزید لیا ہے۔

اسی طرح حافظ موصوف اپنی کتاب ''تقریب التہذیب'' (جس کے دیباچہ میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس کتاب میں راوی کے متعلق میں وہی حکم لگاؤں گا جو اس کے بارے میں کہے گئے اقوال میں سب سے زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا)[3] کے باب ''مَنْ نَسَبَ اِلٰی اَبِیْهِ'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ابن عبدالله من مغفل، اسمهٗ یزید.[4]

۱۔ سوالات مسعود بن علی السجزیؒ للحاکم نیشاپوریؒ (ص ۳۸، ت ۳۸) طبع الفاروق الحدیثیة، القاهرة

۲۔ تہذیب التہذیب (۳/ ۲۷۷) ۳۔ تقریب التہذیب (۱/ ۲۴)

۴۔ ایضاً (۲/ ۵۲۶)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کا نام یزید ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک اس سلسلے میں کہے گئے اقوال میں سب سے زیادہ صحیح قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اس سے قارئین خود اندازہ لگالیں کہ حضرت امام صاحبؒ کا "فن جرح و تعدیل" میں مقام کس قدر بلند ہے کہ حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محدث آپ کی تحقیقات کے سامنے سرخم تسلیم کر رہے ہیں۔

نیز حافظ ابن رجب حنبلیؒ (م ۷۹۵ھ) نے بھی شرح بخاری میں تصریح کی ہے:

وابن عبدالله بن مغفل، يقال: اسمه: يزيد. وقد روى هذالحديث ابوحنيفة عن ابی سفيان عن يزيد بن عبدالله بن مغفل عن ابيه.[1]

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام یزید ہے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے ابوسفیانؒ سے، انہوں نے یزید بن عبداللہ بن مغفلؒ سے، اور انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے حدیث بیان کی ہے۔

(۱۹) ابوعلی الرؤاسؒ کے نام کی نشاندہی

یہ بھی ایک راویِ حدیث ہیں کہ جن کے نام میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق میں ان کا نام "الحسن" ہے۔ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) ان کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

وعنه الثوری وابوحنيفة و سماه الحسن.[2]

ان سے امام ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے ان کا نام "الحسن" بتلایا ہے۔

(۲۰) صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں کے متعلق آپ کا شاندار فیصلہ

علمائے اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف کس صحابی کو حاصل ہوا؟ چنانچہ بعض علماء نے اولین مسلمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کو، بعض نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو، بعض نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو، بعض

۱۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری (۴/۳۷۳) لابن رجبؒ؛ الاحادیث والآثار التی تکلم علیہا الحافظ ابن رجب (۲/۶۰۳) طبع مکتبۃ الرشد، الریاض

۲۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۴۷۵)

نے حضرت زیدؓ کو اور بعض نے حضرت بلالؓ کو قرار دیا ہے۔ لیکن سب سے بہتر قول، جس کو محدثین نے مختار اور پسندیدہ قول کہا ہے، وہ یہ ہے کہ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، بچوں میں حضرت علی المرتضیٰؓ، آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زیدؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ اس طرح ان سب اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهو احسن ما قيل لاجتماع الاقوال به.[1]

یہ سب سے اچھا قول ہے کیونکہ اس سے سب اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ان سب اقوال میں یہ عمدہ اور دلنشین تطبیق جس ہستی نے دی ہے وہ بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہستی ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

قال ابن الصلاح وتبعه المصنف: والاورع ان يقال اوّل من اسلم من الرجال الاحرار ابوبكر، و من الصبيان علی، ومن النساء خديجة، ومن الموالی زيد ومن العبيد بلال، قال البرماوی: ويحكی هذا الجمع عن ابی حنيفة.[2]

امام ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں اور مصنف (امام نوویؒ) نے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سب اقوال میں سے زیادہ احتیاط اس قول میں ہے کہ کہا جائے کہ آزاد مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، بچوں میں سے حضرت علی المرتضیٰؓ، عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ، آزاد کردہ غلاموں میں سے حضرت زیدؓ اور غلاموں میں سے حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ امام برماویؒ فرماتے ہیں کہ یہ تطبیق امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) رقمطراز ہیں:

فروى الحاكم فی ترجمة احمد بن عباس بن حمزة الواعظ من تاريخ نيسابور من طريق ابی مسعر، حدثنا سعيد بن عبدالعزيز

[1] فتح المغیث (ج ۳، ص ۱۱۲)
[2] تدریب الراوی (ج ۲، ص ۲۰۱)

قال: كان ابو حنيفة يقول: اوّل من اسلم من الرجال ابوبكر و من النساء خديجة، ومن الصبيان علي.[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ نے "تاریخ نیساپور" میں احمد بن عباس بن حمزہ واعظ کے ترجمہ میں امام ابومسعرؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے سعید بن عبدالعزیزؒ نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور بچوں میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔

مورخ اسلام علامہ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد اجاب ابو حنيفة رضى الله عنه بالجمع بين هذه الاقوال بان اوّل من اسلم من الرجال الاحرار ابوبكر، و من النساء خديجة، ومن الموالي زيد بن حارثة، ومن الغلمان علي بن ابي طالب رضى الله عنهم.[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سب اقوال کو جمع کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

غور کریں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی بے مثال ذہانت، بہترین فطانت اور باکمال استعداد سے اسماء الرجال کا یہ معرکۃ الآراء مسئلہ کس خوش اُسلوبی سے حل کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ فتح المغیث (ج ۳، ص ۱۱۳)
۲۔ البدایۃ والنہایۃ (۲/ ۳۶۷، ۳۶۸)

احادیث کی تصحیح وتضعیف میں امام اعظمؒ کی باکمال مہارت

احادیث کی تصحیح وتضعیف میں امام اعظمؒ کی باکمال مہارت

آپ جیسے راویانِ حدیث کے احوال کی معرفت میں بلند پایہ مقام کے حامل تھے، ایسے ہی آپ احادیث کو پرکھنے (کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی حدیث ضعیف ہے) میں بھی کمال درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ شروع کتاب میں آپ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ (م۱۸۲ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تو میں اس کی تائید میں محدثینِ کوفہ سے کچھ احادیث حاصل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ ان میں سے بعض احادیث کو قبول کر لیتے اور بعض کو یوں کہہ کر رَد کر دیتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا یہ حدیث غیر معروف ہے......الخ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو احادیث جانچنے میں مکمل مہارت تھی۔

نیز چند صفحات قبل بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) گزرا ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے اجتہاد پر حدیث کی تصحیح وتنزیف (تضعیف) کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اور حافظ صالحیؒ (م۹۴۲ھ) کا حوالہ بھی گزرا ہے کہ آپ کو ''عِلَلُ الْحَدِیْث'' میں مکمل مہارت تھی اور اس میں آپ کے قول کو قبول کیا جاتا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) بھی آپ کو احادیث کی تصحیح وتضعیف میں ماہر تسلیم کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے آپ کو اس فن میں امام طحاویؒ (م۳۲۱ھ) وغیرہ جیسے کبار محدثین پر بھی فوقیت دی ہے۔ چنانچہ جب امام طحاویؒ نے ایک حدیث کی تصحیح کی تو حافظ ابن تیمیہؒ نے ان کے رَد میں امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول نقل کرنے کے بعد لکھا کہ:

ابو حنیفة اعلم وافقه من الطحاوی وامثاله۔[1]

امام ابوحنیفہؒ احادیث کو جاننے میں امام طحاویؒ وغیرہ جیسے محدثین سے بڑھ کر عالم

---

[1] منہاج السنۃ (ج۴،ص۱۹۴)

اور فقیہ ہیں۔

حالانکہ امام طحاویؒ بھی کبار ناقدینِ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو ائمہ جہابذہ (ناقدین رجال حدیث) اور ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کا قول علم جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔[1]

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے بھی ان کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ:

وهو احد الاثبات والحفاظ الجهابذة.[2]

امام طحاویؒ پختہ کار محدثین اور حفاظ جہابذہ میں سے ایک ہیں۔

محدث کبیر، فقیہ نبیل، شارح بخاری حافظ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے امام طحاویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وهو امام جهبذ لاينازع فيما يقوله.[3]

امام طحاویؒ امام جہبذ (ناقد الرجال) ہیں، اور (حدیث اور روایانِ حدیث سے متعلق) ان کے قول کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اب جبکہ نقد حدیث میں امام طحاویؒ کا یہ مقام ہے تو امام صاحبؒ کا اس میں کس قدر بلند مقام ہوگا، جو بقول حافظ ابن تیمیہؒ نقدِ حدیث میں امام طحاویؒ وغیرہ جیسے محدثین سے بھی بڑے عالم تھے؟

نیز امام محمد مرتضیٰ زبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انه كان من صيّارفة الحديث.[4]

امام ابوحنیفہؒ حدیث کو جانچنے میں صرّاف تھے۔

۱۔ اربع رسائل فی علوم الحدیث (ص ۲۰۴)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ (ج ۷، ص ۵۶۷)

۳۔ البنایۃ فی شرح الہدایۃ (۳۳/۳) طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان، پاکستان

۴۔ عقود الجواہر المنیفۃ (۸/۲)

احادیث کی تصحیح وتضعیف سے متعلق آپ کے چند اقوال

درج بالا سطور سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ امام صاحبؒ احادیث کی صحت وضعف کو جانچنے میں اعلیٰ درجہ کی معرفت رکھتے تھے۔ اب ''مشتے نمونہ از خروارے'' احادیث کی تصحیح وتضعیف سے متعلق آپ کے چند اقوال ہدیہ قارئین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حدیث ''مَنْعُ بَیْعِ الرَّطْبِ بِالتَّمْرِ'' کی تضعیف

علامہ ابن الہمامؒ (م ۶۸۱ھ) شارح ہدایہ نے نقل کیا ہے کہ:

امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں کے کچھ لوگ آپ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ آپ نے حدیث کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے رطب (تازہ کھجور) کو تمر (خشک کھجور) کے بدلے فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ رطب دو حال سے خالی نہیں۔ یہ یا تو تمر ہے یا تمر نہیں ہے۔ اگر تمر ہے تو پھر اس کی بیع کے جواز میں کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ (تمر کو تمر کے بدلے فروخت کرنا جائز ہے)۔ اور اگر یہ تمر نہیں ہے تو پھر بھی ان کی باہم خرید وفروخت جائز ہے، بوجہ حدیث: اِذَا اختلفَ النوعَانِ فَبِیعُوا کَیفَ شِئتُم (جب دو چیزیں باہم مختلف ہوں تو ان کی جس طرح چاہو خرید وفروخت کرو)۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پیش کی، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رطب اور تمر کو باہم بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے جواب دیا:

هذا الحديث دائر على ابن عياش، و زيد ممن لايقبل حديثه.[۱]

۱۔ فتح القدیر شرح الہدایہ

اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور زید ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث قبول نہیں کی جاسکتی۔

علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے بھی یہ واقعہ مختصراً نقل کیا ہے۔[1]

اسی طرح امام صاحبؒ کی ثقاہت کے بیان میں یہ واقعہ بحوالہ امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ امام صاحبؒ کے علم حدیث میں عظیم المرتبت ہونے پر بطور دلیل پیش کیا تھا۔

(۲) حدیث "لُبْسُ السَّرَاوِیْلِ لِلْمُحْرِمِ" کی تضعیف

حالتِ احرام میں حاجی کے لیے شلوار پہننے کے جواز پر ایک مرفوع حدیث ذکر کی جاتی ہے، لیکن وہ حدیث امام صاحبؒ کے نزدیک ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) آپ سے ناقل ہیں کہ:

لم یصح عندی ان رَسُوْلَ اللّٰـه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لبس السراویل فافتی به۔[2]

میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (حالتِ احرام میں) شلوار پہنی تھی، تاکہ میں اس کے مطابق فتویٰ دوں۔

امام ابن ابی العوام (م ۳۳۵ھ) اور امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل داؤد بن مخبرؒ (م ۲۰۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

قیل لابی حنیفة المحرم لایجد الازار یلبس السراویل قال لا ولکن یلبس الازار، قیل له لیس له ازار قال یبیع السراویل و یشتری بها ازار، قیل له فان النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم خطب و قال: المحرم یلبس السراویل اذا لم یجد الازار. فقال ابو حنیفة لم یصح فی هذا عندی عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم شئی فافتی به و ینتهی کل امرئ الی ماسمع وقد صح عندنا ان رسول

۱۔ الانصاف فی آثار الخلاف (ص ۲۹۱)

۲۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۳۲)

اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال ”لایلبس المحرم السراویل“ فنتھی الٰی ما سمعنا قیل لہٗ اتخالف النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال لعن اللّٰہ من یخالف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بہٖ اکرمنا اللّٰہ وبہٖ استنقذنا.[1]

امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم کے پاس ازار (تہبند) نہ ہو تو کیا وہ شلوار پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں، اس کو ازار ہی پہننی چاہیے۔
آپ سے کہا گیا کہ اگر اس کے پاس تہبند نہ ہو تو پھر وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا، وہ شلوار فروخت کرے اور ان پیسوں سے تہبند خرید لے۔
آپ سے کہا گیا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ محرم شلوار پہنے، اگر اُس کے پاس تہبند نہ ہو۔
آپ نے فرمایا، میرے نزدیک اس موضوع پر کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے، تاکہ میں اس کے مطابق فتویٰ دوں، اور ہر آدمی اسی حدیث کی طرف رجوع کرتا ہے جو اس نے سنی ہوئی ہے۔ اور چونکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے جس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ محرم شلوار نہ پہنے، اس وجہ سے ہم نے اس حدیث کی طرف رجوع کیا (اور اس کے مطابق فتویٰ دیا)۔ کیونکہ ہم نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے۔
پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا آپ (یہ بات کر کے) نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت نہیں کر رہے؟
آپ نے فرمایا، اللہ اس پر لعنت کرے جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کرتا ہے، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وجہ سے ہی عزت دی اور آپ ہی کی بدولت ہمیں نجات ملی۔

(۴) سلسلہ احادیث عمرو بن شعیب عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ کی تصحیح

حضرت عمرو بن شعیبؒ (م ۱۱۸ھ) کے بارے میں امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث کے

[1] فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۸۲)؛ الانتقاء (ص ۱۴۰، ۱۴۱)

تعارف میں بحوالہ حافظ عراقیؒ وغیرہ گزر چکا ہے کہ یہ خود تبع تابعین میں سے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان سے تابعین کی ایک بڑی تعداد نے روایت حدیث کی ہے، جن میں امام صاحبؒ بھی شامل ہیں۔

ان کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ (مجموعہ) تھا، جس کو یہ اپنے والد شعیب بن محمدؒ سے اور وہ اپنے جد امجد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے۔ اس صحیفہ کا نام ''صادقہ'' ہے اور کتب حدیث میں ''عمرو بن شعیب عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' کی جتنی روایات منقول ہیں وہ سب اسی صحیفہ کی احادیث ہیں۔

بعض محدثین نے اگرچہ اس سلسلہ کی احادیث میں کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین وفقہاء نے ان کی تصحیح کی ہے اور ان سے حجت پکڑی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سمیت تمام ائمہ اربعہ بھی ان کو قابل حجت گردانتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد احتج الائمة الاربعة والفقهاء قاطبة بصحيفة عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده، ولايعرف فى ائمة الفتوىٰ اِلّا من احتاج اليها واحتج بها وانما طعن فيها من لم يتحمل اعباء الفقه الفتوى كابى حاتم البستوى وابن حزم وغيرهما۔[1]

تمام ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) اور کبار فقہاء نے ''صحیفہ عمرو بن شعیب عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' سے احتجاج کیا ہے اور ائمہ فتویٰ میں سے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں ہے جس کو اس صحیفہ کی ضرورت نہ پڑی ہو اور اس نے اس سے احتجاج نہ کیا ہو۔ البتہ اس صحیفہ پر ان لوگوں نے طعن کیا ہے جو لوگ فقہ اور فتویٰ سے تہی دامن ہیں، جیسے امام ابوحاتم بستویؒ اور علامہ ابن حزم ظاہریؒ وغیرہ علماء۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

حضرت امام ابوحنیفہ بھی ''عمر بن شعیب عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' کی حدیث سے احتجاج کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ان سے پوچھا گیا کہ مال فروخت کرنے والا

۱۔ اعلام الموقعین (ص ۷۷)

شرط لگا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ اور جب اس پر ان سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تھا تو انہوں نے جواباً فرمایا:

حَدَّثنی عمرو بن شعیب عَنْ اَبِیه عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلیه وَسَلَّمَ نَھٰی عن بَیْع و شَرْطٍ.[1]

(مجھ سے عمرو بن شعیبؒ نے، انہوں نے اپنے والد شعیبؒ سے، اور انہوں نے اپنے دادا (عبداللہ بن عمروؓ) سے روایت کیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مال بیچتے وقت کوئی شرط لگانے سے منع کیا ہے)۔[2]

---

[1] اخبار القضاۃ لوکیع (ج ۳، ص ۴۶)، معرفت علوم الحدیث (ص ۱۲۸)

[2] توضیح الکلام (۱/۴۴۸)

احادیث کے ناسخ ومنسوخ جاننے میں امام اعظمؒ کا تفوق

احادیث کے ناسخ ومنسوخ جاننے میں امام اعظمؒ کا تفوق

ایک ہی موضوع سے متعلق جب دو باہم متعارض قسم کی احادیث مروی ہوں اور کسی قرینہ سے ان میں سے ایک کا مقدم ہونا اور دوسری کا موخر ہونا معلوم ہو جائے تو مقدم حدیث منسوخ اور مؤخر حدیث ناسخ کہلاتی ہے۔

علوم حدیث میں سب سے مشکل یہی حدیث کے ناسخ ومنسوخ کا علم ہے، اس لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس علم کی معرفت صرف ان ہی محدثین کو حاصل ہوتی ہے جو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہوں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ چونکہ حدیث اور فقہ دونوں علوم میں یکتائے روزگار تھے، اس وجہ سے آپ کو اس فن کی معرفت میں بھی بلند پایہ مقام حاصل تھا اور اس فن میں آپ کے تفوق کا اعتراف خود آپ کے معاصرین اہلِ علم نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے معاصر اور حدیث وفقہ کے عظیم سپوت امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) قسم اُٹھا کر آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

شدید المعرفة بناسخ الحديث و منسوخه۔[1]

امام ابو حنیفہؒ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی بہت زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں۔

نیز امام ثوریؒ کا یہ بیان امام صاحب کی ثقاہت میں گزر چکا ہے کہ:

امام ابو حنیفہؒ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو اُن کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھی۔ اور جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہوتا تھا۔

اب ظاہر ہے کل ذخیرہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کا انتخاب

---

[1] عقود الجمان (ص ۱۹۱)؛ الخیرات الحسان (ص ۷۶)

وہی کرسکتا ہے جس کو احادیث کے ناسخ ومنسوخ میں پوری طرح بصیرت ہو۔

اسی طرح آپ کے ایک اور معاصر اور جلیل القدر محدث امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۷ھ) کا بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

كان الامام ابو حنيفة رضى الله عنه شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ.

امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں نہایت شدت سے کام لیتے تھے۔

جلیل المرتبت مالکی فقیہ ومحدث علامہ ابن رشد قرطبیؒ (م ۵۹۵ھ) ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

واما ابو حيفة فحمل احاديث النهى علىٰ عمومها، ورأى انها ناسخة لحديث ذى اليدين، وانه متقدم عليها۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے (نماز میں کلام کرنے کی) ممانعت والی احادیث کو اپنے عموم پر رکھا ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ احادیث حضرت ذوالیدینؓ والی حدیث کے لیے ناسخ ہیں، کیونکہ وہ ان سے متقدم (پہلے کی) ہیں۔

امام ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمیؒ (م ۵۸۴ھ) نے بھی حدیث کے ناسخ ومنسوخ سے متعلق اپنی کتاب میں کئی احادیث کے ناسخ ومنسوخ کے بارے میں امام صاحبؒ کی آراء نقل کی ہیں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کو احادیث کے ناسخ ومنسوخ جاننے میں مکمل مہارت رکھتے ہیں۔

۱۔ بدایۃ المجتہد (ص ۱۱۷) طبع مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۲۔ مثلاً دیکھئے اَلْاِعْتِبَارُ فِی النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ مِنَ الْآثَارِ (ص ۱۴۳، ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۶۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تفسیرِ حدیث میں آپ کا مرتبۂ عالیّہ

تفسیر حدیث میں آپ کا مرتبہ عالیہ

علومِ حدیث میں تفسیر حدیث کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے، بلکہ حافظ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بحوالہ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) لکھا ہے:

تفسیر الحدیث خیر من سماعه.[1]

حدیث کی تفسیر اس کے سماع سے بہتر ہے۔

امام صاحبؒ حدیث کی تفسیر اور اس کے اندر پوشیدہ فقہی دقائق کو جاننے میں بھی انتہائی بلند مرتبت تھے۔ چنانچہ آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ)، جن کو ہشام بن عروہؒ، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمشؒ اور ابو اسحاق شیبانیؒ وغیرہ (جو کہ امام صاحبؒ کے بھی اساتذہ ہیں) جیسے تابعین محدثین کی صحبت نصیب ہوئی، لیکن اس کے باوجود وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حدیث کی تفسیر اور اس کے فقہی نکات کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ جانتا ہو۔ چنانچہ امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ)، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) بہ سند متصل ان سے نقل کرتے ہیں کہ:

ما رأیت احدًا علم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیه من الفقه، من ابی حنیفة.[2]

میں نے کوئی شخص حدیث کی تفسیر اور اس میں موجود نکات (باریکیوں) کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔

نیز علامہ خطیبؒ نے اپنی سند کے ساتھ جلیل المرتبت محدث امام حسن بن سلیمان قبیطہؒ

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۷۵)

[2] فضائل ابی حنیفۃ (ص ۸۷)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۰)؛ الانتقاء (ص ۱۳۹)

(م ۲۶۱ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) الحافظ اور ثقہ کہتے ہیں،[1] سے نقل کیا ہے کہ:

انہ قال فی تفسیر الحدیث "لاتقوم الساعة حتی یظهر العلم".

قال: هو علم ابی حنیفة و تفسیره الآثار.[2]

انہوں نے حدیث کہ "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم ظاہر نہ ہوجائے" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے امام ابوحنیفہؒ کا علم اور آپ نے احادیث کی جو تفسیر کی ہے، وہ مراد ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

ان کان الاثر قد عُرف واحتیج الی الرائی فرأی مالک، و سفیان و ابی حنیفة، و ابو حنیفة احسنهم وادقهم فطنة، واغوصهم علی الفقه، وهو افقه الثلاثة.[3]

اگر حدیث معروف ہو جائے اور اس میں رائے کی ضرورت پڑے تو پھر امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے کا اعتبار ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے سب سے اچھی ہے، اور آپ ان میں سب سے زیادہ دقیقہ رس، فقہ میں ان سب سے زیادہ غوطہ زن اور ان تینوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

نیز انہوں نے فرمایا:

لا تقولوا رائی ابی حنیفة ولکن قولوا انهٗ تفسیر الحدیث.[4]

یہ مت کہو کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے، بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔

محدث کبیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ)، جن کا مختصر تعارف ماقبل گزر چکا ہے، فرمایا کرتے تھے:

اذا اردت الآثار فسفیان الثوری، واذا اردت تلک الدقائق فابو

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲، ص ۱۱۵)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۳۶)

۳۔ ایضاً (ج ۱۳، ص ۳۴۲)؛ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۹) للذہبیؒ

۴۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۰۱) لابن ابی العوامؒ؛ ذیل الجواہر المضیۃ (۲/ ۴۶۰) للملا علی القاریؒ

حنیفة.[1]

جب تو احادیث (طلب کرنے) کا ارادہ کرے تو اس کے لیے امام سفیان ثوریؒ ہیں، اور جب تو حدیث کی باریکیاں جاننا چاہے تو اس کے لیے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام صاحبؒ کو حدیث کی تفسیر اور اس کے فقہی نکات جاننے میں وہ مقام حاصل تھا کہ خود آپ کے اساتذہ بھی اس فن میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور جب بڑے بڑے مشائخ مشکل مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو جاتے تو آپ ان مسائل کا حل فوراً حدیث سے پیش کر کے سب کو حیران کر دیتے۔ چنانچہ حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام عبیداللہ بن عمروؒ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک بار ہم امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ)، جو مشہور محدث اور امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں، کی مجلس میں موجود تھے۔ امام ابوحنیفہ بھی وہاں رونق افروز تھے۔ اس دوران کسی نے امام اعمشؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا جو اُن سے حل نہ ہو سکا۔ انہوں نے پوری مجلس پر نظر دوہرائی تو اُن کی نظرِ انتخاب امام ابوحنیفہؒ پر پڑی، اور آپ سے فرمانے لگے، اے نعمان! تم اس مسئلہ کا حل بتاؤ۔

آپ نے جب وہ مسئلہ بتا دیا تو انہوں نے آپ سے پوچھا، تم نے یہ مسئلہ کہاں سے بتایا ہے؟

آپ نے فرمایا: فلاں حدیث سے، جو آپ نے ہم سے بیان کی تھی۔

امام اعمشؒ آپ کا یہ جواب اور حدیث سے آپ کا یہ عمدہ استنباط سُن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے:

نحن الصیادلة وانتم الاطباء.[2]

ہم تو صرف پنساری ہیں اور تم طبیب ہو۔

نیز امام اعظمؒ کے سلسلہ درس وتدریس کے بیان میں بحوالہ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) گزرا ہے کہ کبار محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، مطرف بن طریفؒ اور حصین

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۳)؛ مناقب ابی حنیفة (ص ۱۸) للذہبیؒ

[2] فضائل ابی حنیفة (ص ۱۰۲)؛ جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۱۳۱)

بن عبدالرحمانؒ وغیرہ کو جب کسی حدیث میں اشتباہ ہو جاتا تو وہ اس کی تشفی امام اعظمؒ سے کرواتے تھے۔

امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) جیسے محدث آپ سے عناد رکھنے کے باوجود تفسیر حدیث میں آپ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ حدیث: وفی کل رکعتین فسَلِّمْ (ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرو) کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة: یعنی التشهد.[۱]

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سلام سے مراد تشہد ہے۔ یعنی ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو۔

شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ''صحیح البخاری'' کی حدیث: یقول: اُذْکُرْ کَذَا، اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ (جب آدمی نماز میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان اس کو کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، فلاں بات یاد کرو، اور اس کو وہ بات بھی یاد کرا دیتا ہے کہ جس کو آدمی (نماز شروع کرنے سے پہلے) بھولا ہوا ہوتا ہے) کی شرح میں لکھتے ہیں:

و من ثم استنبط ابو حنیفة للذی شکا الیه انه دفن ما لا ثم لم یهتد لمکانه ان یصلی و یحرص ان لا یحدث نفسه بشئی من امر الدنیا، ففعل، فذکر مکان المال فی الحال.[۲]

امام ابو حنیفہؒ نے اسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے اس شخص کو کہ جس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں اپنا مال زمین میں دفن کر کے بھول گیا ہوں کہ میں نے کہاں دفن کیا ہے؟ فرمایا تھا کہ: تم نماز پڑھنی شروع کر دو اور نماز میں اپنے آپ کو دنیا کی کوئی چیز بھی یاد نہ دلاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا تو اُس کو فوراً اپنے مدفون مال کی جگہ یاد آ گئی۔ یعنی شیطان نے اس کو فوراً وہ بھولی ہوئی جگہ یاد دِلا دی۔

حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس شخص کو، کہ جو اپنے مدفون مال کی جگہ بھول گیا تھا، فرمایا: تم یہ ارادہ کر لو کہ میں پوری رات نماز

۱۔ سنن الدار قطنی (ج ۱ ص ۴۱۸)

۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری (۲/ ۱۱۰، ح: ۶۰۸)

پڑھوں گا۔ وہ شخص رات کو نماز میں مشغول ہو گیا۔ ابھی چوتھائی رات بھی نہیں گزری تھی کہ اس کو وہ جگہ کہ جہاں اس نے اپنا مال دفن کیا تھا، یاد آ گئی۔ وہ شخص جب امام صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ سنایا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے پتہ تھا کہ شیطان تم کو پوری رات نماز نہیں پڑھنے دے گا بلکہ تم کو تمہاری گمشدہ جگہ یاد دلا دے گا، پھر تم نے پوری رات نماز میں کیوں نہیں گزار دی تاکہ اس سے اللہ کا شکر ادا ہو جاتا۔[1]

[1] اخبار الاذکیاء (ص ۷۶)

حدیث کے کبار مجتہدین میں امام اعظمؒ کا شمار

اور

آپ کی چند اصطلاحاتِ حدیث

حدیث کے کبار مجتہدین میں آپ کا شمار

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے فقہ میں مجتہدانہ مقام رکھتے ہیں، ایسے ہی آپ علم حدیث میں بھی منصب اجتہاد پر فائز ہیں اور آپ کا شمار اس فن کے کبار مجتہدین میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مورخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذهبه بینهم، والتعویل علیه واعتباره ردًا و قبولًا۔[1]

علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کے کبار مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا مذہب محدثین میں قابلِ اعتماد شمار ہوتا ہے اور ردًّا اور قبولاً اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔

اس بیان میں علامہ ابن خلدونؒ نے امام اعظمؒ کو نہ صرف یہ کہ علم حدیث کے مجتہد قرار دیا ہے، بلکہ آپ کو وہ علم حدیث کے کبار مجتہدین میں شمار کر رہے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ علامہ موصوف کے ایک ادھورے بیان سے امام اعظمؒ کو حدیث میں قلیل البضاعت ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں، ان کو علامہ موصوف کے اس بیان پر بھی ضرور غور و فکر کرنا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ کیا حدیث میں ایک قلیل البضاعت شخص کو علامہ موصوف حدیث کے کبار مجتہدین میں شمار کر سکتے ہیں؟

---

[1] مقدمۃ ابن خلدون (ص ۳۵۳)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

امام اعظمؒ کی چند اصلاحاتِ حدیث

علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کا بیان ابھی گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ علم حدیث کے کبار مجتہدین میں سے ہیں، اور انہوں نے آپ کے "مُجتَهِدُ فِی الحَدِیث" ہونے پر یہ دلیل ذکر کی ہے کہ اصول حدیث میں آپ کی قائم کردہ اصطلاحاتِ حدیث سے بحث کی جاتی ہے اور ان پر بھروسہ واعتماد کیا جاتا ہے۔

علامہ موصوف کے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کتب اصولِ حدیث میں امام صاحبؒ کی اصطلاحاتِ حدیث کو بڑے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے اور محدثین نے اس سلسلے میں آپ کے افکار وآراء سے خصوصی بحث ومباحثہ کیا ہے۔

ذیل میں آپ کی چند اصطلاحاتِ حدیث بحوالہ محدثین پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) قِرَاتْ عَلَى الْمُحِدِّث (محدث پر حدیث پڑھنا)

اگر کسی محدث کی لکھی ہوئی احادیث طلبہ اس کو پڑھ کر سنائیں تو اصطلاح حدیث میں اس صورت کو "قِرَاتْ عَلَى الْمُحِدِّث" یا "عَرْضُ الکِتَاب" کہا جاتا ہے۔ بعض محدثین نے اگرچہ اس صورت کو مکروہ کہا ہے لیکن اکثر محدثین اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل آپ کے شاگرد حدیث امام خارجہؒ (م ۱۶۸ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سالت اباحنیفة عن الرجل یقرأ علی العالم الحدیث یحدث به؟
قال لا باس بذلک۔[1]

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عالم پر کوئی حدیث پڑھے تو

۱۔ الکفایة فی علم الروایة (ص ۲۶۸)

کیا اس کو وہ حدیث آگے بیان کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) آپ کے شاگرد امام ابوعاصم نبیلؒ (م ۲۱۲ھ) سے ناقل ہیں کہ:

سمعتُ اباحنیفة یقول: القراء ة جائزة. یعنی عرض الکتاب.[۱]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "قِرَاْتُ عَلَی الْمُحِدّثْ" یعنی "عَرْضُ الکِتَابُ" جائز ہے۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کی کتاب "المدخل" سے امام صاحبؒ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔[۲]

(۲) "قِرَاْتُ عَلَی الْمُحِدّثْ" کو "سِمَاعِ مِنَ المحدث" پر ترجیح ہے۔

"قِرَاْتُ عَلَی الْمُحِدّثْ" کے مقابلے میں تحملِ حدیث کی دوسری صورت "سِمَاع مِنَ الْمُحَدِّث" ہے۔ یعنی محدث خود حدیث پڑھے اور طالبِ علم اس سے سنے۔ بعض علمائے حدیث نے اس صورت کو "قِرَاْتُ عَلَی الْمُحِدّثْ" پر ترجیح دی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلی صورت (قِرَاْتُ عَلَی الْمُحِدّثْ) کو ہی ترجیح ہے۔ امام ابن ابی ذئبؒ (م ۱۵۹ھ)، امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ)، امام یحییٰ قطانؒ (م ۱۹۸ھ) اور دیگر کئی محدثین بھی اس میں امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں۔[۳]

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔[۴]

امام صاحبؒ نے اس کی وجہ ترجیح یہ بیان کی ہے کہ اس میں "سِمَاع مِنَ المحدث" سے زیادہ تاکید ہے۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

فروی السلیمانی من الحدیث الحسن بن زیاد، قال کان ابو حنیفة یقول: قراء تُکَ علی المحدث اثبتُ واوکدُ من قراء ته علیک، انه اذا قرأ علیکَ فانما یقرأ علیٰ ما فی الصحیفة، واذا قرأتَ

۱۔ الجواہر المضیۃ (۱/۳۱)
۲۔ تدریب الراوی (۲/۲۱)
۳۔ ایضاً (۲/۱۵)
۴۔ الکفایۃ (ص ۲۷۷)

عليه فقال: حَدِّثْ عَنِّي مَا قرأت فهو تاكيد.[۱]

حافظ سلیمانیؒ نے امام حسن بن زیادؒ سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا محدث پر حدیث پڑھنا یہ زیادہ پختہ اور موکد ہے بہ نسبت اس کے کہ محدث تم پر قرأت کرے، اس لیے کہ جب محدث نے تم پر حدیث پڑھی تو یہ صرف اتنا ہے کہ اس کی کتاب میں جو کچھ لکھا تھا، اُس نے وہ تم کو پڑھ کر سنا دیا، لیکن جب تم نے اس پر قرأت کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تم کو کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے، اُس کو میری طرف سے بیان کرو، اور یہی تاکید ہے۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے بھی لکھا ہے کہ:

فنقل عن ابی حنيفة وغيره ترجيح القراء ة على الشيخ على السماع من لفظه.

امام ابوحنیفہؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ طالب علم کا اپنے شیخ کو حدیث سنانا یہ خود اس محدث سے حدیث سننے پر راجح ہے۔

حافظ بدرالدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) حافظ ابن الصلاحؒ کے اس بیان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حكاه ابن فارس فی كتاب مآخذ العلم عن ابی حنيفة.[۲]

امام ابن فارسؒ نے بھی اپنی کتاب ''مآخذ العلم'' میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

(۳) محدث کو حدیث سنا کر اس کو ''حَدَّثَنِیْ'' یا ''سَمِعْتُ'' کے الفاظ سے بیان کرنا جائز ہے۔

اگر کسی شخص نے محدث کے سامنے کوئی حدیث پڑھی تو کیا اب اس کو وہ حدیث ''حَدَّثَنِیْ'' (فلاں محدث نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے)، یا ''سَمِعْتُ'' (فلاں محدث سے میں نے یہ حدیث سنی ہے) جیسے الفاظ سے بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض محدثین نے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۔ فتح المغیث (۲/۳۲، ۳۳)

۲۔ النکت علی مقدمہ ابن الصلاح (ص ۳۰۲) للزرکشیؒ

علامہ خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام لیث بن سعدؒ (م۱۷۵ھ) سے روایت کیا ہے کہ:

سمعت ابا یوسف قال: سألت اباحنیفة عن رجل عرض علیٰ رجُل حدیثًا ھل یجوز یحدث بہٖ عنه؟ قال نعم یجوز ان یقول حدثنی فلان و سمعت فلان، وھذا مثل قول الرجل یقرأ علیه الصک فیقر بہٖ فیجوزلک ان تقول اقر عندی فلان بجمیع ما فی ھذا الکتاب، وانما سمعت: نعم. قال ابو عبید و کذلک قول ابی یوسف وھو قولی.[1]

میں نے امام ابو یوسفؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کیا اس کو وہ حدیث اُس محدث کی طرف سے بیان کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا، ہاں۔ وہ شخص اس حدیث کو یوں بیان کرسکتا ہے کہ فلاں محدث نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے، یا میں نے فلاں محدث سے یہ حدیث سنی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے کوئی دستاویز پڑھی گئی جس کا وہ اقرار کرتا ہے، تو اب تمہارے لیے جائز ہے کہ تم کہو کہ اس کتاب (دستاویز) میں جو کچھ ہے اُس کا فلاں شخص نے میرے سامنے اقرار کیا ہے، اور میں نے اس کو یہ اقرار کرتے ہوئے سنا ہے۔ امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی قول ہے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

امام ابن ابی خیثمہؒ (م۲۷۹ھ) نے بھی بہ سند متصل امام ابو قطنؒ سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔[2]

(۴) "حَدَّثَنَا" اور "اَخْبَرَنَا" دونوں برابر ہیں۔

بعض محدثین (جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں) کا یہ نظریہ ہے کہ اگر طالب علم نے اپنے استاذ سے کوئی حدیث سنی تو اب وہ طالب علم اس حدیث کو جب آگے بیان کرے گا تو یوں کہے گا، حَدَّثَنِی فُلَان (فلاں شخص نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی)، یا حَدَّثَنَا فُلَان (فلاں شخص نے ہم

۱۔ الکفایہ (ص۲۷۹)	۲۔ التاریخ الکبیر (۲/۲۴۳) لابن ابی خیثمہؒ

لیکن اگر طالب علم خود استاذ کو حدیث سنائے تو اب اس کے لیے مذکورہ سے یہ حدیث بیان کی)۔ بلکہ اس کو وہ حدیث ''اَخْبَـرَنِـیْ فُلَانٌ'' (فلاں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بیان کرنا جائز نہیں، ''اَخْبَرَنَا فُلَانٌ'' (فلاں محدث نے اس حدیث کی محدث نے اس حدیث کی مجھے خبر دی ہے)، یا ہمیں خبر دی ہے) کے الفاظ سے بیان کرنا چاہیے۔[1]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر کئی محدثین ان دونوں قسم کے الفاظ میں یہ فرق نہیں کرتے، بلکہ ان کے نزدیک طالب حدیث خود محدث کے سامنے حدیث پڑھے، یا وہ محدث سے اس کو سنے، ان دونوں صورتوں میں اس کو اختیار ہے کہ جب وہ اس حدیث کو آگے بیان کرے تو ان مذکورہ الفاظ میں سے جن الفاظ سے چاہے بیان کرلے۔ چنانچہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے اس موضوع پر مستقل ایک کتاب بنام ''اَلتَّسْوِیَۃُ بَیْنَ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا'' لکھی ہے، جو محقق شہیر علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں امام طحاویؒ ارقام فرماتے ہیں:

اختلف اهل العلم فی الرجل یقرأ علی العالم، ویقرله العالم به، کیف یقول فیه؟ اخبرنا اَوْ حدثنا. فقالت طائفة منهم: لافرق بین اَخْبَرَنَا و بین حدثنا، ولهٗ ان یقول: اخبرنا و حدثنا. فمن قال ذلک منهم: ابوحنیفة و مالک بن انس وابو یوسف، ومحمد بن الحسن، کما حدثنا احمد بن ابی عمران، حدثنا سلمان بن بکار، حدثنا ابوقطن قال: قال لی ابوحنیفة: اقرأ علیّ، وقُل: حدثنی.[2]

اہلِ علم کا اس بابت اختلاف ہے کہ اگر ایک آدمی نے کسی عالم کے پاس (حدیث) پڑھی، اور اس عالم کو اس کا اقرار بھی ہے تو اب یہ شخص جب وہ حدیث بیان کرے گا تو اس کو ''حَدَّثَنَا'' سے بیان کرے گا یا ''اَخْبَرَنَا'' سے؟ اہلِ علم کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور اس کے لیے ''اَخْبَرَنَا'' اور ''حَدَّثَنَا'' کہنا دونوں برابر ہے۔ اس نظریہ کے قائلین میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ بھی ہیں۔ جیسا کہ ہم سے احمد بن ابی

۱۔ اخبار الفقہاء والمحدثین (ص ۱۴۷) للخشنی القیروانی طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ خمس رسائل فی علوم الحدیث (ص ۳۰۳) تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

عمرانؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن بکارؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوقطنؒ نے بیان کیا کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ''تم مجھ پر حدیث پڑھو اور کہو کہ (امام) ابوحنیفہؒ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی بروایت امام طحاویؒ، امام ابوقطنؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔[۱]

اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کے دیگر تلامذہ امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام ابوعاصم نبیلؒ وغیرہ سے بھی آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''حَدَّثَنَا'' اور ''اَخْبَرَنَا'' میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔[۲]

(۵) اجازتِ حدیث کا حکم

امام صاحبؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کا دیگر جمہور محدثین کی طرح یہ مذہب ہے کہ اگر محدث نے کسی ایسے شخص کو اپنی مروی احادیث روایت کرنے کی اجازت دی جس نے اس سے وہ احادیث نہیں سنیں تو پھر بھی اس کو وہ احادیث روایت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) جمہور محدثین سے ''اجازتِ حدیث'' کا جواز نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

وحكاه الآمدى وابن الحاجب عن ابى حنيفة وابى يوسف.[۳]

علامہ آمدیؒ اور علامہ ابن الحاجبؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے بھی ''اجازتِ حدیث'' کا جائز ہونا نقل کیا ہے۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بھی بحوالہ علامہ آمدیؒ، امام صاحبؒ اور امام ابو یوسفؒ سے ''اجازتِ حدیث'' کا جواز نقل کرتے ہیں۔[۴]

(۶) مُناولہ کا مرتبہ

''مُناوَلہ'' یہ ہے کہ محدث اپنی لکھی ہوئی احادیث کسی شخص کے حوالے کرے اور اس سے کہے کہ اس کتاب میں درج شدہ احادیث کو تم میری طرف سے روایت کر سکتے ہو۔

۱۔ فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۲۵) ۲۔ الکفایۃ (ص ۳۰۳-۳۰۷)
۳۔ فتح المغیث (۶۶/۲) ۴۔ تدریب الراوی (۲۹/۲)

بعض محدثین کے نزدیک اس کا حکم بھی ''سِمَاعُ مِنَ الشَّیْخ'' (استاذ سے حدیث سننا) اور ''قِرَاۃُ عَلَی الشَّیْخ'' (شیخ کے سامنے حدیث پڑھنا) کی طرح ہے۔ لیکن امام صاحبؒ اور دیگر کئی محدثین کا نظریہ یہ ہے کہ اس کا حکم سماع اور قرأت دونوں سے کمتر ہے، اور یہی صحیح مذہب ہے۔ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) رقمطراز ہیں:

والصحیح انها منحطة عن السماع والقراء ة، وهو قول الثوری، والاوزاعی، وابن المبارک، وابی حنیفة، والشافعی، والبویطی، والمزنی، واحمد، واسحق، ویحیی بن یحیی.[1]

صحیح یہ ہے کہ ''مناولہ'' کا درجہ ''سِمَاعُ مِنَ الشَّیْخ'' اور ''قِرَاۃُ عَلَی الشَّیْخ'' دونوں سے کم ہے۔ اور یہی سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، بویطیؒ، مزنیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور یحیٰی بن یحیٰیؒ کا قول ہے۔

(۷) راوی کی توثیق کے لیے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔

بعض محدثین کے نزدیک کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کم از کم دو محدثین اس کی ثقاہت و عدالت کی گواہی دیں۔ لیکن جمہور محدثین کی طرح امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راوی کے ثقہ ہونے کے لیے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

ونقل عن ابی حنیفة وابی یوسف الاکتفاء بالواحد فی التزکیة فی الشهادة، وکذا فی الروایة، وانما اکتفوا بالواحد لانه ان کان المزکی للراوی ناقلا عن غیره فهو من جملة الاخبار، وان کان اجتهاد مِنْ قِبل نفسه فهو بمنزلة الحاکم، وفی الحالتین لا یشترط التعدد.[2]

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ گواہ کی طرح راوی کے لیے بھی صرف ایک شخص کا تزکیہ (توثیق) کافی ہے، اس لیے کہ راوی کا تزکیہ کرنے والا (مُوَثِّق) اگر یہ تزکیہ کسی دوسرے شخص سے نقل کر رہا ہے تو اخبار کی اقسام میں سے ہے، اور اگر وہ خود اپنے اجتہاد سے

۱۔ تقریب النواوی مع شرحہ تدریب الراوی (۲/۴۵)　　۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۷۳۲)

راوی کا تزکیہ کر رہا ہے تو پھر وہ حاکم کے قائم مقام ہے، اور ان دونوں صورتوں میں تعدد (کثرت) شرط نہیں ہے۔

حافظ بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس بابت یہی مذہب نقل کیا ہے۔[1]

(۸) ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

اگر کسی راوی نے اپنے استاذ سے حدیث نقل کرتے وقت کوئی ایسی بات زائد نقل کر دی جو اس کے دیگر ساتھی نقل نہیں کرتے تو اب اگر یہ راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی یہ زیادتی قابلِ قبول ہے، امام شافعیؒ بھی اس مسئلہ میں آپ کے ہم نوا ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

> الذی فصلہ امام الحرمین فی البرھان فقال بعد ان حکی عن الشافعی وابی حنیفۃ. رضی اللہ عنھما. قبول زیادۃ الثقۃ فقال ھذا عندی فیما اذا سکت الباقون، فان صرحوا بنفی مانقلہ ھذا الراوی مع امکان اطلاعھم فھذا یوھن قول قائل الزیادۃ.[2]

امام الحرمین (ابن الجوینیؒ) نے اپنی کتاب ''البرہان'' میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا سے ثقہ راوی کی زیادتی کے مقبول ہونے کے قول کو نقل کرنے کے بعد اس کی یہ تفصیل بیان کی ہے کہ میرے نزدیک یہ اس پر محمول ہے کہ جب باقی راوی اس زیادتی کو بیان کرنے سے سکوت کریں، اور اگر وہ صراحتاً اس راوی کی زیادتی کی نفی کر دیں اور ان کا اس زیادتی پر مطلع ہونا ممکن بھی ہو تو پھر اس زیادتی کو نقل کرنے والے کا قول ضعیف قرار پائے گا۔

حافظ بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی بحوالہ قاضی عبد الوہابؒ، ثقہ کی زیادت کے بارے میں لکھا ہے:

> والیہ ذھب کافۃ المحققین، منھم ابو حنیفۃ.[3]

۱۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۵۹) للزرکشیؒ

۲۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح (ص ۳۸۵) لابن حجرؒ

۳۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۱۱) للزرکشیؒ

تمام محققین جن میں سے امام ابوحنیفہ بھی ہیں، کا مذہب ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی قبول ہے۔

(۹) جرح وہی معتبر ہے جس کا سبب بیان کیا گیا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ سمیت چاروں ائمہ متبوعین اس پر متفق ہیں کہ کسی راوی کے خلاف جرح اس وقت معتبر ہے جب جارح (جرح کرنے والا) اپنی جرح کا سبب بھی بیان کرے۔

امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

الصحیح عندھم ان الجرح لایقبل الامبیّن السبب.[1]

اہلِ علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جرح اسی وقت قابلِ قبول ہوگی جب اس کا سبب واضح ہو۔

علامہ محمد بن اسماعیل المعروف بہ "امیر یمانی" (م ۱۱۸۲ھ) اس قول کی شرح میں رقم طراز ہیں:

ای الصحیح من الاقوال الائمۃ الاربعۃ المعروفۃ.[2]

یعنی مشہور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کے اقوال میں سے یہی قول صحیح ہے۔

(۱۰) تمام صحابہؓ عادل ہیں۔

اس بات پر بھی چاروں ائمہ متبوعین کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں، اور اگر کسی روایت میں کسی صحابی کا نام یا اس کی شخصیت غیر متعیّن ہو تو پھر بھی کوئی مضر نہیں ہے۔

امام ابن الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) اور علامہ امیر یمانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

(اِنْ کان) مجھول العین (صحابیًا قبل) لما یاتی من القول بان الصحابۃ کلھم عدول (وھو مذھب الفقھاء) ای الاربعۃ.[3]

راوی مجہول العین (غیر متعیّن) اگر صحابی ہے تو پھر اس کی روایت مقبول ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں، اور یہی چاروں ائمہ مذاہب (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کا مذہب ہے۔

۱۔ تنقیح الانظار فی معرفۃ علوم الآثار (ص ۱۹۰) طبع دار ابن حزم، بیروت

۲۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار (۲/۹۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ تنقیح الانظار (ص ۱۹۸)، توضیح الافکار (۲/۱۱۶)

آپ کے نزدیک حدیث کو روایت کرنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی شرائط

گزشتہ صفحات میں قارئین نے بحوالہ محدثین امام صاحبؒ کی قائم کردہ اصطلاحاتِ حدیث ملاحظہ کی ہیں۔ اس سے قارئین نے یہ اندازہ ضرور لگایا ہوگا کہ محدثین کا اس قدر اہتمام و التزام کے ساتھ امام صاحبؒ کی اصطلاحاتِ حدیث سے بحث کرنا یہ علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کے اس بیان کی حرف بحرف تائید کرتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ علم حدیث میں عظیم مجتہدانہ مقام رکھتے تھے۔

اس کے بعد اب ہم حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے امام صاحبؒ نے بحیثیت "مُجتَهِدُ فِی عِلمِ الحَدِیث" جو شرائط مقرر کی ہیں، اُن کا کچھ نمونہ پیش کرتے ہیں، تا کہ قارئین کے سامنے امام صاحبؒ کا حدیث میں مجتہدانہ مقام مزید واضح ہو جائے۔

شرط اوّل: وہی حدیث روایت کرنا جائز ہے جو آدمی کو زبانی یاد ہو۔

امام صاحبؒ کے نزدیک آدمی صرف وہی حدیث بیان کرنے کا مجاز ہے جو اُس کو سماعت سے لے کر روایت کرنے کے وقت تک برابر یاد ہو۔ چنانچہ امام صاحبؒ کے حفظ حدیث کی بحث میں بحوالہ محدثین امام ابو یوسفؒ کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

> امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی صرف وہی حدیث زوایت کر سکتا ہے جس کو اُس نے جب سنا تھا اُس وقت سے لے کر اُس کو روایت کرنے کے وقت تک برابر یاد رکھا ہو۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی امام اعظمؒ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

لا یحل لرجل ان یروی الحدیث الا اذا سمعه من فم المحدث

فیحفظه ثم یحدث به.[1]

آدمی کے لیے صرف اسی حدیث کو بیان کرنا جائز ہے جس کو اس نے محدث کے منہ سے سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک برابر یاد رکھا ہے۔

امام صاحبؒ نے اس معاملے میں یہاں تک احتیاط کی ہے کہ اگر کسی شخص کو خود اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی حدیث ملی، لیکن وہ اس کو زبانی یاد نہیں ہے تو اب اس کو وہ حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

قال ابوزکریا یعنی یحیی بن معین، وسئل عن الرجل یجد الحدیث بخطه لایحفظه، فقال ابوزکریا: کان ابوحنیفة یقول: لایحدث الا بما یعرف و یحفظ.[2]

ابوزکریا یعنی امام یحیٰی بن معینؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی حدیث ملی، لیکن وہ اس کو زبانی یاد نہیں ہے تو کیا اس کو وہ حدیث روایت کرنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا، امام ابوحنیفہؒ تو یہ فرماتے تھے کہ آدمی صرف وہی حدیث روایت کرے جس کا وہ عارف اور حافظ ہے۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔[3]

امام صاحبؒ نے روایت حدیث کے لیے یہ جو شرط عائد کی ہے، یہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائطِ حدیث سے بھی زیادہ کڑی ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس کو مذہب شدید قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ:

فلعل الرواة فی الصحیحین ممن یوصف بالحفظ لایبلغون النصف.[4]

شاید ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کے راویوں کی نصف تعداد بھی اس حفظ کی شرط پر پوری نہ اترے۔

۱۔ المدخل الی معرفة کتاب الاکلیل (ص ۱۱۸) طبع دار ابن حزم، بیروت

۲۔ الکفایة (ص ۲۳۱)

۳۔ التقیید والایضاح لمقدمة ابن الصلاح (ص ۲۲۵)

۴۔ تدریب الراوی (۲/ ۸۷)

حافظ سخاویؒ (م۹۰۲ھ) کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے روایت حدیث کے لیے جو یہ شرط لگائی ہے کہ آدمی کو صرف وہی حدیث بیان کرنا جائز ہے جو اس کو سماع سے لے کر روایت کرنے تک برابر یاد ہو، اس شرط کی وجہ سے آپ کی روایات زیادہ منظر عام پر نہیں آسکیں، ورنہ حقیقت میں آپ کثیر الحدیث تھے۔ نیز حافظ سخاویؒ، حافظ ابن حجرؒ سے ناقل ہیں کہ:

> قلت الرواية عن بعض من قال بهذا مع كونه فى نفس الامر كثير الرواية.[1]

> اس شرط (کہ صرف وہی حدیث روایت کرنی چاہیے جو زبانی یاد ہو) کی وجہ سے اس کے بعض قائلین (امام ابوحنیفہؒ) کی روایات کم ہوگئی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کثیر الحدیث تھے۔

امام ابواسحاق الجعبریؒ (م۷۳۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ ائمہ نے احتیاط فی الحدیث کی وجہ سے یہ سخت شرط عائد کی ہے۔[2]

شرط دوم: صرف ثقہ راویوں سے مروی حدیث مقبول ہے۔

امام صاحبؒ کسی حدیث کے مقبول ہونے کے لیے یہ شرط بھی عائد کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ثقہ راویوں پر مشتمل ہو، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جو غیر ثقہ اور غیر عادل ہے۔ چنانچہ امام صاحبؒ کی توثیق میں آپ کے معاصر امام سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

> امام ابوحنیفہؒ صرف وہی احادیث لیتے تھے جو صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) کے حوالے سے خود امام ابوحنیفہؒ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

> آخذ بكتاب الله، فمالم يجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه

---

[1] فتح المغیث (۱۹۸/۲)

[2] رسوم التحدیث فی علوم الحدیث (ص ۱۲۵) طبع دار ابن حزم، بیروت

وسلّم والاثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات......[1]

میں (شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں سے ہی پھیل چکی ہیں۔

امام الربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد کان الامام ابوحنیفة یشترط فی الحدیث المنقول عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قبل العمل به ان یرویه عن ذلک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلهم وهکذا.[2]

امام ابوحنیفہؒ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی حدیث پر عمل پیرا ہونے کے لیے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی جماعت اس صحابی (جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے وہ حدیث روایت کی ہے) سے برابر نقل کرتی چلی آئے۔

شرط سوم: حدیث کا کوئی راوی مجہول نہ ہو۔

شرط دوم میں خود امام صاحبؒ اور دیگر محدثین کے بیانات سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ آپ کے نزدیک صرف ثقہ راویوں پر مشتمل حدیث ہی مقبول ہے۔ اس شرط سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک غیر ثقہ اور ضعیف راوی کی حدیث نا قابلِ اعتناء ہے وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کے نزدیک اس راوی کی حدیث بھی مقبول نہیں، جس کی ثقاہت وعدالت نا معلوم ہو کہ جس کو اصطلاحِ حدیث میں ''مجہول العین'' کہتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے اگرچہ یہ لکھ دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجہول راوی کی حدیث مطلق مقبول ہے، لیکن یہ بات خلافِ تحقیق ہے، اور خود حضرت امام صاحبؒ کی مذکورہ تصریح سے بھی متصادم ہے۔ نیز اس نظریہ کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ما قبل گزرا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے حضرت سعدؓ سے مروی حدیث (جس میں رطب کو تمر کے بدلے بیچنے سے منع کیا گیا

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۰)
۲۔ المیزان الکبری الشعرانیۃ (۸۱/۱)

ہے) کو محض اس لیے معلول قرار دیا تھا کہ اس حدیث کا راوی زید بن عیاش مجہول ہے۔ اس صاف تصریح کے ہوتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک مجہول کی روایت مقبول ہے؟

محدث جلیل علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی حنفیؒ (م ۱۲۰۵ھ) حضرت امام صاحبؒ کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن المواق: یحکی عن الحنفیة قبول روایة المجهول حالا او عینًا علی الاطلاق. انتهٰی. وهذا غریب مارأیت ولا اخالهٗ یصح، فان الامام روی حدیث سعد فی بیع الرطب بالتمر و مدارہ علیٰ زید بن عیاش، و علّله بانه مجهول.[1]

ابن المواقؒ نے کہا ہے کہ حنفیہؒ سے منقول ہے کہ مجہول راوی، خواہ وہ مجہول الحال (مستور) ہو، یا مجہول العین، کی روایت مطلق مقبول ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ایک انوکھی بات ہے، اور میں اس کو درست خیال نہیں کرتا، کیونکہ خود امام ابوحنیفہؒ نے حضرت سعدؓ سے مروی حدیث جس میں رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، کو روایت کر کے اس کو اس لیے معلول قرار دیا کہ اس کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور وہ مجہول ہے۔ (پھر امام صاحبؒ کے مذہب میں مجہول کی روایت کو کیسے مقبول قرار دیا جا سکتا ہے؟)

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحبؒ کے مذہب میں مجہول کی روایت اسی وقت قابلِ قبول ہو سکتی ہے جب اس کے معارض کوئی صحیح حدیث منقول نہ ہو، اس لیے کہ امام صاحبؒ اور آپ کے ہمنوا دیگر کئی ائمہ کے نزدیک مجہول کی روایت پر عمل کرنا قیاس کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔

حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) مجہول راوی کی روایت سے متعلق امام صاحبؒ اور آپ کے ہم فکر علماء کا مؤقف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

ولاشک انهم انما یقبلونه حیث لایعارضه حدیث الثقة المعلوم العدالة، لان الترجیح بزیادة الثقة والحفظ عند التعارض امر

---

[1] عقود الجواہر المنیفۃ (۱/۸، ۹)

مجمع علیه.[1]

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء مجہول راوی کی حدیث اس وقت قبول کرتے ہیں جب اس کے معارض کسی ثقہ معلوم العدالت راوی کی حدیث نہ ہو، کیونکہ تعارض کے وقت ثقہ اور حافظ الحدیث کی روایت کو ترجیح دینے پر سب کا اجماع ہے۔

شرط چہارم: حدیث کا کوئی راوی مستور بھی نہ ہو۔

مستور یا مجہول الحال اس راوی کو کہتے ہیں جس سے کم از کم دو راوی روایت کرنے والے ہوں، لیکن اس کی توثیق کسی سے ثابت نہ ہو۔ جبکہ مجہول العین وہ راوی کہلاتا ہے جس سے آگے صرف ایک راوی نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق بھی نا معلوم ہو۔

حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک جیسے مجہول العین کی روایت غیر مقبول ہے، ایسے ہی آپ کے ہاں مستور کی روایت بھی مقبول نہیں، کیونکہ یہ بھی غیر ثقہ راویوں میں شمار ہوتا ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے گزشتہ بیان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ کے مذہب میں مجہول الحال (مستور) اور مجہول العین دونوں کی روایت غیر معتبر ہے۔

امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ نے بھی بڑے ٹھوس دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ مستور کی روایت بھی فاسق کی روایت کی طرح مردود ہے۔[2]

ان حقائق کے باوجود بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت مقبول ہے۔ اور پھر سب سے زیادہ تعجب مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد پر ہے، جنہوں نے بلا تحقیق امام صاحبؒ پر الزام لگا دیا کہ آپ مجہول الحال (مستور) کی روایت کو مقبول قرار دے کر تفریط کا شکار ہوئے ہیں۔ اور آپ کے خلاف انہوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ (امام صاحبؒ نے) راوی کی عدالت کے متعلق نہایت درجہ کی نرمی و آسانی کر دی ہے، یہاں تک کہ راوی مجہول الحال (مستور) کی روایت کو بھی مقبول ٹھہرایا ہے۔[3]

۱۔ الروض الباسم (۳۱۶/۱)

۲۔ احسن الکلام (۱۰۵/۲) طبع چہارم، طبع مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

۳۔ تحقیق الکلام (۱۴۷/۲) طبع عبدالتواب اکیڈمی، ملتان

لیکن شکر ہے کہ مبارکپوری صاحبؒ کی تردید خود اُن ہی کے ایک شاگرد مولانا نذیر احمد رحمانیؒ غیر مقلد نے کر کے ہمیں مبارکپوری صاحبؒ کو جواب دینے سے سبکدوش کر دیا۔ چنانچہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ مستور راوی کی حدیث اسی طرح مردود اور ناقابلِ حجت ہے جس طرح فاسق کی روایت۔

اور پھر رحمانی صاحبؒ نے کتبِ حنفیہ، حسامی، التحریر لابن الہمام شارح الہدایہ، اور اس کی شرح ابن امیر الحاج سے ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت حجت نہیں ہے۔[۱]

لہٰذا مبارکپوری صاحبؒ کے قول کا باطل ہونا خود اُن کے شاگردِ رشید کے قلم سے ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد۔

آخر میں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مجہول کی روایت مستور کی روایت سے بھی کمتر ہے۔ لہٰذا جب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت حجت نہیں تو پھر مجہول کی روایت کو کیسے قابلِ حجت باور کیا جا سکتا ہے؟

شرطِ پنجم: حدیث شاذ نہ ہو، اور آپ کے نزدیک شاذ کی تعریف

امام صاحبؒ کے نزدیک حدیث کے مقبول ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث شاذ نہ ہو۔ اور حدیث شاذ کی تعریف میں اہلِ علم کا سخت اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ نے شاذ کی جو تعریف کی ہے وہ اس کی سب سے جامع تعریف ہے۔ وہ تعریف یہ ہے کہ:

ہر وہ حدیث جو خبرِ واحد کے درجہ میں ہو، یعنی وہ حدیث متواتر یا مشہور نہ ہو، اس کو اس موضوع سے متعلق دیگر صحیح احادیث اور مطالبِ قرآنیہ پر پیش کیا جائے۔ اگر وہ حدیث اس مجموعی موقف کے مطابق ہو تو پھر اس کے مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن اگر وہ حدیث اس مجموعی موقف سے متصادم ہے تو پھر یہ حدیث شاذ اور قابلِ رد ہے۔

---

[۱] انوار المصابیح (ص ۳۰۷) ناشر اشاعت قرآن وحدیث پاکستان

شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) احادیث آحاد کے متعلق امام صاحبؒ کا موقف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

لانه كان يذهب في ذلك الى عرضها ما اجتمع عليه من الاحاديث و معاني القرآن، فما شذ عن ذلك ردّه و سمّاه شاذا.[1]

امام ابو حنیفہؒ کا احادیثِ آحاد (خبر واحد درجہ کی احادیث) کے بارے میں یہ مذہب تھا کہ ان کو (اس موضوع سے متعلق) دیگر احادیث اور معانی قرآن کے مجموعی موقف پر پیش کیا جائے۔ چنانچہ جو خبر واحد اس مجموعی موقف سے جدا ہوتی، آپ اس کو رد کر دیتے اور اس کا نام شاذ رکھتے۔

شرط ششم: حدیث غریب سے حتی الوسع احتراز کیا جائے۔

غریب وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند میں کوئی راوی منفرد (اکیلا) ہو۔ حدیث غریب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ یہ ہر حال میں ضعیف ہو، لیکن چونکہ یہ بعض اوقات (خصوصاً جب یہ احادیثِ مشہورہ کے خلاف ہو) ضعیف ہوتی ہے، اس لیے ائمہ حدیث اس سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی اس سے حتی الوسع بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اور اس شخص کی سخت مذمت کی ہے جو احادیث مشہورہ کو چھوڑ کر صرف احادیثِ غریبہ ہی کی طلب میں رہتا ہے۔

چنانچہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نقل کرتے ہیں:

قال ابو حنيفة: من طلبها كذب.[2]

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص (احادیثِ مشہورہ کو چھوڑ کر) غریب حدیث کا طالب ہے، وہ دروغ گو ہے۔

شرط ہفتم: مرسل حدیث بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو، حجت ہے۔

مُرسل وہ حدیث ہے جس کو کوئی تابعی صحابی کا واسطہ چھوڑ کر براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے، یا وہ کسی ایسے صحابی کا کوئی اثر روایت کرے جس سے اسے لِقاء حاصل نہیں ہے۔

امام سلیمان بن عبدالقوی حنبلیؒ (م ۷۱۶ھ) ''حدیث مرسل'' کی تعریف میں لکھتے ہیں:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۹)

۲۔ فتح المغیث (۳/۳۴)

اما مرسل غیر الصحابی، کقول من لم یعاصر النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: قال النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم، و من لم یعاصر ابا هریرة، قال ابو هریرة.[۱]

غیر صحابی (تابعی) کی مرسل یہ ہے کہ مثلاً جس شخص نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ نہیں پایا، وہ یہ کہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ یا جس شخص نے حضرت ابوہریرہؓ کا زمانہ نہیں پایا، وہ یہ کہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرسل روایت مطلق (بلا کسی اضافی قید کے) حجت ہے۔ بشرطیکہ مُرسِل (ارسال کرنے والا) ثقہ ہے۔ امام صاحبؒ کے علاوہ دیگر جمہور ائمہ (امام مالکؒ، امام ثوریؒ، امام احمدؒ وغیرہ) اور تمام تابعین بھی اس کی حجیت کے قائل ہیں۔ البتہ امام شافعیؒ کو اس کی حجیت میں کلام ہے، اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرسل حدیث کو قابلِ احتجاج ماننے سے انکار کیا۔

امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اجمع التابعون باسرهم علیٰ قبول المرسل ولم یاتِ عنهم انکاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الیٰ رأس المأتین، قال ابن عبدالبر: کانه یعنی الشافعی اوّل من ردّه.[۲]

تابعین سب کے سب مُرسل روایت کے حجت ہونے پر متفق ہیں، اور ان میں سے کسی نے بھی اس کی حجیت سے انکار نہیں کیا، اور تابعین کے بعد بھی دوسری صدی ہجری تک ائمہ میں سے بھی کوئی امام اس کے قابل حجت ہونے کا منکر نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ گویا امام شافعیؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے (اس کی حجیت) سے انکار کیا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد نے امام شافعیؒ کے اس انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

مرسل روایت کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ مطلقاً حجت جانتے تھے، کیونکہ ان کے

---

۱ مختصر روضۃ الناظر (ص ۵۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲ تدریب الراوی (۱/۱۶۳)

زمانہ میں سلسلہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے کم تھے۔ امام شافعیؒ تک واسطے زیادہ ہو گئے۔[1]

امام شافعیؒ نے اگرچہ مُرسل کی حجیت سے انکار کیا ہے، لیکن وہ بھی دو صورتوں میں مُرسل کو قابلِ حجت مانتے ہیں:

۱۔ جب کسی مسئلہ میں مُرسل کے علاوہ دوسری کوئی (مُسند) حدیث مروی نہ ہو۔ چنانچہ حافظ سخاوی شافعیؒ (م۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

وان الشافعی یحتج بالمرسل اذا لم یجد غیرہ۔[2]

امام شافعیؒ مُرسل سے حجت پکڑتے ہیں، جب وہ اس کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نہیں پاتے۔

علامہ ماوردیؒ نے بھی امام شافعیؒ کے بارے تصریح کی ہے کہ:

احتج بالمرسل اذا لم توجد دلیلہ سواہ۔[3]

امام شافعیؒ مُرسل سے احتجاج کرتے ہیں، جب مُرسل کے علاوہ دوسری کوئی دلیل نہ ہو۔

۲۔ جب وہ مرسل معتضد ہو۔ یعنی اس کی تائید کسی دوسری حدیث (مُسند یا مُرسل) سے ہوتی ہو، اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ یا وہ مُرسل، یا قیاس صحیح یا اکثر اہلِ علم کے تعامل سے مؤید ہو۔[4]

امام جلال الدین سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ولیس مذہب الشافعی رد المرسل مطلقًا بل یحتج بہ اذا اعتضد۔[5]

۱۔ تاریخ اہل حدیث (ص۲۲۳)	۲۔ فتح المغیث (۱/۱۳۲)

۳۔ التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض المشکلات الاحادیث الشریفۃ، طبع مع المعجم الصغیر (۲/ ۱۸۷) للطبرانی، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ شرح نخبۃ الفکر (ص۶۴)؛ حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۱۴۰) وغیرہ

۵۔ تنویر الحوالک شرح موطا مالک (ص۱۵۵) طبع دار الفکر، بیروت

امام شافعیؒ کا مذہب مطلق مرسل کو رَد کرنا نہیں ہے، بلکہ وہ مرسل معتضد سے حجت پکڑتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے بعد دیگر کئی محدثین، جن میں سے اکثر امام شافعیؒ کے مقلدین ہیں، نے بھی عام مرسل کی حجیت سے انکار کیا ہے۔ لیکن وہ بھی امام شافعیؒ کی پیروی میں مُرسل معتضد کو حجت مانتے ہیں۔ چنانچہ حافظ عراقی شافعیؒ (م ۸۰۶ھ) اور حافظ سخاوی شافعیؒ (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

(لكن اذا صح) يعني ثبت (لنا) اهل الحديث خصوصًا الشافعية تبعًا لنص امامهم (مخرجه) اى المرسل (بمسند) يجيءُ من وجه آخر صحيح او حسن، او ضعيف يعتضد به (او بمرسل) آخر (يخرجه) اى يرسله (من ليس يروى عن رجال) اى شيوخ راوى المرسل (الأول) حتى يغلب على الظن عدم اتحادهما (نقبلهٗ).[1]

یعنی جب کسی مُرسل کا اعتضاد (تائید) کسی مُسند حدیث، خواہ وہ مُسند صحیح ہو، یا حسن ہو، یا ضعیف ہو، سے ثابت ہو جائے، یا اس کی تائید کسی دوسری ایسی مرسل حدیث سے ہوتی ہو جس کے راوی کے شیوخ اور پہلی مرسل کے راوی کے شیوخ علیحدہ علیحدہ ہوں، یہاں تک کہ ان دونوں مراسیل کے باہم متحد نہ ہونے کا غالب گمان ہو جائے، تو ایسی مرسل معتضد کو محدثین خاص کر شوافع محدثین اپنے امام (شافعیؒ) کی پیروی میں قبول کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

مرسل معتضد بالاتفاق حجت ہے۔[2]

نیز مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں:

مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔[3]

الغرض، اکابرین امت میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی صورت میں مرسل کی حجیت کا قائل رہا ہے، اور کسی مقتدر ہستی نے مطلقاً مرسل حدیث کا انکار نہیں کیا۔

۱۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۱/۱۶۴)
۲۔ ابکار المنن (ص ۱۴۳)
۳۔ تحقیق الکلام (۱/۹۵)

محقق عظیم علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے تصریح فرمائی ہے کہ:

والاحتجاج بالمرسل كانت سنة متوارثة جرت عليه الامة فى القرون الفاضلة، حتى قال ابن جرير: رد المرسل مطلقًا بدعة حدثت فى رأس المائتين اه كما ذكره الباجى فى اصوله، وابن عبدالبر فى التمهيد، وابن رجب فى شرح علل الترمذى.[1]

مرسل حدیث سے احتجاج کرنا ایسی متواتر سنت ہے جس پر امت قرون فاضلہ (خیر القرون) میں چلتی رہی ہے، یہاں تک کہ امام ابن جریر طبریؒ نے فرمایا ہے کہ مطلقاً مرسل کا انکار کرنا ایسی بدعت ہے جو دوسری صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ علامہ باجیؒ نے ''اصول حدیث'' میں، علامہ ابن عبدالبرؒ نے ''التمہید''[2] میں اور علامہ ابن رجبؒ نے ''شرح علل الترمذی''[3] میں ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ذخیرہ حدیث کی حفاظت کے لیے ہی امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ اور امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہ نے مرسل کو قبول کیا۔[4]

لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مرسل حدیث کے متعلق جو موقف اختیار کیا ہے وہ بالکل درست اور مناسب ہے۔

شرط ہشتم: روایت بالمعنیٰ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اصل مفہوم پوری طرح ادا کیا جائے۔

امام صاحبؒ، دیگر ائمہ ثلاثہ اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ روایت کرنا ہی افضل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس شخص کے لیے روایت بالمعنیٰ کی بھی اجازت دی ہے جو حدیث کا اصل معنیٰ و مفہوم پوری طرح ادا کرنے پر قادر ہو۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

وقال جمهور السلف والخلف من الطوائف منهم الائمة الاربعة

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۲) ۲۔ دیکھیے ''التمہید'' (۱/۴۴)

۳۔ دیکھیے ''شرح علل الترمذی'' (ص ۱۱۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ مقالات حدیث (ص ۳۷۰) ناشر ام القریٰ پبلی کیشنز، گوجرانوالہ پاکستان

يجوز بالمعنى فى جميعه اذا قطع باداء المعنى.[1]

جمہور متقدمین و متاخرین اہلِ علم بشمول ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) نے تمام صورتوں میں روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اس کا اصل مفہوم قطعی طور پر ادا ہو جائے۔

شرط نہم: تبرائی شیعہ سے روایت نہ لی جائے۔

حضرت امام صاحبؒ نے اگرچہ ثقہ و عادل اہلِ بدعت سے روایت لینے کو جائز رکھا ہے، (بشرطیکہ ان کی روایت سے ان کی بدعت کو تقویت نہ پہنچتی ہو)، جیسا کہ جمہور محدثین کا مذہب ہے، لیکن آپ غالی اہلِ بدعت خصوصاً ان تبرّائی شیعوں سے روایت لینا جائز نہیں سمجھتے جو قرآن و حدیث کے بنیادی ناقلین حضرات صحابہ کرام پر تبرّا اور اُن کی تضلیل کرتے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سأل ابو عصمة اباحنيفة ممن تأمرني ان اسمع الآثار؟ قال: من كل عدل فى هواه الا الشيعة، فان اصل عقيدهم تضليل اصحاب محمد صلّى الله عليه وسلّم.[2]

امام ابوعصمہؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ مجھے کن (اہلِ بدعت) سے احادیث سننے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، عادل اہلِ بدعت سے احادیث سن سکتے ہو، سوائے (تبرّائی) شیعوں کے، اس لیے کہ ان کا بنیادی عقیدہ ہی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ کی تضلیل ہے۔

شرط دہم: راوی (خصوصاً صحابی) کا عمل اپنی روایت کے خلاف نہ ہو۔

اگر کوئی حدیث بظاہر صحیح ہے، لیکن اس کے راوی، خاص کر صحابی، کا اپنا عمل اگر اُس حدیث کے خلاف ہے تو امام صاحبؒ ایسی حدیث کو بھی ناقابلِ عمل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے اس موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لان الراوى العدل المؤتمن اذا روى حديثا عن رسول الله صلّى

۱۔ تدریب الراوی (۹۴/۲)
۲۔ الکفایۃ (ص ۱۲۶)

اللّٰہ علیہ وسلّم وعمل بخلافه دلّ ذلک علٰی شئی ثبت عنده اما نسخ، واما معارضة، واما تخصیص او غیر ذلک من الاسباب۔[1]

ایک عادل اور امانتدار راوی جب کوئی حدیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتا ہے اور اس کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، یا اس کے معارض دوسری کوئی حدیث ہے، یا یہ کسی مخصوص موقع سے متعلق ہے، اور یا اس کے متروک ہونے کا کوئی اور سبب ہے۔

غیر مقلدین کے مشہور محدث مولانا عبداللہ روپڑیؒ نے بھی امام صاحبؒ کے اس مؤقف کی تائید میں لکھا ہے کہ:

راوی کے مخالف ہونے کی صورت میں حدیث کو منسوخ یا متروک کہنا، یہ بے شک حنفیہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ لیکن اہلِ حدیث بھی ایسے دلیر نہیں کہ بے دھڑک قول صحابی کو چھوڑ دیں۔ آپ خیال نہیں کرتے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے مسئلہ میں اکثر متقدمین کیا مسلک رکھتے ہیں؟ ائمہ اربعہ اور جمہور اسی کے قائل ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں۔ حالانکہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور تین طلاق واقع ہونے کے قائل کیوں ہوئے؟ بڑی وجہ اس کی یہی ہے، کہ راوی حدیث ابن عباسؓ کا فتویٰ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث قول صحابی کو بے دھڑک نہیں چھوڑتے۔[2]

۱۔ عقود الجمان (ص ۳۹۹)

۲۔ فتاویٰ اہل حدیث (۵۰۴/۱) ناشر ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، سرگودھا پاکستان

امام اعظمؒ کی روایتِ حدیث میں احتیاط

اور آپ کی روایات کا کمال

روایت حدیث میں امام اعظمؒ کی احتیاط

آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کتنی کڑی شرائط مقرر کی ہیں؟ یہاں تک کہ آپ کی بعض شرائطِ حدیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ آپ کی اس سختی کی وجہ سے اگرچہ آپ کی روایات کا دائرہ کم ہو گیا اور آپ کے کثیر الحدیث ہونے کے باوجود آپ کی راویات منظرِ عام پر زیادہ ظاہر نہیں ہوئیں، جس کی بنیادی وجہ شرائطِ حدیث میں آپ کا یہ تشدد ہے، جیسا کہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کا بیان گزرا ہے۔

مورّخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) نے بھی لکھا ہے کہ:

والامام ابو حنیفة انما قلت روایته لما شدّد فی شروط الروایة والتحمل.[1]

امام ابو حنیفہؒ کی روایات اس لیے کم ہیں کیونکہ آپ نے حدیث کی روایت اور تحمل (سماعت) کے لیے جو شرائط مقرر کی ہیں، وہ سخت ہیں۔

اسی طرح دیگر محدثین بھی آپ کے قلیل الروایت ہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں۔

دراصل امام صاحبؒ کے نزدیک احادیث کو کثرت سے روایت کرنے سے یہ زیادہ اہم ہے کہ حدیث کو پوری شرائط اور احتیاط کے ساتھ روایت کیا جائے، تاکہ کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نادانستہ بھی منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔ چنانچہ امام ابو اسحاق الجعبریؒ (م ۷۳۲ھ) کا حوالہ گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر جن ائمہ نے روایتِ حدیث کے لیے سخت شرائط مقرر کی ہیں، ان کا مقصد اِحْتِیَاطٌ فِی الْحَدِیْثِ ہے۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (ص ۳۵۲)

شیخ المحدثین امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) بھی روایتِ حدیث میں آپ کی اس احتیاط کو بہت سراہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیره.[۱]

حدیث (کو روایت کرنے) میں جو احتیاط امام ابوحنیفہؒ سے پائی گئی، ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد نے بھی بالآخر یہ تسلیم کیا ہے کہ:

حدیث (کی قیود و شرائط) کے بارے میں جتنی تشدید، پابندی اور احتیاط امام ابوحنیفہؒ نے کی ہے، اور کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔[۲]

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد نے بھی حضرت امام صاحبؒ کو شرائطِ حدیث میں احتیاط پسند طبیعت قرار دیا ہے۔[۳]

آپ کی روایات کا کمال

احادیث کو جب پوری احتیاط اور سخت شرائط کے ساتھ روایت کیا جائے گا تو یقیناً آدمی کی روایات کم ہو جائیں گی۔ لیکن اس معیار کے مطابق روایت کی گئی احادیث کا جو حسن و کمال بڑھے گا وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر صحاح ستہ کو ہی لے لیجیے، ان چھ مشہور کتب کے مؤلفین میں سے جس نے بھی شرائطِ حدیث میں جتنی زیادہ تشدید کی، اتنا ہی اس کی احادیث کا معیار دوسروں کی احادیث سے بڑھ گیا۔ چنانچہ "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کو دیگر "سنن اربعہ" پر جو فوقیت حاصل ہے، اس کی وجہ علامہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے یہی بیان کی ہے کہ ان دونوں کے مؤلفین کی شرائط "سنن اربعہ" کے مؤلفین کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔[۴]

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی روایتِ حدیث میں جو احتیاط کی، اور پھر اس کے لیے جس قدر سخت شرائط مقرر کیں، اس کی بدولت آپ کی روایات کا معیار بھی بہت زیادہ بڑھ گیا۔ چنانچہ

۱۔ مناقب ابی حنیفة (ص ۱۷۲) للمکیؒ

۲۔ تحفة الاحوذی (۱۵/۲) بحوالہ مقام ابی حنیفة (ص ۱۳۶)

۳۔ مقالات حدیث (ص ۱۷۲)

۴۔ مقدمة ابن خلدون (ص ۳۵۴)

آپ کی روایات اس قدر معیاری اور جچی تلی ہوتی تھیں کہ امام بخاریؒ کے استاذ کبیر امام علی بن الجعدؒ (م ۲۳۰ھ) ان کو موتیوں سے تشبیہ دیتے تھے۔

موصوف حضرت امام صاحبؒ سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ابو حنیفة اذا جاء بالحدیث جاء مثل الدر.[1]

امام ابو حنیفہؒ جب کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو وہ حدیث موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

یعنی موتی جس طرح صاف اور شفاف ہوتا ہے اُسی طرح آپ کی روایت کردہ حدیث بھی ہر قسم کے نقص سے پاک ہوتی ہے۔

[1] جامع المسانید (۲/۳۰۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

امام اعظمؒ کی سند حدیث

امام اعظمؒ کی سند حدیث

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے محدثانہ مقام کے مختلف گوشے تفصیل سے آپ کے سامنے آ چکے ہیں۔اب ہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند حدیث سے متعلق کچھ معلومات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ ’’حدیث‘‘ سند (راویانِ حدیث کی لڑی) اور متن (مضمونِ حدیث) دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔اور دین میں جیسے متن کی اپنی ایک اہمیت ہے، ایسے ہی دین میں سند کو بھی خاص مقام حاصل ہے، کیونکہ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا زیادہ تر مدار اُس کی سند پر ہی ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے اسی مناسبت سے فرمایا ہے:

الاِسناد مِنَ الدِّیْنِ، وَلولا الْاِسْنَادُ لقَال مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔[۱]

سند کا تعلق دین سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔

نیز سند کی اہمیت اس لیے بھی بہت ہے کیونکہ سند جس قدر جید اور عمدہ ہوگی، اُسی قدر حدیث کی قوت اور مرتبت ابھرے گی۔اور کسی سند کی جودت وعمدگی کا فیصلہ دو اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ایک اس کے سلسلہ رُوات کے لحاظ سے کہ وہ سند کس قدر اعلیٰ اوصاف وکمالات سے آراستہ راویوں پر مشتمل ہے؟ دوسرا اس سند کے علو کے اعتبار سے کہ وہ سند کتنی عالی ہے اور اس میں متنِ حدیث تک واسطے کتنے کم ہیں؟

سرتاج المحدثین امام ابوحنیفہؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی سندِ حدیث ان ہر دو اعتبار

۱۔ مقدمہ صحیح مسلم (ص ۱۸)

سے انتہائی بلند مرتبت ہے۔ چنانچہ آپ کے سلسلہ سند کو محدثین نے ''اَصَحُّ الاَسَانِیدُ'' (صحیح ترین سند) اور ''سِلسِلَۃُ الذَّھَبُ'' (سونے کی لڑی) سے تعبیر کیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ کی سند کو اسانیدِ عالیہ کے زمرے میں بھی شمار کیا ہے۔

ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

(۱) آپ کی سند ''اَصَحُّ الاَسَانِیدُ'' اور ''سِلسِلَۃُ الذَّھَبُ'' ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں ''اَصَحُّ الاَسَانِیدُ'' (صحیح ترین سند) اور ''سِلسِلَۃُ الذَّھَبُ'' (سونے کی لڑی) اس سند کو کہا جاتا ہے جس کے راویوں کی امامت، ثقاہت اور تثبت (پختگی) اور فقاہتِ حدیث مشہور اور تسلیم شدہ ہو۔ نیز وہ سند اس موضوع کی دیگر اسانید کی نسبت سب سے زیادہ صحیح اور قوی شمار ہوتی ہو۔

حضرت امام صاحبؒ کی سند حدیث بھی اسی درجہ کی ہے، اور وہ ایسے رجال پر مشتمل ہے جو اُن تمام مذکورہ خوبیوں کے جامع ہیں۔ چنانچہ امام الربانی علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) آپ کی سند حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

فکل الرواة الذین ھم بینه و بین رسول الله صلى الله علیه وسلم عدول ثقات اعلام لیس فیھم کذاب و لامتھم بکذب۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جتنے راوی (واسطے) ہیں وہ سب کے سب عادل، ثقہ اور بلند پایہ لوگ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کذاب نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی پر کذب کی تہمت لگی ہے۔

علاوہ ازیں آپ جن لوگوں سے روایت کرتے ہیں، وہ علمِ حدیث میں عظیم الشان ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی بلند پایہ مقام کے حامل ہیں۔ جیسا کہ امام صاحبؒ کے اساتذہ کے تعارف میں بحوالہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اکثر اساتذہ روایت (حدیث) اور درایت (فقاہتِ حدیث) کے جامع ہیں۔ اور یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ جو سلسلہ سند فقہاء محدثین (جو فقہ و حدیث دونوں کے جامع ہوں) پر مشتمل ہو، اس کو شیوخ محدثین (جو فقہ میں حدیث کی نسبت کم درجہ ہوں) کے سلسلہ سند پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ محدث کبیر امام وکیع بن

۱۔ المیزان الکبریٰ الشعرانیۃ (۸۳/۱)

جراحؒ (م ۱۹۷ھ) سے پوچھا گیا کہ ان دو سندوں ''اَعْمَش عَنْ اَبِی وَائِل عَنْ عَبْدِاللّٰه '' اور ''سفیان عَنْ منصور عَنْ علقمة عَنْ عبداللّٰه ''میں سے کونسی سند آپ کو زیادہ پسند ہے؟ انہوں نے فرمایا:

یاسبحان اللّٰه! الاعمش شیخ، وابووائل شیخ، وسفیان فقیه، ومنصور فقیه، وابراهیم فقیه، وعلقمة فقیه، وحدیث یتداوله الفقهاء خیر من ان یتداوله الشیوخ۔[1]

سبحان اللہ! (ان دونوں میں کیا موازنہ ہوسکتا ہے؟ حالانکہ) اعمشؒ شیخ (صرف محدث) ہیں، ابووائلؒ بھی شیخ ہیں، جبکہ ان کے بالمقابل سفیان ثوریؒ (محدث ہونے کے ساتھ) فقیہ ہیں، منصورؒ بھی فقیہ ہیں، ابراہیم نخعیؒ بھی فقیہ ہیں، علقمہؒ بھی فقیہ ہیں، اور جس حدیث کو فقہاء محدثین روایت کریں وہ اس حدیث سے بہتر ہے جس کو (صرف) شیوخ محدثین روایت کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ نے سب سے زیادہ امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے احادیث روایت کی ہیں، جیسا کہ ماقبل آپ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) کا بیان گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کی تعداد چار ہزار تھی، جن میں سے دو ہزار روایات امام حماد بن ابی سلیمانؒ کی سند سے تھیں۔

اسی طرح امام حمادؒ نے سب سے زیادہ امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت حدیث کی ہے، جبکہ امام نخعیؒ نے سب سے زیادہ اپنے ماموں امام علقمہؒ سے، اور امام علقمہؒ نے سب سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔

اور یہ چاروں حضرات حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے۔ خصوصاً فقہ میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ یہ چاروں اپنے اپنے زمانہ میں فقہ کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے تھے۔ جیسا کہ امام صاحبؒ کے اساتذہ کے تعارف میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

الغرض، امام صاحبؒ کی اکثر احادیث کی سند ان عظیم المرتبت ائمہ پر مشتمل ہے، اس لیے آپ کی اس سند کو ''اَصَحُّ الاَسَانِید'' (صحیح ترین سند) اور ''سِلْسِلَةُ الذَّهَب'' (سونے کی

---

[1] معرفت علوم الحدیث (ص ۴۹) للحاکمؒ

لڑی) کہا جاتا ہے۔

مولانا عبد السلام مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۴۲ھ) امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ) کی ''مناقب الشافعیؒ'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہؒ کا جو سلسلہ روایت ''سِلْسِلَةُ الذَّهَبْ'' اور بہت ہی اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے، (۱) حماد بن ابی سلیمان، (۲) ابراہیم، (۳) علقمہ، (۴) عبداللہ بن مسعود الصحابیؓ۔[۱]

خود امام صاحبؒ بھی اپنی اس سند کو افضل سمجھتے تھے، چنانچہ جب ''مسئلہ رفع یدین'' پر آپ کے اور امام اوزاعیؒ کے درمیان مناظرہ ہوا تو امام اوزاعیؒ نے اپنے مؤقف کے حق میں ''زھری، عَنْ سَالِم، عَنِ ابْن عمرؓ'' کی سند سے حدیث پیش کی، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اُولیٰ کے علاوہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس کے جواب میں امام صاحبؒ نے اپنی مذکورہ بالا سند (حماد، عَنْ ابراهيم، عَنْ علقمة و اَسْوَدْ، عن عبدالله بن مسعودؓ) کے حوالے سے یہ حدیث ذکر فرمائی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر اُولیٰ کہتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے، اس کے بعد کسی موقع پر بھی آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعیؒ نے اس پر فرمایا، میں آپ کو ''زهری عَنْ سالِم عَنْ عبدالله بن عمرؓ'' کی سند سے حدیث سنا رہا ہوں، اور آپ مجھے ''حماد عَنْ ابراهيم... الخ'' کی سند سے حدیث سناتے ہیں (یعنی میرا سلسلہ روایت آپ سے اچھا ہے)۔

امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا:

كان حماد افقه من الزهرى، و كان ابراهيم افقه من سالم، وعلقمة ليس بدون ابن عمر فى الفقه، وان كان لابن عمر صحبته و له فضل صحبة، فالاسود لهٗ فضل، وعبدالله بن مسعود هو عبدالله، وسكت الاوزاعى.[۲]

[۱] سیرۃ البخاری (ص ۵۳)
[۲] جامع المسانید (۲/۳۵۲، ۳۵۳)

امام حمادؒ امام زہریؒ سے زیادہ فقیہ تھے، اور امام ابراہیم نخعیؒ، امام سالمؒ سے بڑے فقیہ تھے، اور حضرت علقمہؒ حضرت ابن عمرؓ سے فقہ میں کم نہیں، اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کو شرف صحابیت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ حضرت اسودؒ بھی صاحب فضیلت ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ امام اوزاعیؒ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

محدث جلیل حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" کے بیان میں امام اعظمؒ اور امام اوزاعیؒ کے درمیان ہونے والے اس مناظرے کو بطور مثال پیش کیا ہے، اور لکھا ہے:

مناظرة ابی حنیفة مع الاوزاعی معروفة رواها الحارثی۔[1]

امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کے درمیان ہونے والا مناظرہ مشہور ہے جس کو امام حارثیؒ نے روایت کیا ہے۔

مُسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے بھی اس مناظرہ کا یہ آخری حصہ نقل کیا ہے۔[2]

اس سند کے علاوہ بھی آپ کی کئی اسانید کو "اَصَحُّ الاَسَانِیْد" اور "سِلْسِلَةُ الذَّهَب" قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) نے چاروں ائمہ کی "اَصَحُّ الاَسَانِیْد" کو ذکر کیا ہے۔ امام صاحبؒ کی "اَصَحُّ الاَسَانِیْد" انہوں نے اس سند کو قرار دیا، جس میں آپ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے، اور حضرت عطاءؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ جبکہ امام مالک کی "اَصَحُّ الاَسَانِیْد" انہوں نے اس سند کو کہا جس میں وہ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کریں۔[3]

گویا امام مالکؒ کی اسانید میں جو حیثیت "مالک عَنْ نافع عَنْ ابن عمرؓ" کی سند کو حاصل ہے وہی حیثیت آپ کی اسانید میں "ابو حنیفة، عَنْ عطاء بن ابی رباح، عَنْ ابن عباسؓ" کی ہے۔ بلکہ امام صاحبؒ کی اس سند کو امام مالکؒ کی مذکورہ سند پر برتری حاصل ہے

۱۔ حاشیۃ ابن قطلو بغا علی شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۰، ۵۱) طبع دارالوطن، الریاض

۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۱۴۴)

۳۔ المیزان الکبری الشعرانیۃ (۱/۶۳)

کیونکہ حضرت عطاءؒ حضرت نافعؒ سے افضل ہیں، جیسا کہ خود امام صاحبؒ نے حضرت عطاءؒ کو اپنے تمام اساتذہ (جن میں امام نافعؒ بھی ہیں) سے افضل قرار دیا ہے۔ اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جیسے محدث نے اس پر آپ کی تائید کی ہے۔[۱] اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا علمی پایہ حضرت ابن عمرؓ سے زیادہ ہے۔

نیز بعض علماء نے آپ کی ''اَصَحُّ الاَسَانِیدُ'' میں اس سند کو بھی شمار کیا ہے، جس میں آپ (بشرط ثبوت) امام مالکؒ سے، امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام عبدالقادر تمیمیؒ نے امام بخاریؒ کے قول کہ ''اَصَحُّ الاَسَانِیدُ'' وہ ہے جس میں مالکؒ نافعؒ سے، اور نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کریں'' پر بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا کہ ''اَجَلُّ الاسانید'' وہ ہے جس میں امام شافعیؒ امام مالکؒ سے، امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کریں۔

حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) نے اس پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اگر ''اَجَلُّ الْاَسَانِید'' کا مدار راوی کی جلالت شان ہے تو پھر ''اَجَلُّ الاسانید'' وہ ہے جس میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ سے، امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، کیونکہ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

اعترض مغلطانی علی التمیمی فی ذکرہ الشافعی بروایۃ ابی حنیفۃ عن مالک، ان نظرنا الی الجلالۃ.[۲]

یعنی امام مغلطائیؒ نے امام تمیمیؒ پر ان کے امام شافعیؒ کو ''اَجَلُّ الاسانید'' میں ذکر کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر ہم راویوں کی جلالت شان پر فیصلہ کریں تو پھر امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ سے زیادہ جلیل القدر ہیں (لہٰذا ''اَجَلُّ الاسانید'' ابو حنیفۃ عَنْ مالک عَنْ نافع عَنْ ابن عمرؓ ہے)۔

قاضی القضاۃ حافظ صالح بن سراج بلقینی شافعیؒ (م ۸۶۶ھ) حافظ مغلطائیؒ کے اس بیان

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۵۲۹) ۲۔ تدریب الراوی (۱/۵۸)

پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب ''محاسن الاصطلاح'' میں لکھتے ہیں:

فاما ابو حنیفة فهو وان روی عن مالک کما ذکره الدارقطنی، لکن لم تشتهر روایته عنه، کاشتهار روایة الشافعی.[۱]

امام ابوحنیفہؒ نے اگرچہ امام مالکؒ سے روایت کی ہے، جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے ذکر کیا ہے، لیکن آپ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا اس طرح مشہور نہیں ہے جس طرح امام شافعیؒ کا ان سے روایت کرنا مشہور ہے۔

حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) ان دونوں (مغلطائیؒ و بلقینیؒ) کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

روایة ابی حنیفة عن مالک فیما ذکره الدارقطنی فی غرائبه، وفی المدبج لیست من روایته عن ابن عمر، والمسألة مفروضة فی ذلک.[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے جو روایت کی ہے، جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے اپنی کتاب ''غرائب مالک'' اور ''مدبج'' میں ذکر کیا ہے، وہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی نہیں ہے، حالانکہ مسئلہ تو حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں پیش ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حافظ مغلطائیؒ کا حافظ تمیمیؒ پر امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے اعتراض کرنا ہی درست نہیں، کیونکہ امام دارقطنیؒ نے جن دو روایتوں کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا ذکر کیا ہے، وہ دونوں روایتیں سرے سے ہی صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ان کی اسناد میں کلام ہے۔[۳]

حافظ صاحبؒ کی یہ عربی عبارت ہم شروع کتاب میں نقل کر آئے ہیں۔

الحاصل، اس ساری تفصیل سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ علم حدیث میں

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً، نیز دیکھئے النکت علی کتاب ابن الصلاح (ص ۵۳) لابن حجرؒ، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت

امام شافعیؒ سے بڑھ کر جلیل القدر ہیں، اور آپ کی سند "اَجَلُّ الاسانید" اور "اَصَحُّ الاسانید" ہے۔ چنانچہ جب حافظ مغلطائیؒ نے آپ کو علم حدیث میں امام شافعیؒ سے زیادہ عظیم القدر کہا اور آپ کی سند (ابو حنیفه عَنْ مالک عَنْ نافع عَنِ ابْنِ عمرؓ) کو اَجَلُّ الْاَسَانِیْد قرار دیا تو حافظ بلقینیؒ، حافظ عراقیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ سیوطیؒ نے حافظ مغلطائیؒ کے جواب میں یہ تو کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا مشہور نہیں، یا آپ نے امام مالکؒ سے جو روایت کی ہے وہ غیر ابن عمرؓ سے ہے، یا آپ کا ان سے روایت کرنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا، لیکن ان میں سے کسی نے (باوجود ان سب کے شافعی المسلک ہونے کے) اس سے انکار نہیں کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان علم حدیث میں امام شافعیؒ سے زیادہ ہے، اور آپ کی سند ان کے مقابلے میں زیادہ "اَجَلُّ الاسانید" ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں باتیں ان حضرات کو بھی تسلیم ہیں۔

آپ کی سند عالی

عُلوِ سند بھی ایک محدث کے لیے قابلِ فخر وصف ہے، کیونکہ آدمی کی سند جتنی عالی ہوگی، اتنا ہی اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے کم ہوں گے اور آپ سے قرب تلمذ میں اضافہ ہوگا اور پھر آپ کے قرب سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملے گا۔

حافظ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) علو سند کی فضیلت میں لکھتے ہیں:

لان قرب الاسناد قرب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والقرب الیہ قرب الی اللّٰہ عزوجل[1]

علو سند سے جو قُرب اسناد حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب مل جاتا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اَجِلّہ محدثین کو ہمیشہ علو سند کا اہتمام رہا اور وہ آخر وقت تک سند عالی کی جستجو میں رہے۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے ان کی مرضِ وفات میں کسی نے پوچھا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ انہوں نے فرمایا:

۱۔ مقدمۃ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۲۵۷)

بیت خال و اسناد عال.[1]

گھر خالی ہو اور سند عالی ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کو چونکہ تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، اس لیے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربتِ تلمذ رکھتے ہیں، اور آپ کی سند تمام ائمہ متبوعین اور مشہور ائمہ حدیث کی اسناد سے زیادہ عالی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) آپ کے خصائص میں رقمطراز ہیں:

فلاینبغی لاحد الاعتراض علیه لکونه من اجل الائمة واقدمهم تدوینا للمذهب واقربهم سند الٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، و مشاهد الفعل اکبر التابعین من الائمة رضی اللّٰه عنهم.[2]

امام ابو حنیفہؒ پر کسی شخص کو اعتراض کرنا زیبا نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ائمہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور آپ ان میں سے سب سے پہلے اپنا (فقہی) مذہب مدوّن کرنے والے ہیں، اور آپ ان میں سند کے اعتبار سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت رکھنے والے ہیں اور آپ اکابر ائمہ تابعین رضی اللہ عنہم کے افعال کا خود مشاہدہ کرنے والے ہیں۔

محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کی کئی اسناد کو عالی قرار دیا ہے۔ مثلاً وہ امام ابو یوسفؒ کے تذکرہ میں "ابو یوسف عَنْ ابی حنیفة عَنْ علقمة بن مرثد عَنْ سلیمان بن بریدہ عَنْ اَبیه" کی سند سے حدیث روایت کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

اسناده متصل عال.[3]

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

اسی طرح انہوں نے امام ابو عبدالرحمٰن بن یزید المقرئیؒ کے تذکرہ میں "ابو عبدالرحمٰن المقرئی عَنْ ابی حنیفة، عَنْ عطاء، عَنْ جابر" کی سند کو بھی عالی قرار دیا ہے۔[4]

امام شمس الدین یوسف بن خلیل الادمی الحنبلیؒ (م ۶۴۸ھ) نے آپ کی عالی السند

۱۔ فتح المغیث (۱۲/۳) للسخاویؒ
۲۔ المیزان الکبریٰ (۱/۸۹)
۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۵)
۴۔ سیر اعلام النبلاء، (ت ۱۵۶۷)

احادیث پر مستقل ایک کتاب ''عوالیّ الامام ابی حنیفة'' کے نام سے لکھی ہے۔اس کتاب کا تعارف ہم آگے کتاب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

متقدمین میں اسناد عالی کی اقسام

متقدمین ائمہ حدیث کی روایات میں اِسنادِ عالی کی عموماً چار اقسام پائی جاتی ہیں:

۱۔ وحدانیات: وہ روایات جن کی سند میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک واسطہ ہو۔ مثلاً کوئی تابعی کسی صحابی سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

۲۔ ثنائیات: وہ روایات جن کی سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دو واسطے ہوں۔ مثلاً تبع تابعین میں سے کوئی شخص کسی تابعی سے، تابعی صحابیؓ سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

۳۔ ثلاثیات: وہ روایات جن کی سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تین واسطے ہوں۔ مثلاً کوئی شخص تبع تابعی سے، وہ تابعی سے، وہ صحابی سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

۴۔ رباعیات: وہ روایات جن کی سند میں چار واسطے ہوں۔ مثلاً کوئی شخص اپنے استاذ سے، وہ تبع تابعی سے، وہ تابعی سے، وہ صحابی سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

اربابِ صحاحِ ستہ میں سے چار ائمہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ)، امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ)، امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اور امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) کی احادیث میں سب سے عالی روایات ثلاثیات ہیں، جبکہ امام مسلم (م ۲۶۱ھ) اور امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) کی احادیث میں کوئی ثلاثی روایات نہیں ہیں، کیونکہ ان کی اتباع تابعین میں سے کسی شخص سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اس لیے ان کی سب سے عالی روایات رباعیات ہیں۔

ائمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کی احادیث میں بھی سب سے عالی روایات ثلاثیات ہیں۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) چونکہ تبع تابعین میں سے ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائی روایات ہیں۔ لیکن ان سب میں امام اعظم

ابوحنیفہؒ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کی سند ان سب سے عالی ہے اور آپ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیک واسطہ تلمذ رکھنے کا شرف حاصل ہے۔ یعنی آپ کی سب سے عالی روایات وُحدانیات ہیں۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ان ائمہ کی اسناد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما الثلاثیات ففی مسند امامنا الشافعی وغیرہ من حدیثہ منھا جملة، وکذا الکثیر فی مسند الامام احمد، ومانیف عن عشرین حدیثا فی صحیح البخاری، و حدیث واحد عند کل من ابی داؤد والترمذی، وخمسة احادیث فی ابن ماجه، لکن من طریق بعض المتھمین، وفی معاجم الطبرانی منھا الیسیر، والثنائیات فی مؤطا مالک والوحدان فی حدیث الامام ابی حنیفة لکن بسند غیر مقبول۔[1]

ہمارے امام شافعیؒ کی ''مسند'' اور ان کی دیگر احادیث میں بعض ثلاثی روایات پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ کی ''مسند'' میں بھی بکثرت ثلاثیات ہیں۔ ''صحیح بخاری'' میں بیس سے زائد (یعنی بائیس۔ناقل) ثلاثیات ہیں۔ ''سنن ابی داوٗد'' اور ''سنن ترمذی'' میں ایک ایک ثلاثی روایت ہے۔ ''سنن ابن ماجہ'' میں پانچ ثلاثیات ہیں، لیکن ان کے راوی (جھوٹ سے) مُتّھَم ہیں۔ امام طبرانیؒ کی معاجم ثلاثہ میں بھی کچھ ثلاثیات ہیں۔ امام مالکؒ کی مؤطا میں ثنائیات پائی جاتی ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں وُحدانیات بھی ہیں، لیکن یہ غیر مقبول اسناد سے مروی ہیں۔

حافظ سخاویؒ نے اگرچہ امام صاحبؒ کی وحدانی روایات کی اسناد کو غیر مقبول قرار دیا ہے لیکن امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں بحوالہ گزر چکا ہے کہ کئی اَجِلّہ محدثین، مثلاً امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، حافظ ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف حلیة الاولیاء، علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے اقرار

[1] فتح المغیث شرح الفیة الحدیث (۱۴/۳)

کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے بعض صحابہؓ سے سماع حدیث کیا ہے۔ لہٰذا ان ائمہ متقدمین کے مقابلے میں حافظ سخاویؒ وغیرہ جیسے متاخرین علماء کا ان روایات کی اسناد پر جرح مبہم کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

آپ کی وحدانی روایات

آپ کی مسانید میں کئی ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن کی اسناد میں آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔

بعض محدثین نے تو آپ کی ایسی وحدانی روایات پر مستقل جزء تصنیف کیے ہیں، جن میں امام ابو حامد محمد بن ہارون حضرمیؒ، امام ابو الحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نہفقیؒ، امام ابو معشر عبد الکریم طبری المقریؒ اور امام ابو بکر عبد الرحمٰن محمد بن احمد سرخسیؒ کے اجزاء زیادہ مشہور ہیں۔

اوّل الذکر تین اجزاء کی روایات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں سے ہیں۔[1] اسی طرح یہ تینوں اجزاء ''الفہرست الاوسط'' میں حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے بھی ہیں، جبکہ آخر الذکر جزء کی روایات ''الانتصار والترجیح'' میں امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) کی مرویات میں سے ہیں۔[2]

امام ابو الحسن نہفقیؒ کے جزء کو امام ابو المؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے ''جامع المسانید'' میں، امام ابو معشر طبریؒ کے جزء کو امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ''تبییض الصحیفۃ'' میں، اور ان کے شاگرد حافظ صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے ''عقود الجمان'' میں، اور امام ابو بکر سرخسیؒ کے جزء کو امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے ''مناقب ابی حنیفۃ'' میں ذکر کیا ہے۔[3]

علاوہ ازیں امام ابو المکارم عبد اللہ بن حسین نیشاپوریؒ نے امام اعظمؒ کی ایسی سات وحدانی احادیث پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے جو آپ نے سات صحابہؓ سے براہِ راست روایت کی ہیں۔ اس جزء کا نام ''اَلْاَحَادِیْثُ السَّبْعَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ الَّذِیْنَ رَوٰی عَنْھُمُ الْاِمَامُ

۱۔ المعجم المفہرس (ص ۲۷۲) للحافظ ابن حجرؒ؛ تانیب الخطیب (ص ۱۹) للامام الکوثریؒ

۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۹) للامام زاہد الکوثریؒ

۳۔ دیکھئے: بالترتیب جامع المسانید (۱/ ۲۳ - ۲۵)؛ تبییض الصحیفۃ (ص ۲۶ - ۳۲)؛ عقود الجمان (ص ۵۴ - ۶۱)؛ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۲ - ۳۴) للمکی

اَبُوْحَنِیْفَۃَ" ہے۔ یہ جزء مطبوعہ ہے۔

اسی طرح امام محمد بن عبدالملک ابوعبداللہ قزوینیؒ جو فقیہ، شاعر، ادیب اور فاضل تھے، نے بھی امام اعظمؒ کی تین وحدانی احادیث جو آپ نے حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے روایت کی ہیں، پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے۔ اس جزء کو امام عبدالکریم رافعی قزوینیؒ (م ۶۲۳ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں نقل کر دیا ہے۔[1]

محدثین کا امام عالی شانؒ کی وحدانی احادیث سے یہ اس قدر اعتناء ان کے صحیح اور مقبول ہونے کی بین دلیل ہے۔

ترجمہ جزء ابی معشر مع تبصرہ امام سیوطیؒ

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے امام صاحبؒ کی وحدانیات پر مشتمل امام ابومعشر طبریؒ (م ۴۷۸ھ) کا جو جزء نقل کیا ہے اور اس کی احادیث پر جو تبصرہ کیا ہے، قارئین کے افادہ کے لیے اس کو مع ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

قال ابومعشر فی جزئہ: انا ابوعبداللّٰہ الحسین بن محمد بن منصور الفقیہ الواعظ، ثنا ابو ابراھیم احمد بن الحسن القاضی ثنا ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان الحنفی، ثنا ابوسعد اسماعیل بن علی السمان، ثنا ابوالحسین بن احمد بن محمد بن محمود البزار، ثنا ابوسعید الحسین بن احمد بن محمد بن المبارک، ثنا ابوالعباس احمد بن الصلت بن المغلس الحمانی، ثنا بشر بن ولید القاضی، عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ سمعت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ یقول: سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم.
وبہٖ عن انس سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: الدال علی الخیر کفاعلہٖ. وبہٖ عن انس رضی اللّٰہ عنہ سمعت

[1] التدوین فی اخبار قزوین (۱/ ۴۳۷، ۴۳۸)

رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: اِنَّ اللّٰہ یحب اغاثۃ اللهفان.

اقول احمد بن المغلس مجروح.

والحدیث الاول متنہ مشهور، وقد قال النووی فی فتاواہ هو حدیث ضعیف وان کان معناہ صحیحا. وقال الحافظ جمال الدین المزی: روی من طریق یبلغ رتبۃ الحسن.

قلت: وعندی انہ بلغ رتبۃ الصحیح، لانی وقفت لہ علیٰ نحو خمسین طریقا وقد جمعتها فی جزء.

والحدیث الثانی متنہ صحیح، ورد من روایۃ جمع من الصحابۃ، واصلہ فی صحیح مسلم من حدیث ابی مسعود بلفظ: من دل علیٰ خیر فلہ مثل اجر فاعلہ.

والحدیث الثالث متنہ صحیح ورد من روایۃ جمع من الصحابۃ، وصححہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ من حدیث بریدۃ رضی اللّٰہ عنہ.

ثم قال ابومعشر: انا ابوعبداللّٰہ، حدثنا ابراهیم، حدثنا ابوبکر الحنفی، حدثنا ابوسعید الحسین بن احمد، ثنا علی بن احمد بن الحسین البصری، ثنا احمد بن عبداللّٰہ بن حرام، ثنا مظفر بن المنهال، ثنا موسیٰ بن عیسیٰ بن المنذر الحمصی، ثنا ابی، ثنا اسماعیل بن عیاش عن ابی حنیفۃ عن واثلۃ بن الاسقع ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: دع مایریبک الیٰ مالا یریبک.

وبہٖ عن واثلۃ عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: لاتظهر الشماتۃ لاخیک فیعافیہ اللّٰہ ویبتلیک.

اقول: الحدیث الاوّل متنہ صحیح ورد من روایۃ جمع من الصحابۃ، وقد صححہ الترمذی وابن حبان والحاکم والضیاء من

حدیث الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہما.

والحدیث الثانی اخرجه الترمذی من وجه آخر عن واثلة وحسنه، وله شاهد من حدیث ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما.

ثم قال ابومعشر: اخبرنا ابویوسف عبداللّٰہ، حدثنا ابو ابراهیم، حدثنا ابوبکر الحنفی، حدثنا ابوسعید السمان، حدثنا ابوعلی الحسن بن علی بن محمد بن اسحاق الیمانی، حدثنا ابوالحسن علی بن بابویه الاسواری، حدثنا ابوداؤد الطیالسی، عن ابی حنیفة قال: ولدت سنة ثمانین وقدم عبداللّٰہ من انیس الکوفة سنة اربع و تسعین ورأیتهٗ وسمعت منه وانا ابن اربع عشرة سنة، سمعته یقول. قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: حبک الشئی یعمی و یصم. اقول: هذا الحدیث رواه ابوداؤد فی سننه من حدیث ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنه.

واصعب ماهنا ان یقال: ان عبداللّٰہ بن انیس الجهنی الصحابی المشهور مات سنة اربع و خمسین، وذلک قبل مولد ابی حنیفة بدهر.

والجواب: ان الصحابة المسمّین عبداللّٰہ بن انیس خمسة، فلعل الذی روی عنه ابوحنیفة واحد آخر منهم غیر الجهنی المشهور.

ثم قال ابومعشر: اخبرنا ابوعبداللّٰہ، حدثنا ابوابراهیم انا ابوبکر الحنفی، حدثنا ابوسعد السمان، ثنا محمد بن موسیٰ ثنا محمد بن عیاش الجلودی، عن النمام یحییٰ بن القاسم عن ابی حنیفة سمعت عبداللّٰہ بن ابی اوفی یقول: سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یقول: من بنی للّٰہ مسجدًا ولو کمفحص قطاة بنی اللّٰہ له بیتا فی الجنة.

قول: هذا الحدیث متنه صحیح بل متواتر.

وبہ الی ابی سعد السمان ثنا ابومحمد عبداللہ بن کثیر الرازی ثنا عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا یحیٰی بن معین عن ابی حنیفۃ انہ سمع عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنھا تقول قال: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا آکلہ ولا احرمہ.

اقول ھذا الحدیث متنہ صحیح، اخرجہ ابوداؤد من حدیث سلمان، وصحح الضیاء فی المختارۃ.[۱]

حدیث نمبر۱

ترجمہ: امام ابومعشر طبریؒ اپنے ''جزء'' میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوعبداللہ حسین بن محمد بن منصور فقیہؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوابراہیم احمد بن حسن قاضیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان حنفیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن علی سمانؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوالحسین بن احمد بن محمد بن محمود البزازؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوسعید احمد بن محمد بن مبارکؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوالعباس احمد بن صلت بن مغلس حمانیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بشر بن ولید قاضیؒ نے بیان کیا، وہ امام ابویوسفؒ سے، وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حدیث نمبر۲

اسی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیکی کی طرف بلانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

حدیث نمبر۳

اسی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فریادخواہ کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

۱۔ تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۶-۳۲)

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ سند میں ایک راوی احمد بن مغلسؒ[1] مجروح ہے۔

حدیث اوّل کا متن مشہور ہے اور امام نوویؒ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگرچہ اس کا معنیٰ صحیح ہے۔ حافظ جمال الدین مزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کئی طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے مرتبہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرتبہ صحیح کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ میں اس کے پچاس طرق پر مطلع ہوا ہوں، جن کو میں نے ایک جزء میں جمع کر دیا ہے۔

۱۔ اس کا پورا نام ابوالعباس احمد بن محمد بن مغلس الحمانی ہے۔ یہ امام ابن ماجہؒ کے شیخ امام جبارہ بن مغلسؒ کا بھتیجا ہے۔ اگرچہ کئی علماء نے اس پر جرح کی ہے لیکن اس کے اپنے معاصر محدث امام ابن ابی خیثمہؒ اس کی توثیق کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا: اکتب عن هذا الشیخ یا بنی، فانه کان یکتب معنا فی المجلس منذ سبعین سنة. تانیب الخطیب (ص ۱۶۷) بیٹا! اس شیخ (احمد بن مغلس) سے احادیث لکھا کرو، کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستر سال سے احادیث لکھ رہا ہے۔

محدث ناقد علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں، احمد بن مغلسؒ کی سند عالی تھی اور اس کے شیوخ بھی کثرت سے تھے، اور اس سے اس قدر لوگوں نے علم حاصل کیا جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے کئی جلیل القدر ائمہ بھی ہیں۔ لیکن اس شخص کا قصور اتنا ہے کہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے جس کی وجہ سے امام صاحبؒ کے مخالفین اس کی مخالفت اور اس کی روایات کو ساقط کرنے کے درپے ہو گئے۔ (ایضاً ص ۱۶۸،۱۶۷)

نیز امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ سے ملاقات کرنا ثابت ہے، جیسا کہ امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) وغیرہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ اسی طرح امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) وغیرہ محدثین گزر چکا ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ سے متعدد بار ملاقات کی تھی اور حضرت انسؓ کی جب (۹۳ھ یا ۹۲ھ میں) وفات ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر تیرہ یا بارہ سال تھی۔ تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ تیرہ یا بارہ سال کا نوجوان ایک صحابی سے بار بار ملاقات کر رہا ہے لیکن اس سے وہ احادیث سننے سے محروم رہا، حالانکہ امام مسلمؒ کے نزدیک اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے لفظ عَنْ سے روایت کرے تو وہ روایت سماع پر محمول ہو گی اور متصل شمار ہو گی۔ اور امام بخاریؒ کے نزدیک معاصرین کے درمیان اگر ایک دفعہ بھی ملاقات ہونا ثابت ہو جائے تو یہ اس روایت کے سماع اور اتصال پر محمول ہونے کے لیے کافی ہے۔ غرض ان دونوں صورتوں میں امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ سے سماع حدیث ممکن ہے۔

اور دوسری حدیث کا متن صحیح ہے اور یہ حدیث کئی صحابہ سے مروی ہے، اس حدیث کی اصل صحیح مسلم کی حدیث ہے، جو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ، جو شخص خیر کی طرف بلاتا ہے اُس کے لیے خیر کرنے والے کی طرح اجر ہے۔

تیسری حدیث کا متن بھی صحیح ہے اور یہ بھی کئی صحابہؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث کو، جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام ضیاء مقدسیؒ نے مختارہ میں صحیح کہا ہے۔

حدیث نمبر۴

پھر امام ابو معشر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبد اللہؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابراہیمؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر حنفیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعید حسین بن احمدؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے علی بن احمد بن حسین بصریؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عبد اللہ بن حرامؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مظفر بن منہلؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن عیسیٰ بن منذر خمصیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے والد عیسیٰ بن منذرؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن عیاشؒ نے بیان کیا، وہ امام ابو حنیفہؒ سے، وہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو چیز تم کو شک میں ڈالے اُس کو چھوڑ کر وہ چیز اپنا لو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

حدیث نمبر۵

اسی مذکورہ سند کے ساتھ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت دے دے اور تم کو اس میں مبتلا کر دے۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ پہلی حدیث کا متن صحیح ہے جو کہ کئی صحابہؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث کی روایت، جو حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے طریق سے ہے، کو امام ترمذیؒ، امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ضیاء مقدسیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔

اور دوسری حدیث کی امام ترمذیؒ نے تخریج کی ہے، جو ایک دوسرے طریق سے حضرت واثلہؓ سے مروی ہے، اور اس حدیث کو انہوں نے حسن کہا ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

کی حدیث بھی اس کے لیے شاہد ہے۔

حدیث نمبر ۶

پھر امام ابو معشر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو یوسف عبداللہؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیمؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعد سمانؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو علی حسن بن علی بن محمد بن اسحاق یمانیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الحسن علی بن بابویہ اسواریؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام ابو داؤد طیالسیؒ نے بیان کیا، وہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۴ھ میں جب میری عمر چودہ سال تھی، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو میں نے ان کی زیارت کی اور اُن کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہارا کسی چیز سے (بہت زیادہ) محبت کرنا تم کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں بروایت حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

یہاں ایک اشکال ہے، وہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ، جو مشہور صحابی ہیں، ۵۴ھ میں امام ابو حنیفہؒ کی ولادت سے بہت پہلے وفات پا گئے تھے (تو پھر امام صاحبؒ نے ان سے یہ حدیث کیسے سن لی؟)

اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن انیس نام کے پانچ صحابی ہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ان میں سے جس عبداللہ بن انیس نامی صحابی سے حدیث سنی ہے، وہ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی مشہور صحابی کے علاوہ کوئی دوسرے عبداللہ بن انیس ہوں۔

حدیث نمبر ۷

پھر امام ابو معشر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبداللہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیمؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعد سمانؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن موسیٰؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عیاش جلودیؒ نے بیان کیا، وہ نمنامؒ سے، وہ یحییٰ بن قاسمؒ سے، وہ امام ابو حنیفہؒ سے

روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ[1] کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی، اگرچہ وہ قطات پرندہ کے گھونسلا کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

حدیث نمبر ۸

(امام ابومعشر طبری فرماتے ہیں کہ) ابوسعد سمانؒ تک سند وہی ہے جو ابھی گزری ہے۔ آگے ابوسعد سمانؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابومحمد عبداللہ بن کثیر رازیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام عباس بن محمد دوریؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام یحییٰ بن معینؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[2] سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱۔ حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) تلمیذ سیوطیؒ لکھتے ہیں، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنهما مات سنة سبع و ثمانين او خمس و ثمانين، فلعل الامام سمع منه وعمره سبع سنين او خمس سنين. عقود الجمان (ص ۵۹) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما ۸۷ھ یا ۸۵ھ میں (بمقام کوفہ) فوت ہوئے، لہٰذا ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان سے جب حدیث سنی تھی اس وقت آپ کی عمر سات یا پانچ سال ہو۔

۲۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کے صحابی ہونے پر بھی بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ یہ صحابیہ نہیں ہیں، بلکہ مجہول راویوں میں شمار ہوتی ہیں۔ لیکن اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ امام صاحبؒ کے اساتذہ کے تعارف میں امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) وغیرہ ائمہ حدیث کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صرف ثقہ راویوں سے حدیث لیتے ہیں، اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ مجہول کی روایت آپ کے ہاں مقبول نہیں ہے، تو پھر جب آپ نے عائشہ بنت عجردؓ سے روایت لی ہے اور ان کی حدیث کو قبول کیا ہے تو پھر یہ مجہولہ کیسے ہیں؟

نیز امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں گزر چکا ہے کہ اس مذکورہ حدیث کی بعض روایات میں حضرت عائشہ بنت عجردؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تصریح کی ہے۔ اب اس کے بعد ان کے صحابیہ ہونے میں کیا تردد رہ جاتا ہے، کیونکہ یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ اگر خیر القرون کا کوئی ثقہ شخص جس کا صحابی ہونا ممکن ہو، وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تصریح کر دے تو ایسے شخص کے صحابی ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ:

زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈیوں کا ہے۔ نہ میں ان کو کھاتا ہوں اور نہ ان کو حرام قرار دیتا ہوں۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کا متن صحیح ہے، امام ابوداؤدؒ نے بروایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کی تخریج کی ہے اور امام ضیاء مقدسیؒ نے ''مختارہ'' میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

آپ کی ثنائیات

آپ کی روایات میں ''وحدانیات'' کے بعد ''ثنائیات'' کا درجہ ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو واسطوں (تابعین اور صحابہ) سے روایت کیا ہے۔ آپ کی مرویات میں اس قسم کی احادیث بکثرت ہیں۔

ذیل میں بطور نمونہ آپ کی تصنیف لطیف ''کتاب الآثار'' بروایت امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے آپ کی ثنائی روایات کی صرف اسناد ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ ابوحنیفة قال: حدثنا عبدالرحمٰن بن زاذان، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه، عن النبی صلّی اللہ علیه وسلّم...[۱]

۲۔ ابوحنیفة قال: حدثنا عبداللّٰہ بن ابی حبیبة، قال سمعت اباالدرداء رضی اللّٰہ عنه، صاحب رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم یقول: قال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم...[۲]

۳۔ ابوحنیفة قال: حدثنا عطاء بن ابی رباح عن عبداللّٰہ بن ابی رواحة رضی اللہ عنه، عن النبی صلّی اللہ علیه وسلّم...[۳]

۴۔ ابوحنیفة: عن عطیة العوفی، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه، عن النبی صلّی اللہ علیه وسلّم...[۴]

۱۔ کتاب الآثار (ص ۱۹، حدیث نمبر ۱۷) طبع ادارۃ الحدیث، ملتان پاکستان

۲۔ ایضاً (ص ۱۰۳، حدیث نمبر ۳۸۲)

۳۔ ایضاً (ص ۱۰۰، حدیث نمبر ۳۷۳)

۴۔ ایضاً (ص ۱۰۲، حدیث ۳۷۸)

۵۔ ابوحنیفة: عن شداد بن عبدالرحمٰن، عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۱]

۶۔ ابوحنیفة قال: حدثنا ابوالزبیر، عن جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله عنه، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۲]

۷۔ ابوحنیفة قال: حدثنا نافع، عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: نهٰی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۳]

۸۔ ابوحنیفة: عن ابی الزبیر، عن جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله عنه، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۴]

۹۔ ابوحنفیة قال: حدثنا عطیة العوفی، عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۵]

۱۰۔ ابوحنیفة: عن عاصم بن کلیب، عن رجل من اصحاب النبی صلّی الله علیه وسلّم، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۶]

۱۱۔ ابوحنیفة قال: حدثنا عطاء بن ابی رباح، عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۷]

۱۲۔ ابوحنیفة: عن عون بن عبدالله، عن رجل من اصحاب النبی صلّی الله علیه وسلّم، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۸]

۱۳۔ ابوحنفیة: عن محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارة، عن ابی امامة، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم۔۔۔[۹]

۱۴۔ ابوحنیفة: عن عطاء بن ابی رباح، عن الفضل بن العباس رضی الله

۱۔ ایضاً (ص ۱۰۴، حدیث نمبر ۳۸۳)
۲۔ ایضاً (ص ۱۰۴، حدیث نمبر ۳۸۵)
۳۔ ایضاً (ص ۱۱۷، حدیث نمبر ۴۳۳)
۴۔ ایضاً (ص ۱۸۰، حدیث نمبر ۷۴۳)
۵۔ ایضاً (ص ۱۸۶، حدیث نمبر ۷۶۰)
۶۔ ایضاً (ص ۲۰۹، حدیث نمبر ۸۸۳)
۷۔ ایضاً (ص ۲۱۳، حدیث نمبر ۹۰۷)
۸۔ ایضاً
۹۔ ایضاً

عنهما، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم...[1]

۱۵۔ ابوحنیفة: عن مسلم الاعور، عن انس بن مالک رضی الله عنه، عن النبی صلّی الله علیه وسلّم...[2]

۱۶۔ ابوحنیفة: عن محمد بن قیس، عن ابی عامر الثقفی انه کان یهدی للنبی صلّی الله علیه وسلّم...[3]

آپ کی ثلاثیات

آپ کی احادیث میں ثنائیات کے بعد ثلاثیات کا درجہ ہے۔ یعنی وہ احادیث جن کو آپ نے تین واسطوں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کیا ہے۔ ایسی احادیث بھی آپ کی مرویات میں بیشمار ہیں۔ ”کتاب الآثار“ بروایت امام محمدؒ میں بھی بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں۔[4]

الغرض، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ کی احادیث میں جو سب سے عالی روایات ہیں، وہ امام اعظمؒ کی احادیث میں تیسرے درجہ کی روایات ہیں۔ اس سے آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی علوِ سند کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً　　　　۳۔ ایضاً

۴۔ مثلاً دیکھئے: کتاب الآثار حدیث نمبر ۴، ۸، ۴۱، ۷۱، ۷۸، ۸۱، ۸۶، ۳۲۴، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۷۴، ۴۵۰، ۴۵۲، ۴۵۶، ۶۵۲، ۷۰۲، ۷۱۹، ۷۳۰، ۷۵۰

امام اعظمؒ کی حدیث میں تصانیف

احادیث کو فقہی ترتیب دینے کا سہرا آپ کے سر ہے۔

تدوین حدیث کا سلسلہ اگرچہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۲ھ) کے دور سے شروع ہو گیا تھا، اور ان کے حکم سے امام شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ) وغیرہ محدثین نے حدیث کے کئی مجموعے تیار کر لیے تھے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اس سلسلہ میں جو عظیم اور مہتم بالشان اضافہ کیا، وہ احادیث کی فقہی ترتیب پر تدوین ہے۔

آپ سے پہلے جتنے لوگوں نے بھی احادیث کی کتابیں لکھی ہیں، ان کی ترتیب فقہی نہیں تھی، بلکہ ان میں بلاترتیب حدیثیں جمع تھیں۔ اس طرح آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ احادیث کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع فرمایا اور ابواب فقہ پر اُن کو ترتیب دیا۔ پھر آپ کے بعد جن لوگوں نے بھی اس ترتیب سے کتبِ حدیث تالیف کیں، انہوں نے ترتیب حدیث میں آپ کی ہی پیروی کی ہے، حتیٰ کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''مؤطا'' میں احادیث کی جو ترتیب قائم کی ہے، اس میں وہ بھی امام اعظمؒ کے نقشِ قدم پر چلے ہیں۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) اور امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

> من مناقبه وفضائله التی لم یشار که فیها من بعده انه اوّل من دوّن علم الشریعة ورتبه ابوابا، ثم تابعه مالک بن انس رضی الله عنه فی ترتیب المؤطا، ولم یسبق اباحنیفة احد۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے وہ مناقب اور فضائل جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے علم شریعت (احادیث) کو

[1] جامع المسانید (۱/۳۴)؛ تبییض الصحیفة (ص ۱۲۹)

مدوّن کیا، اور اس کو (فقہی) ابواب پر ترتیب دیا۔ پھر امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے ''موطا'' کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی ہے، اور اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے بھی تقریباً یہی مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

آپ کی تصانیف حدیث

شروع کتاب میں گزر چکا ہے کہ امام اعظمؒ ''صاحب التصانیف'' بھی ہیں اور مختلف موضوعات پر آپ نے کئی کتابیں بطور علمی یادگار چھوڑی ہیں۔ حدیث میں آپ سے دو طرح کی کتابیں نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ احادیث کا وہ مجموعہ جس کو خود آپ نے فقہی ابواب پر ترتیب دیا تھا اور اپنے متعدد تلامذہ کو اس کی املاء بھی کرائی تھی، اس مجموعہ کا نام ''کتاب الآثار'' ہے، اور قبل ازیں امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین کے بیانات میں جو گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ہی سب سے پہلے احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کیا، اس سے ان کی مراد یہی ''کتاب الآثار'' ہے۔

۲۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کے وہ مجموعے جن کو اگرچہ آپ نے خود تالیف نہیں کیا، لیکن آپ کی روایت کردہ احادیث کو آپ کے تلامذہ یا دیگر محدثین نے کتابی صورت میں جمع کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مجموعہ کو ''مسند ابی حنیفہ'' کہا جاتا ہے۔

علامہ محمد بن جعفر الکتانیؒ (م ۱۳۴۵ھ) ''مسانید ابی حنیفہ'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

كلها تنسب اليه لكونها من حديثه وان لم تكن من تاليفه.[2]

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۸۴)؛ الخیرات الحسان (ص ۱۸۴)

۲۔ الرسالۃ المستطرفۃ (ص ۲۱) للکتانی طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

یہ تمام مسانید امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہیں، کیونکہ یہ آپ کی احادیث پر مشتمل ہیں، اگرچہ یہ آپ کی اپنی تالیفات نہیں ہیں۔

ذیل میں ان دونوں (کتاب الآثار و مسانید ابی حنیفہ) کا تفصیلی تعارف ملاحظہ کریں۔

(ا) آپ کی تصنیف ''کتاب الآثار'' کا تعارف

احادیث صحیحہ کا وہ مجموعہ جو سب سے پہلے فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا، اس کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے مصنف مجتہد عظیم، حافظ الحدیث، استاذ المحدثین والفقہاء، سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ایک راوی ''عبدالاعلیٰ التیمی''، جن کو حافظ ابوعبداللہ الحسینیؒ نے مجہول قرار دیا، کے بارے میں لکھتے ہیں:

بل هو معروف روى عنه ابو حنيفة في الآثار و مسعر.[1]

بلکہ یہ ایک معروف راوی ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے ''کتاب الآثار'' میں اور امام مسعرؒ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ملک العلماء امام علاء الدین کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) بھی ''کتاب الآثار'' کو امام اعظمؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اس کو ''آثار ابی حنیفۃ'' سے موسوم کرتے ہیں۔[2]

امام صاحبؒ نے اپنی اس تصنیف لطیف کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھا تھا۔ جیسا کہ امام صاحبؒ کے کثیر الحدیث ہونے کے بیان میں بحوالہ امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) گزرا ہے۔

اس کتاب کا موضوع چونکہ احکام فقہ ہیں، اس لیے اس میں صرف وہی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔ دیگر موضوعات کی احادیث، جو صحیحین اور ''جامع الترمذی'' وغیرہ

[1] تعجیل المنفعۃ (ص ۲۷۸)

[2] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (۱/۳۲۰)، بحوالہ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۷۶)

کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، وہ اس کتاب میں نظر نہیں آئیں گی، کیونکہ ان کا تعلق احکام سے نہیں ہیں۔ اس لیے محدثین کی اصطلاح میں اس کو کتب سنن میں داخل کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے اس کو اسی نام سے موسوم کیا ہے۔ **کما سیاتی تفصیلہ.**

کتاب الآثار کی خصوصیات

کتاب الآثار کو کئی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کتب حدیث میں کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ ذیل میں اس کی چند خصوصیات ملاحظہ کریں۔

(۱) امت مسلمہ کے ہاتھوں میں حدیث کی جو سب سے قدیم کتاب ہے وہ یہی ''کتاب الآثار'' ہے۔ اس سے پہلے حدیث کی جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، وہ آج سب نایاب ہیں۔ بعض علماء نے اگرچہ ''مؤطا امام مالک'' کو سب سے قدیم کتاب قرار دیا ہے، لیکن یہ بات خلافِ حقیقت ہے کیونکہ مؤطا بھی ''کتاب الآثار'' کے بعد لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین کے حوالہ سے گزرا ہے کہ امام مالکؒ نے ''مؤطا'' کی ترتیب ابواب میں امام ابوحنیفہ کی پیروی کی ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ امام صاحبؒ کی ''کتاب الآثار'' ''مؤطا'' کی تصنیف سے پہلے منظرِ عام پر آچکی تھی۔ بلکہ ''مؤطا'' امام صاحبؒ کی وفات کے کئی برس بعد تصنیف ہوئی۔ کیونکہ امام مالکؒ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کی فرمائش پر ''مؤطا'' کی تصنیف شروع کی تھی، لیکن ابھی یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ منصور کا انتقال ہوگیا۔

امام قاضی ابن فرحون مالکیؒ (م ۷۹۹ھ) ''مؤطا'' کی وجہِ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> روی ابو مصعب ان ابا جعفر المنصور قال لمالک: ضع للناس کتابًا احملهم علیه، فکلّمه مالک فی ذلک، فقال: ضعه فما احد الیوم أعلم منک، فوضع الموطأ، فلم یفرغ منه حتی مات ابو جعفر.[۱]

امام ابومصعبؒ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے امام مالکؒ سے کہا کہ آپ ایک کتاب لکھیں جس پر میں سب لوگوں کو جمع کردوں۔ امام مالکؒ نے اس بابت

۱۔ الدیباج المذہب (ص ۲۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اس سے کچھ عذر کیا تو اس نے آپ سے کہا، آپ کتاب لکھیں، اس لیے کہ آپ سے بڑا آج کوئی عالم نہیں ہے۔ آخر امام صاحبؒ نے "مؤطا" کی تصنیف شروع کی، لیکن ابھی آپ نے کتاب مکمل نہیں کی تھی کہ منصور کا انتقال ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے خلیفہ منصور کی فرمائش پر "مؤطا" کی تصنیف شروع کی تھی اور اس کی وفات کے بعد اس کو مکمل کیا۔ اور خلیفہ منصور نے ۱۵۸ھ میں انتقال کیا۔[1]

گویا یہ کتاب امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی وفات سے کم از کم آٹھ سال بعد معرضِ وجود میں آئی۔ نیز "کتاب الآثار" کو "مؤطا" پر اس لیے بھی تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ "کتاب الآثار" کو امام ابو حنیفہؒ سے آپ کے جن تلامذہ نے روایت کیا ہے اُن میں سے ایک امام زفر بن ہذیلؒ بھی ہیں، جو "مؤطا" کی تکمیل سے پہلے ۱۵۸ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ تو اب یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ مؤطا کتاب الآثار سے پہلے لکھی گئی ہے؟

(۲) یہ کتاب حدیث کی پہلی وہ کتاب ہے جس کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا ہے، جیسا کہ ماقبل گزرا ہے۔

(۳) اس کتاب میں صرف ان ہی احادیث کو نقل کیا گیا ہے جو کہ صحیح ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں۔ چنانچہ امام سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین کے بیانات گزر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ صرف وہی احادیث قبول کرتے تھے جو صحیح ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعے ان کی اشاعت ہو چکی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" میں بھی انتخابِ حدیث میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے، اور اسی وجہ سے بڑے بڑے محدثین نے آپ کی اس تصنیف کی زبردست تعریف کی ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام صاحبؒ کی مدح میں ایک نظم کہی تھی، جس کے دو اشعار یہ ہیں:

روی آثاره فاجاب فیها

کطیران الصقور من المنیفه

امام ابو حنیفہؒ نے "آثار" کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی جیسے بلند پرواز پرندے

---

[1] العبر (۱/۱۷۵) للذہبیؒ

بلندی سے پرواز کرتے ہیں۔

ولم یکن بالعراق لہٗ نظیر
ولا بالمشرقین ولا بکوفۃ[1]

نہ عراق میں آپ کی کوئی نظیر (مثال) ہے، نہ مشرق ومغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

امام ابومقاتل حفص بن سلم سمرقندیؒ (م ۲۰۸ھ)، جو کہ بقول امام مؤفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) ''امام اہل سمرقند''[2] اور بقول امام ابویعلی خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ): سچائی اور علم کے ساتھ مشہور تھے۔[3] اپنی نظم میں ''کتاب الآثار'' کی بابت فرماتے ہیں:

روی الآثار عن نبل ثقات
غزاز العلم مشیخۃ حصیفہ[4]

امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کو معزز ثقات سے روایت کیا ہے، جو کہ وسیع علم اور عمدہ رائے والے تھے۔

عصرِ حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں:

کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ ''مؤطا'' کی روایات سے قوت وصحت میں کم نہیں۔ ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے۔ اور جس طرح مؤطا کے مراسیل کے مؤید موجود ہیں، اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لیے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی اور حافظ سیوطی کے نزدیک مؤطا صحیح قرار پاتی ہے، ٹھیک اسی معیار پر ''کتاب الآثار'' صحیح اترتی ہے۔ ''مؤطا'' کو ''کتاب الآثار'' سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔[5]

(۴) اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ''ناسخ ومنسوخ'' کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں محدثین کی شہادتیں گزر چکی ہیں کہ آپ

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۴۶) للمکیؒ ۲۔ ایضاً (ص ۴۴۷)

۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۴۶۹) ۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۴۷) للمکیؒ

۵۔ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۶۲، ۱۶۳) طبع میر محمد کتب خانہ، کراچی

احادیث کے ناسخ ومنسوخ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اور کل ذخیرہ احادیث میں آپ صرف ان ہی احادیث سے استدلال کرتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اقوال وافعال مذکور ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اقوال وافعال کو بطور بنائے اوّل اور صحابہؓ وتابعینؒ کے فتاویٰ کو بطور بنائے ثانی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

(۵) اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اس عہد کی دیگر کتب حدیث کی طرح صرف ایک شہر یا علاقے کی احادیث پر ہی انحصار نہیں کیا گیا بلکہ اس میں تمام مشہور بلادِ اسلامیہ کے محدثین کی احادیث جمع ہیں۔

علامہ عبدالرشید نعمانیؒ ''کتاب الآثار'' کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کتاب الآثار'' کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود ومنحصر نہیں، بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ حجاز وعراق دونوں جگہ کا علم تحریر وتدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیمؒ ''اعلام الموقعین'' میں لکھتے ہیں:

دین اور فقہ وعلم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے ہوئی، اور لوگوں کا عام علم ان ہی چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب سے، اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔[1]

امام مالکؒ نے ''موطا'' کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کی برائے نام روایتیں ہیں، لیکن ''کتاب الآثار'' کے رواۃ میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں، بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلادِ اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔ ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ سے، جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں

[1] اعلام الموقعین (۸/۱)

ہیں۔امام اعظم کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو پانچ ہوئے، پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے نہ تھے۔[1]

کتاب الآثار کے نسخے

کتاب الآثار کو امام اعظمؒ سے آپ کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک نسخہ اس کے راوی کی طرف منسوب ہوگیا ہے۔ان نسخوں میں باہم اختلاف بھی پایا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں احادیث زیادہ ہیں اور بعض میں کم ہیں۔جیسا کہ عموماً متقدمین کی کتب میں ہوتا ہے کہ ان کے نسخوں میں کمی وزیادتی پائی جاتی ہے۔''مؤطا امام مالک'' کو ہی لے لیجیے کہ اس کے بھی متعدد نسخے ہیں اور تمام نسخوں میں اختلاف وتفاوت موجود ہے۔اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ زمانۂ قدیم کا طریقۂ تصنیف اور عصرِ حاضر کے طریقۂ تصنیف میں بہت فرق ہے۔اُس زمانہ میں چونکہ آج کی طرح مطابع وغیرہ کا رواج بالکل نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ کا رواجِ تصنیف یہ تھا کہ استاذ اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو اِملاء کرا دیتا تھا اور وہ اس کو لکھ لیتے تھے، پھر چونکہ استاذ اس میں قطع وبرید بھی کرتا رہتا تھا، اس لیے اس سے جن شاگردوں نے اس کتاب کو پہلے لکھا تھا، اُن کے نسخوں میں اور بعد میں لکھنے والوں کے نسخوں میں فرق ہو جاتا تھا۔امام اعظمؒ کی یہ کتاب بھی چونکہ اُس زمانہ میں لکھی گئی ہے اور اس کا طریقۂ تصنیف بھی املائی ہے، اس لیے اس کے نسخوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔اس کتاب کے ویسے تو کئی نسخے ہیں لیکن ان میں سے پانچ نسخے جو زیادہ مشہور ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ نسخہ امام زفر بن ہذیلؒ
۲۔ نسخہ امام ابو یوسفؒ
۳۔ نسخہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ
۴۔ نسخہ امام حسن بن زیادؒ

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۶۹)

۵۔ نسخہ امام حماد بن امام اعظمؒ

یہ پانچوں حضرات اس کتاب کے مشہور راوی ہیں اور آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ آخرالذکر تو آپ کے صاحبزادہ گرامی بھی ہیں۔

ذیل میں ان کے نسخوں کا تعارف ملاحظہ کریں:

(۱) نسخہ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ)

امام موصوف کا شمار امام اعظمؒ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا ہے، اور یہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سب سے قدیم الوفات ہیں۔ ان کا قدرے تفصیلی تعارف امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔ پھر امام زفرؒ سے کتاب الآثار کی روایت ان کے متعدد تلامذہ نے کی ہے۔ ان میں سے یہ تین حضرات بھی ہیں جنہوں نے ان سے کتاب الآثار کا علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا:

۱۔ ابو وہب محمد بن مزاحم مروزیؒ (م ۲۰۷ھ)

۲۔ شداد بن حکیم بلخیؒ (م ۲۱۰ھ)

۳۔ حکم بن ایوبؒ

پھر ابو وہب محمد بن مزاحم مروزیؒ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو بھی آگے ان سے ان کے کم از کم دو تلامذہ نقل کرتے ہیں:

۱۔ احمد بن بکر بن سیف جصینیؒ

۲۔ محمد بن سریج

احمد بن بکر جصینیؒ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر متعدد محدثین نے کیا ہے۔ مثلاً حافظ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ)، حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور حافظ یاقوت حمویؒ (م ۶۲۶ھ) نے ''باب الجصینی'' میں احمد بن بکر جصینیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصینی ثقة یمیل الیٰ اهل النظر روی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار.[۱]

احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصینیؒ، جو ثقہ ہیں اور اہلِ نظر (فقہائے احناف) کی طرف میلان رکھتے ہیں، انہوں نے ابو وہب مروزیؒ سے، انہوں نے امام زفر

[۱] الاکمال (۳۹/۳)؛ کتاب الانساب (۴۱۵/۱، ۴۱۶)؛ معجم البلدان (۵۹/۳)

بن ہذیلؒ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

حافظ عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) ''باب الجصینی'' کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ینسب الیھا ابوبکر احمد بن بکر بن سیف الجصینی ثقة، یروی عن ابی وھب عن زفر بن الھذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار.[۱]

اس نسبت کی طرف ابوبکر احمد بن بکر بن سیف الجصینیؒ منسوب ہیں، جو ثقہ ہیں، اور وہ ابووہبؒ سے، وہ امام زفر بن ہذیلؒ سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی احمد بن بکر الجصینیؒ کے ترجمہ میں ان کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کی تصریح کی ہے۔[۲]

امام ابووہبؒ کے دوسرے شاگرد محمد بن سریج بخاریؒ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر امام عبدالغنی ازدیؒ (م ۴۰۹ھ) اور حافظ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن سریج کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

ومحمد بن سریج یروی عن ابی وھب محمد بن مزاحم نسخة زفر بن الھذیل.[۳]

محمد بن سریج نے ابووہب محمد بن مزاحمؒ سے امام زفرؒ کا نسخہ (کتاب الآثار) روایت کیا ہے۔

امام شداد بن حکیم بلخیؒ کے روایت کردہ نسخہ (جس کی جامع المسانید میں امام اعظم سے بکثرت روایتیں منقول ہیں[۴]) کا ذکر امام ابویعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے ''کتاب الارشاد'' میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام شدادؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ اللباب فی تہذیب الانساب (۱/۱۹۱، ۱۹۲) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۶۲)

۳۔ المؤتلف والمختلف للازدیؒ، طبع دار الغرب الاسلامی، بیروت؛ تہذیب مستمر الاوہام (ص ۲۷۲) لابن ماکولاؒ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۔ امام طبرانی کی المعجم الصغیر (۱/۱۳۳) میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔

روی عن الثوری، وابی جعفر الرازی واقرانهما، سمع منه القدماء من شیوخهم وروی نسخة عن زفر بن الهذیل، وهو صدوق.[۱]

شداد بن حکیم بلخیؒ نے امام سفیان ثوریؒ، ابو جعفر رازیؒ اور ان کے معاصرین سے روایت کی ہے۔ جب کہ خود ان سے ان کے قدیم شیوخ نے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور انہوں نے امام زفر بن ہذیلؒ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ بھی روایت کیا ہے اور یہ خود صدوق راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی امام شدادؒ کے ترجمہ میں امام خلیلیؒ کا یہ مذکورہ بالا بیان نقل کیا ہے۔[۲]

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی اپنی کتاب ''معرفت علوم الحدیث'' میں امام زفرؒ کے ان دونوں تلامذہ (ابو وہب مروزیؒ اور شداد بن حکیمؒ) کے روایت کردہ نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

نسخة لزفر بن الهذیل الجعفی تفرد بها عنه شداد بن حکیم البلخی، و نسخة ایضا لزفر بن الهذیل الجعفی تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزی عنه.[۳]

امام زفر بن ہذیل کا (کتاب الآثار کا) ایک نسخہ ہے، جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام زفرؒ کا (کتاب الآثار کا) ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزیؒ روایت کرتے ہیں۔

امام زفرؒ کے تیسرے شاگرد حکم بن ایوبؒ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کا ذکر امام عبداللہ بن محمد المعروف بہ ''ابوالشیخ انصاری اصفہانیؒ'' (م ۳۶۹ھ) نے کیا ہے، اور انہوں نے اس کو ''السنن'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف احمد بن رستہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

احمد بن رستة بن بنت محمد بن المغیرة کان عنده السنن عن محمد عن الحکم بن ایوب عن زفر عن ابی حنیفة.[۴]

۱۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۴۴۳) ۲۔ لسان المیزان (۱۶۵/۳)
۳۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۳۷) ۴۔ طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا (۲۸۹/۳)

احمد بن رستہؒ، جو محمد بن مغیرہؒ کے نواسے ہیں، ان کے پاس ایک "سنن" تھی، جس کو وہ اپنے نانا محمد بن مغیرہؒ سے، وہ حکم بن ایوبؒ سے، وہ امام زفر بن ہذیل سے، اور وہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے تھے۔

امام ابو الشیخؒ نے یہاں کتاب الآثار کو "السنن" کے نام سے ذکر کیا ہے، جس کی وجہ آپ ماقبل پڑھ چکے ہیں کہ اس کتاب میں صرف وہی احادیث نقل کی گئی ہیں جن کا تعلق احکامِ فقہ سے ہے، اس لیے اس کو باصطلاح محدثین کتب سنن میں داخل کیا جاتا ہے۔ امام ابو الشیخؒ نے احمد بن رستہ کے ترجمہ میں اس نسخہ کی دو حدیثیں بھی درج کی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حکم بن ایوبؒ کے ترجمہ میں بھی اس نسخہ سے ایک حدیث درج کی ہے۔

امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) کی "المعجم الصغیر" میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔[1]

علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ کی تصریح کے مطابق حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے بھی "تاریخ اصبہان" میں اس نسخہ کی کئی روایتیں نقل کی ہیں۔[2]

(۲) نسخہ امام ابو یوسف القاضیؒ (م ۱۸۲ھ)

امام موصوف امام اعظمؒ کے سب سے بڑے اور جلیل القدر شاگرد ہیں۔ ان کا تعارف بھی امام صاحبؒ کے تلامذہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے متعدد اشخاص نے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے، جن میں سے دو یہ حضرات بھی ہیں:

۱۔ امام یوسفؒ (م ۱۹۲ھ)، جو امام ابو یوسفؒ کے صاحبزادے ہیں۔ امام محمد بن خلف المعروف بہ "وکیع" (م ۳۰۶ھ) نے عبداللہ بن عبدالکریم حارثیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

كان يوسف بن ابى يوسف عفيفا مامونا صدقا قرأ عليه ابو يوسف اكثر كتبه.[3]

امام یوسفؒ بن ابو یوسفؒ ایک پاکدامن، امانت دار اور راست باز شخص تھے۔

۱۔ المعجم الصغیر (۶۳/۱)
۲۔ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۷۳)
۳۔ اخبار القضاۃ (ص ۲۵۲) نیز ان کے حالات کے لیے دیکھئے الطبقات الکبریٰ (۲۴۲/۷) لابن سعدؒ، البدایۃ والنہایۃ (۲۰۷/۷) لابن کثیرؒ

امام ابو یوسفؒ نے اپنی اکثر کتب ان کو پڑھائی تھیں۔

۲۔ امام عمرو بن ابی عمروؒ، جو امام ابو عروبہ الحرانیؒ کے دادا ہیں، اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد بن حسنؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔[1]

امام یوسفؒ کے روایت کردہ نسخہ ''کتاب الآثار'' کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وروی کتاب الآثار عن ابیه عن ابی حنیفة وهو مجلد ضخم.[2]

امام یوسفؒ نے اپنے والد امام ابو یوسفؒ سے، اور انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے ''کتاب الآثار'' کو روایت کیا ہے، جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

یہ نسخہ مولانا ابو الوفاء افغانیؒ صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ، حیدر آباد دکن کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

امام عمرو بن ابی عمروؒ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو امام ابو المؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے اپنی مرتبہ کتاب ''جامع المسانید'' میں ''نسخہ ابی یوسف'' کے نام سے نقل کیا ہے اور اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسفؒ تک نقل کر دی ہے۔[3]

مؤرخ کبیر و محدث جلیل حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اپنی معجم شیوخ میں اپنی سند کے ساتھ اس نسخہ سے ایک حدیث نقل کی ہے، اور حافظ موصوف اور امام خوارزمیؒ کی سند امام ابو حنیفہؒ تک تقریباً ایک جیسی ہے۔[4]

(۳) نسخہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام محمدؒ، جو امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد اور آپ کے علوم کے مدوّن و ناشر ہیں، ان کا نسخہ کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مشہور، متداول اور مقبول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس نسخہ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

والموجود من حدیث ابی حنیفة مفردا انما هو کتاب الآثار التی

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۶۴) للامام الصمیریؒ: الجواہر المضیۃ (۱/۴۰) للامام القرشیؒ

۲۔ الجواہر المضیۃ (۲/۲۳۵)　　　۳۔ جامع المسانید (۱/۷۵)

۴۔ معجم شیوخ الذہبی (ص ۳۱۸، ۳۱۹)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

رواها محمد بن الحسن عنه.[۱]

امام ابوحنیفہؒ کی حدیث پر مستقل جو تصنیف ہے وہ "کتاب الآثار" ہے، جس کو آپ سے امام محمد بن حسنؒ نے روایت کیا ہے۔

امام محمدؒ سے اس نسخہ کو ان کے کئی تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیرؒ (م ۲۱۷ھ)، جو امام بخاریؒ کے بھی استاذ ہیں، اور امام ابوسلیمان جوزجانیؒ (م ۲۱۱ھ) کا روایت کردہ ہے۔ یہ دونوں امام محمدؒ کے جلیل المرتبت تلامذہ اور ثقہ محدثین میں سے ہیں۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اس نسخہ کو امام ابوحفص کبیرؒ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے اس نسخہ کو ذکر کر کے امام ابوحنیفہؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۲] جب کہ حافظ ابوموید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے جامع المسانید میں ابوسلیمان جوزجانیؒ کے روایت کردہ نسخے کی تخریج کی ہے، اور انہوں نے اس نسخہ کو امام اعظمؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۳]

محدث الشام حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے ان دونوں ائمہ (ابوحفص کبیر، ابوسلیمان جوزجانیؒ) کے روایت کردہ نسخوں کی اپنے سے لے کر امام اعظمؒ تک اسناد ذکر کی ہے۔[۴]

نیز امام ابوحفص کبیرؒ اور امام ابوسلیمان جوزجانیؒ کے علاوہ امام محمدؒ کے ایک اور شاگرد امام اسماعیل بن توبہ قزوینیؒ (م ۲۴۷ھ)، جو کہ بتصریح امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) عالم کبیر اور مشہور تھے، اور انہوں نے امام محمدؒ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں،[۵] بھی امام محمدؒ سے "کتاب الاثار" کو روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعید سنبل مکیؒ (م ۱۱۷۵ھ) نے ان کے روایت کردہ نسخہ کی سند اپنے سے لے کر امام اعظمؒ تک نقل کردی ہے۔[۶]

امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے امام اسماعیلؒ کے روایت کردہ اس نسخہ "کتاب الآثار" سے بہ سند متصل ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔[۷]

۱۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۱۹)
۲۔ المعجم المفہرس (ص ۳۸، ۳۹)، المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۳۹۰)
۳۔ جامع المسانید (۱/ ۷۶، ۷۷)
۴۔ عقود الجمان (ص ۳۳۱-۳۳۳)
۵۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۲۹۵)، نیز دیکھئے "الجواہر المضیۃ" (۱/ ۱۲۷)
۶۔ الاوائل السنبلیۃ وذیلھا (ص ۱۳۷) طبع مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب
۷۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۱۰/ ۴۳۴۹)

علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ کے رواۃ پر مستقل ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا نام "الایثار بمعرفة رُواة الآثار" ہے۔ یہ کتاب کتاب الآثار کے ساتھ چھپ چکی ہے، اور علیحدہ بھی دستیاب ہے۔

حافظ موصوف اس کتاب کے مقدمہ میں اس کی وجۂ تصنیف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

فان بعض الاخوان التمس منی الكلام علىٰ رُواة كتاب الآثار للامام ابی عبداللّٰه محمد بن الحسن الشيبانی التی رواها عن الامام ابی حنيفة.[۱]

بعض بھائیوں نے مجھ سے التماس کی کہ میں امام ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانیؒ کی "کتاب الآثار"، جس کو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے، کے راویوں پر کلام کروں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی حافظ ابن حجرؒ کی اس تصنیف کی تصریح کی ہے۔[۲]

حافظ ابن حجرؒ کے بعد ان کے شاگرد رشید اور بلند پایہ محدث حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی اس کے رواۃ پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جیسا کہ انہوں نے مؤطا امام مالک بروایت امام محمد بن حسن کے راویوں پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، جو حافظ ابن حجرؒ اور حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ دونوں کے شاگرد ہیں، ارقام فرماتے ہیں:

وللزين قاسم الحنفی رجال كل من الطحاوی والمؤطا للمحمد بن الحسن والآثار له.[۳]

حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ نے امام طحاویؒ کی "شرح معانی الآثار" اور

۱۔ الایثار مع کتاب الآثار (ص ۲۱۷)، طبع دار الحدیث، ملتان
۲۔ نظم العقیان فی أعیان الاعیان (ص ۱۴۸) طبع المکتبۃ العلمیۃ، بیروت
۳۔ اعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص ۱۱۷)

امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی ''موطا'' اور ان کی ''کتاب الآثار'' کے راویوں پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

عصرِ حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانیؒ نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب تصنیف کی، اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا، جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔[۱]

اسی طرح متعدد اہلِ علم نے اس نسخہ کی احادیث کی بھی شرحیں لکھی ہیں۔ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) جیسے امام المحدثین بھی اس کے شارحین میں سے ہیں۔ چنانچہ مورّخ خلیفہ چلپیؒ (م ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں:

وعليه شرح للحافظ الطحاوي الحنفي.[۲]

کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ پر حافظ طحاوی حنفیؒ کی شرح ہے۔

امام طحاویؒ کی یہ ''شرح کتاب الآثار'' نامور محدث امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے امام طحاویؒ تک اس شرح کی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۳]

شیخ فراد بن عثمان العمری الموصلیؒ (۱۰۹۲ھ) نے بھی ''کتاب الآثار'' بروایت امام محمدؒ کی شرح لکھی ہے۔[۴]

اسی طرح شیخ ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی عمری شافعیؒ (م ۱۱۴۷ھ) بھی اس مبارک کتاب کی شرح لکھنے والوں میں سے ہیں۔[۵]

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مولانا مہدی حسن صاحبؒ نے بھی اس کی بلند پایہ شرح لکھی ہے جو تین جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

۱۔ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۷۴)

۲۔ کشف الظنون (۱۳۸۴/۲) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۷۲/۲)

۴۔ ھدیۃ العارفین (۴۴۴/۲) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ معجم المؤلفین (۲۱۴/۱۲) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر (۲۳۱/۳)؛ معجم المؤلفین (۲۴۱/۷)

شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ، کراچی نے بھی اردو زبان میں اس کی ایک مختصر شرح بنام "المختار شرح کتاب الآثار" لکھی ہے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے اس کا ایک حاشیہ لکھا تھا۔ اب مولانا ریاض احمد اور مولانا عبدالرحمٰن نے اس کا حاشیہ لکھا ہے، جو مکتبہ دار الحدیث، ملتان سے کتاب الآثار کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔

امام محمدؒ کے اس نسخہ میں کتاب الآثار کے دیگر نسخوں کی نسبت کم احادیث ہیں۔ چنانچہ اس کی روایات کی کل تعداد ۹۱۶ ہے، جن میں مرفوع (مسند و مرسل)، موقوف (آثار صحابہؓ) اور مقطوع (آثار تابعین) تینوں قسم کی احادیث شامل ہیں۔

امام موصوف نے اپنے اس نسخہ میں ایک یہ زبردست اضافہ کیا ہے کہ اس کے ہر باب کے آخر میں اُس باب کی احادیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں، وہ بھی ذکر کر دیے، اور ان کے متعلق اپنا اور اپنے استاذ مکرم امام اعظم کا مؤقف بھی واضح کر دیا۔

اسی طرح انہوں نے اس میں کچھ احادیث (جن کی تعداد بہت کم ہے) امام اعظمؒ کے علاوہ دیگر مشائخ کی اسناد سے بھی نقل کر دی ہیں۔[1]

۱۔ **ایک غلط فہمی کا ازالہ:** بعض حضرات نے غلط فہمی کی بنا پر کتاب الآثار کو امام ابو حنیفہؒ کی بجائے امام محمد بن حسنؒ کی تصنیف قرار دے دیا۔ ان حضرات کی غلط فہمی کی تین وجوہات ہیں:

۱۔ ان کے زعم میں کتاب الآثار کا صرف یہی ایک نسخہ ہے۔

۲۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کی بجائے امام محمدؒ کی طرف مشہور ہے۔

۳۔ اس میں امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی احادیث نقل کی ہیں۔

ذیل میں ترتیب وار ان تینوں وجوہ کی حقیقت ملاحظہ کریں:

(۱) امام محمدؒ کے اس نسخہ کے علاوہ بھی کتاب الآثار کے کئی نسخے ہیں اور ان میں سے امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نسخوں کا تعارف بحوالہ محدثین ہم ذکر کر چکے ہیں اور دیگر بعض نسخوں کا تعارف آگے آ رہا ہے۔ اس سے یہ حقیقت خوب آشکارا ہو جاتی ہے کہ امام محمدؒ اس کتاب کے مصنف نہیں، بلکہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں۔

(۲) کسی کتاب کا اس کے مصنف کی بجائے اس کے راوی کی طرف منسوب اور مشہور ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کتاب کو اس کے اصل مصنف کی بجائے اس کے راوی کی تصنیف باور کر لیا

(گذشتہ سے پیوستہ) جائے۔ چنانچہ کتب تاریخ و رجال میں کئی ایسی تصانیف کے نام ملتے ہیں جو اصل مصنفین کی بجائے اپنے راویوں کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہو گئی ہیں۔ مثلاً امام شافعیؒ کی ایک تصنیف ''کتاب حرملہ'' ہے، جو ان کے شاگرد اور اس کتاب کے راوی ابو حفص حرملہؒ کے نام سے مشہور ہو گئی ہے، کیونکہ انہوں نے امام شافعیؒ سے اس کتاب کا جو نسخہ نقل کیا ہے، وہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: و کتاب حرملة للشافعي منسوب اليه لانه من تلامذته واشتهر بروايته عنه. (کتاب الانساب، ۲/۳۷۵) امام شافعیؒ کی ''کتاب حرملہ'' ان کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ اُن کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان ہی کی روایت سے یہ کتاب مشہور ہوئی ہے۔

اسی طرح امام یحییٰ بن معین کی تاریخ کو بعض حضرات ان کے شاگرد اور ان کی تاریخ کے راوی حافظ عباس دوریؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ امام امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) اس کو ''تاریخ عباس'' کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ (الاکمال ۲/۱۲۱)

بنا بریں کتاب الآثار کے سب نسخوں میں امام محمدؒ کے نسخے کے زیادہ مشہور ہونے کی وجہ سے اگر بعض لوگوں نے کتاب الآثار کو ان کی طرف منسوب کر دیا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ یہ امام اعظمؒ کی بجائے امام محمدؒ کی اپنی تصنیف ہے۔

(۳) امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اگرچہ بعض احادیث امام اعظمؒ کی بجائے اپنے دیگر مشائخ سے بھی ذکر کی ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ اس نسخہ میں درج شدہ ۹۱۶ روایات میں سے صرف ۲۰ روایات امام اعظمؒ کی بجائے دیگر مشائخ سے ہیں اور ۸ بلاغیات ہیں جو بلا سند ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ وہ بھی امام اعظمؒ سے ہی مروی ہیں۔ اس کے بالمقابل امام موصوف نے امام مالکؒ سے مؤطا کا جو نسخہ روایت کیا ہے، اس میں انہوں نے امام مالکؒ کے علاوہ دیگر شیوخ (امام ابو حنیفہؒ وغیرہ) سے جو احادیث روایت کی ہیں، وہ ان احادیث کی نسبت زیادہ ہیں جو انہوں نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ دیگر شیوخ سے روایت کی ہیں۔ اب چاہیے کہ مؤطا کے اس نسخہ کو بھی امام مالکؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف باور کر لیا جائے، حالانکہ محدثین نے صاف تصریح کی ہے کہ امام محمدؒ مؤطا کے ایک راوی ہیں، نہ کہ اس کے مستقل مصنف۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں: و محمد بن الحسن الشيباني ممن روى المؤطا عن مالک. (معرفت علوم الحدیث، ص ۱۹۳)

امام محمد بن حسن شیبانیؒ ان محدثین میں سے ہیں، جنہوں نے امام مالکؒ سے مؤطا کو روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: وهو احد رواة المؤطا عنه. (تعجیل المنفعہ، ص ۳۶۱)

امام محمدؒ امام مالکؒ سے مؤطا کو روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔

امام تقی الدین فاسی مالکیؒ (م ۸۳۲ھ) بھی امام محمدؒ کو ''مؤطا مالک'' کے راوی قرار دیتے ہیں۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ کو اس کتاب سے خصوصی لگاؤ تھا اور انہوں نے اپنی کتب میں اس کتاب سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔[1]

حافظ جمال الدین زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے بھی کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ سے بکثرت احادیث نقل کی ہیں۔[2]

(۴) نسخہ امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ)

امام حسنؒ بھی امام اعظمؒ کے ان جلیل المرتبت تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ سے "کتاب الآثار" کی روایت کی ہے۔ امام موصوف سے آگے اس نسخہ کو ان کے شاگرد رشید امام محمد بن شجاع ثلجیؒ (جن کو بلخی بھی کہا جاتا ہے) روایت کرتے ہیں۔ ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام محمد بن ابراہیم البغویؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

(گذشتہ سے پیوستہ) (ذیل التقیید ۱/۱۷۶) اب "مؤطا مالک بروایت امام محمدؒ" میں امام مالکؒ کے علاوہ دیگر مشائخ کی احادیث موجود ہونے کے باوجود اس کو امام مالکؒ کی تصنیف قرار دیا جا رہا ہے تو پھر کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ میں امام اعظمؒ کے علاوہ دیگر مشائخ کی چند احادیث کی وجہ سے اس کو امام اعظم کی تصنیف سے انکار کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

الحاصل، جن لوگوں نے کتاب الآثار کو امام اعظمؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف قرار دیا ہے، ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور محض غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔

[1] مثلاً دیکھئے فتح الباری (۹/ ۸۱۱، ۱۲/ ۳۰۲)، الاصابۃ (۷/ ۲۱)، الدرایۃ (۱/ ۳۷، ۱۲۴، ۱۳۱، ۱۶۱، ۱۹۶، ۲۰۹، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۵۵، ۲۸۴، ۲/ ۱۴، ۴۵، ۷۴، ۷۷، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۳۶، ۱۵۹، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۸۶، ۲۰۰، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۷۳، ۲۷۸)، تہذیب التہذیب (۶/ ۲۲۴)؛ تعجیل المنفعۃ (ص ۲۷۸، ۳۶۶، ۴۲۱)

[2] دیکھئے نصب الرایۃ فی احادیث الہدایۃ (۱/ ۵۲، ۳۰۱، ۳۲۵، ۲/ ۳، ۳۱، ۵۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۴، ۲۲۳، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۸۶، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۳۴، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۷۹، ۳۵۸، ۴۶۹، ۳/ ۴۱، ۴۶، ۱۱۱، ۱۴۰، ۲۰۲، ۲۴۰، ۲۲۵، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۵۴، ۳۷۴، ۴۵۸، ۴/ ۱۹، ۴۶، ۶۸، ۸۸، ۱۳۱، ۱۴۱، ۱۶۸، ۲۶۶، ۲۷۴، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۶۴، ۳۶۷، ۳۸۸)

روی عن محمد بن شجاع البلخی، عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفة کتاب الآثار.[۱]

انہوں نے امام محمد بن شجاع بلخیؒ سے، انہوں نے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔[۲]

امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی "جامع المسانید" میں اس نسخہ کی بعض احادیث کو مذکورہ سند کے ساتھ "مسند ابی حنیفۃ" کے نام سے نقل کیا ہے اور امام حسن بن زیاد تک اپنی سند بھی ذکر کر دی ہے۔[۳]

ترکی کے مایہ ناز عالم دکتور فواد سیزگین نے بھی اس نسخہ کو "مسند ابی حنیفۃ" کے نام سے ذکر کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ اس کا مخطوطہ "بغداد" کے مکتبۃ الاوقاف میں موجود ہے۔[۴]

کتاب الآثار کا یہ نسخہ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں سب سے بڑا نسخہ ہے اور اس میں دیگر نسخوں کی نسبت زیادہ احادیث ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی اس نسخہ کی کثرتِ احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

لمحمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفة روایات کثیرة.[۵]

امام محمد بن شجاع ثلجیؒ نے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ

۱۔ لسان المیزان (۵/۴۰)

۲۔ تنبیہ: واضح رہے کہ "لسان المیزان" کے مطبوعہ نسخوں میں مصححین سے مذکورہ عبارت نقل کرنے میں تصحیف ہوگئی ہے۔ چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں "عَنْ الحسن بن زیاد اللؤلؤی" اور "عَنْ ابی حنیفة" کے درمیان "عَنْ محمد بن الحسن" کا اضافہ ہوگیا ہے، جو یقیناً غلط ہے، اور محمد بن ابراہیم بن جیش البغوی کی بجائے محمد بن ابراہیم بن حسن البغوی غلط چھپ گیا ہے۔ اسی طرح بعض نسخوں میں محمد بن شجاع کی جگہ محمد بن نجیح غلط چھپا ہوا ہے۔

۳۔ جامع المسانید (۱/۷۳)

۴۔ تاریخ التراث العربی (۳/۴۲)

۵۔ تاریخ بغداد (۷/۳۲۸۱)

سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

علامہ خطیبؒ نے امام حسنؒ کی جن احادیثِ کثیرہ کا ذکر کیا ہے، ان سے مراد کتاب الآثار بروایت امام حسنؒ کی احادیث ہیں، کیونکہ "کتاب الآثار" کو اُن سے روایت کرنے والے بھی امام محمد بن شجاع ہیں، جن کو علامہ خطیبؒ ان کی احادیثِ کثیرہ کے راوی قرار دے رہے ہیں۔

اس نسخہ کی احادیث کی تعداد سے متعلق ہمیں کوئی تصریح نہیں ملی، لیکن امام اعظمؒ کے کثیر الحدیث ہونے کے بیان میں امام حسن بن زیادؒ کا خود اپنا بیان نقل ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات چار ہزار تھیں، جن میں سے دو ہزار امام حماد بن ابی سلیمانؒ کی سند سے اور باقی دو ہزار دیگر مشائخ کی سند سے تھیں۔

امام موصوف کو چونکہ امام اعظمؒ کی تمام احادیث یاد تھیں، جیسا کہ امام موصوف کے تعارف میں امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) کی تصریح گزر چکی ہے کہ امام حسن بن زیادؒ امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کے حافظ تھے۔ اس بنا پر قرین قیاس یہی ہے کہ امام موصوف نے امام اعظمؒ کی یہ چار ہزار احادیث، جو اُن کو زبانی یاد تھیں، ان سب کو اپنے نسخہ میں روایت کیا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الآثار کا یہ نسخہ کئی اَجلّہ محدثین کی مرویات میں شامل تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید واجازات کو محدث علی بن عبدالحسن الدوالیبی الحنبلیؒ نے اپنے "ثبت" میں اور حافظ ابن طولونؒ نے "الفہرست الاوسط" میں، اور حافظ محمد بن یوسف دمشقیؒ مصنف سیرۃ شامیہ نے "عقود الجمان" میں، اور محدث ایوب خلوتی نے اپنے "ثبت" میں، اور خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندیؒ نے "حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثریؒ نے ان سب کو "الامتاع" میں جمع کر دیا ہے۔[1]

اسی طرح علامہ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کے پیش نظر بھی یہ نسخہ موجود تھا اور وہ اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں کئی جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ اس نسخہ کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[1] الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع (ص ۳۷-۴۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۷۵)

وقال الحسن بن زياد اللؤلؤی: ثنا ابو حنيفة قال: كنا عند محارب بن دثار... وكان محارب متكئًا فاستوى جالسا ثم قال: ياذا الرجل سمعت ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: ليأتينَّ علَى الناس يوم تشيب فيه الولدان...[۱]

(۵) نسخہ امام حماد بن امام اعظمؒ (م ۱۷۶ھ)

امام حمادؒ حضرت امام اعظمؒ کے اکلوتے صاحبزادے اور "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" کے صحیح مصداق تھے۔ امام موصوف بھی اپنے والد ماجدؒ سے کتاب الآثار کی روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان سے اس نسخہ کو روایت کرنے والوں میں امام صالح بن محمد بغدادیؒ بھی ہیں۔

امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی جامع المسانید میں امام صالحؒ کے روایت کردہ اس نسخہ کی تخریج کی ہے اور اس کو "مسند ابی حنیفۃ" کے نام سے ذکر کیا ہے، اور امام حمادؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[۲]

امام خوارزمیؒ نے امام حمادؒ وغیرہ کے روایت کردہ کتاب الآثار کے نسخوں کو جو مسانید سے تعبیر کیا ہے، اس پر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ غیر مقلد، تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> غالباً کتاب الآثار از امام ابو یوسف، اور کتاب الآثار (از) امام محمدؒ و کتاب الآثار (از) امام حمادؒ کو "مسند" سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔[۳]

کتاب الآثار کا یہ نسخہ شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے اس کو "نسخہ حماد بن ابی حنیفۃ عَنْ اَبِیْہِ" سے ذکر کر کے امام ابو حنیفہؒ تک اپنا سلسلہ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔[۴]

ان مذکورہ پانچ ائمہ کے علاوہ کئی اور حضرات نے بھی امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کو روایت

۱۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین (ص ۸۹) طبع جدیدۃ کاملۃ فی مجلد واحد

۲۔ جامع المسانید (۱/۷۵، ۷۶)

۳۔ حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہؒ (ص ۳۴۵)

۴۔ المعجم المفہرس (ص ۲۶۹)

کیا ہے، جن میں سے امام محدث محمد بن خالد وہبیؒ (م قبل ۱۹۰ھ) بھی ہیں۔ ان کے نسخہ سے "جامع المسانید" للخوارزمیؒ میں کئی حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح امام اعظمؒ کے خصوصی شاگرد اور کثیر الحدیث محدث امام اسد بن عمر البجلیؒ (م۱۹۰ھ) کہ جنہوں نے سب سے پہلے امام اعظمؒ کی تصانیف کو لکھا تھا، جیسا کہ امام اعظمؒ کی تصانیف کے بیان میں گزرا ہے، یہ بھی امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کے راوی ہیں۔ چنانچہ ان کے نسخہ کی ایک روایت کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ میں بھی مروی ہے، جس کی سند یوں ہے:

محمد واسد قالا: اخبرنا ابوحنيفة عن سلمة بن كهيل عن المستورد بن الاحنف عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنهما...[1]

نیز امام سابق بن عبداللہ رقیؒ جن کے بارے میں امام اعظمؒ کی توثیق میں حافظ ابن حجرؒ کی تصریح گزر چکی ہے، کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث مستقیمہ (صحیحہ) روایت کی ہیں، بھی امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخِ اسلام حافظ ابن العدیم حلبیؒ (م۶۶۰ھ) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وحدث عنه محمد بن يزيد بن يزيد بن سنان الرهاوى نسخة عن ابى حنيفة.[2]

محمد بن یزید بن یزید بن سنان رہاویؒ نے امام سابق رقیؒ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ روایت کیا ہے۔

---

[1] کتاب الآثار (ص۱۱۶) بروایت امام محمد بن حسنؒ
[2] بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۹/۴۰۶۵)

(۲) امام اعظمؒ کی مسانید کا تعارف

آپ امام اعظمؒ کی ''امامت فی الحدیث'' کے بیان میں محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) کا بیان ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام اعظمؒ اُن مشہور ثقہ ائمہ حدیث میں سے ہیں، جن کی احادیث مشرق تا مغرب جمع کی جاتی ہیں اور ان سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ امام حاکمؒ کے اس بیان کی تصدیق کرنی ہو تو امام اعظمؒ کی مسانید کو دیکھ لیجیے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر طبقہ کے محدثین نے آپ کی احادیث سے اعتناء کیا ہے اور بڑی کثرت سے آپ کی احادیث کے مجموعے مسانید کی صورت میں لکھے ہیں۔

آپ کا یہ شرف ہے کہ جس کثرت سے آپ کی مسانید لکھی گئی ہیں، اتنی کسی امام کی نہیں لکھی گئیں۔ اور پھر جن لوگوں نے آپ کی مسانید لکھی ہیں، وہ سب کے سب بلند پایہ حفاظ حدیث ہیں۔

امام حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ۶۲۹ھ) ارقام فرماتے ہیں:

مسند ابی حنیفة جمعه غیر واحد من الحفاظ۔[۱]

مسند ابی حنیفہ کو کئی حفاظ حدیث نے جمع کیا ہے۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

وقد خرج الحفاظ من احادیثه مسانید کثیرة، اتصل بنا کثیر منها کما هو مذکور فی مسندات مشایخنا۔[۲]

حفاظِ حدیث نے امام ابو حنیفہؒ کی احادیث کی بڑی کثرت سے مسانید تخریج کی ہیں، اور ان میں سے اکثر کی اسانید ہم تک متصل ہیں، جیسا کہ ہمارے مشائخ

۱۔ التقیید لمعرفۃ السنن والمسانید (۱/۳) طبع دار الحدیث، بیروت

۲۔ الخیرات الحسان (ص ۱۴۴)

کی مسانید میں مذکور ہے۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی ان مسانیدِ کثیرہ میں سے پندرہ مسانید (جن میں کتاب الآثار کے چار مشہور نسخے بھی ہیں، جن کو انہوں نے مسانید سے موسوم کیا ہے) کی ''جامع المسانید'' میں تخریج کی ہے۔

اسی طرح مورّخِ کبیر علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) مؤلف ''السیرۃ الکبری الشامیۃ'' نے امام اعظمؒ کے مناقب میں آپ کی سترہ مسانید کی نشاندہی فرمائی ہے اور اُن کے مؤلفین تک اپنی اسانید بھی ذکر کردی ہیں۔[1]

حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے بھی ''الفہرست الاوسط'' میں امام اعظمؒ کی سترہ مسانید کی اسناد اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کردی ہیں۔[2]

امام ابوالنصر ایوب الخلوتیؒ (م ۱۰۷۱ھ) کے ''الثبت'' میں بھی سترہ مسانید کی اسانید ان کے مؤلفین تک مذکور ہیں۔[3]

علامہ محمد جمال الدین القاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) کی تصریح کے مطابق علامہ محمد بن سلیمان مغربی (م ۱۰۹۴ھ) کے ''ثبت'' بنام ''صلۃ الخلف'' میں بھی امام اعظمؒ کی چار مسانید کی اسانید مذکور ہیں۔[4]

مصر کے مشہور عالم اور مایہ ناز محقق علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے امام اعظمؒ کی ۲۱ مسانید کی نشاندہی فرمائی ہے اور اپنی تصنیف ''التحریر الوجیز'' میں ان مؤلفین تک اپنی اسانید بھی ذکر کردی ہیں۔[5]

ان مسانید کے علاوہ بھی کئی اور مسانید آپ کی لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعارف ہم آگے جا کر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مسانید ابی حنیفہ کی چند خصوصیات

کتاب الآثار کی طرح امام اعظمؒ کی مسانید بھی کئی خصوصیات کی حامل ہیں، جن میں سے

۱۔ عقود الجمان (ص ۳۲۳-۳۳۴)
۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶) للامام الکوثریؒ
۳۔ الرسالۃ المستطرفۃ (ص ۲۱) للامام الکتانیؒ
۴۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۴۸)
۵۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)

چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) مسند ابی حنیفہ (امام اعظمؒ کا ذخیرہ حدیث جس کو کئی حفاظ حدیث نے کتابی صورت میں جمع کیا ہے، اوران میں سے ہر ایک مجموعہ ''مسند ابی حنیفہ'' کہلاتا ہے، جیسا کہ ابھی گزرا ہے) ان دس کتب حدیث میں شامل ہے جو اسلام کی اساس ہیں اور جن پر دین کا مدار ہے۔

امام محمد بن جعفر الکتانیؒ (م ۱۳۴۵ھ) ان دس کتب کا تعارف کرانے کے بعد لکھتے ہیں:

فهذه هی کتب الائمة الأربعة، وباضافتها الی الستة الاولی تکمل الکتب العشرة التی هی اصول الاسلام، وعلیها مدار الدین۔[1]

ائمہ اربعہ کی یہ کتب حدیث (مسند ابی حنیفہ، مؤطا مالک، مسند الشافعی، مسند احمد) پہلی چھ کتب (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن النسائی، سنن الترمذی، اور سنن ابن ماجہ) سے مل کر مکمل دس کتب ہو جاتی ہیں، جو اسلام کی بنیادیں ہیں اور جن پر پورے دین کا مدار ہے۔

محدث جلیل حافظ ابوالمحاسن الحسینیؒ (م ۷۶۵ھ) نے اسلام کی ان بنیادی دس کتب کے رجال پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''التذکرة فی رجال العشرة'' ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) حافظ موصوف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

والف التذکرة فی رجال العشرة، الکتب الستة، والمؤطا، والمسند، والمسند الشافعی، ومسند ابی حنیفة۔[2]

امام ابوالمحاسنؒ نے ''التذکرة فی رجال العشرة'' لکھی ہے جو صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) مؤطا، مسند احمد، مسند شافعی اور مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات پر مشتمل ہے۔

امام موصوف کی یہ کتاب اب زیور طبع سے آراستہ ہوگئی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام حسینیؒ کی اس کتاب سے صحاح ستہ کے رواۃ کو حذف کر کے صرف ائمہ اربعہ کی مسانید کے رواۃ کے حالات الگ ایک کتاب کی صورت میں لکھے ہیں اور اس میں کئی مفید اضافے بھی کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام ''تعجیل

۱۔ الرسالة المستطرفة (ص ۲۴) ۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۳۷)

المنفعة بزوائد رجال الأئمة الاربعة'' ہے۔اور یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔امام اعظمؒ کی کئی مسانید کے رواۃ کے حالات اس میں آ گئے ہیں۔

حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ۶۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب ''التقييد لمعرفة الرواة والسنن والمسانید'' میں امام اعظمؒ کی بعض مسانید اور ان کے رواۃ کے احوال لکھے ہیں، جیسا کہ خود انہوں نے اپنی اس کتاب کے خطبہ میں تصریح کی ہے۔[1]

(۲) امام اعظمؒ کی یہ مسانید اور آپ کی تصنیف ''کتاب الآثار'' فقہ حنفی (جو تقریباً تیرہ سو سال سے امت مسلمہ کی اکثریت کا دستورِ عمل ہے) کی بنیادی کتب میں سے ہیں۔ چنانچہ مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مسند ابی حنیفہ وآثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است۔[2]

فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ پر ہے۔

(۳) ان مسانید میں امام اعظمؒ کی اسناد سے جتنی احادیث مذکور ہیں، وہ سب آپ کے فقہی مستدلات ہیں اور آپ کی ان مرویات میں سے ہیں جو آپ کے نزدیک صحیح ہیں۔ حافظ ابوالمحاسن الحسینیؒ (م ۷۶۵ھ) اپنی کتاب ''التذکرة'' کے مقدمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكذلك مسند الشافعي موضوع لأدلته على ماصح عنده من مروياته، وكذلك مسند ابى حنيفة.[3]

جس طرح مسند شافعی اُن دلائل پر مشتمل ہے جو امام شافعیؒ کی مرویات میں سے ان کے نزدیک صحیح ہیں، اسی طرح مسند ابی حنیفہ کا بھی حال ہے۔

یعنی مسند شافعیؒ کی طرح مسند ابی حنیفہ بھی ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام صاحبؒ کی صحیح روایات میں سے ہیں۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) امام اعظمؒ کی مسانید پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] التقیید (۱/۳)

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (ص ۱۸۵) بحوالہ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۷۰)

[3] تعجیل المنفعۃ (ص ۱۸)

وقد منّ اللّٰہ تعالٰی علیّ بمطالعة مسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة من نسخة صحیحة علیها خطوط الحفاظ آخرهم الحافظ الدمیاطی، فرأیته لایروی الا عن خیار التابعین العدول الثقات الذین هم من خیر القرون بشهادة رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کالاسود و علقمة وعطاء وعکرمة و مجاهد ومکحول والحسن البصری واضرابهم رضی اللّٰہ عنهم اجمعین، فکل الرواة الذین هم بینه و بین رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیهم کذاب ولامتهم بکذب، وناهیک یااخی بعدالة من ارتضاهم الامام ابوحنیفة رضی اللّٰہ عنه لان یاخذ عنهم احکام دینه مع شدة تورعہٖ و تحرزه و شفقتہٖ علی الامة المحمدیة.[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی مسانید میں سے تین مسانید کے ان صحیح نسخوں کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جن پر حفاظ حدیث کی تصدیقی تحریریں درج ہیں۔ ان حفاظ میں سے آخری شخص حافظ دمیاطیؒ (مشہور محدث۔ ناقل) ہیں۔ میں نے ان مسانید کے مطالعہ کے دوران دیکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صرف ان تابعین سے احادیث روایت کرتے ہیں جو جلیل القدر تابعین اور عادل وثقہ ہیں، اور یہ اس زمانہ کے لوگ ہیں جس کے خیر القرون (بہتر زمانہ) ہونے کی گواہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، جیسے اسود نخعیؒ، علقمہ نخعیؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، مجاہدؒ، مکحول شامیؒ، حسن بصریؒ اور ان جیسے دیگر حضرات ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ لہٰذا ان مسانید میں وہ تمام رواۃ جو امام ابوحنیفہؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں، وہ سب کے سب عادل، ثقہ اور بلند پایہ بزرگ ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو دروغ گو ہو یا اس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔ اے میرے بھائی!

۱۔ المیزان الکبریٰ الشعرانیۃ (۸۳،۸۲/۱)

تیرے لیے یہی کافی ہے کہ تو ان لوگوں کو عادل سمجھ جن سے امام ابوحنیفہؒ باوجود شدتِ تقویٰ، احتیاط اور امت محمدیہ پر شفقت رکھنے کے احکامِ دینیہ لینے پر راضی ہوئے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

اذ كل حديث وجدناه فى مسانيد الامام الثلاثة فهو صحيح لانه لولا صح عنده ما استدل به.[1]

امام ابوحنیفہؒ کی ان مسانید ثلاثہ میں ہم جو بھی حدیث پاتے ہیں، وہ صحیح ہے۔ کیونکہ اگر وہ حدیث امام صاحبؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو آپ اس سے استدلال ہی نہ کرتے۔

(۴) امام اعظمؒ کی ان مسانید کو محدثین میں بہت پذیرائی ملی ہے جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ مسانید محدثین کے زیرِ نظر رہی ہیں، اور ان کے ہاں ان مسانید کو سماعت اور روایت کرنے کا رواج رہا ہے، جیسا کہ ابھی آپ نے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م۹۷۳ھ) کا بیان پڑھا ہے کہ امام اعظمؒ کی تین مسانید ان کی زیرِ نظر بھی رہی ہیں، اور ان ''مسانید ثلاثہ'' پر امام دمیاطیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کی تصدیقی تحریرات بھی ثبت تھیں، جس کا مطلب ہے کہ یہ مسانید ان کے زیرِ مطالعہ بھی رہ چکی ہیں۔

اسی طرح امام اعظمؒ کی کئی مسانید مؤرخِ اسلام امام کمال الدین عمر بن احمد المعروف بہ ''ابن العدیمؒ'' (م۶۶۰ھ) کی زیرِ نظر بھی رہ چکی ہیں، چنانچہ وہ ایک حدیث کی تحقیق میں رقم طراز ہیں:

وقد نظرت فى مسانيد ابى حنيفة رَضِىَ اللّٰهُ عنه.[2]

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کئی مسانید میں اس حدیث کو دیکھا ہے۔

امام محمد بن منعہؒ (م۹۰۴ھ)، جو ایک جلیل المرتبت محدث اور دمشق کے قاضی القضات رہے ہیں، ان کے ترجمہ میں امام نجم الدین غزی شافعیؒ (م۱۰۶۱ھ) اور امام ابن العماد حنبلیؒ (م

---

[1] ایضاً (۸۴/۱)

[2] بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۲۷۱۰/۶) طبع دارالفکر، بیروت

۱۰۸۹ھ) نے لکھا ہے کہ:

وسمع بعض مسانید ابی حنیفة رضی اللہ عنه علی قاضی القضاة حمید الدین۔[۱]

انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بعض مسانید کا سماع قاضی القضات حمید الدینؒ سے کیا تھا۔

نیز حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام محمد بن یعقوب ابن النحاسؒ (م ۶۹۵ھ) کے ترجمہ میں اور علامہ شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے رضوان بن محمد صحراوئیؒ (م ۸۵۲ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی بعض مسانید ان کی مسموعات میں سے بھی ہیں۔[۲]

اس طرح کی تصریحات کتب رجال میں دیگر کئی محدثین کے بارے میں ملتی ہیں، جن کو ہم آگے امام اعظمؒ کی مسانید کے تعارف میں انشاء اللہ پیش کریں گے۔

مؤلفین مسانید ابی حنیفہ کا تعارف

امام اعظمؒ کی مسانید کو جن لوگوں نے تالیف کیا ہے، وہ سب علم حدیث کے عظیم سپوت ہیں اور وہ خود اس لائق تھے کہ ان کی مسانید لکھی جاتیں (اور بعض کی لکھی بھی گئی ہیں)، لیکن بایں ہمہ انہوں نے امام اعظمؒ کی احادیث کو فوقیت دی اور ان کو مسانید کی صورت میں لکھ کر اُمت کے سامنے پیش کیا۔ جزاہم اللہ عنا احسن الجزاء۔

ذیل میں ان حضرات کی شخصیات اور ان کی تالیف کردہ مسانید ابی حنیفہ کا تعارف ملاحظہ کریں۔

(۱) امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام موصوف جو امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ان سے امام اعظمؒ کی احادیث سے متعلق

۱۔ الکواکب السائرۃ (۱/۱۷۱)، شذرات الذهب (۸/۴۴)

۲۔ معجم شیوخ الذهبی (ص ۵۸۶)، البدر الطالع (۱/۲۷۳)

دو کتابیں مروی ہیں۔ایک کتاب الآثار ہے، جس کو انہوں نے امام صاحبؒ سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

دوسری ''مسند ابی حنیفہ'' ہے، جس کی حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے ''جامع المسانید'' میں تخریج کی ہے اور اس کو انہوں نے ''نسخہ امام محمد'' سے تعبیر کیا ہے۔[1]

محدث عظیم علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ کی تحقیق یہ ہے کہ:

یہ نسخہ بھی دراصل کتاب الآثار کی تلخیص ہے اور اس کے مُلَخِّص امام محمدؒ کے شاگرد امام عمرو بن ابی عمروؒ ہیں۔انہوں نے اس نسخہ میں صرف حدیثیں ہی روایت کی ہیں اور فتاویٰ تابعین وغیرہ کو نقل نہیں کیا ہے اور غالباً اسی لیے اس کو ''مسند ابی حنیفہ'' کہا جاتا ہے۔[2]

(۲) امام ابوعبداللہ محمد بن مخلد الدوریؒ (م ۳۳۱ھ)

امام موصوف علم حدیث کی بلند مرتبت شخصیت ہیں۔انہوں نے تحصیلِ حدیث کے لیے امام مسلم بن حجاج صاحب الصحیح وغیرہ جیسے کبار ائمہ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔جبکہ ان کے تلامذہ حدیث میں امام دار قطنیؒ، امام ابن شاہینؒ، امام محمد بن مظفرؒ اور امام ابن عقدہؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، المفید، الثقۃ اور محدث بغداد کے القاب سے کرتے ہیں۔[3] نیز ذہبیؒ نے ان کو تین مرتبہ ثقہ کہہ کر ان کی مقرر توثیق کی ہے اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

مشهور، فی تاریخ بغداد لهٗ ترجمة مليحة... و هو اعلم اهل عصره اسنادًا.[4]

یہ مشہور محدث ہیں اور تاریخ بغداد میں ان کا شاندار ترجمہ ہے، اور یہ اپنے معاصرین میں اسنادِ حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی ''تاریخ'' میں ان کے بارے جن ائمہ حدیث

۱۔ جامع المسانید (۱/۷۵)
۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۷۴)
۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۳۳)
۴۔ لسان المیزان (۵/۳۷۰)

سے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے ایک امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) بھی ہیں جو ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثقہ مامون.[1]

یہ ثقہ اور قابلِ اعتماد محدث ہیں۔

خود علامہ موصوف نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وکان احد اهل الفهم، موثوقا به فی العلم، متسع الروایة، مشهور بالدیانة، موصوفا بالامانة، مذکور ابا لعبادة.[2]

یہ اہلِ فہم (سمجھ دار لوگوں) میں سے تھے، اور اپنے علم میں ثقہ، کثیر الحدیث، دیانت میں مشہور، امانت کے ساتھ موصوف اور عبادت میں قابلِ ذکر تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان ثقة، فهما، واسع الروایة، مشکور الدیانة، مشهورًا بالعبادة.[3]

یہ ثقہ، سمجھ دار، کثیر الحدیث، قابلِ قدر، دیانت دار اور مشہور عبادت گزار تھے۔

یہ بلند پایہ محدث بھی امام اعظمؒ کی "مُسند" لکھنے والوں میں سے ہیں، بلکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے آپ کی احادیث کو باقاعدہ ایک مسند کی صورت میں لکھا ہے، جس کا نام "جمع حدیث ابی حنیفۃ" ہے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی ان کی اس مُسند کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن احمد بن جہم بلخیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عنه محمد بن مخلد الدوری فی مسند ابی حنیفة الذی جمعه.[4]

ان سے امام محمد بن مخلد دوریؒ نے اپنی جمع کردہ "مسند ابی حنیفہ" میں روایت لی ہے۔

اسی طرح علامہ خطیبؒ نے احمد بن محمد بلخیؒ کے ترجمہ میں بھی اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔[5]

۱۔ تاریخ بغداد (۸۰/۴)

۲۔ ایضاً

۳۔ البدایۃ والنہایۃ (۶۰۳/۷)

۴۔ تاریخ بغداد (۳۰۲/۱)

۵۔ ایضاً (۱۶/۵)

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن الحسن الجمال الوازعیؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

روی عنه محمد بن مخلد الدوری فی جمعه حدیث ابی حنیفة.[1]

ان سے محمد بن مخلد دوریؒ نے اپنی تالیف ''جمع حدیث ابی حنیفہ'' میں روایت لی ہے۔

(۳) امام ابوالعباس احمد بن محمد کوفی المعروف بہ ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ)

امام ابن عقدہؒ ایک مشہور اور عدیم المثل حافظ الحدیث ہیں۔ امام بعابیؒ، امام طبرانیؒ، امام ابن عدیؒ اور امام دارقطنیؒ وغیرہ، یہ سب نامور محدثین ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمے کا آغاز ''حافظ العصر'' اور ''محدث البحر'' کے القاب سے کیا ہے۔[2]

نیز ذہبیؒ نے اُن کے بارے میں لکھا ہے:

وكان اليه المنتهٰى فى قوة الحفظ و كثرة الحديث.[3]

قوت حافظہ اور کثرت حدیث کا ان پر خاتمہ تھا۔

اسی طرح ذہبیؒ نے ان کے متعلق یہ تصریح بھی کی ہے:

كان آية من الآيات فى الحفظ حتى قال الدار قطنى: اجمع اهل بغداد انه لم يُرَ بالكوفة من زمن ابن مسعود رضى الله عنه، الٰى زمن ابن عقدة احفظ منه.[4]

امام ابن عقدہؒ حفظِ حدیث میں ایک نشانی تھے، یہاں تک کہ امام دارقطنیؒ نے فرمایا ہے کہ تمام اہلِ بغداد کا اس پر اجماع ہے کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہؒ کے زمانہ تک ان سے بڑا حافظ الحدیث نہیں دیکھا گیا۔

خود امام موصوف کا اپنا بیان ہے:

احفظ مئة الف حديث باسنادها، واذاكر بثلاثمئة الف حديث.[5]

۱۔ کتاب الانساب (۳۶۳/۴) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۴۰/۳)
۳۔ ایضاً ۴۔ العبر (۴۳/۲) ۵۔ ایضاً

مجھے ایک لاکھ احادیث اسناد سمیت زبانی یاد ہیں، اور تین لاکھ احادیث کا میں نے مذاکرہ کیا ہے۔

امام موصوف نے امام اعظمؒ کی جو مُسند لکھی ہے اس کا نام ''اَخْبَارُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ مُسْنَدِہٖ'' ہے، جیسا کہ امام علی بن انجب المعروف بہ ''ابن الساعی'' (م ۶۷۴ھ) نے امام بن عقدہؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے۔[۱]

اس کتاب میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب بھی لکھے ہیں، اور آپ کی روایت کردہ احادیث کو بھی مُسند کے نام سے جمع کیا ہے۔ ان کی مؤلفہ اس مسند میں ایک ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ مورّخ کبیر اور بلند پایہ محدث وفقیہ حافظ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) اپنی ''تاریخ کبیر'' میں تصریح کرتے ہیں:

ان مُسند ابی حنیفۃ لابن عقدہ یحتوی وحدہ علیٰ مایزید علیٰ الف حدیث.[۲]

امام ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ ایک ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ایک راوی کی تحقیق میں حافظ ابن عقدہؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاول اولیٰ فقد صرح بہٖ ابو العباس بن عقدۃ فساقہ من طریق الصلت عن ابی حنیفۃ...[۳]

پہلی بات بہتر ہے جیسا کہ ابو العباس ابن عقدہؒ نے تصریح کی ہے اور انہوں نے صلتؒ کے طریق سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت نقل کی ہے۔

(۴) امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمدؒ المعروف بہ ''ابن ابی العوامؒ'' (م ۳۳۵ھ)

امام ابن ابی العوامؒ بھی علم حدیث کی ایک مثالی شخصیت ہیں۔ موصوف علم حدیث میں امام نسائیؒ صاحب السنن اور امام طحاویؒ وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں۔

خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۳ھ) ان کو ثقہ، ثبت (پختہ کار محدث) اور

۱۔ اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِیْ اَسْمَاءِ الْمُصَنِّفِیْنَ (ص ۲۸۵)، طبع دار الغرب الاسلامی، تونس

۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)

۳۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۵۵۱)

ناقد حدیث قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ علم حدیث پر ان کو بہت زیادہ اطلاع تھی۔[۱]

موصوف نے امام اعظمؒ کے مناقب میں ایک کتاب ''فضائل ابی حنیفۃ'' کے نام سے لکھی ہے جو کہ مطبوعہ ہے۔ ان کی مؤلفہ ''مُسند ابی حنیفہ'' اسی کتاب کا ایک بڑا باب ہے۔ جیسا کہ امام صالحیؒ نے تصریح کی ہے۔[۲]

حافظ جمال الدین زیلعی (۷۶۲ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے:

رواه ابن ابی العوام فی کتاب ''فضائل ابی حنیفة''.[۳]

اس حدیث کو امام ابن ابی العوامؒ نے ''فضائل ابی حنیفہ'' میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے ان کی مرتبہ ''مسند ابی حنیفہ'' کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن شعیبؓ کو صحابہؓ کے زمرے میں شمار کیا ہے۔[۴]

نیز حافظ ابن حجرؒ ایک حدیث کی تحقیق میں ارقام فرماتے ہیں:

وصله ابن ابی العوام و ابن خسرو فی مسند ابی حنیفة.[۵]

امام ابن ابی العوامؒ اور امام ابن خسروؒ نے (اپنی اپنی) ''مسند ابی حنیفہ'' میں اس حدیث کو موصولاً روایت کیا ہے۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی دیگر مسانید کے ساتھ اس کی بھی تخریج کی ہے اور امام ابن ابی العوامؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۶]

(۵) امام عمر بن حسن اشنانیؒ (م۳۳۷ھ)

یہ ابن الاشنانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل اپنے والد حسن

۱۔ عقود الجمان (ص۴۹) ۲۔ ایضاً (ص۳۳۳)

۳۔ نصب الرایۃ (۱۴۰/۳)

۴۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۸۴/۴، ت ۴۷۳۹) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ (۴۵/۲) طبع دار المعرفۃ، بیروت

۶۔ جامع المسانید (۷۷/۱)

اشنانیؒ، ابراہیم حربیؒ، محمد بن عیسیٰ المدائنیؒ، موسیٰ بن سہلؒ، محمد بن سلمہ واسطیؒ اور ابوبکر بن ابی الدنیاؒ وغیرہ محدثین سے کی، جبکہ ان سے حدیث کرنے والوں میں کئی اَجِلّہ اور مشہور محدثین جیسے ابن عقدہؒ، محمد بن مظفرؒ، دارقطنیؒ اور ابوحفص بن شاہینؒ وغیرہ بھی ہیں۔ موصوف اپنے استاذ امام ابراہیم حربیؒ (جو ایک مشہور اور جلیل القدر محدث ہیں) کی حیات میں ہی مسند درس پر فائز ہو گئے تھے اور ان کے ہی زمانہ میں روایت حدیث میں ناموری حاصل کر لی تھی، جو اُن کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ خطیبؒ (م ۴۶۳ھ) ان کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

تحديث ابن الاشنانی فی حياة ابراهيم الحربی لهٗ فيه اعظم الفخر واكبر الشرف، وفيه دليل علىٰ انه كان فی اعين الناس عظيما، ومحله كان عندهم جليلا.[1]

امام ابن الاشنانیؒ کا امام ابراہیم حربیؒ کی زندگی میں احادیث کی روایت کرنا اُن کے لیے ایک عظیم فخر اور بہت بڑا شرف ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں عظیم مقام رکھتے تھے اور وہ ان کے ہاں جلیل القدر تھے۔

علامہ خطیبؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے:

وقد حدث حديثا كثيرا، وحمل الناس عنه قديما و حديثا.[2]

انہوں نے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں، اور متقدمین اور متاخرین سب لوگ ان سے احادیث حاصل کرتے رہے ہیں۔

نیز علامہ خطیبؒ اور امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) دونوں ان کے حق میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ:

وهذا رجل من جلة الناس ومن اصحاب الحديث المجودين واحد الحفاظ له و حسن المذاكرة بالاخبار.[3]

یہ شخص (امام ابن الاشنانیؒ) جلیل القدر لوگوں اور بہترین محدثین میں سے ہیں۔

۱۔ تاریخ بغداد (۱۱/۲۳۷)
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً وکتاب الانساب (۱/۱۱۸)

نیز یہ حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں اور احادیث کا بہت اچھا مذاکرہ کرنے والے ہیں۔

امام دارقطنیؒ کے استاذ امام ابوعلی نیشاپوریؒ اور دیگر محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔[1]
امام موصوف نے بھی امام اعظمؒ کی احادیث کی مسند لکھی ہے، اور حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی مسانید میں ان کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[2]

اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی ان کی "مسند ابی حنیفہ" کا ذکر کیا ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[3]

(۶) امام محمد بن ابراہیم بن حبیش بغویؒ (م ۳۳۸ھ)

موصوف ایک بلند پایہ فقیہ اور عظیم المرتبت محدث ہیں۔ انہوں نے فقہ کی تعلیم امام محمد بن شجاع ثلجیؒ (تلمیذ امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ) وغیرہ سے حاصل کی، اور حدیث کا درس امام عباس دوریؒ (تلمیذ امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن معینؒ) اور اسحاق حربیؒ (تلمیذ امام احمد بن حنبلؒ) وغیرہ محدثین سے لیا۔ جب کہ ان کے تلامذہ حدیث میں امام دارقطنیؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظِ حدیث بھی ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے ان کو اپنے شیخ قرار دیا ہے۔[4]

امام موصوف بھی امام اعظمؒ کی مسند لکھنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ علامہ جمال الدین قاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ علامہ محمد بن سلیمان مغربیؒ (م ۱۰۹۴ھ) نے اپنے ثبت "صلۃ الخلف" میں امام ابوحنیفہؒ کی جن چار مسانید کو ذکر کر کے ان کے مؤلفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک امام محمد بن ابراہیم بن حبیش بغویؒ کی تالیف کردہ "مسند ابی حنیفہ" بھی ہے۔[5]

(۷) امام ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاریؒ المعروف بہ "الاستاذ" (م ۳۴۰ھ)

امام حارثیؒ وہ شخص ہیں جنہوں نے علم حدیث میں بلند پایہ مقام رکھنے کی وجہ سے محدثین

۱۔ لسان المیزان (۳۴۴/۴)
۲۔ جامع المسانید (۷۳/۱)
۳۔ عقود الجمان (ص ۳۲۷)
۴۔ تاریخ بغداد (۳۲۶/۱)
۵۔ الفضل المبین (ص ۲۴۸)

سے ''الاستاذ'' کا ممتاز لقب حاصل کیا، امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) ''کتاب الارشاد'' میں ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

یعرف بالاستاذ، له معرفة بهذا الشان.[1]

یہ ''الاستاذ'' کے لقب سے مشہور ہیں، ان کو اس فن حدیث کی معرفت حاصل ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

عُرف بالاستاذ، اکثر عنه ابو عبداللّٰه بن مندة.[2]

یہ ''الاستاذ'' سے مشہور ہیں، امام ابوعبداللہ بن مندہؒ نے ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) مشہور اور بلند مرتبت محدث ہیں۔ انہوں نے امام حارثیؒ سے بکثرت روایت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی توثیق بھی کی ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبیؒ ''تاریخ کبیر'' میں امام حارثیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان ابن مندة حسن الرائی فیه.[3]

امام ابن مندہؒ ان کے حق میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

وکان ابن مندة یحسن القول فیه.[4]

امام ابن مندہؒ ان کی اچھائی بیان کرتے تھے۔

حافظ ذہبیؒ کا ان کے بارے میں خود اپنا بیان یہ ہے کہ:

وکان محدثا جوّالا، رأسا فی الفقه.[5]

یہ محدث اور طلب حدیث میں کثرت سے سفر کرنے والے تھے اور فقہ میں سردار تھے۔

۱۔ لسان المیزان (۴۰۵/۳)
۲۔ ایضاً
۳۔ تاج التراجم (ص ۳۱)
۴۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۳۴۰)
۵۔ العبر (۶۰/۲)

نیز ذہبیؒ ان کو درج ذیل القاب سے یاد فرماتے ہیں:

الاستاذ، الشیخ، الامام الفقیه، المحدث، عالم ماوراء النهر. [۱]

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

وکان شیخا مکثرا من الحدیث. [۲]

امام حارثیؒ شیخ اور کثیر الحدیث تھے۔

اس بیان میں امام سمعانیؒ نے امام حارثیؒ کو کثیر الحدیث قرار دینے کے ساتھ ساتھ شیخ بھی قرار دیا ہے، جو بتصریح مولانا ارشاد الحق اثری الفاظِ توثیق میں سے ہے۔ [۳]

نیز سمعانیؒ فرماتے ہیں:

رحل الیٰ خراسان والعراق والحجاز وادرک الشیوخ. [۴]

امام حارثیؒ نے طلبِ حدیث میں خراسان، عراق اور حجاز (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) کی طرف سفر کیا اور وہاں کے شیوخِ حدیث سے ملاقات کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کو حافظ الحدیث قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو محمد الحارثی: هو عبدالله بن محمد بن یعقوب الحافظ الحنفی وهو الاستاذ وهو البخاری. [۵]

اسی طرح حافظ موصوف نے ان کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" کے تعارف میں بھی ان کا حافظ الحدیث ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

وقد اعتنیٰ الحافظ ابومحمد الحارثی، وکان بعد الثلاثمائة بحدیث ابی حنیفة فجمعهٗ فی مجلد، ورتبه علیٰ شیوخ ابی حنیفة. [۶]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۳۴۰)؛ تذکرۃ الحفاظ (۳/۴۹)

۲۔ کتاب الانساب (۳/۱۶)　　　۳۔ توضیح الکلام (۱/۴۸۰)

۴۔ کتاب الانساب (۳/۱۶)

۵۔ لسان المیزان (۷/۱۴۴، باب الکنیٰ)　　　۶۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۱۹)

حافظ ابو محمد حارثیؒ، جو ۳۰۰ ہجری کے بعد ہوئے ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث پر خصوصی توجہ دی اور ان کو ایک جلد میں جمع کر دیا، اور اس مسند کو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ پر ترتیب دیا ہے۔

حافظ ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے ان کی جمع کردہ "مسند ابی حنیفہ" کی تعریف میں لکھا ہے:

من طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون۔[1]

جو شخص بھی امام حارثیؒ کی جمع کردہ "مسند امام ابی حنیفہ" کا مطالعہ کرے گا، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق ومتون حدیث پر ان کے احاطہ علمیہ کو جان لے گا۔

محدثین نے امام حارثیؒ کی اس "مسند ابی حنیفہ" پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے خصوصی اعتناء کیا ہے۔ چنانچہ محدث جلیل حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے اس کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا، اور کئی محدثین نے اس کے مختصرات اور شروحات لکھے ہیں۔

علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ غیر مقلد (م ۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں:

ورتب المسند المذکور الشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی بروایة الحارثی علی ابواب الفقه، وله مختصرات و شروح عدة۔[2]

اس مسند ابی حنیفہؒ بروایت امام حارثیؒ کو شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفیؒ نے ابواب فقہ پر مرتب کیا ہے، اور اس کے کئی مختصرات اور شروح لکھے گئے ہیں۔

امام محدث اسماعیل بن محمد العجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) نے اپنی اربعین (چہل حدیث) بنام "عقد الجوہر الثمین"، میں چالیس نامور ائمہ حدیث میں سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس میں انہوں نے امام اعظمؒ کی ایک حدیث کی بھی تخریج کی ہے جس کو انہوں نے امام حارثیؒ کی مسند ابی حنیفہ سے نقل کیا ہے۔[3]

۱۔ جامع المسانید (۲/۵۲۵)
۲۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۵۲)
۳۔ ایضاً

اس سے آپ مُسند مذکورہ کی جلالت شان کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

امام محمد بن احمد بن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے بھی امام حارثیؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' سے استفادہ کیا ہے۔[۱]

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اس مسند پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی روایات کو قابلِ استدلال سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رُواتِ حدیث سے متعلق امام اعظمؒ کے اقوال کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے ایک صاحبزادے کے نام میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی روایت میں ان کا نام یزید بتلایا ہے۔ جبکہ حافظ موصوف نے ''تقریب التہذیب'' میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ یہ قول (جس کی نسبت انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی ہے، اور اس کو راجح قرار دیا ہے) انہوں نے امام حارثیؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

قیل اسمہٗ یزید. قلتُ: ثبت کذلک فی مسند ابی حنیفۃ للبخاری.[۲]

کہا جاتا ہے کہ (حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے کا) نام یزید ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام حارثی بخاریؒ کی مسند ابی حنیفہ میں اسی طرح ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

والصواب ماوقع فی مسند ابی حنیفۃ للحارثی عن یزید بن عبداللہ بن مغفل عن ابیہ.[۳]

درست سند وہ ہے جو امام حارثیؒ کی مسند ابی حنیفہؒ میں درج ہے، جس میں یزید بن عبداللہ بن مغفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ حافظ ابن حجرؒ جس قول کو بالجزم امام ابوحنیفہؒ کی طرف

۱۔ شرح علل ابن ابی حاتم (ص ۱۶۱، ۱۶۲)، طبع الفاروق الحدیثیۃ، القاہرۃ

۲۔ تہذیب التہذیب (۶/۵۰۱)

۳۔ الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار (ص ۲۳۸) مع کتاب الآثار

منسوب کر رہے ہیں اور اس کو راجح بتلا رہے ہیں، وہ انہوں نے امام حارثیؒ کی مسندابی حنیفہ سے نقل کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام حارثیؒ اپنی نقل میں ثقہ ہیں اور ان کی مرتبہ یہ مسند ایک قابلِ اعتماد کتاب ہے۔

نیز حافظ موصوف ایک اور مقام پر امام حارثیؒ کی مذکورہ مسند سے استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فان الذی فی النسخ الصحیحة منه عن عثمان بن محمد عن طلحة بن عبید اللّٰه.[۱]

بے شک امام حارثیؒ کی مُسند ابی حنیفہؒ کے صحیح نسخوں میں یوں مذکور ہے کہ عثمان بن محمد نے یہ روایت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت کی ہے۔

علاوہ ازیں امام حارثیؒ کی یہ مسند حافظ ابن حجرؒ کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے دو طریقوں سے امام حارثیؒ تک اپنی سند ذکر کی ہے، چنانچہ ان کے ایک طریق میں حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) صاحب "تھذیب الکمال" جیسے محدث شہیر کا نام بھی آتا ہے۔[۲]

نیز امام عمر بن فہد مکیؒ (م ۸۸۵ھ) نے بھی اپنی "معجم" میں اپنے کئی اساتذہ مثلاً محمد بن احمد بن الضیاء العمریؒ، اور محمود بن احمد بن موسیٰ العتابیؒ وغیرہ کے تراجم میں تصریح کی ہے کہ امام حارثیؒ کی مؤلفہ "مسندابی حنیفہؒ" ان کی مرویات میں سے ہے۔[۳]

افسوس کہ امام حارثی جیسے بلند پایہ محدث بھی دیگر ائمہ احناف کی طرح بعض محدثین (جن کو ائمہ احناف سے خدا واسطے کا بیر ہے) کے تعصب کا شکار ہونے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے تو ان کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ حافظ ابن الجوزیؒ نے حافظ ابوسعید رواسؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ وضع حدیث کے ساتھ متہم ہیں۔

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان دونوں کو اس کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ چنانچہ موصوف ان کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبداللّٰه بن محمد اکبر واجل من ابن الجوزی ومن ابی سعید

۱۔ الاصابہ (۱۶۸/۵) ۲۔ المعجم المفہرس (ص ۲۷۱)

۳۔ معجم الشیوخ (ص ۲۱۴، ۲۹۳) للمکیؒ طبع دارالیمامۃ، السعودیۃ

الرواس.[1]

امام عبداللہ بن محمد حارثیؒ، حافظ ابن الجوزیؒ اور حافظ ابوسعید الرواسؒ دونوں سے (علم حدیث میں) بڑھ کر ہیں، اور ان سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔

(۸) امام ابواحمد عبداللہ بن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)

امام ابن عدیؒ حدیث اور فنِ جرح وتعدیل کی ایک نامور ہستی ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کا ترجمہ الامام، الحافظ الکبیر اور اَحَدُ الْاَعْلَامُ کے القاب سے شروع کرتے ہیں۔

حافظ سہمیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک پختہ کار محدث تھے اور ان کے زمانہ میں ان کے پایہ کا کوئی محدث نہیں تھا۔

امام خلیلیؒ فرماتے ہیں، امام ابن عدیؒ حفظِ حدیث اور جلالتِ شان میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتے۔

حافظ احمد بن ابی مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی طرح کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام موصوف نے فنِ جرح وتعدیل میں جو کتاب ''الکامل'' کے نام سے لکھی ہے، اس کی محدثین میں مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام دارقطنیؒ کے شاگرد حافظ حمزہ سہمیؒ نے ایک دفعہ ان سے درخواست کی کہ آپ ضعفاء (ضعیف راویوں) پر ایک کتاب تصنیف کریں۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس ابن عدیؒ کی ''الکامل'' نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہے۔ فرمایا، فیه كفاية لايزاد عليه.

یہ کتاب اس فن میں کافی ہے، اس پر مزید اضافہ نہیں ہوسکتا۔[2]

امام ابن عدیؒ فنِ جرح وتعدیل میں نمایاں مقام رکھنے کے باوجود اپنے مخالفین پر بے جا تنقید کرنے میں بڑے بے باک واقع ہوئے ہیں۔ احناف ان کے تعصب اور طعن وتشنیع کا خصوصی نشانہ بنے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ پر بھی جرح کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمیؒ غیر مقلد نے بھی امام موصوف کو متشدد اور مگست فی الجرح قرار دیا ہے، اور انہوں نے امام اعظمؒ پر جو جرح کی ہے، اس کو مولانا رحمانی نے

---

[1] الجواہر المضیئۃ (۱/۲۹۰)

[2] ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۰۲)

ان کے تعنت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کی توثیق میں بحوالہ گزرا ہے۔

امام موصوف کا احناف کے بارے میں یہ متعصبانہ رویہ ان کے ابتدائی دور کا ہے، جب انہوں نے ''الکامل'' لکھی تھی۔ لیکن جب وہ مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام ابوجعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی اور ان کی صحبت کے نتیجہ میں فقہ حنفی کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی تو پھر انہوں نے اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا، اور امام صاحبؒ اور دیگر احناف کے بارے میں انہوں نے جو سخت ریمارکس دیے تھے، اس کے کفارہ میں امام صاحبؒ کی ''مسند'' تصنیف کی۔

محدث ناقد علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وکان ابن عدی علی بعده عن الفقه والنظر والعلوم العربية طويل اللسان فی ابی حنيفة واصحابه، ثم لما اتصل بابی جعفر الطحاوی واخذ عنه تحسنت حالته يسيرا حتی الف مسندًا فی احاديث ابی حنيفة وهو يقول فی صدر مسنده انه كان بين ابی حنيفة والثوری شئی وكان ابوحنيفة اكفهما لسانا۔[1]

امام ابن عدیؒ فقہ، نظر اور علمِ عربیہ سے دور رہنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں زبان دراز تھے۔ پھر جب امام ابوجعفر طحاویؒ سے ملے اور ان سے اخذِ علم کیا تو ان کی حالت قدرے اچھی ہوگئی، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند تالیف کی۔ چنانچہ وہ اس مسند کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے درمیان کچھ رنجش تھی اور ان دونوں میں سے امام ابوحنیفہؒ زیادہ زبان کی حفاظت کرنے والے تھے۔

علامہ کوثریؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے اپنی کتاب ''الفہرست الاوسط'' میں امام اعظمؒ کی جن سترہ مسانید کو ذکر کر کے ان کے مؤلفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں، ان میں امام ابن عدیؒ کی مؤلفہ ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔ اور ہم سے لے کر حافظ ابن طولونؒ تک ان مسانید کی اسانید ہماری کتاب ''التحریر الوجیز''[2] میں مذکور ہیں۔

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۹)   ۲۔ ایضاً (ص ۱۵۶)

غازیِ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے برادر زادے اور ملکِ شام کے فرمانروا سلطان المعظم عیسیٰ بن ابوبکرؒ (م ۶۴۲ھ) نے علامہ خطیب بغدادیؒ کے ردّ میں جو کتاب لکھی ہے اس میں بھی انہوں نے امام ابن عدیؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' کا حوالہ دیا ہے۔[1]

اسی طرح مورخ اسلام امام ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے بھی امام ابن عدیؒ کی مؤلفہ ''مسند ابی حنیفہ'' کا حوالہ دیا ہے۔[2]

حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی امام عدیؒ کی مسند ابی حنیفہ کی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[3]

(۹) امام محمد بن مظفر بغدادیؒ (م ۳۷۹ھ)

امام موصوف ایک ثقہ محدث اور پختہ کار حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ امام دار قطنیؒ، امام بن شاہینؒ، امام ابونعیم اصفہانیؒ اور امام برقانیؒ جیسے حفاظ حدیث کو ان سے تلمذ پر فخر ہے۔

حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کا تعارف ان الفاظ سے کراتے ہیں، الحافظ، الامام، الثقۃ، محدث العراق۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

کان ابن المظفر فهما حافظا صادقا.

امام ابن مظفر سمجھ دار، حافظ الحدیث اور راست باز شخص تھے۔

محمد بن عمر داؤدیؒ کا بیان ہے کہ:

رأیت الدارقطنی یعظم ابن المظفر ویجله ولا یسند بحضرته.

میں نے امام دار قطنیؒ کو دیکھا کہ وہ امام محمد بن مظفرؒ کی اتنی تعظیم اور عزت کرتے تھے کہ ان کے سامنے تکیہ سے ٹیک تک نہیں لگاتے تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے بحوالہ امام برقانیؒ لکھا ہے کہ امام دار قطنیؒ نے امام ابن مظفرؒ سے کئی ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔

۱۔ السھم المصیب فی کبد الخطیب (ص ۱۱۲) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۲۷۱۰/۶)   ۳۔ جامع المسانید (۷۳،۷۲/۱)

ان کے تعنت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کی توثیق میں بحوالہ گزرا ہے۔
امام موصوف کا احناف کے بارے میں یہ متعصبانہ رویہ ان کے ابتدائی دور کا ہے، جب انہوں نے ''الکامل'' لکھی تھی۔ لیکن جب وہ مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام ابوجعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی اور ان کی صحبت کے نتیجہ میں فقہ حنفی کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی تو پھر انہوں نے اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا، اور امام صاحبؒ اور دیگر احناف کے بارے میں انہوں نے جو سخت ریمارکس دیے تھے، اس کے کفارہ میں امام صاحبؒ کی ''مُسند'' تصنیف کی۔

محدث ناقد علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وکان ابن عدی علی بعده عن الفقه والنظر والعلوم العربية طويل اللسان فی ابی حنيفة واصحابه، ثم لما اتصل بابی جعفر الطحاوی واخذ عنه تحسنت حالته يسيرا حتی الف مسندًا فی احاديث ابی حنيفة وهو يقول فی صدر مسنده انه كان بين ابی حنيفة والثوری شئی وکان ابو حنيفة اكفهما لسانا۔[1]

امام ابن عدیؒ فقہ، نظر اور علمِ عربیہ سے دور رہنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں زبان دراز تھے۔ پھر جب امام ابوجعفر طحاویؒ سے ملے اور ان سے اخذِ علم کیا تو ان کی حالت قدرے اچھی ہوگئی، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند تالیف کی۔ چنانچہ وہ اس مسند کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے درمیان کچھ رنجش تھی اور ان دونوں میں سے امام ابوحنیفہؒ زیادہ زبان کی حفاظت کرنے والے تھے۔

علامہ کوثریؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے اپنی کتاب ''الفہرست الاوسط'' میں امام اعظمؒ کی جن سترہ مسانید کو ذکر کر کے ان کے مؤلفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں، ان میں امام ابن عدیؒ کی مؤلفہ ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔ اور ہم سے لے کر حافظ ابن طولون تک ان مسانید کی اسانید ہماری کتاب ''التحریر الوجیز'' میں مذکور ہیں۔[2]

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۹) ۲۔ ایضاً (ص ۱۵۶)

وجمع مسند ابی حنیفة.[۱]

حافظ محمد بن مظفرؒ نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا ہے۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی مسانید میں امام موصوف کی مسند کی بھی تخریج کی ہے اوران تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۲]

نیز حافظ خوارزمیؒ ان کی اس مسند کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وهذا المسند الذی جمعه للامام ابی حنیفة، وهو المسند الثالث من مسانید هذا الکتاب یدل علی نهایته فی علم الحدیث وحفظه وعلمه بالمتون والطرق. جزاه الله عن الاسلام خیرا.[۳]

امام ابن المظفرؒ نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند جمع کی ہے، یہ اس کتاب (جامع المسانید) کی تیسری مسند ہے، اور یہ مسند اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن المظفرؒ حدیث کے علم، اوراس کے حفظ، اوراس کے متون وطرق کو جاننے میں نہایت بلند مرتبت تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام اہلِ اسلام کی طرف سے بہترین جزائے خیر نصیب کرے۔ آمین

واضح رہے کہ امام ابن مظفرؒ، امام طحاویؒ کے شاگرد ہیں اورانہوں نے ہی امام طحاویؒ سے ''سنن شافعیؒ'' کوروایت کیا ہے، جبکہ امام طحاویؒ اس سنن کواپنے ماموں امام مزنیؒ کے واسطہ سے امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن نقطہؒ (م ۶۲۹ھ) امام ابن مظفرؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وبمصر من احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی. سمع منه سنن الشافعی بروایته عن خاله اسماعیل بن یحییٰ المزنی.[۴]

انہوں نے مصر میں امام احمد بن محمد بن سلامہ طحاویؒ سے احادیث کا سماع کیا تھا، نیز انہوں نے امام طحاویؒ سے سنن شافعی کی بھی سماعت کی تھی، جس کوامام طحاوی اپنے ماموں امام اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ سے (اور وہ امام شافعیؒ سے اس کو)

۱۔ التقیید (۱/۱۱۳)
۲۔ جامع المسانید (۱/۷۱)
۳۔ ایضاً (۲/۳۶۲)
۴۔ التقیید (۱/۱۱۳)

روایت کرتے ہیں۔

حافظ سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) ابو القاسم عبید اللہ مصری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فسمع مسند الشافعی من ابی الحسین بن المظفر الحافظ، عن الطحاوی، عن المزنی عنه.[1]

انہوں نے حافظ ابو الحسین بن مظفرؒ سے، انہوں نے امام طحاویؒ سے، امام طحاویؒ نے امام مزنیؒ سے، اور انہوں نے امام شافعیؒ سے ''مسند شافعی'' کا سماع کیا تھا۔

(۱۰) امام طلحہ بن محمد الشاہد بغدادیؒ (م ۳۸۰ھ)

امام طلحہؒ ایک جلیل القدر محدث، عظیم فقیہ، بلند پایہ مورّخ اور علم قرأت کے علّامہ اور مشہور محدث امام دار قطنیؒ کے معاصر ہیں۔ انہوں نے علمِ حدیث کی تحصیل ابو القاسم بغویؒ، احمد بن قاسمؒ، ابو بکر مقریؒ، ابو بکر بن ابی داؤد بجستانیؒ اور یحییٰ بن صاعدؒ وغیرہ جیسے حفاظ حدیث سے کی۔ جبکہ ان سے روایت کرنے والوں میں عمر بن ابراہیم فقیہؒ، ازہریؒ، ابو محمد الخلالؒ، عبد العزیز بن علی ازجیؒ، علی بن حسن تنوخیؒ، اور علی بن حسن جوہریؒ اور دیگر کئی نامور محدثین شامل ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

طلحة بن محمد الشاهد بغدادی، مشهور فی زمن الدارقطنی، صحیح السماع.[2]

طلحہ بن محمد الشاہد بغدادیؒ، امام دار قطنیؒ کے زمانہ کے مشہور اور صحیح السماع محدث ہیں۔

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الشیخ، العالم، الاخباری، المورّخ، ابو القاسم البغدادی المقری.[3]

حافظ ابو المؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ان کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان مقدم العدول والثقات الثبات فی زمانه، وصنف المسند لابی حنیفة علیٰ حروف المعجم.[4]

۱۔ کتاب الانساب (۴/۶۴)
۲۔ لسان المیزان (۳/۲۵۳)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۳۴۸۴)
۴۔ جامع المسانید (۲/۴۸۷)

(۱۱) امام محمد بن ابراہیمؒ المعروف بہ ''ابن المقری'' (م ۳۸۱ھ)

امام ابن المقریؒ حدیث اور قرأت وغیرہ علوم کے امام، اور اپنے زمانہ کے کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز: محدث اصبہان، الامام الرحال، الحافظ اور الثقہ کے القاب سے کیا ہے۔

ابن مردویہؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ، مامون اور صاحب اصول تھے۔

امام ابو نعیم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ محدث کبیر، ثقہ، صاحب مسانید اور اس قدر کثیر الشائخ تھے کہ ان کے مشائخ کا شمار نہیں ہو سکتا، اور طلب حدیث میں انہوں نے اتنا زیادہ سفر کیا کہ ان کو ''امام الرحال'' کہا جانے لگا۔

امام ابن المقریؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک چار دفعہ سفر کیا ہے، اور میں دس مرتبہ بیت المقدس گیا، چالیس حج کیے اور پچیس ماہ مکہ مکرمہ کی مجاورت کی۔

امام حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں، امام ابن المقریؒ اپنے زمانہ میں قرأت کے امام تھے، اور ہم نے جتنے قُرَّاء دیکھے ہیں، ان میں یہ سب سے زیادہ عبادت گزار اور مُستجابُ الدَّعْوَاتْ تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے محدث ابو نصر بن الحسنؒ کی زبانی ان کی ولایت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

> صاحب بن عباد معتزلی سے کسی نے پوچھا کہ آپ معتزلی ہو کر بھی امام ابن المقریؒ جیسے محدث سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ اس نے کہا، دو وجہ سے۔ ایک اس لیے کہ وہ میرے والد کے دوست رہ چکے ہیں، دوسرے اس لیے کہ میں ایک دن سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو سو رہا ہے اور اللہ کا ایک ولی تیرے دروازے پر کھڑا ہے۔ میں بیدار ہوا اور دربان سے کہا کہ دیکھو دروازے پر کون ہے؟ اس نے جواب دیا، ابو بکر بن المقری ہیں۔[1]

امام ابن المقریؒ جیسے علوم اسلامیہ کے سپوت اور عظیم وَلِیُّ اللہ بھی ان مصنفین میں سے ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ کی مسانید لکھی ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن مظفرؒ کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر

---

[1] ان اقوال کے لیے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (۱۲۱/۳)؛ العبر (۱۵۸/۲)

عسقلانیؒ کے حوالے سے امام ابن المقریؒ کی مسند ابی حنیفہ کا تعارف گزر چکا ہے کہ ان کی مسند بھی امام ابن المظفرؒ کی مسند ابی حنیفہؒ کی طرح صرف مرفوع احادیث پر مشتمل ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام ابن المقریؒ کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں:

وقد صنّف مسند ابی حنیفة.[۱]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی ہے۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کا تعارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صاحب المعجم الکبیر و مسند ابی حنیفة والاربعین.[۲]

حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ۶۲۹ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وجمع مسند ابی حنیفة.[۳]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ جمع کی ہے۔

نیز موصوف ابوالفتح منصور بن الحسین التانیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

حدث عن ابی بکر ابن المقرئ معجم الشیوخ و کتاب المسند لابی حنیفة جمع ابن المقرئ ایضا، حدث بهما عنه سعید بن ابی الرجاء الصیر فی.[۴]

انہوں نے امام ابوبکر ابن المقریؒ سے ان کی ''معجم شیوخ'' اور ان کی جمع کردہ ''مسند ابی حنیفہ'' کو روایت کیا ہے۔ جبکہ ان سے ان دونوں کتابوں کو سعید بن ابی الرجاء صیرفیؒ روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ناصر بن محمد اصبہانی قطانؒ (م ۵۹۳ھ) کے ترجمہ میں اپنے استاذ ابوالعلاء فرضیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

ان ناصر اسمع مسند ابی حنیفة لابن المقری و کتاب معانی الآثار للطحاوی من اسماعیل ابن الاخشید بسماعه للاول من ابن عبدالرحیم، وللکتاب الثانی من منصور بن الحسین عن ابن

۱۔ تذکرة الحفاظ (۱۲۱/۳)
۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۳۸۸)
۳۔ التقیید (۴/۱)
۴۔ ایضا (۲۶۰/۲)

المقری عنه.[۱]

ناصر قطانؒ نے امام ابن المقریؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' اور امام طحاویؒ کی ''شرح معانی الآثار'' کو اسماعیل بن انخشید سے سنا تھا، جب کہ اسماعیل بن انخشید پہلی کتاب (مسند ابی حنیفہ) کو ابن عبدالرحیمؒ سے اور وہ امام ابن المقریؒ سے روایت کرتے ہیں، اور دوسری کتاب (شرح معانی الآثار) کو وہ منصور بن حسینؒ سے، وہ امام ابن المقریؒ سے (اور وہ اس کو امام طحاویؒ سے) روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس مسند کا سماع امام احمد بن علی بن یوسف دمشقی المعروف بہ ''ابن عبدالحقؒ'' (م ۸۰۲ھ) سے کیا تھا، اور حافظ موصوف نے اس مسند کے مؤلف (امام ابن المقریؒ) تک اپنا سلسلہ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔[۲]

امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور علامہ محمد بن سلیمان مغربی (م ۱۰۹۴ھ) نے بھی اس مسند کو ذکر کر کے امام ابن المقریؒ تک اپنی اسانید ذکر کر دی ہیں۔[۳]

حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے اس مُسند کے رجال پر مستقل ایک کتاب تصنیف کی ہے، جیسا کہ ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے تصریح کی ہے۔[۴]

جب کہ علامہ شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) کی تصریح کے مطابق حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ نے امام ابن المقریؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' کو (ابواب پر) ترتیب بھی دیا ہے۔[۵]

(۱۲) امام ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ)

امام دار قطنیؒ مشہور محدث اور بلند مرتبت حافظ الحدیث ہیں۔ ان کی تالیف ''سنن الدار قطنی'' حدیث کی ایک مشہور اور متداول کتاب ہے۔

حافظ ذہبیؒ ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، شیخ الاسلام، حافظ الزمان اور الحافظ الشہیر جیسے

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۲۱/۳۰۶)

۲۔ المعجم المفہرس (ص ۲۷۲)؛ المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۱۱۴)

۳۔ عقود الجمان (ص ۳۳۳، ۳۳۴)؛ الفضل المبین (ص ۲۴۸)

۴۔ اعلان بالتوبیخ (ص ۱۱۷)

۵۔ البدر الطالع (۱/۳۸۴)

عظیم القاب سے کرتے ہیں۔

امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) جو اُن کے تلامذہ میں سے ہیں، سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے امام دار قطنی جیسا کوئی دوسرا شخص دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا، دار قطنی نے خود اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا تو میں کیسے ان جیسا شخص دیکھ سکتا ہوں۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام دار قطنی حفظ وفہم حدیث اور تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ قراء اور نحویوں کے امام بھی تھی۔

امام ابوالطیب طبریؒ ان کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" قرار دیتے ہیں۔[1]

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) امام موصوف کو درج ذیل القاب سے یاد کرتے ہیں:

وکان فرید عصرہ، وقریع دھرہ، ونسیج وحدہ، وامام وقتہ۔[2]

امام دار قطنی نے "سنن" کے علاوہ کئی اور شاہکار تصانیف بھی لکھی ہیں جن میں سے ایک مسند امام ابوحنیفہ بھی ہے۔ ان کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" مشہور مورخ ومحدث علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے بھی زیر نظر رہی ہے اور انہوں نے جب دمشق کا سفر کیا تھا تو اس وقت بھی یہ مسند ان کے پاس تھی۔

علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

کان الخطیب نفسه حینما رحل الیٰ دمشق استصحب معه مسند ابی حنیفة للدارقطنی و مسنده لابن شاهین، و مسنده للخطیب نفسه.[3]

علامہ خطیب نے جب دمشق کا سفر کیا تھا تو اس وقت وہ امام دار قطنی کی مسند ابی حنیفہ، امام ابن شاہینؒ کی مسند ابی حنیفہ اور خود اپنی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

(۱۳) امام ابوحفص عمر بن احمد بغدادی المعروف بہ "ابن شاہینؒ" (م ۳۸۵ھ)

امام ابن شاہینؒ بھی ایک نامور محدث اور امام دار قطنی کے معاصر ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز: الحافظ، الامام، المفید، المکثر (کثیر الحدیث) اور محدث العراق کے القاب

1۔ اقوال کے لیے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۳۲، ۱۳۳)

2۔ تاریخ بغداد (۱۲/۳۴) 3۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)

سے کیا ہے۔

حافظ امیر بن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) ان کو ثقہ اور مامون قرار دیتے ہیں۔

حافظ ابن ابی الفوارسؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور مامون ہیں اور انہوں نے ایسی عمدہ کتب تصنیف کی ہیں جو کوئی نہیں کر سکا۔[1]

موصوف کی ان جملہ تصانیف میں سے ایک تصنیف ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔ اور یہ مسند بھی علامہ خطیب بغدادیؒ کے زیر نظر رہی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں علامہ کوثریؒ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ علامہ خطیبؒ جب دمشق گئے تھے تو ان کے پاس اپنی اور امام دار قطنیؒ اور امام ابن شاہینؒ کی مؤلفہ مسانید ابی حنیفہ بھی تھیں۔

(۱۴) امام محمد بن اسحاق المعروف بہ ''ابن مندہؒ'' (م ۳۹۵ھ)

امام ابن مندہؒ ایک نامور اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں، اور ان کا خاندانی تعلق بھی محدثین کے ایک مشہور خاندان سے ہے۔ امام ذہبیؒ ان کو: الامام، الحافظ الجوّال اور محدث العصر جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں۔ نیز حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ میں کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جو ابن مندہؒ سے زیادہ طلب حدیث میں سفر کرنے والا اور ان سے بڑھ کر کثیر الحدیث ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ابن مندہؒ حافظ اور ثقہ بھی تھے، اور ان کے شیوخ کی تعداد سترہ سو ہے۔ دیگر محدثین نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے۔[2]

امام موصوف نے علوم حدیث میں بڑی عمدہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ایک تصنیف ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے جس کا نام ''روایۃ لمسند ابی حنیفۃ'' ہے۔ جیسا کہ امام موصوف کی کتاب ''فتح الباب فی الکنیٰ والالقاب'' کے محقق شیخ نظر محمد الفاریابی نے اس کتاب کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔[3]

ترکی کے مشہور عالم ڈاکٹر فواد سیزگین کی تصریح کے مطابق اس مُسند کا مخطوطہ باتافا جا کارتا

۱۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۲۹،۱۳۰)

۲۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۵۷) ؛سیر اعلام النبلاء (ت ۳۷۲۷)

۳۔ فتح الباب فی الکنیٰ والالقاب (ص ۸) طبع مکتبۃ الکوثر الریاض

میں موجود ہے۔[۱]

(۱۵) امام احمد بن عبداللہ ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)

امام ابو نعیم اصفہانیؒ، جو ایک ثقہ حافظ الحدیث، عظیم القدر صوفی اور مشہور صاحب التصانیف بزرگ ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو الحافظ الکبیر اور محدث العصر کہہ کر ان کے ترجمے کا آغاز کرتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ یہ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۴۲ھ میں، جب ان کی عمر صرف چھ سال تھی، ان کو دنیا بھر کے مشائخ سے اجازتِ حدیث مل چکی تھی۔

پھر ذہبی مختلف بلاد کے متعدد مشائخ حدیث (جنہوں نے امام اصفہانی کو اجازت حدیث دی تھی) کے نام گنانے کے بعد لکھتے ہیں:

> موصوف پوری دنیا میں ان مشائخ سے اجازتِ حدیث حاصل کرنے میں منفرد ہیں، جیسا کہ ان کو محدثین کی ایک خلق سے سماعِ حدیث میں انفرادیت حاصل ہے۔ اور حفاظِ حدیث ان کے علم، حفظ حدیث اور علو سند کی وجہ سے ان کے آستانہ کی طرف رحلتِ سفر باندھتے رہے ہیں۔

> امام حمزہ بن عباس علویؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث کا یہ کہنا ہے کہ حافظ ابو نعیمؒ کی زندگی کے آخری چودہ سال ایسے تھے کہ دنیا میں ان کا کوئی ہم مثل نہیں تھا اور مشرق تا مغرب کوئی ایسا محدث نہیں پایا جاتا تھا جو اُن سے زیادہ عالی السند اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث ہو۔[۲]

ان سب علمی کمالات کے ساتھ موصوف ایک زبردست صاحب التصانیف بھی تھے۔ ان کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

> لم یصنف مثل کتابہ حلیۃ الاولیاء.
>
> ان کی کتاب ''حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاءْ'' کی طرح اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔[۳]

۱۔ تاریخ التراث العربی (۱/۴۳۹،۳/۴۲)، طبع ادارۃ الثقافۃ والنشر بالجامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، السعودیۃ

۲۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۹۵،۱۹۶)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۹۵)

ان کی دیگر تصانیف میں سے امام اعظمؒ کی مسند بھی ہے۔ چنانچہ مورخ شام امام ابن العدیمؒ (م۶۶۰ھ) ایک حدیث کی تحقیق میں رقم طراز ہیں:

ومسنده الذی جمعه ابو نعیم الحافظ۔[1]

امام ابو حنیفہؒ کی مسانید میں سے ایک مسند جس کو امام ابو نعیم الحافظؒ نے جمع کیا ہے، اس میں بھی یہ حدیث ہے۔

حافظ خوارزمیؒ (م۶۶۵ھ) نے امام صاحبؒ کی مسانید میں امام اصفہانی کی ''مسند ابی حنیفہ'' کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[2]

اسی طرح امام صالحیؒ (م۹۴۲ھ) نے بھی اس مسند کو ذکر کر کے امام ابو نعیمؒ تک اپنی سند ذکر کردی ہے۔[3]

علامہ عبد الرشید نعمانیؒ کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر عبد الشہید نعمانی نے امام اصفہانیؒ کی مسند ابی حنیفہ پر ڈاکٹریٹ (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی ہے، اور یہ کتاب ان کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(۱۶) امام ابو عمر احمد بن محمد الکلاعی المقریؒ (م۴۳۲ھ)

یہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فنِ قرأت کے بھی ایک بلند پایہ امام ہیں۔ انہوں نے حدیث کی سماعت ابو المطرف القنازعیؒ، قاضی یونس بن عبد اللہؒ، ابو محمد ابن بنوشؒ، اور مکی بن ابی طالبؒ وغیرہ محدثین سے کی ہے۔

علامہ ابن بشکوالؒ ''کتاب الصلۃ'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان مقرئا، فاضلا، ورعا، عالما بالقراءات و وجوهها ضابطا لها۔[4]

امام کلاعیؒ قرأت کے مدرس، صاحب فضیلت، پرہیزگار، قرأت اور ان کے طرق کے عالم اور ضابط تھے۔

۱۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۲۷۱۰/۶)

۲۔ جامع المسانید (۷۲/۱)

۳۔ عقود الجمان (ص۳۲۴، ۳۲۵)

۴۔ کتاب الصلۃ (۴۸/۱) بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفۃ بین المحدثین (ص۲۸۰)

امام موصوف نے بھی امام اعظمؒ کی مسند تالیف کی ہے۔

حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے مسانیدِ امام اعظمؒ میں ان کی مؤلفہ مسند ابی حنیفہ کی بھی تخریج کی ہے، اوران تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۱]

امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے، اورانہوں نے امام کلاعیؒ تک اپنی سند بھی ذکر کردی ہے۔[۲]

(۱۷) امام علی بن محمد بن حبیب المعروف الماوردیؒ (م ۴۵۰ھ)

یہ شافعی المذہب فقیہ اور علامہ خطیب بغدادیؒ وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں۔ علامہ خطیبؒ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كتبت عنه و كان ثقه.[۳]

میں نے ان سے حدیث لکھی ہے اور یہ ثقہ تھے۔

موصوف صاحب تصانیفِ کثیرہ ہیں، اوران کی تصانیف میں سے ایک ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔[۴]

(۱۸) امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)

علامہ خطیب بغدادیؒ کو علوم حدیث اور تاریخ اسلام میں جو مقام حاصل ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز الحافظ الکبیر، الامام، محدث الشام والعراق اور صاحب التصانیف کے القاب سے کیا ہے۔[۵]

ان کی تصنیف ''تاریخ بغداد'' تاریخ اسلام کی ایک مشہور اور متداول کتاب ہے۔ انہوں نے علوم حدیث میں بھی کئی تصانیف اپنی علمی یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی جملہ کتب میں سے ایک ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے، جیسا کہ امام دارقطنیؒ کے تعارف میں بحوالہ امام زاہد الکوثریؒ گزرا ہے۔

(۱۹) امام عبداللہ بن محمد الانصاری الہرویؒ (م ۴۸۱ھ)

یہ میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے

۱۔ جامع المسانید (۱/۷۴) ۲۔ عقود الجمان (ص ۳۲۸)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۲/۱۰۲) ۴۔ کشف الظنون (۲/۱۶۸۰)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۲۲۱)

ہونے کا شرف رکھتے ہیں، اوران کا شمار اپنے زمانے کے نامور محدثین وحفاظ حدیث اور کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے ان کا بڑا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کے آغاز میں انہوں نے ان کو ان القاب سے یاد کیا ہے، شیخ الاسلام، الحافظ، الامام، الزاہد۔

نیز ذہبیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان سيفا مسلولا على المخالفين وجذ عافى اعين المتكلمين وطود فى السنة لايتزلزل وقد امتحن مرات.

یہ اپنے مخالفین کے لیے ننگی تلوار، متکلمین کی نظروں میں شہتیر، اور سنت پر مضبوطی سے جمنے والے تھے۔ اگرچہ کئی مرتبہ آزمائشوں میں مبتلا ہوئے، لیکن اپنے مؤقف سے نہیں ہٹے۔

دیگر کئی محدثین نے بھی ان کی زبردست الفاظ میں توثیق وتعریف کی ہے۔[1]

موصوف حنبلی المسلک ہیں، اوران کا شمار فقہ حنبلی کے غالی علماء میں ہوتا ہے۔ ان کا یہ شعر ہے:

انا حنبلى ما حييت وان امت
فوصيتى للناس ان يتحنبلوا[2]

میں جب تک زندہ ہوں، حنبلی ہوں اور جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میری وصیت ہے کہ وہ بھی حنبلی ہو جائیں۔

امام موصوف نے حنبلی المسلک ہونے کے باوجود امام اعظمؒ کی احادیث کو قابلِ اعتناء سمجھا اوران کو مسند کی صورت میں جمع کر دیا۔ ان کی جمع کردہ مسند ابی حنیفہ کا نام ''جمع احادیث ابی حنیفۃ'' ہے۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۳ھ) اس مسند کو ان سے دو واسطوں سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ نصر بن سیار کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

۱۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۲۴۹، ۲۵۰)

۲۔ ایضاً

سمعت منه الترمذى بروايته عن القاضى ابى عامر الجراحى عن المحبوبى عنه، وكتاب الاحاديث التى رواها ابوحنيفة رضى الله عنه جمع عبدالله بن محمد الانصارى لجده القاضى صاعد بروايته عنه.[1]

میں نے ان سے "سنن الترمذی" کا سماع کیا تھا، جس کو یہ قاضی ابو عامر الجراحی سے، وہ امام محبوبیؒ سے، اور وہ امام ترمذیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح میں نے ان سے امام عبداللہ بن محمد انصاریؒ کی جمع کردہ کتاب "احادیث الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ" کا سماع بھی کیا تھا، جس کو وہ اپنے دادا قاضی صاعدؒ سے اور وہ امام عبداللہ بن محمد انصاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲۰) امام حسین بن محمد بن خسرو البلخیؒ (م۵۲۶ھ)

امام موصوف ایک جلیل القدر فقیہ اور کثیر الحدیث محدث ہیں۔ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل امام حمیدیؒ وغیرہ جیسے محدثین سے کی ہے۔ جبکہ ان سے شرفِ تلمذ رکھنے والوں میں حافظ ابن عساکرؒ اور حافظ ابن الجوزیؒ وغیرہ مشہور اور اَجلّہ محدثین بھی ہیں۔

حافظ ابوسعد سمعانیؒ (م۵۶۳ھ) "ذیل تاریخ بغداد" میں ان کو "مفید بغداد" قرار دیتے ہیں اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

سمع الكثير من شيوخه: الحميدى، ومالك البانياسى، وابو الغنائم بن ابى عثمان، وطراد، وعبدالواحد بن فهد العلاف، وجمع كثير.[2]

انہوں نے اپنے شیوخ: حمیدیؒ، مالک البانیاسیؒ، ابوالغنائم بن ابی عثمانؒ، طرادؒ، عبدالواحد بن فہد العلافؒ اور دیگر بہت سے محدثین سے بکثرت احادیث کا سماع کیا ہے۔

حافظ ابن النجارؒ (م۶۴۳ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

[1] المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۳۵۴/۲)؛ الجواہر المضیۃ (۱۹۵/۲)

[2] لسان المیزان (۳۵۶/۲)

فقیه اهل العراق ببغداد فی وقته، سمع الکثیر واکثر عن اصحاب ابی علی بن شاذان وابی القاسم بن بشران، روی لنا عنه ابن الجوزی.[1]

یہ اپنے وقت میں پورے اہلِ عراق کے فقیہ اور کثیر السماع محدث ہیں۔ اور یہ ابو علی بن شاذانؒ اور ابو القاسم بن بشرانؒ کے اصحاب سے بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں، جب کہ ہمیں حافظ ابن الجوزیؒ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ ارقام فرماتے ہیں:

محدث مکثر، اخذ عنه ابن عساکر.[2]

یہ کثیر الحدیث محدث ہیں، ان سے حافظ ابن عساکرؒ نے اخذِ علم کیا ہے۔

نیز ذہبیؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

ابن خسرو المحدث العالم، مفید اهل بغداد... الحنفی، جامع مسند ابی حنیفة.[3]

ذہبیؒ نے امام موصوف کی "مسند ابی حنیفہ" کا تذکرہ ابو الفرج ابراہیم بن احمد دمشقیؒ کے ترجمہ میں بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وسمع منه المحدث عمر بن بدر الموصلی مُسند ابی حنیفة روایة البلخی.[4]

ابو الفرج دمشقیؒ سے محدث عمر بن بدر موصلیؒ نے امام ابن خسروؒ کی روایت کردہ "مسند ابی حنیفہ" کا سماع کیا تھا۔

حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) موصوف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

سمع الکبیر، وهو جامع المسند لابی حنیفة رضی الله عنه.[5]

۱۔ الجواہر المضیۃ (۲۱۸/۱)
۲۔ لسان المیزان (۳۵۲/۲)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۴۷۴۱)
۴۔ الجواہر المضیۃ (۳۴/۱)
۵۔ الجواہر المضیۃ (۳۴/۱)

انہوں نے بہت زیادہ احادیث کا سماع کیا تھا، اور یہ ''مسند ابی حنیفہ'' کے جامع ہیں۔

حافظ ابن النجارؒ فرماتے ہیں:

وجمع مسند ابی حنیفة.[۱]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کی اس مسند کے تعارف میں لکھتے ہیں:

والمسند الذی خرجه الحسین بن محمد بن خسرو من حدیث الامام ابی حنیفة.[۲]

وہ مسند جس کی تخریج امام حسین بن محمد بن خسروؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث سے کی ہے۔

حافظ موصوف نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

وفی کتابه زیادات علیٰ ما فی کتابی الحارثی وابن المقری.[۳]

ان کی ''مسند ابی حنیفہ'' میں حافظ حارثیؒ اور حافظ ابن المقریؒ کی مسانید ابی حنیفہ سے زیادہ احادیث ہیں۔

نیز حافظ موصوف ایک راوی کی تحقیق میں امام ابن خسروؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجزم الحافظ ابو عبداللّٰه بن خسرو فی مسند ابی حنیفة بان بلال بن ابی بلال النصیبی هو بلال الراوی عن وهب بن کیسان.[۴]

حافظ الحدیث ابوعبداللہ بن خسروؒ نے ''مسند ابی حنیفہ'' میں یقین سے یہ کہا ہے کہ بلال بن ابی بلال النصیبیؒ سے مراد وہ بلال ہیں جو وہب بن کیسانؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے بھی امام ابن خسروؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' کا حوالہ دیا ہے۔[۵]

۱۔ جامع المسانید (۲/۴۳۵)
۲۔ تعجیل المنفعة (ص ۱۷)
۳۔ ایضاً (ص ۱۹)
۴۔ ایضاً (ص ۶۹)
۵۔ بغیة الطلب فی تاریخ حلب (۶/۲۷۱۰)

حافظ ابوالمحاسن حسینیؒ (م ۷۶۵ھ) نے اپنی کتاب ''التذکرۃ'' میں دس کبار ائمہ کی کتب حدیث کے رجال کے حالات لکھے ہیں، اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی جس مسند کا انتخاب کیا ہے وہ حافظ ابن خسروؒ کی یہ مسند ابی حنیفہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

واما الذی اعتمد الحسینی علی رجالہ فھو مسند ابی خسرو.[۱]

حافظ حسینیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مسانید میں سے جس مسند کے رجال پر اعتماد کیا ہے، وہ امام ابن خسرو کی ''مسند ابی حنیفہ'' ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن خسروؒ نے اپنی اس ''مسند ابی حنیفہ'' کی تخریج بھی لکھی ہے جو دو جلدوں میں ہے۔[۲]

اسی طرح امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی امام اعظم کی مسانید میں حافظ ابن خسروؒ کی مسند ابی حنیفہ کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[۳]

اسی طرح امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام محمد بن سلیمان مغربی (م ۱۰۹۴ھ) نے بھی اس مسند کو ذکر کر کے امام ابن خسرو تک اپنی اپنی سند ذکر کر دی ہے۔[۴]

مشہور محدث حافظ خلیل بن کیکلدیؒ (م ۷۶۱ھ) نے اپنے شیوخ میں سے زینب بنت احمد مقدسیہؒ (م ۷۴۰ھ) اور قاسم بن مظفرؒ (م ۷۲۳ھ) سے اس کتاب کا سماع کیا تھا۔[۵]

نیز یہ مُسند علامہ محمد شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے امام ابن خسرو تک اس مُسند کی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[۶]

(۲۱) امام محمد بن عبدالباقی انصاریؒ المعروف بہ قاضی المرستان (م ۵۳۵ھ)

یہ حضرت کعب بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:

۱۔ ایضاً (ص ۱۹)
۲۔ ھدیۃ العارفین (۱/۳۱۲)
۳۔ جامع المسانید (۱/۷۴)
۴۔ عقود الجمان (ص ۳۲۸)؛ الفضل المبین (ص ۲۲۸)
۵۔ معجم شیوخ العلائی (۱/۲۴۴، ۲/۴۴۰) طبع مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ
۶۔ اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر (ص ۲۱۹) طبع دار ابن حزم، بیروت

قاضی المرستان الشیخ، الامام، العالم المتفنن، الفرضی العدل، مسند العصر.[۱]

نیز لکھتے ہیں:

وروی الکثیر وشارک فی الفضائل وانتھٰی الیه علو الاسناد، وحدث وھو ابن عشرین سنة فی حیاة الخطیب.[۲]

انہوں نے بکثرت احادیث کی روایت کی ہے، اور متعدد فضائل ان کو حاصل ہیں۔ نیز علو اسناد ان پر ختم تھا اور انہوں نے بیس سال کی عمر میں ہی (اپنے شیخ) علامہ خطیب بغدادیؒ کی حیات میں حدیث بیان کرنا شروع کر دی تھی۔

حافظ ابو سعد سمعانیؒ، جو ان کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:

ما رأیتُ اجمع للفنون منه.[۳]

میں نے ان سے زیادہ فنون کا جامع کوئی شخص نہیں دیکھا۔

نیز ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اشھر من ان یذکر. سمعت منه الکثیر، وحدث عن شیوخ له لم یحدث عنهم احد فی عصره.[۴]

یہ اتنے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ میں نے ان سے بکثرت حدیث کا سماع کیا ہے، اور انہوں نے ایسے شیوخ سے روایت کی ہے جن سے ان کے زمانے میں کسی نے روایت نہیں کی۔

حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ٦٢٩ھ) بحوالہ ''تاریخ ابن شافع'' ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وھو شیخ اھل العلم واسند من علٰی وجه الارض واَسَنُّ عالم نعرفه.[۵]

یہ اہلِ علم کے شیخ ہیں، اور روئے زمین پر سب سے عالی السند ہیں، اور ہم جن علماء

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۴۷۸۷)

۲۔ ایضاً — ۳۔ کتاب الانساب (۴/۳۲۳)

۴۔ ایضاً — ۵۔ التقیید (۱/۷۳)

کو جانتے ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ معمر ہیں۔
حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۹۳ سال کی عمر پائی اور اس عمر میں بھی ان کے ہوش وحواس اور عقل میں تغیر نہیں آیا۔[۱]
امام موصوف بھی ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ کی احادیث کو مسند کی صورت میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو جمع مسند الابی حنیفة.[۲]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا ہے۔
امام خوارزمیؒ نے ''مسانید امام اعظم'' میں ان کی ''مسند ابی حنیفہ'' کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[۳]
امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے جن سترہ مسانید کو ذکر کر کے ان کے مؤلفین تک اپنی اسانید ذکر کی ہیں، ان میں یہ مسند بھی شامل ہے۔[۴]
حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اگرچہ امام ابن خسرو بلخیؒ کے ترجمہ میں مذکورہ ''مسند ابی حنیفہ'' کا امام ابن عبد الباقیؒ کی تالیف ہونے سے انکار کیا ہے، لیکن ان ہی کے تلمیذ رشید حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) اس کو ثابت مانتے ہیں اور وہ اس مسند کے راوی بھی ہیں۔ چنانچہ علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

تلميذه السخاوی یرويه عن التدمری، عن الميدومی، عن النجيب، عن ابن الجوزی، عن الجامع قاضی المرستان.[۵]

حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد حافظ سخاویؒ اس ''مسند ابی حنیفہ'' کو امام تدمریؒ سے، وہ امام میدومیؒ سے، وہ امام نجیبؒ سے، وہ حافظ ابن الجوزیؒ سے اور وہ قاضی المرستان (امام محمد بن عبد الباقیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ (۳۵۹/۸)
۲۔ جامع المسانید (۳۶۳/۲)
۳۔ ایضاً (۷۲/۱)
۴۔ عقود الجمان (ص ۳۲۵)
۵۔ الفقہ واصول الفقہ (ص ۱۲۲) للامام الکوثریؒ

(۲۲) امام ابوالقاسم علی بن حسن المعروف بہ ابن عساکر دمشقیؒ (م ۵۷۱ھ)

امام ابن عساکرؒ حدیث اور تاریخ اسلام کی ایک عظیم اور مشہور شخصیت ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور ان کو الامام، الحافظ الکبیر، محدث الشام، فخر الائمۃ، اور ثقۃ الدین جیسے دلنشین القاب سے یاد کیا ہے۔[1]

نیز ذہبیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

وکان فهما حافظا متقنا ذكيا بصيرا بهذا الشان.[2]

امام ابن عساکرؒ سمجھ دار، حافظ الحدیث، پختہ کار محدث اور علم حدیث میں بصیرت رکھنے والے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

ولا كان له نظير في زمانه.[3]

ان کی نظیر ان کے زمانے میں کوئی نہیں ملتی۔

حافظ ذہبیؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ ان کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد سولہ سو سے زائد ہے۔[4]

ان کی تصنیف ''تاریخ دمشق'' تاریخ اسلام کی ایک مایہ ناز کتاب ہے، اور بقول ذہبیؒ سولہ ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔[5] اب یہ کتاب مطبوعہ ہے۔

علم حدیث میں بھی ان کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک ''مسند ابی حنیفۃ ومکحول'' بھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ اور امام مکحول شامیؒ کی احادیث ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب ان کی عمدہ تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے ان کی تصانیف کے تعارف میں عنوان قائم کیا ہے، ''ومن تواليف ابن عساكر اللطيفة'' (حافظ ابن عساکرؒ کی تالیفات میں سے جو عمدہ کتابیں ہیں)۔ پھر ذہبیؒ نے اس کے ذیل ان کتب کی جو فہرست دی ہے اس میں انہوں نے ''مسند ابی حنیفۃ ومکحول'' کو بھی شمار کیا ہے۔[6]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۸۲/۴)　　۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۵۱۲۹)

۳۔ ایضاً　　۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً　　۶۔ ایضاً

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک ''مسند ابی حنیفۃ ومکحول'' حافظ ابن عساکرؒ کی عمدہ تصانیف میں سے ہے۔

اسی طرح امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) نے بھی امام ابن عساکرؒ کے ترجمہ میں ان کی اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

(۲۳) امام علی بن احمد مکی رازیؒ (م ۵۹۸ھ)

موصوف حنفی محدث ہیں۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز: الامام، حسام الدین کے القاب سے کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے ''مختصر القدوری'' کی شرح ''خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل'' کے نام سے لکھی ہے۔ اور یہ فقہ میں وہ کتاب ہے کہ جو میں نے حفظ کی ہے، اور میں نے اس میں مندرجہ احادیث کی ایک ضخیم جلد میں تخریج کی ہے، اور اس پر شرح بھی لکھی ہے۔[2]

ترکی کے عالم فاضل ڈکتور فواد سیزگین نے تصریح کی ہے کہ امام علی بن احمد رازیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند بھی لکھی ہے، اور اس کا قلمی نسخہ سرائے احمد ثالث کے مکتبہ میں محفوظ ہے۔[3]

(۲۴) امام موسیٰ بن زکریا الحصفکیؒ (م ۶۵۰ھ)

یہ صدر الدین کے لقب سے مشہور ہیں، اور حدیث وفقہ میں بلند پایہ مقام کے حامل ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الامام العلامة صدر الدين.[4]

حافظ قرشیؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ امام ترمذیؒ سے ان کی ''کتاب الشمائل'' صرف چھ واسطوں سے روایت کرتے ہیں۔[5]

ان سے متعدد ائمہ نے روایت حدیث کی ہے جن میں سے حافظ دمیاطیؒ بھی ہیں، اور حافظ موصوف نے ان کا اپنی ''معجم شیوخ'' میں تذکرہ بھی کیا ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ بھی ایک واسطہ سے ان کے شاگرد ہیں۔[6]

۱۔ الوافی بالوفیات (۲۰/۲۱۹)
۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۳۵۳)
۳۔ تاریخ التراث العربی (۳/۴۳)
۴۔ الجواہر المضیۃ (۲/۱۸۵، ۱۸۶)
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً

علامہ ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے "تاریخ حلب" میں ان کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ یہ مصر میں کئی علاقوں کے قاضی رہے، اور متعدد مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کا انتقال ۶۵۰ھ میں قاہرہ میں ہوا اور حضرت سیّدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے جوار میں مدفون ہوئے۔[1]

انہوں نے بھی امام اعظمؒ کی مسند تالیف کی تھی، جس کو انہوں نے امام صاحبؒ کے شیوخ پر ترتیب دیا تھا۔ پھر علامہ محمد عابد سندیؒ (م ۱۲۵۷ھ) نے اس مسند کو فقہی ابواب پر مرتب کیا، اور یہ مسند اب علامہ سندیؒ کی ترتیب کے ساتھ مطبوعہ ہے۔

مجدد قرن العاشر ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے اس کی شرح بنام "سند الانام فی شرح مسند الامام" لکھی ہے۔ اسی طرح علامہ محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ) نے بھی اس کی شرح "تنسیق النظام فی مسند الامام" کے نام سے لکھی ہے اور یہ دونوں شرحیں مطبوعہ ہیں۔

(۲۵) امام ابو علی حسن بن محمد البکریؒ (م ۶۵۶ھ)

موصوف ایک جلیل المرتبت محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز ان القاب سے کیا ہے: الشیخ، الامام، المحدث، المفید، الرحال، المسند، جمال المشائخ، صدر الدین۔[2]

یہ عظیم الالقاب محدث بھی امام اعظمؒ کی مسانید لکھنے والوں میں شامل ہیں۔ جیسا کہ امام زاہد الکوثریؒ نے تصریح کی ہے، اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مشہور محدث حافظ ابن طولونؒ نے "الفہرست الاوسط" اس مسند کی بھی اسناد مصنف تک ذکر کردی ہے۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اس مسند کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں، اور انہوں نے امام بکریؒ تک اپنی اسناد بھی نقل کردی ہے۔[4]

امام محمد بن یوسف صالحیؒ نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے اور امام البکریؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[5]

۱۔ ایضاً
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۵۸۹۲)
۳۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)
۴۔ المعجم المفہرس (ص ۲۷۲)
۵۔ عقود الجمان (ص ۳۴۴)

اسی طرح علامہ جمال الدین قاسمی دمشقیؒ (م۱۳۳۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ علامہ محمد بن سلیمان مغربیؒ (م۱۰۹۴ھ) نے اپنے ثبت ''صلۃ الخلف'' میں امام ابوحنیفہؒ کی جن چار مسانید کی اسانید اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کی ہیں، ان چار مسانید میں سے ایک امام ابو علی البکریؒ کی تالیف کردہ ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔[1]

(۲۶) امام محمد بن محمد بن محمد بن عثمان بلخی بغدادیؒ (م۶۵۳ھ)

یہ جلیل القدر حنفی فقیہ اور عظیم محدث ہیں۔ ان کا لقب ''النظام'' ہے اور یہ اپنے اس لقب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے طلب حدیث میں بخارا، سمرقند، رَے، اور حلب وغیرہ متعدد مقامات کی طرف سفر کیا، اور وہاں کے اَجلّہ محدثین: المؤید الطوسیؒ، مسعود بن مودود الاستر آبادیؒ اور محمد بن عبدالرحیم القامیؒ وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ جبکہ ان کے تلامذہ میں کئی نامور محدثین ہیں، جن میں سے مشہور محدث حافظ دمیاطیؒ بھی ہیں۔ حافظ دمیاطیؒ نے ان کو اپنی ''معجم شیوخ'' میں بھی ذکر کیا ہے۔[2]

حافظ ذہبیؒ ان کو ''مفتی الحنفیۃ'' قرار دیتے ہیں اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے ''صحیح مسلم'' کا درس دیا ہے۔[3]

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م۷۷۵ھ) ان کے صاحبزادے عبدالوہاب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ابوہ من کبار فقہاء الحنفیۃ.[4]

ان کے والد (امام محمدؒ) کبار فقہائے احناف میں سے تھے۔

انہوں نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی مسند لکھی ہے، جس کا نام ''جزء ابی حنیفہ'' ہے۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے اس مسند کا ان کے صاحبزادے امام عبدالوہاب بن محمدؒ (م۷۲۰ھ) سے سماع کیا تھا۔ چنانچہ حافظ قرشیؒ امام موصوف کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وولدہ عبدالوہاب بن محمد حدث عنہ بجزء ابی حنیفۃ رضی

۱۔ الفضل المبین (ص۲۴۸)
۲۔ الجواہر المضیۃ (۲/۱۲۵)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۵۸۶۶)
۴۔ الجواہر المضیۃ (۱/۳۳۵)

الله عنه سمعته عليه.[1]

ان کے بیٹے امام عبدالوہاب بن محمدؒ نے ان سے ''جزء ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ'' کو روایت کیا ہے، اور میں نے امام عبدالوہاب سے اس ''جزء'' کا سماع کیا تھا۔

(۲۷) امام قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ)

امام موصوف کا شماراُن متبحر اور کثیرالاستحضار محدثین میں ہوتا ہے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے حدیث کا درس امام بدرالدین عینیؒ، امام ابن حجر عسقلانیؒ اور امام ابن الہمامؒ وغیرہ سے لیا، جب کہ آپ سے شرف تلمذ رکھنے والے اس کثرت سے ہیں کہ مؤرخ ابن العمادؒ نے لکھا ہے:

و اخذ عنه من لا يحصى كثرة.[2]

ان سے اخذِ علم کرنے والے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔

علامہ محمد شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے، اوران کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ:

و لم يخلف بعده مثله.[3]

انہوں نے اپنے بعد اپنا ہم مثل نہیں چھوڑا۔

شیخ فواد سیزگین کی تصریح کے مطابق انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مُسند بھی لکھی ہے اور اس کا مخطوطہ برلن وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔[4]

(۲۸) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (م ۹۰۲ھ)

امام سخاویؒ علم حدیث کی نامور اور بلند مرتبت ہستی ہیں۔ ان کو نویں صدی کے چار مشہور ائمہ حدیث وفقہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ بدرالدین عینیؒ، حافظ ابن الہمامؒ شارح ہدایہ اور حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اوران کے بارے میں تصریح کی ہے کہ ان کو فقہ، لغت عربیہ، قرأت، حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم میں بڑی مہارت تھی۔

اور آخر میں لکھا ہے:

۱۔ ایضاً (۲/۱۲۵)
۲۔ شذرات الذہب (۷/۳۲۶)
۳۔ البدر الطالع (۱/۳۸۴)
۴۔ تاریخ التراث العربی (۳/۳۳)

ولم يخلف بعده مثله.[1]

انہوں نے اپنے بعد اپنا ہم مثل کوئی نہیں چھوڑا۔

امام موصوف نے حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم میں کئی یادگار کتابیں تصنیف کی ہیں، چنانچہ ان کی تصانیف میں سے ایک امام اعظمؒ کی مُسند بھی ہے، جس کا نام "تحفة المنيفة فيما وقع له من حديث ابي حنيفة" ہے۔[2]

(۲۹) امام عیسیٰ جعفری ثعالبی مغربیؒ (م ۱۰۸۰ھ)

یہ مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے شیخ الشیوخ اور اپنے زمانہ میں حرمین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) کے اکثر مشائخ کے استاذ ہیں۔

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایسی مسند تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے اپنے سے لے کر امام صاحبؒ تک سلسلہ اسناد کو متصل ثابت کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ان کے تعارف میں رقمطراز ہیں:

مسندے برائے امام ابوحنیفہ تالیف کردہ دراں جا عنعنہ متصل ذکر کردہ در حدیث ازاں جا بطلاں زعم کسانیکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نماندہ واضح تری شود۔[3]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے لے کر امام صاحب تک عَنعَنہ متصل کو ذکر کیا ہے، اور یہاں سے ان لوگوں کے دعویٰ کا غلط ہونا اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

شیخ فواد سیزگین کی تصریح کے مطابق امام ثعالبیؒ کی یہ "مُسند ابی حنیفة" استنبول کے مکتبہ کوبریلی میں موجود ہے۔[4]

قارئین! یہ ان انتیس (۲۹) حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی

۱۔ شذرات الذهب (۸/۱۶،۱۷) ۲۔ هدية العارفين (۲/۲۲۰)

۳۔ انسان العين فی مشائخ الحرمين (ص ۶) بحوالہ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۸۱)

۴۔ تاريخ التراث العربی (۳/۴۴)

احادیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا اور ان کو مسانید کی صورت میں جمع کر دیا۔

ان حضرات کا تذکرہ پڑھنے کے بعد آپ پر یہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کا علم حدیث میں عظیم مقام آفتابِ نیمروز سے بھی زیادہ روشن ہے، اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اس کے لائق ہے کہ اس کی مسند لکھی جائے، لیکن ان سب فضائل و کمالات کے باوجود ان محدثین کا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث سے اس قدر دلچسپی لینا اور اتنی بڑی تعداد میں آپ کی مسانید کا لکھا جانا، یہ آپ کی علم حدیث میں برتری، محدثین میں مقبولیت اور آپ کے کثیر الحدیث ہونے کی روشن دلیل ہے۔

آخر میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہاں امام صاحبؒ کی جن انتیس (۲۹) مسانید کا تعارف بیان ہوا ہے، یہ کتاب الآثار کے ان آٹھ نسخوں (جن کا تعارف ہم پہلے بیان کر آئے ہیں) کے علاوہ ہیں۔ اگر اُن کو بھی اِن مسانید کے ساتھ شامل کیا جائے (جیسا کہ امام خوارزمیؒ وغیرہ محدثین ان کو بھی مسانید کے نام سے ذکر کرتے ہیں) تو پھر آپ کی مسانید کی تعداد سینتیس (۳۷) ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہماری معلومات کی حد تک ہے، ورنہ ممکن ہے کہ ان سینتیس کے علاوہ بھی کئی اور آپ کی مسانید لکھی گئی ہوں۔

اس سے امام عالی شان کا کثیر الحدیث اور کثیر المسانید ہونا بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

امام ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۵۵ھ)

مؤلف ''جامع المسانید'' کا تعارف

امام خوارزمیؒ ساتویں صدی کے مشہور فقیہ، فاضل اور محدث کامل ہیں۔ انہوں نے حدیث وفقہ وغیرہ علوم کی تعلیم امام نجم الدین طاہر بن محمد حنفیؒ، حافظ ابن الجوزیؒ، قاضی القضاۃ ابو علی الحسنؒ، امام تاج الدین احمد بن ابی الحسن العرقیؒ وغیرہ مشائخ سے حاصل کی۔ موصوف خوارزم کے قاضی بھی رہے، اور خوارزم، دمشق اور بغداد میں کافی عرصہ فقہ اور حدیث کا درس بھی دیتے رہے۔[1]

مؤرخ اسلام امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے امام خوارزمیؒ کے معاصر ہونے کے باوجود ان سے رشتہ تلمذ استوار کیا اور اپنی تاریخ میں انہوں نے امام خوارزمیؒ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔[2]

ان کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے امام اعظمؒ کی پندرہ مسانید (جن میں کتاب الآثار کے چار مشہور نسخے بھی ہیں) کو یکجا کر دیا ہے، اور ان میں اسناد اور احادیث کا جو تکرار تھا، اُس کو حذف کر کے ان احادیث کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ نیز شروع کتاب میں انہوں نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں امام اعظمؒ کے مناقب اور ان مسانید کے مؤلفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں۔ اور آخر کتاب میں ان مسانید کے مؤلفین اور رُوات کے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام ''جامع المسانید'' ہے۔ اور اسی کو ''مسانید امام اعظم'' یا ''مسند امام اعظم'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں مطبوعہ ہے اور اہل علم میں متداول ہے۔

۱۔ امام موصوف کے حالات کے لیے دیکھیے: الجواہر المضیۃ (۱۳۲/۲)؛ حدائق الحنفیۃ (ص ۲۸۳)

۲۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۴۳۷۵/۱۰)

امام خوارزمیؒ شروع کتاب میں اس کتاب کی غرضِ تالیف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وقد سمعتُ بالشام عن بعض الجاهلين مقداره انه ينقصهٗ ويستصغر ويستعظم غيره ويستحقره وينسبه الٰى قلة رواية الحديث ويستدل باشتهاره المسند الذى جمعه ابو العباس محمد بن يعقوب الاصم للشافعى رحمه اللّٰه، وموطا مالک و مسند الامام احمد رحمهم اللّٰه تعالٰى، وزعم انه ليس لابى حنيفة رحمه اللّٰه مسند، وكان لايروى الا عدة احاديث فلحقنى حمية دينية ربّانية و عصبية حنفية نعمانية فاردتُ ان اجمع بين خمسة عشر من مسانيده التى جمعها له فحول علماء الحديث۔[۱]

میں نے شام میں بعض لوگوں کو، جو امام ابو حنیفہؒ کے مرتبہ سے جاہل ہیں، دیکھا کہ وہ آپ کی تنقیص وتحقیر کر رہے ہیں اور آپ کے مقابلے میں دوسرے ائمہ کی تعظیم بجالا رہے ہیں، اور وہ آپ کو قلتِ حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اس پر دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی مسند موجود ہے جس کو ابو العباس محمد یعقوب الاصمؒ نے امام شافعیؒ کی احادیث میں سے جمع کیا ہے۔ اسی طرح امام مالکؒ کی مؤطا ہے اور امام احمدؒ کی مسند ہے، اور ان کے زعم میں امام ابو حنیفہؒ کی کوئی مسند نہیں ہے اور آپ صرف چند احادیث روایت کرتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے دینِ ربانی کی حمیت اور مذہب حنفیہ نعمانیہ کی عصبیت کا جوش آیا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی پندرہ مسانید، جن کو جلیل المرتبت محدثین نے مرتب کیا ہے، ان کو یکجا کر دوں۔

امام خوارزمیؒ نے جن پندرہ مسانید کی تخریج کی ہے، وہ ان کی تصریح کے مطابق درج ذیل ائمہ حدیث کی تالیفات ہیں:

۱۔ امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن یعقوب الحارثی البخاریؒ معروف بہ "الاستاذ" (م ۳۴۰ھ)

---

[۱] جامع المسانید (۱/۴)

۲۔ امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدلؒ (م ۳۸۰ھ)
۳۔ امام حافظ ابوالخیر محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰؒ (م ۳۷۹ھ)
۴۔ امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)
۵۔ امام حافظ ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاریؒ (م ۵۳۵ھ)
۶۔ امام حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵ھ)
۷۔ امام حافظ حسن بن زیاد اللؤلؤیؒ (م ۲۰۴ھ)
۸۔ امام حافظ عمر بن حسن اشنانیؒ (م ۳۳۷ھ)
۹۔ امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعیؒ (م ۴۳۲ھ)
۱۰۔ امام حافظ ابوبکر ابوعبداللہ محمد بن حسین بن خسروؒ (م ۵۲۶ھ)
۱۱۔ امام حافظ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ (م ۱۸۲ھ)۔ اور بقول امام خوارزمیؒ ان کی روایت کردہ مسند کا نام "نسخہ ابی یوسف" ہے، جس کو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔
۱۲۔ امام حافظ محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)۔ ان کی روایت کردہ مسند کا نام بھی بقول امام خوارزمیؒ "نسخہ امام محمدؒ" ہے، جس کو وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔
۱۳۔ امام حماد بن امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۷۶ھ)
۱۴۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۷ھ)۔ امام خوارزمیؒ کی تصریح کے مطابق یہ مسند بھی امام محمدؒ کی جمع کردہ ہے اور اس کو بھی انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ اس میں زیادہ تابعین کے آثار ہیں اور اسی کا نام "کتاب الآثار" ہے۔
۱۵۔ امام حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی (م ۳۳۵ھ)

اور آخر میں امام خوارزمیؒ لکھتے ہیں:

استخرجته فی جمع هذه المسانید علی ترتیب ابواب الفقه فی اقرب حد و نظمها فی اقصد عقد بخذف المعاد و تکرار الاسناد.[1]

۱۔ ایضاً (۱/۵،۴)

میں نے ان مسانید کو فقہی ابواب پر ترتیب دیا ہے اور احادیث کو ان کے مناسب ترین باب میں ذکر کیا ہے، البتہ احادیث اور اسانید کے تکرار کو حذف کر دیا ہے۔

امام خوارزمیؒ کی تخریج کردہ پندرہ مسانید میں سے چار "کتاب الآثار" کے مشہور نسخے ہیں، جن کو امام ابوحنیفہؒ سے ان کے چار مشہور تلامذہ (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسنؒ، امام حماد بن امام اعظم اور امام حسن بن زیادؒ) نے روایت کیا ہے۔ اور چونکہ کتاب الآثار کا شمار باصطلاح محدثین کتب المسانید میں ہوتا ہے، اس لیے امام خوارزمیؒ نے ان کو بھی مسانید کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ امام خوارزمیؒ کی یہ کتاب کئی محدثین کی مسموعات میں سے ہے، مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے حیدرہ بن محمد عباسیؒ (م ۷۶۷ھ) جو بغداد کے مشہور مدرسہ "مستنصریہ" میں مدرّس رہے ہیں، کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

روی عن صالح بن عبداللہ الصباغ عن ابی المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی مسند ابی حنیفۃ من جمعہ سمع منہ صاحبنا تاج الدین النعمانی قاضی بغداد سنۃ ۷۶۵ و ذکر ان شیخہ ھذا توفی ببغداد فی جمادی الاخری سنۃ ۷۶۷ و ذکرہ ابن الجزری فی مشیخۃ الجنید البلبلانی نزیل شیراز و قال انہ اجاز للجنید من بغداد۔[1]

انہوں نے صالح بن عبداللہ صباغ سے، اور انہوں نے امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ سے ان کی جمع کردہ "مسند ابی حنیفہ" (جامع المسانید) کو روایت کیا ہے۔ جب کہ ان (حیدرہ بن محمد عباسیؒ) سے ہمارے ساتھی قاضی بغداد تاج الدین نعمانی نے ۷۶۵ھ میں اس کتاب کا سماع کیا تھا، اور قاضی موصوف نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے اس شیخ (حیدرہ عباسیؒ) نے جمادی الاخریٰ ۷۶۷ھ میں بمقام بغداد وفات پائی ہے۔

نیز امام ابن الجزریؒ نے بھی "مشیخہ جنید بلیانی شیرازی" میں ان (حیدرہؒ) کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے جنید بلیانی کو بغداد سے (جامع المسانید) کو روایت کرنے کی

[1] الدرر الکامنۃ (۲/ ۶۹)

اجازت دی ہے۔

محدث جلیل حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی ''جامع المسانید'' کا سماع ان ہی قاضی بغداد تاج الدین نعمانیؒ سے کیا تھا جیسا کہ خود انہوں نے امام ابو المؤید خوارزمیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وصنّف مسانید الامام ابی حنیفة فی مجلدین جمع فیها خمسة عشر مصنفا، وقد رویناه عن قاضی بغداد عن عمه عن ابن الصباغ عنه۔[1]

امام خوارزمیؒ نے دو جلدوں میں امام ابو حنیفہؒ کی مسانید کا مجموعہ (جامع المسانید) تصنیف کیا ہے۔ اس تصنیف میں امام خوارزمیؒ نے (امام ابو حنیفہؒ کی) پندرہ مسانید کو جمع کر دیا ہے۔ ہم نے اس کتاب (جامع المسانید) کو قاضی بغداد (تاج الدین نعمانی) سے، انہوں نے اپنے چچا سے، انہوں نے صالح بن عبداللہ صباغ سے، اور انہوں نے امام خوارزمیؒ سے روایت کیا ہے۔

امام محمد سعید سنبل مکیؒ (م ۱۱۷۵ھ) سات واسطوں سے اس کتاب کو امام خوارزمیؒ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ ان کا سلسلہ سند یوں ہے:

(۱) محمد ابو الطاہر کورانیؒ، (۲) ابو الاسرار حسن عجیمیؒ، (۳) ابو الوفاء احمد بن محمد العجل یمنیؒ، (۴) یحییٰ بن مکرم طبریؒ، (۵) نور الدین علی بن سلامہ مکیؒ، (۶) ابو المحاسن یوسف بن عبد الصمد بکریؒ، (۷) ابو الفضل محیی الدین صالح بن عبداللہ صاغ کوفی ازدی، (۸) ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ صاحب جامع المسانید۔[2]

نیز محدثین نے امام خوارزمیؒ کی اس ''جامع المسانید'' کی کئی شروحات لکھی ہیں اور متعدد محدثین نے اس کے مختصرات وملخصات کیے ہیں۔

امام حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) جیسے محدث بھی اس کی شرح لکھنے والوں میں سے ہیں۔[3]

مشہور محدث امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی ہے، جس کا نام

۱۔ تاج التراجم (ص ۶۶)

۲۔ الاوائل السنبلیة وذیلها (ص ۱۲۵، ۱۲۶) طبع مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب

۳۔ الرسالة المستطرفة (ص ۱۴۴) للامام الکتانی

"التعليقة المنيفة علىٰ مسند ابی حنیفة" ہے۔[1]

امام قاضی القضاۃ محمود بن احمد القونوی الدمشقیؒ (م ۷۷۱ھ) نے اس کا اختصار "المعتمد مختصر مسند ابی حنیفة" کے نام سے کیا ہے۔ اور پھر خود ہی ایک جلد میں اس کی شرح لکھی ہے، جس کا نام "المعتقد شرح المعتمد" ہے۔[2]

امام شرف الدین اسماعیل بن عیسیٰ الاوغانی مکیؒ (م ۸۹۲ھ) نے بھی اس کا اختصار لکھا ہے۔[3] نیز انہوں نے "اختيار اعتماد المسانید فی اختصار بعض رجال الاسانید" کے نام سے جامع المسانید کے رجال کے حالات اور امام اعظم کے مناقب بیان کیے ہیں۔[4]

امام ابوالبقاء احمد بن ابی الضیاء القرشی المکیؒ نے بنام "المستند مختصر المسند" اس کا مختصر لکھا، جس میں انہوں نے اسانید کو حذف کر کے صرف متونِ حدیث ذکر کیے ہیں۔[5]

امام صدر الدین محمد بن عباد الخلاطیؒ (م ۶۵۲ھ)، جو امام خوارزمیؒ کے معاصر ہیں، انہوں نے بھی امام خوارزمیؒ کی جامع المسانید کا اختصار لکھا ہے۔ ان کے مختصر کا نام "مقصد المسند اختصار مسند ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه" ہے۔[6]

امام عمر بن احمد بن شماع شافعیؒ (م ۹۳۹ھ) نے اس کا اختصار "لَقطُ المَرجانِ مِن مُسنَدِ النعمان" کے نام سے لکھا ہے۔[7]

امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری معروف بہ "ابن البزازیؒ" (م ۸۲۷ھ) نے "زوائد مسند ابی حنیفة" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے جامع المسانید کی وہ "ایات جمع کی ہیں جو صحاح ستہ سے زائد ہیں۔[8]

اس سے آپ "جامع المسانید" کی محدثین میں مقبولیت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

۱۔ کشف الظنون (۲/ ۱۶۸۱)

۲۔ الجواہر المضیۃ (۲/۱۵۷)؛ الدرر الکامنۃ (۴/۱۹۷)

۳۔ معجم المؤلفین (۲/۲۸۵)

۴۔ کشف الظنون (۲/۱۶۸۱)؛ معجم المؤلفین (۲/۲۸۵)

۵۔ ایضاً

۶۔ الجواہر المضیۃ (۲/۶۲)؛ کشف الظنون (۲/۱۶۸۱)

۷۔ الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ (۲/۲۲۳)؛ شذرات الذہب (۸/۲۱۹)

۸۔ کشف الظنون (۲/۱۶۸۱)

اطراف احادیث ابی حنیفہؒ

اطراف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے شروع کا صرف اتنا حصہ کہ جس سے بقیہ حدیث بھی معلوم ہو جائے، ذکر کر کے اس کی تمام سندوں کو جمع کر دیا جائے، یا ان کتابوں کا حوالہ دے دیا جائے جن میں یہ حدیث مروی ہے۔ جیسے امام ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسیؒ (م ٥٠٧ھ) کی کتاب "اطراف الکتب الستۃ" اور امام ابوالحجاج مزیؒ (م ٧٤٢ھ) کی "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" ہیں۔ ان ہر دو کتب میں صحاح ستہ کے اطراف جمع کیے گئے ہیں۔

ایسے ہی امام محمد بن طاہر مقدسیؒ (م ٥٠٧ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ: الحافظ، العالم، المکثر اور الجوال کے القاب سے یاد کرتے ہیں،[١] نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی احادیث پر اطراف لکھے ہیں، جن کو انہوں نے ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے، اس کتاب کا نام "اطراف احادیث ابی حنیفۃ" ہے۔ چنانچہ اسماعیل پاشا بغدادیؒ (م ١٣٣٩ھ) نے امام مقدسیؒ کی جن کتب کی فہرست دی ہے اس میں انہوں نے ان کی کتاب "اطراف احادیث ابی حنیفۃ" کی بھی تصریح کی ہے۔[٢]

عوالی الامام ابی حنیفۃ

عوالی سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی اسناد عالی ہوں، یعنی ان میں وسائط کی تعداد کم ہو۔

محدثین نے کبار ائمہ حدیث کی ایسی احادیث کے مستقل مجموعے لکھے ہیں، چنانچہ امام شمس الدین یوسف بن خلیل الادمی حنبلیؒ (م ٦٤٨ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ: الامام، المحدث الصادق، الرحال النقال، شیخ المحدثین اور راویۃ الاسلام جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں،[٣] نے متعدد ائمہ حدیث کے عوالی لکھے ہیں، جن میں سے "عوالی الامام ابی حنیفۃ" بھی ہیں، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے۔[٤]

مشہور شافعی محدث امام تاج الدین سبکیؒ (م ٧٧١ھ) نے اس کتاب کا سماع اپنے والد ماجد امام تقی الدین سبکیؒ (م ٧٥٦ھ) سے کیا تھا، چنانچہ وہ اپنے والد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

سمعت علیہ... جزء افیہ ما وقع عالیا من حدیث الامام ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ تخریج الامام الحافظ ابی

١۔ تذکرۃ الحفاظ (٢٧/٤)
٢۔ ہدیۃ العارفین (٨٢/٢)
٣۔ سیر اعلام النبلاء (ت ٥٧٧)
٤۔ ایضاً

الحجاج یوسف بن خلیل بن عبداللہ الدمشقی لنفسہ، بسماعہ من اسحق بن ابی بکر النخاس عنہ۔[۱]

میں نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عالی السند احادیث پر مشتمل جزء جس کی تخریج امام حافظ ابوالحجاج یوسف بن خلیل دمشقیؒ نے کی ہے، کا سماع اپنے والد سے کیا تھا، جس کو میرے والد اسحاق بن ابوبکر بن نخاسؒ سے اور وہ مصنف (ابوالحجاج دمشقی) سے روایت کرتے ہیں،

پھر امام سبکیؒ نے اس "جزء" سے تین احادیث بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہیں۔[۲]

یہ کتاب اب شیخ لطیف الرحمان قاسمی کی تحقیق اور اہتمام کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

اسی طرح متعدد محدثین (امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمی، امام علی بن احمد بن عیسیٰ نہقی، امام ابومعشر عبدالکریم طبری المقریؒ، امام ابوبکر عبدالرحمٰن بن احمد سرخسیؒ، امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ اور امام محمد بن عبدالملک قزوینیؒ وغیرہ) نے امام اعظمؒ کی وحدانی روایات (جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک واسطہ سے روایت کیا ہے اور یہ آپ کی سب سے عالی روایات ہیں) پر مستقل جزء لکھے ہیں، جن کی تفصیل ماقبل گزر چکی ہے۔

اربعین من حدیث الامام ابی حنیفہؒ

"اربعین"، چہل حدیث (چالیس احادیث کے مجموعے) کو کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ چالیس احادیث کو جمع کرنے اور ان کو حفظ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ارشاد فرمائی ہے، اس لیے متعدد محدثین نے مختلف موضوعات اور عنوانات پر چالیس احادیث کے مجموعے اربعین کے نام سے لکھے ہیں۔ اسی طرح کئی محدثین نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ذخیرہ احادیث میں سے بھی چالیس احادیث کو منتخب کر کے ان کو علیحدہ کتابی صورت میں جمع کر دیا ہے۔

چنانچہ جن محدثین نے آپ کی احادیث کی اربعین لکھی ہیں، ان میں سے ایک امام یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۹۰۹ھ) جو ابن المبرد سے مشہور ہیں، بھی ہیں۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن العمادؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے امام المبردؒ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور ان

---

[۱] معجم الشیوخ للسبکی (ص ۲۸۱) طبع دار الغرب الاسلامی، بیروت

[۲] ایضاً (ص ۳۸۵-۳۸۷)

کے علمی مقام کو بڑا سراہا ہے۔[1]

امام ابن المبردؒ کی اس اربعین کا نام "کتاب الاربعین المختارۃ من حدیث الامام ابی حنیفۃؒ" ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے شیخ لطیف الرحمان قاسمی صاحب کو جنہوں نے بڑی محنت سے امام اعظمؒ کی احادیث کے تین نادر مجموعے تلاش کر کے ان کو شائع کر دیا ہے۔ ان تین مجموعوں میں سے ایک امام ابن المبردؒ کی امام اعظمؒ کی احادیث سے منتخب کردہ یہ اربعین بھی ہے۔[2]

اسی طرح محدث شام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی امام اعظم کے مناقب میں اپنی تالیف کردہ لاجواب کتاب "عقود الجمان" میں آپ کی احادیث سے چالیس ایسی احادیث منتخب کی ہیں جو چالیس صحابہؓ سے مروی ہیں۔ ان چالیس احادیث کو امام صالحیؒ نے امام اعظمؒ سے بہ سند نقل کیا ہے۔[3]

اسی طرح دمشق کے کثیر التصانیف محدث امام ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے بھی امام اعظمؒ کی روایت کردہ احادیث میں سے چالیس احادیث کا ایک ایسا خوبصورت مجموعہ تیار کیا ہے کہ اس میں درج چالیس احادیث کو انہوں نے اپنے چالیس مشائخ سے (ہر شیخ سے ایک حدیث کو) روایت کیا ہے، اور وہ چالیس احادیث چالیس مختلف ابواب (موضوعات) پر مشتمل ہیں۔[4]

"جزء احادیث ابی حنیفۃ وغیرہ" للبکائی

مذکورہ بالا مجموعات حدیث تو وہ ہیں جن میں خاص امام اعظمؒ کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے، لیکن بعض ایسے مجموعے بھی ہیں کہ جو صرف امام اعظم کی احادیث کے لیے ہی مخصوص نہیں ہیں، بلکہ ان میں آپ سمیت دیگر ائمہ مشاہیر کی احادیث بھی جمع کی گئی ہیں۔ مثلاً ثقہ محدث امام علی بن عبدالرحمان بکائیؒ (م ۳۷۶ھ) نے حدیث کا ایسا جزء لکھا ہے جس میں امام اعظمؒ کے علاوہ امام مالکؒ، امام شعبہؒ، امام ثوریؒ وغیرہ محدثین کی احادیث کو بھی انہوں نے جمع کیا ہے۔ یہ جزء حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) کی مسموعات میں سے ہے، اور حافظ موصوف نے اپنے سے لے کر امام بکائیؒ

۱۔ شذرات الذھب (۸/۴۳)

۲۔ دیکھیے الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۳۳-۱۴۴) طبع المکتبۃ الامدادیۃ، مکۃ المکرمۃ

۳۔ عقود الجمان (ص ۳۳۴-۳۳۵)

۴۔ فھرس الفھارس والاثبات (۱/۴۷۲) للکتانی

تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[1]

قارئین! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کی کس قدر اور کن مختلف پیراؤں میں خدمت کی ہے؟ اس سے آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حضرات محدثین میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کی احادیث کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟

---

[1] المجمع المؤسس (ص ۳۵۲)

مشہور کتب حدیث وکتب رجال میں

امام اعظمؒ کی احادیث

مشہور کتب حدیث و کتب رجال میں امام اعظمؒ کی احادیث

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تمام مشہور محدثین کے بلاواسطہ یا بالواسطہ استاذ حدیث ہیں۔ خصوصاً وہ محدثین جنہوں نے احادیث پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں وہ کسی نہ کسی واسطہ سے آپ سے رشتۂ تلمذ رکھتے ہیں، اور ان میں سے بعض نے اپنی کتب حدیث میں آپ سے احادیث بھی لی ہیں۔

صحاح ستہ میں سے امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اور امام ابوعبدالرحمٰن نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے آپ کی احادیث سے احتجاج کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

لهٗ في كتاب الترمذي من رواية عبدالحميد الحماني عنه قال: ما رأيت اكذب من جابر الجعفي، ولا افضل من عطاء بن ابي رباح، وفي كتاب النسائي حديثه عن عاصم بن ابي ذر عن ابن عباس قال: ليس على من اتى بهيمة حد.[1]

امام ترمذیؒ کی کتاب (جامع الترمذی) میں بروایت امام عبدالحمید الحمانیؒ، امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا، اور نہ عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کسی کو دیکھا ہے۔ امام نسائیؒ کی کتاب (السنن الکبریٰ) میں بھی آپ سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس کو آپ نے عاصم بن ابی ذرؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی جانور سے بدفعلی کی، اُس پر حد نہیں ہے (بلکہ اس پر تعذیر ہے)۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

[1] تہذیب الکمال (۱۹/۱۱۸)؛ تہذیب التہذیب (۵/۶۳۱)

فانہ من رجال الترمذی۔[1]

امام ابو حنیفہؒ ترمذی کے راویوں میں سے ہیں۔

امام خزرجیؒ (م ۹۲۳ھ) نے آپ کے ترجمہ میں، تم، ز، اور س کی علامات لگائی ہیں۔ جن کا مطلب، بقول ان کے، یہ ہے کہ آپ شمائل ترمذی، جامع ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ہیں۔[2]

امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اگرچہ اپنی صحیح میں امام اعظمؒ سے کوئی حدیث بہ سند نقل نہیں کی، لیکن انہوں نے جو احادیث معلق (بلا سند) نقل کی ہیں، ان میں سے متعدد روایات کے متعلق شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ یہ روایات امام ابو حنیفہؒ کی سند سے مروی ہیں۔

مثلاً امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں امام اعظمؒ کے استاذ امام حماد بن ابی سلیمان کا ایک اثر تعلیقاً (بلا سند) نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس اثر کے متعلق لکھتے ہیں:

فذکرہ عبدالرزاق عن ابی حنیفۃ عنہ۔[3]

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے (اپنی مصنف میں) امام ابو حنیفہؒ سے، اور انہوں نے امام حماد سے روایت کیا ہے۔

اس طرح کئی اور احادیث سے متعلق بھی حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی سند سے مروی ہیں۔[4]

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے بھی اپنی ''الصحیح'' میں آپ کی ایک روایت بطور استدلال ذکر کی ہے جیسا کہ رواتِ حدیث سے متعلق آپ کے اقوال میں بہ سند گزرا ہے۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی اپنی کتاب ''المستدرک'' میں آپ کی کئی احادیث کو استدلال اور استشہاد دونوں اعتبار سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ ان کی ''المستدرک'' میں آپ سے کم از کم ایک حدیث بطور استدلال اور تین احادیث بطور استشہاد ذکر ہیں۔[5]

۱۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی (۱/۲۷۸)

۲۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال (۳/۱۸۰)

۳۔ فتح الباری (۲/۲۰۳)

۴۔ مثلاً دیکھئے فتح الباری (۵/۲۷۱، ۱۲/۲۰۲)

۵۔ دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین (۱/۲۲۳، رقم الحدیث ۴۵۷، ۲/۶۱، رقم الحدیث ۲۳۳۷، ۲/۱۸۷، رقم الحدیث ۲۷۱۴، ۳/۲۷۳، رقم الحدیث ۵۰۷۰) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

نیز امام حاکمؒ نے اپنی دیگر کتب میں بھی امام اعظمؒ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔[۱]

امام ابو یعلیٰ موصلیؒ (م ۳۰۷ھ) کی مسند میں بھی امام اعظمؒ سے چار احادیث مروی ہیں۔[۲]

امام ابو جعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) بھی اپنی کتب حدیث ''شرح معانی الآثار'' اور ''مشکل الآثار'' وغیرہ میں آپ کی متعدد احادیث روایت کرتے ہیں۔[۳]

امام ابو القاسم طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے بھی اپنی ''معاجم ثلاثہ'' میں امام صاحب کی کئی احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً ان کی ''المعجم الصغیر'' میں امام صاحب سے کم از کم دو حدیثیں مروی ہیں۔[۴]

اسی طرح ان کی ''المعجم الاوسط'' میں بھی آپ کی کئی حدیثیں موجود ہیں۔ چنانچہ ان میں سے تین حدیثیں امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ''تبییض الصحیفۃ'' میں بھی نقل کی ہیں۔[۵]

امام علی بن عمر دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، جن کا امام صاحبؒ کے بارے میں تعصب مشہور ہے، لیکن اس کے باوجود وہ آپ کی احادیث سے مستغنی نہ رہ سکے اور اپنی ''سنن'' میں امام صاحبؒ سے انہوں نے کم از کم ۲۴ حدیثیں روایت کی ہیں۔[۶]

۱۔ مثلاً دیکھئے: معرفت علوم الحدیث (ص ۱۹۴، ۲۲۱، ۲۵۲، ۲۵۳)؛ تاریخ نیسابور (طبقۃ شیوخ الحاکم، ص ۲۰۵، ۲۷۳)

۲۔ دیکھئے مسند ابی یعلی الموصلی (ج ۲، ص ۴/ رقم الحدیث ۱۴۰۹، ص ۲۴/ رقم الحدیث ۱۴۰۸، ج ۴، ص ۶۳/ رقم الحدیث ۵۰۶۴، ص ۴۳۸/ رقم الحدیث ۵۴۴۶) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ مثلاً دیکھئے: شرح معانی الآثار (۱/ ۷۴، ۸۹، ۱۳۹، ۳۱۷، ۳۵۵، ۲/ ۲۶۸، ۲۸۲، ۳۵۰، ۳۹۳، ۳۲۵، ۳۲۶) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی؛ نیز دیکھئے: مشکل الآثار (۱/ ۴۴، ۷۱، ۱۲۵، ۲۷۵، ۳/ ۶۴، ۴/ ۲۶۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ دیکھئے: المعجم الصغیر (۱/ ۴۱، ۹۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۱۳۰-۱۳۲)؛ بتعلیق الشیخ عاشق الٰہی بلند شہریؒ

۶۔ دیکھئے: سنن الدار قطنی، (ج ۱، ص ۱۳۱/ رقم الحدیث ۲۹۴، ۱۹۷/ ۲۰۷، ۱۹۷/ ۲۰۸، ۲۰۲/ ۴۹۹، ۳۳۵/ ۱۲۲۰، ۴۳۶/ ۱۲۲۱، ۴۳۷/ ۱۲۲۲، ۴۳۷/ ۱۲۲۳، ۴۸۷/ ۱۳۶۳؛ ج ۳، ص ۹/ ۲۷۸۱، ۷۰/ ۲۹۹۶، ۱۳۳/ ۳۱۸۱، ۱۲۱/ ۳۱۸۶، ۲۱۳/ ۳۳۵۵، ۲۲۸/ ۳۳۹۷، ۲۳۷/ ۳۴۱۹، ۲۳۷/ ۳۴۲۱، ۲۳۷/ ۳۴۲۲، ۲۳۷/ ۳۴۴۳، ۲۸۰/ ۳۵۳۱، ۳۵۵/ ۳۷۴۹؛ ج ۴، ص ۲۰۶/ ۴۴۳۱، ۲۵۸/ ۴۴۶۴، ۳۱۰/ ۴۶۰۴) طبع نشر السنۃ، ملتان پاکستان

امام عبدالرزاقؒ (م ۲۱۱ھ)، جو ایک ثقہ محدث اور امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں، انہوں نے بھی اپنی ''مصنف'' میں امام صاحب سے بکثرت احادیث و آثار کو روایت کیا ہے۔[۱]

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) کی ''مصنف'' میں بھی آپ کی متعدد روایات ہیں۔[۲] اسی طرح امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کی کتب حدیث میں بھی آپ سے کئی احادیث مروی ہیں۔[۳]

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) کی ''معرفۃ الصحابۃ'' میں بھی آپ سے متعدد احادیث

۱۔ مثلاً دیکھئے: مصنف عبدالرزاق، (ج ۱ص ۲۱۰/ رقم الحدیث ۸۱۲، ۳۶۳/ ۱۳۱۵، ۳۶۵/ ۱۳۲۱، ۳۶۷/ ۱۴۷۴، ۵۱۲/ ۱۹۶۱: ج ۲، ۱۰۱/ ۲۶۵۸، ۱۴۸/ ۲۸۵۰، ۳۲۳/ ۳۵۲۹، ۵۲۶/ ۴۳۰۹، ۵۳۱/ ۴۳۲۶، ۵۴۴/ ۴۳۸۳: ج ۳ص ۳۰۷/ ۵۷۳۸، ۳۵۴، ۵۹۵۳: ج ۴، ۱۲۱/ ۷۱۹۵، ۱۷۵/ ۷۳۸۲، ۱۹۷/ ۷۷۱، ۴۲۳/ ۸۳۰۳، ۴۷۳/ ۸۵۱۴: ج ۵، ۱۱/ ۸۸۲۱: ج ۶، ۲۳۹/ ۱۰۶۵۷، ۲۳۱/ ۱۰۶۹۷، ۲۷۸/ ۱۰۸۳۲، ۲۸۲/ ۱۰۸۵۰، ۳۰۱/ ۱۰۹۲۱، ۳۰۵/ ۱۰۹۳۹، ۳۰۶/ ۱۰۹۳۶، ۳۳۰/ ۱۱۰۹۹، ۳۳۲/ ۱۱۰۶، ۳۶۲/ ۱۱۱۹۴، ۳۸۹/ ۱۱۳۷۲، ۴۶۱/ ۱۱۶۷۳، ۴۷۶/ ۱۱۷۳۱: ج ۷، ۶۹/ ۱۲۲۲۹، ۶۹/ ۱۲۲۳۰، ۷۷/ ۱۲۲۷۵، ۹۱/ ۱۲۳۳۳، ۹۴/ ۱۲۳۵۰، ۱۱۱/ ۱۲۴۲۷، ۱۱۳/ ۱۲۴۴۱، ۱۴۴/ ۱۲۵۶۸، ۲۰۵/ ۱۲۷۹۹، ۳۱۲/ ۱۳۳۱۳، ۳۱۴/ ۱۳۳۱۹، ۳۱۵/ ۱۳۴۲۷، ۳۵۷/ ۱۳۴۶۴، ۳۶۰/ ۱۳۴۷۴، ۴۱۹/ ۱۳۶۹۶، ۳۵۱/ ۱۳۸۴۴: ج ۸، ۳۰۶/ ۱۵۳۱۴، ۳۸۱/ ۱۵۶۱۴، ۳۸۱/ ۱۵۶۲۳: ج ۹، ۱۵/ ۱۶۱۸۸، ۸۷/ ۱۶۲۵۰، ۱۶۷/ ۱۶۷۷۸، ۱۶۹/ ۱۶۷۸۸، ۱۷۱/ ۱۶۷۹۴، ۴۵۲/ ۱۷۵۳۶، ۴۷۰/ ۱۷۶۲۷، ۴۷۳/ ۱۷۶۳۵، ۳۸۷/ ۱۷۷۱۷، ۳۰۵/ ۱۷۷۹۳، ۳۱۰/ ۱۷۸۱۵، ۳۲۷/ ۱۷۸۹۰، ۳۲۹/ ۱۷۹۰۱، ۳۵۱/ ۱۷۹۸۲، ۴۷۳/ ۱۸۰۶۱، ۴۸۳/ ۱۸۱۰۶، ۴۸۶/ ۱۸۱۱۹، ۴۹۰/ ۱۸۱۳۵) طبع ادارۃ القرآن، کراچی

۲۔ مثلاً دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبۃ (۱/ ۱۸۶، ۲/ ۳۹، ۹۰، ۹۱، ۱۲۰، ۳۶۹، ۴۷۰، ۴۸۳، ۳/ ۳۱، ۳۸، ۹۱، ۱۳۳، ۱۴۱، ۲۸۱، ۳۲۶، ۳۴۹، ۴۱۹، ۴۴۰، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۹۰، ۴۹۸، ۴/ ۷۷، ۹۳، ۲۰۳، ۴۴۷، ۵/ ۸۳، ۱۷۵، ۲۰۳، ۴۱۹، ۴۸۲، ۶/ ۷۷، ۱۳۱، ۳۰۷، ۳۲۴، ۳۵۱، ۴۹۱، ۵۱۶، ۵۸۵، ۷/ ۱۵۴، ۶۰۱، ۸/ ۱۶۱) طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان

۳۔ مثلاً دیکھئے: السنن الکبریٰ (۱/ ۱۲۷، ۱۳۶، ۱۷۹، ۲۹۰، ۳۳۳، ۲/ ۱۵۹، ۱۶۰، ۳۸۰، ۴۴۷، ۴/ ۱۳۲، ۲۵۲، ۵/ ۱۸۹، ۳۳۶، ۶/ ۳۵، ۱۰۹، ۱۲۰، ۷/ ۱۲۰، ۳۳۳، ۸/ ۳۴، ۵۶، ۷۰، ۸۰، ۹۶، ۲۰۳، ۲۶۱، ۲۷۸، ۹/ ۲۰۱، ۳۳۱، ۱۰/ ۳۵، ۹۸، ۲۰۴، ۲۵۶) طبع مکتبۃ المعارف الریاض

مروی ہیں۔[1]

نیز امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے امام مالکؒ سے مؤطا کا جو نسخہ روایت کیا ہے، اس میں انہوں نے امام مالکؒ کے علاوہ دیگر بعض محدثین کی بھی کچھ احادیث کا اضافہ کیا ہے، جن میں سے گیارہ احادیث انہوں نے اپنے استاذ مکرم امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہیں۔[2]

مشہور محدث امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) کی کتاب "ناسخ الحدیث ومنسوخہ" میں بھی امام اعظمؒ سے نو احادیث مروی ہیں۔[3]

امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) کی کتاب "تھذیب مسند علی" میں بھی امام اعظمؒ سے مروی کم از کم ایک حدیث موجود ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے تصریح کی ہے۔[4]

نیز خود حافظ موصوف نے بھی اپنی "شرح کتاب الاذکار" میں امام صاحبؒ سے ایک حدیث بہ سند متصل نقل کی ہے۔[5]

نیز مصنفینِ حدیث کی طرح مصنفینِ تاریخ ورجال نے بھی اپنی اپنی کتب میں سند متصل کے ساتھ امام اعظمؒ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اپنی "طبقات" میں سات،[6] امام محمد بن خلف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے "اخبار القضاۃ" میں تین،[7] امام ابو بشر دولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے "الکنی والاسماء" میں ایک،[8] امام ابو الشیخ انصاریؒ (م ۳۶۹ھ) نے تاریخ اصبہان میں کم از کم تین،[9] امام محمد بن اسحاق ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) نے "فتح الباب"

۱۔ مثلاً دیکھئے معرفۃ الصحابۃ (۱/ ۲۰۸، ۲/ ۲۲۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ دیکھئے: مؤطا امام محمد (ص ۵۳/ رقم الحدیث ۱۸، ۵۴/ ۱۹، ۷۴/ ۵۶، ۹۸/ ۱۱۷، ۱۳۳/ ۲۰۹، ۱۳۹/ ۲۵۸، ۱۳۹/ ۲۵۹، ۲۵۰/ ۵۴۲، ۲۷۴/ ۶۰۵، ۲۷۳/ ۶۱۰، ۲۸۵/ ۶۳۵) طبع نور محمد کتب خانہ، کراچی

۳۔ دیکھئے کتاب مذکور (ص ۱۲۸، ۲۳۸، ۲۴۲، ۳۵۶، ۳۵۷، ۵۸۱، ۵۸۲) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ تھذیب التھذیب (۵/ ۲۹۹، ترجمہ محمد بن مقاتل مروزیؒ)

۵۔ نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار (۲/ ۳۶۰) طبع دار ابن کثیر، بیروت

۶۔ الطبقات الکبری (۲/ ۴، ۳۰۴/ ۳، ۲۲۱/ ۶، ۹/ ۱۳۹، ۲۲۳، ۲۴۷، ۸/ ۴۳)

۷۔ اخبار القضاۃ (ص ۵۱۱، ۵۱۸، ۵۱۹)

۸۔ کتاب الکنی والاسماء (۲/ ۳۳۱)

۹۔ طبقات المحدثین باصبہان (۱/ ۳۲۸، ۲/ ۹۶، ۹۷)

میں ایک،[1] امام حمزہ بن یوسف سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) نے ”تاریخ جرجان“ میں پانچ،[2] امام ابو یعلی خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے ”کتاب الارشاد“ میں پانچ،[3] امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے ”تاریخ بغداد“ میں بتیس،[4] امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے اپنی ”المعجم“ میں ایک،[5] امام عبدالکریم رافعیؒ (م ۶۲۳ھ) نے ”تاریخ قزوین“ میں نو،[6] امام عزالدین ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) نے ”اسد الغابۃ“ میں پانچ،[7] امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے ”تاریخ حلب“ میں چھ،[8] اور امام تاج الدین سبکیؒ (م ۷۷۲ھ) نے ”معجم الشیوخ“ میں تین احادیث امام اعظمؒ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہیں۔

اسی طرح امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی کتب میں بھی آپ کی کئی احادیث بہ سند مروی ہیں۔[9]

۱۔ فتح الباب فی الکنی والالقاب (ص ۲۷۷)

۲۔ تاریخ جرجان (ص ۱۱۰، ۱۴۴، ۱۵۲، ۱۷۰، ۱۷۶)

۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۱۰۰، ۲۹۸، ۳۴۶، ۳۵۳)

۴۔ تاریخ بغداد (۲/۹۵، ۱۸۹، ۲۶۷، ۳۵۲، ۳۶۰/ ۳، ۲۴۲، ۳۸۶/ ۴، ۳۳۱، ۳۴۳، ۳۴۹، ۳۴۸/ ۵، ۸۷، ۳۰۴، ۳۹۲/ ۶، ۲۹۹، ۳۷۸/ ۷، ۶۲، ۳۴۴/ ۹، ۸۰، ۱۱۳، ۲۰۳/ ۱۰، ۱۳۰، ۳۳۹/ ۱۱، ۳۱، ۹۳، ۱۵۸، ۲۸۹، ۳۱۲/ ۱۲، ۲۳۲/ ۱۳، ۲۹۱/ ۱۴، ۱۶۷، ۲۴۳)

۵۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۱/ ۱۱۶)

۶۔ التدوین فی اخبار قزوین (۱/ ۱۹۶، ۲۹۰، ۳۴۸/ ۲، ۱۸۳/ ۳، ۲۳۶، ۲۶۱/ ۴، ۱۱)

۷۔ اسد الغابۃ فی تمییز الصحابۃ (۱/ ۲۶۹، ۲۷۰/ ۳، ۵۸۹/ ۴، ۱۰۵/ ۵، ۲۱۱/ ۶)

۸۔ معجم شیوخ السبکی (ص ۲۸۵، ۲۸۶)

۹۔ دیکھیے امام ابن عبدالبرؒ کی کتب جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۱، ص ۳۵، ۳۶، ۴۷؛ ج ۲، ص ۱۰، ۱۵۳)؛ الانتقاء (ص ۱۴۴، ۱۴۷)؛ التمہید (۵/ ۸۶، ۸/ ۱۸۱)؛ الاستیعاب (ص ۵۳۵، ۶۹۳)؛ امام ذہبیؒ کی کتب کے لیے دیکھیے تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۴۷)؛ سیر اعلام النبلاء (۱۰/ ۱۴۷، ۱۱/ ۱۵۸)؛ معجم شیوخ الذہبی (ص ۳۱۹)؛ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۳۰، ۳۱، ۴۷، ۴۸)

امام اعظم کی فقاہت حدیث

امام اعظم کی فقاہت حدیث

علومِ حدیث میں سب سے اہم اور مُہتم بالشان علم ''فقاہتِ حدیث'' (یعنی حدیث سے مسائل شرعیہ کا استنباط واستخراج) ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کو تمام علومِ حدیث کا مغز قرار دیا گیا ہے اور جس پر پوری شریعت کا مدار ہے۔

مشہور محدث امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب ''معرفت علوم الحدیث'' میں فقاہتِ حدیث کے فضائل پر مستقل ایک نوع قائم کی ہے جس کا عنوان ہے، **''معرفۃ فقہ الحدیث''**۔

اس نوع کے ذیل میں انہوں نے تصریح کی ہے:

معرفة فقه الحديث اذهو ثمرة هذه العلوم و به قوام الشريعة.[1]

فقاہتِ حدیث کا پہچاننا یہ تمام علومِ حدیث کا ثمرہ ہے اور اسی پر شریعت قائم ہے۔

حضرت امام اعظم کو ویسے تو تمام علومِ حدیث میں مہارتِ تامہ حاصل ہے لیکن جس علم کے ذریعے آپ کو شہرتِ عام اور عزتِ دوام حاصل ہوئی، وہ آپ کی فقاہتِ حدیث ہے۔ اس فن میں آپ کی امامتِ عظمیٰ کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے اور اس سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی روشن دن میں چڑھتے سورج کا انکار کردے۔

حدیث وتاریخ کے مایہ ناز سپوت امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ ھ) نے کیا ہی خوب لکھا ہے:

الامامة فى الفقه ودقائقه مسلمة الى هذا الامام، وهذا الامر لاشک فيه.

[1] معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۱۲) للحاکم النیساپوریؒ

ولیس یصح فی الاذھان شئی
اذا احتاج النھار الی دلیل[1]

فقہ اور اس کی باریکیوں (کو جاننے میں) امام ابو حنیفہؒ کی امامت تسلیم شدہ ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (آپ کی امامتِ فقہ پر دلیل طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے):

ترجمہ شعر: ذہنوں میں کوئی چیز صحیح نہیں سمو سکے گی جب دن بھی دلیل کا محتاج ہو جائے۔ یعنی امام اعظمؒ کی فقاہت میں شک وشبہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ روشن دن پر کوئی اظہار شک کر دے۔

نامور صاحب التصانیف عالم حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

لایختلف الناس فی فھم ابی حنیفة وفقھه.[2]

امام ابو حنیفہؒ کی فہم اور فقاہت میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی آپ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

فلا یستریب احد فی فقھه و فھمه و علمه.[3]

کوئی شخص بھی امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت، اور آپ کے فہم اور علم میں شک نہیں کر سکتا۔

فقاہتِ حدیث میں امام صاحبؒ کی امامت پر اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) جیسے مجتہد عظیم نے تمام فقہاء کو آپ کا عیال اور خوشہ چین قرار دیا ہے، اور امام دار الہجرت مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) نے آپ کی فقاہت کی بہت زبردست تعریف کی ہے۔ ان کے یہ اقوال امام صاحبؒ کی توثیق کے بیان میں بحوالہ گزر چکے ہیں۔

مورخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) آپ کے تذکرہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ومقامه فی الفقه لایلحق، شھد له بذلک اھل جلدته و خصوصا

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (۶/ ۵۳۷)
۲۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۸/ ۱۳۱)
۳۔ منہاج السنۃ (۱/ ۲۵۹)

مالک والشافعیؒ۔[1]

فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اس میں کوئی آپ کا ہم پایہ نہیں ہو سکتا۔ خود آپ کے ہم طبقہ (فقہاء) نے اس کی گواہی دی ہے، خاص کر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) اپنی کتاب "رَفعُ الاِلتِبَاس عَن بَعضِ النَّاس" میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہم بھی امام صاحب کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم امام شافعیؒ کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ خود امام شافعیؒ نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے اور ایک خلق کثیر نے امام صاحب کے فضائل وکمال اور محامد ومحاسن کا اعتراف کیا ہے۔[2]

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے بھی امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے فقہی مقام کی بہت تعریف کی ہے، جیسا کہ امام محمد بن حسنؒ کے تعارف میں امام احمد کا حوالہ گزر چکا ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)، جنہوں نے چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا تھا، لیکن ان کی نظر میں بھی جو سب سے بڑے فقیہ ٹھہرے، وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) ان سے بہ سند متصل نقل کرتے ہیں کہ:

ماراَیت احدًا افقه من ابی حنیفة.[3]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر فقیہ ہو۔

نیز امام موصوف فرماتے ہیں:

افقه الناس ابوحنیفة، ماراَیت فی الفقه مثله[4]

۱۔ مقدمۃ ابن خلدون (ص ۳۵۴)

۲۔ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور (ص ۲۸، ۲۷، ستمبر ۲۰۰۲ء)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۳۹) ۴۔ تہذیب التہذیب (۵/ ۲۳۰)

لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہؒ ہیں، میں نے فقہ میں ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔

امام سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) آپ سے معاصرت رکھنے کے باوجود آپ کو "اَفْقَهُ اَهْلِ الارض" (روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ) قرار دیتے ہیں۔[۱]

حافظ کبیر امام یزید بن ہارونؒ (م۲۰۶ھ) سے کسی نے پوچھا کہ امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ میں سے کون بڑے فقیہ ہیں؟

انہوں نے فرمایا:

اَبُو حنيفة اَفْقَهُ.[۲]

امام ابوحنیفہؒ سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوعاصم نبیلؒ (م۲۱۲ھ) سے بھی اسی طرح کا سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

هو والله عندي افقه من ابن جريج، مارأيت عيني رجلًا اشد اقتدارًا منه على الفقه.[۳]

بخدا! امام ابوحنیفہؒ تو میرے نزدیک امام ابن جریجؒ (جو مشہور محدث وفقیہ ہیں) سے بھی بڑھ کر فقیہ ہیں۔ میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقہ پر قدرت رکھتا ہو۔

امام مسعر بن کدام کوفیؒ (م۱۵۳ھ)، جو امام صاحبؒ کے ہم سبق ہیں، فرماتے ہیں:

ما اَحْسدُ بالكوفة الا رجلين، ابا حنيفة لفقهه، والحسن بن صالح لزهده.[۴]

مجھے کوفہ میں صرف دو شخصوں پر رشک آتا ہے، ایک امام ابوحنیفہؒ پر، اُن کی فقہ کی وجہ سے۔ دوسرے امام حسن بن صالحؒ پر، اُن کے زہد وتقویٰ کی وجہ سے۔

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۴)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۲۷) للذہبی

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۶)

۴۔ ایضاً (ص ۶۴)

امام الجرح والتعدیل وسید المحدثین حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کا یہ بیان رُواتِ حدیث سے متعلق امام اعظمؒ کے اقوال میں گزر چکا ہے کہ میرے نزدیک اگر قرأت ہے تو وہ امام حمزہؒ کی ہے، اور اگر فقہ ہے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کی ہے، اور اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔

قارئین! امام اعظم ابوحنیفہؒ کی امامت وتفوق فی الفقہ پر ائمہ مجتہدین ومحدثین کے یہ چند اقوال بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے گئے ہیں، ورنہ اس بارے میں ان ائمہ سے بکثرت ایسے اقوال منقول ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد یہاں ان کا استیعاب نہیں ہے،[1] بلکہ صرف ہم اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ جن ہستیوں کے یہ اقوال نقل کیے گئے ہیں، وہ حدیث اور فقہ دونوں کی جامع ہیں، اور ان میں سے اکثر امام اعظمؒ کے معاصرین ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود وہ فقہ میں آپ کی امامت و عظمت شان پر بڑی زوردار شہادتیں دے رہے ہیں تو پھر یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ فقاہتِ حدیث میں کم پایہ تھے یا آپ کی فقہ حدیث سے متصادم ہے؟

بلکہ استاذ المحدثین اور صحیح بخاری کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) تو صاف یہ اعلان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سراسر حدیث سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان سے بہ سند یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ماقال ابو حنیفة شیئًا الا و نحن نروی فیه حدیثا او حدیثین.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے (فقہ سے متعلق) کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں ہم (محدثین) ایک یا دو حدیثیں نہ روایت کرتے ہوں۔

محدث جلیل امام حبان بن علیؒ (م ۱۷۲ھ) بھی یہ گواہی دیتے ہیں کہ:

کان ابو حنیفة لایفزع الیه فی امر الدین و الدنیا الا وجد عنده فی ذلک اثر حسن.[3]

امام ابوحنیفہؒ کے پاس دین یا دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں ہوا جس میں آپ (کو

---

[1] مستقبل میں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس موضوع پر تفصیل سے ایک کتاب بنام "امام اعظم کا فقہی مقام" لکھنے کا ارادہ ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

[2] معرفت علوم الحدیث (ص ۱۱۶) [3] الجواہر المضیہ (۱/۱۸۳)

از کم) حسن درجہ کی حدیث نہ رکھتے ہوں۔

امام اعظم کی ثقاہتِ حدیث پر ایک بیّن دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ جن کی ''فقاہتِ حدیث'' کو امام اعظمؒ کے مخالفین (غیر مقلدین وغیرہ) بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو اس فن (فقاہتِ حدیث) میں امام اعظمؒ کے جانشین قرار دیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام شافعیؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

قال الحاکم: لا اعلم خلافاً انه وُلد سنة خمسين ومائة وهو العام الذي مات فيه ابو حنيفة. ففيه اشارة الى انّه يخلفه في فنه.[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اور اسی سال امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا۔ اس (امام شافعیؒ کا سنِ ولادت اور امام ابوحنیفہؒ کا سنِ وفات ایک ہونے) میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اشارہ ہے کہ امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے فن (فقہ) میں ان کے خلیفہ و جانشین ہوں گے۔

پس امام شافعیؒ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خلیفہ اور جانشین قرار دیے جا رہے ہیں تو اب کیسے ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ تو حدیث سے متصادم قرار پائے، جب کہ آپ کے فقہی جانشین امام شافعیؒ کی فقہ کو فقاہتِ حدیث سے تعبیر کیا جائے؟

ان حقائق کے باوجود جو لوگ امام عالی شان اور آپ کی فقہ کے خلاف منفی پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں:

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
بھلا اس میں قصور ہے کیا آفتاب کا!

۱۔ توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس (ص ۵۲)

استخراج مسائلِ فقہ میں آپ کا طریقۂ کار

درج بالا اقتباسات سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ میں امامت و عظمت شان بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ آپ کی فقہ، کہ جس کی یہ اجلّہ محدثین و فقہاء اس قدر تعریف و توصیف کر رہے ہیں، یہ کن اصولوں پر مبنی ہے، اور آپ نے اس فقہ کے مسائل کا استخراج کس طرح کیا ہے؟ تو آیئے اس سوال کا جواب سرِ دست خود امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ملاحظہ کریں۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) علامہ ابن عبد البر قرطبیؒ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ حسین بن علی صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل آپ سے نقل کیا ہے کہ:

آخذ بكتاب الله، فما لم أجِدْ فبسنة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فان لم أجِد في كتاب الله ولاسنة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اخذتُ بقول اصحابه، آخذُ بقول من شئتُ منهم وادع من شِئتُ منهم، ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم. فاذا انتهى الامر. او جاءَ. الى ابراهيم، والشعبى، وابن سيرين، والحسن، وعطاء، وسعيد بن المسيّب. وعدّد رِجالاً. فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا.[1]

میں (کسی بھی شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ (قرآن مجید) سے لیتا ہوں۔ اگر اس میں نہیں پاتا تو پھر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر مجھے اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کو لیتا ہوں۔

[1] تاریخ بغداد (۱۳/۳۶۵)؛ الانتقاء (ص ۱۴۳-۱۴۵)؛ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۴)

ان میں سے جس کا قول (مجھے راجح معلوم ہوتا ہے) لے لیتا ہوں، اور جس کا قول (مرجوح معلوم ہو) اس کو میں چھوڑ دیتا ہوں، البتہ ان کے آثار کی موجودگی میں کسی غیر صحابی کا قول میں قبول نہیں کرتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، سعید بن مسیبؒ اور ان جیسے دیگر تابعین تک پہنچ جائے (تو چونکہ وہ بھی میری طرح مجتہدین تھے، لہٰذا) جیسے انہوں نے اجتہاد کیا ہے، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

مورخ اسلام حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس سلسلے میں آپ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

آخذ بكتاب الله، فما لم اجد فبسنة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، والآثار الصحاح عنه التى فشت فى ايدى الثقات عن الثقات، فان لم اجد فبقول اصحابه اخذ بقول من شئت، واما اذا انتهى الامر الى ابراهيم، والشعبى، والحسن، وعطاء، فاجتهد كما اجتهدوا.[1]

میں (مسائل شرعیہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں۔ اگر اس میں نہ ملے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت اور آپ کی اُن صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں۔ اور اگر ان دونوں (قرآن وسنت) میں مجھے کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول کو لے لیتا ہوں۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، عامر شعبیؒ، حسن بصریؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ جیسے مجتہدین تابعین پر آٹھہرتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ومما كان كتبه الخليفة ابو جعفر المنصور الى ابى حنيفة: بلغنى انك تقدم القياس على الحديث، فقال: ليس الامر كما بلغك يا امير المؤمنين! انما اعمل اوّلا بكتاب الله، ثم بسنة رسوله صلّى الله

۱۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۲۰، ۲۱)

علیہ وسلم، ثم باقضیۃ ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنھم، ثم باقضیۃ بقیۃ الصحابۃ، ثم اقیس بعد ذلک اذا اختلفوا[1]

خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا، اے امیر المؤمنین! آپ تک جو بات پہنچی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں، پھر خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے فیصلوں کو لیتا ہوں، پھر دیگر صحابہؓ کے فیصلوں کو لیتا ہوں۔ اور جب کسی مسئلہ پر صحابہ کا اختلاف ہو جائے تو پھر (ان میں سے کسی ایک کے قول کو ترجیح دینے کے لیے) قیاس کرتا ہوں۔

ان اقتباسات سے دو باتیں اچھی طرح واضح ہو جاتی ہیں:

ایک یہ کہ امام صاحبؒ کو امام حسن بصریؒ، امام ابراہیم نخعیؒ اور امام عطاء بن ابی رباحؒ وغیرہ مجتہدین تابعین کے ہم پایہ مجتہد ہونے کا خود اقرار تھا، اور آپ کی یہ بات بالکل شک وشبہ سے بالا ہے۔

دوسری یہ کہ فقہ حنفی محض امام ابوحنیفہؒ کے قیاسات کا نام نہیں ہے، جیسا کہ آپ کے حاسدین لوگوں کو باور کراتے پھرتے ہیں، بلکہ اس کی بنا اَدِلّہ شرعیہ پر ہے اور ان اَدِلّہ شرعیہ سے استخراج مسائل کی ترتیب خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زبانی یہ ہے کہ:

پہلے کتاب اللہ، پھر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور اگر ان تینوں میں یہ مسئلہ واضح نہ ہو تو پھر ان اَدِلّہ کی روشنی میں قیاسِ شرعی۔ گویا آپ کے نزدیک قیاس کا درجہ سب سے آخر میں ہے اور وہ بھی تب جب اس کا حل ان اَدِلّہ شرعیہ سے نہ ملے۔

اور پھر ان اَدِلّہ شرعیہ سے جو مسائل متخرج ہوئے، ان کی درجہ بندی بھی آپ نے اسی ترتیب سے فرمائی ہے کہ جس مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہوا اُس کو آپ نے فرض قرار دیا۔ اور جس کا حکم حدیث سے ثابت ہوا اُس کو آپ نے واجب ٹھہرایا۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔

---

[1] المیزان الکبریٰ الشعرانیۃ (۱/۸۰)

امام ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) آپ کے اس فقہی کمال کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فرحم اللّٰہ الامام اباحنیفة حیث غایر بین لفظ الفرض والواجب و بیّن معناهما، فجعل مافرضه اللّٰہ تعالٰی اعلٰی مما فرضه رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم، وان کان لاینطق عن الهوی ادبا مع اللّٰہ تعالٰی. و نفس رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یمدح الامام اباحنیفة علٰی مثل ذلک لانه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یحب رفع رتبة تشریع ربه علٰی تشریعه هو ولو کان ذلک باذنه تعالٰی، ولم ینظر الٰی ذلک من جعل الفرض والواجب مترادفین۔[1]

اللہ تعالیٰ کی امام ابو حنیفہؒ پر رحمت ہو کہ آپ نے لفظِ فرض اور لفظِ واجب کے درمیان فرق واضح کیا اور دونوں کا مطلب بھی بیان کر دیا۔ وہ یوں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے، آپ نے اس کو اُس چیز پر فوقیت دی ہے جس کو اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ضروری کہا ہے، اگرچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتے (بلکہ صرف وحی الٰہی سے بولتے ہیں)۔ یہ فرق امام صاحبؒ نے محض اللہ تعالیٰ کے ادب کی وجہ سے کیا ہے۔ اور اس پر خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کی مدح فرمائی ہے۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ پسند کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تشریع آپ کی تشریع سے بالا ہو، اگرچہ آپ کی تشریع (بیانِ شریعت) بھی اللہ کے حکم سے ہوتی تھی۔ جن لوگوں نے اس نکتہ پر غور نہیں کیا، انہوں نے فرض اور واجب کو مترادف کہہ دیا ہے۔

یہ ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فقہی کمالات، جن کی وجہ سے تمام اَجِلّہ محدثین و فقہاء آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ لیکن

ع

آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

۱۔ ایضاً (۱/۲۱۵)

آپ کی فقہ پر محدثین کا اعتماد

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کو حدیث کے مخالف و متصادم قرار دے کر مطعون کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹی الزام تراشی ہے، ورنہ آپ کی فقہ سراسر حدیث سے ماخوذ اور اُس کے عین مطابق ہے۔ آپ کی فقہ کا حدیث سے ماخوذ اور اس کے مطابق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی فقہ محدثین (ماہرینِ حدیث) میں کافی مقبول رہی ہے، اور محدثین کی ایک بڑی تعداد نے اس فقہ کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا ہے اور اس کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے مقلدین میں دیگر طبقوں کے اہلِ علم کی طرح حضراتِ محدثین بھی بڑی کثرت سے ہیں۔

جلیل المرتبت محدث امام محمد بن طاہر مقدسیؒ (م ۵۰۷ھ) نے مادہ ''حنفی'' (یعنی وہ لوگ جو امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مذہب کی طرف منسوب ہیں) کے ذیل میں تصریح کی ہے:

وفیهم کثرة من الفقهاء والمحدثین وائمة الدین۔[1]

حنفیوں میں فقہاء، محدثین اور ائمہ دین کی کثرت ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کا بیان بھی پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو حدیث میں مجتہدانہ مقام حاصل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا مذہب محدثین میں قابلِ اعتماد شمار ہوتا ہے۔

آپ کی فقہ پر کاربند بعض نامور محدثین کا تعارف

آپ سے فقہی تعلق رکھنے والے محدثین دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ حضرات کہ جن کی آپ سے فقہی وابستگی اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ اور بالکل شک وشبہ سے بالا ہے۔ جیسا کہ آپ کے مشہور تلامذہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ وغیرہ ہیں، جو کہ فقیہ ہونے کے ساتھ

[1] المؤتلف والمختلف (ص ۵۷) للمقدسیؒ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ساتھ علم حدیث میں بھی عظیم المرتبت ہیں۔اسی طرح ان سے بعد کے محدثین جیسا کہ امام طحاویؒ، امام ابن الترکمانیؒ، امام زیلعیؒ، امام عینیؒ اور امام ابن الہمامؒ وغیرہ حضرات۔اس قسم کے محدثین کے حنفی ہونے پر حوالجات ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

دوسرے وہ محدثین ہیں کہ جن کے حنفی اور آپ کے متعلقین میں سے ہونے میں بھی اگرچہ کوئی شک وشبہ نہیں ہے، لیکن ان کے حنفی ہونے کو وہ شہرت نہیں ملی جو پہلی قسم کے حنفی محدثین کو حاصل ہے۔اس طرح کے محدثین بھی اس کثرت سے ہیں کہ ان سب کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔ ہم یہاں ان میں سے صرف بیس نامور محدثین کا تعارف اور ان کے حنفی ہونے کا ثبوت بحوالہ محدثین پیش کرتے ہیں۔

(۱) امام لیث بن سعد مصریؒ (م ۱۷۵ھ)

امام لیثؒ، جو کہ مصر کے مشہور امام وفقیہ اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، امام شافعیؒ اور امام یحییٰ بن بکیرؒ اُن کو امام مالکؒ سے بھی زیادہ فقیہ قرار دیتے تھے۔[۱] انہوں نے مکہ مکرمہ میں امام اعظمؒ کے درس میں شرکت کی اور آپ سے حدیث وفقہ میں تلمذ حاصل کیا۔جیسا کہ امام اعظمؒ کے ''سلسلہ درس وتدریس'' کے بیان میں گزرا ہے۔

نیز ان کا شمار حنفی المذہب فقہاء میں ہوتا ہے۔چنانچہ مورخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ:

ان اللیث کان حنفی المذھب.[۲]

بلاشبہ امام لیث حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ زاہد کوثریؒ (م ۱۳۷۲ھ) ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

عدّہ کثیر من اھل العلم حنفیا، وبہ جزم القاضی زکریا الانصاری فی شرح البخاری.[۳]

امام لیثؒ کو بہت سے اہلِ علم نے حنفی قرار دیا ہے۔قاضی زکریا انصاریؒ بھی اپنی ''شرح بخاری'' میں ان کو بالجزم حنفی کہتے ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۶۴)   ۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۴۱۶)
۳۔ فقہ اہل العراق وحدیثہم (ص ۷۳)

مولانا نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے بھی ان کے بارے میں تصریح کی ہے:

وے حنفی مذہب بود۔[1]

کہ یہ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

(۲) امام قاسم بن معن (م ۱۷۵ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جلیل القدر پوتے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ میں شمار کرتے ہوئے ان کا تعارف "الامام، العلامة اور اَحَدُ الْاَعْلَامِ" کے القاب سے کرایا ہے۔[2]

نیز ذہبیؒ ان کو: الامام، الفقیہ، المجتہد، قاضی الکوفۃ اور مفتی الکوفۃ فی زمانہ قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ:

یہ ثقہ، نحوی، اخباری، کبیر الشأن تھے، اور قضاء کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔[3]

اسی طرح ذہبیؒ نے ان کے بارے میں امام ابوحاتمؒ (م ۲۷۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

یہ ثقہ اور تمام لوگوں میں حدیث واشعار کے سب سے بڑے راوی اور لغت عربی و فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔[4]

یہ عظیم المرتبت امام بھی امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور آپ کے فقہی خوشہ چین ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وکان عفیفا صارما، من اکبر تلامذة الامام ابی حنیفة.[5]

آپ پاکدامن، بہادر اور امام ابوحنیفہؒ کے بڑے تلامذہ میں سے تھے۔

امام احمد بن زہیر نسائی المعروف بہ "ابن ابی خیثمہ" (م ۲۷۹ھ) نے ان کو "اصحاب ابی حنیفہ" میں سے قرار دیا ہے، اور اپنی سند متصل کے ساتھ امام حجر بن عبدالجبارؒ سے نقل کیا ہے کہ کسی نے امام قاسم بن معنؒ سے پوچھا کہ آپ کیوں امام ابوحنیفہؒ کی مجالست اختیار کر کے ان کے

۱۔ اتحاف النبلاء (ص ۳۳۷) بحوالہ طائفہ منصورہ (ص ۵۷)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۷۵) ۳۔ سیر اعلام النبلاء (۸/۱۹۰)

۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً

غلاموں میں شمار ہونا چاہتے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

ما جلس الناس الی احد انفع من مجالسة ابی حنیفة.[1]

مجھے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس سے زیادہ کسی کی مجلس نے نفع نہیں دیا۔

(۳) امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

موصوف بلند پایہ فقیہ، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم ولی اللہ اور علم حدیث میں امیر المومنین کے درجے پر فائز تھے۔ ان کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہم امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں ذکر کر آئے ہیں، اور وہاں بحوالہ محدثین یہ ذکر ہو چکا ہے کہ امام موصوف نے امام اعظمؒ سے حدیث کی روایت کرنے کے علاوہ فقہ میں بھی آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، اور یہ آپ کے فقہی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

نیز امام ابن المبارکؒ کا خود اپنا بیان ہے:

وتعلمت الفقه الذی عندی من ابی حنیفة.[2]

میرے پاس جو کچھ فقہ ہے وہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سیکھا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

امامنا فی الفقه ابو حنیفة.[3]

فقہ میں ہمارے امام (پیشوا) امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

غازئ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بھتیجے سلطان المعظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی (م ۶۲۴ھ) نے امام ابن المبارکؒ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

وانه مازال علی مذهب ابی حنیفة الی ان مات بروایة الخطیب عنه.[4]

امام ابن المبارکؒ اپنی وفات تک امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر ہی کاربند رہے۔ جیسا کہ علامہ خطیبؒ نے روایت کی ہے۔

۱۔ التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمة (۲/۶۶، ۳/۳۶۶)

۲۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۸۴)   ۳۔ ایضاً (ص ۱۴۰)

۴۔ السهم المصیب فی کبد الخطیب (ص ۹۳)

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) نے بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[1]

(۴) امام قاضی حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۴ھ)

قاضی موصوف ایک نامور حافظ الحدیث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، اور تمام کتب حدیث ان کی روایات سے مالا مال ہیں۔ ہم امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں ان کا بھی تفصیلی ترجمہ لکھ آئے ہیں، اور وہاں حافظ ابن الصلاحؒ، حافظ سخاویؒ اور حافظ سیوطیؒ وغیرہ محدثین کے حوالے ہم نے نقل کیے تھے کہ قاضی حفصؒ امام اعظمؒ کے طبقہ اولیٰ کے تلامذہ میں سے ہیں، اور آپ کے اُن اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جن کو آپ نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیا تھا۔

علاوہ ازیں امام نووی شافعیؒ (م ۶۷۶ھ) نے ان کے حنفی المذہب ہونے کی صاف تصریح کی ہے۔[2]

امام محمد بن ابراہیم بن جماعہؒ (م ۷۳۳ھ) بھی ان کو حنفی قرار دیتے ہیں۔[3]

اسی طرح حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[4]

(۵) امام یزید بن ہارون واسطیؒ (م ۲۰۶ھ)

یہ بھی ایک نامور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے مناقب کے لیے یہی کافی ہے کہ امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ تمام ائمہ صحاح ستہ نے ان سے اپنی کتب میں روایات لی ہیں۔[5]

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) ان کے متعلق لکھتے ہیں:

اتفق اصحاب الحدیث علی ان واسطا ما اخرجت مثل یزید بن هارون فی حفظه واتقانه وزهده وانواع فضله روی عن ابی حنیفة

۱۔ الجواہر المضیۃ (۲۸۱/۱)؛ الفوائد البہیۃ (ص ۱۰۳)

۲۔ تقریب النواوی مع شرحہ تدریب الراوی (۵۸/۲)

۳۔ المنہل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی (ص ۹۷)

۴۔ الجواہر المضیۃ (۸۵/۲)

۵۔ تہذیب التہذیب (۳۳۱/۶)

مع فضله وكبر سنه و سأله عن مسائل من الفقه، وكان مائلا اليه.[1]

اصحاب حدیث (محدثین) کا اس پر اتفاق ہے کہ سرزمین واسط نے امام یزید بن ہارونؒ، جو کہ حفظِ حدیث، اتقانِ حدیث، زہد و تقویٰ اور دیگر متعدد فضائل کے جامع تھے، جیسا شخص پیدا نہیں کیا۔ لیکن ان سب فضل و کمال اور بڑی عمر رکھنے کے باوجود انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت حدیث کی ہے اور آپ سے مسائلِ فقہ حاصل کیے ہیں، اور یہ (فقہی طور پر) آپ کی طرف میلان رکھتے تھے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے اور امام اعظمؒ کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَلَوَدِدْتُ ان عندی عنه مائة الف مسئلة، قال و جلستهٔ قبل ان يموت بجمعة.[2]

میری خواہش ہے کہ میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کے ایک لاکھ مسائل فقہ ہوں، میں امام صاحبؒ کی وفات سے پہلے والے جمعہ میں بھی آپ سے ملا تھا۔

(۶) امام شعیب بن اسحاق دمشقیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام شعیبؒ کا شمار ثقہ محدثین اور پختہ کار حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ امام احمدؒ، امام ابوداؤدؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام نسائیؒ، امام ابن حبانؒ اور دیگر محدثین نے ان کی زبردست توثیق و تعریف کی ہے۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے اپنی کتب حدیث میں ان کی متعدد احادیث کو روایت کیا ہے۔[3]

موصوف ان خوش بخت لوگوں میں سے ہیں جو امام اعظمؒ کے درسِ حدیث و فقہ میں شریک ہوتے رہے اور ہمیشہ آپ کے مذہب پر ہی کاربند رہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

روى عن ابيه وابى حنيفة، وتمذهب له.[4]

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۰۳) للمکیؒ ۲۔ الجواہر المضیئۃ (۲/ ۲۲۰)

۳۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (۲/ ۵۰۳) ۴۔ ایضاً

انہوں نے اپنے والد (امام اسحاق دمشقیؒ) اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے،
اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اختیار کیا ہے۔
حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی ان کو حنفی قرار دیتے ہیں اور ان کے بارے میں تصریح
کرتے ہیں:

اخذ الفقه عن ابی حنیفة، وکان من ثقات اهل الرأی، متقنا مجود الحدیث.[1]

انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا، اور یہ ثقہ اہلِ رائے (فقہاء) اور پختہ کار اور جید محدثین میں سے تھے۔
حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو علمائے حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[2]

(۷) امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۸۲ھ)

ان کا شمار اُن عظیم المرتبت ائمہ حدیث میں ہوتا ہے جن کی ثقاہت وعدالت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، اور جن کی احادیث سے صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث بھری ہوئی ہیں۔
ان کا ترجمہ ہم امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں لکھ چکے ہیں اور وہاں یہ گزر چکا ہے کہ امام اعظمؒ کے ساتھ ان کا اتنا گہرا تعلق تھا کہ حافظ ذہبیؒ اور علامہ ابن العمادؒ جیسے محدثین ان کو "صاحب ابی حنیفة" سے ملقب کرتے ہیں۔
نیز ان کے ترجمے میں بحوالہ امام طحاویؒ یہ بھی گزرا ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنے جن چالیس خصوصی تلامذہ پر مشتمل فقہی مجلس تشکیل دی تھی، ان میں یہ بھی شامل تھے اور اس مجلس میں کتابت کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سپرد تھی۔

(۸) امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ)

یہ تمام مشہور حفاظ حدیث (امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن المدینیؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ) کے استاذ اور علم حدیث واسماء الرجال کے عظیم سپوت ہیں۔ یہ عظیم المرتبت محدث بھی امام اعظمؒ سے شرف تلمذ رکھنے کے علاوہ آپ کے مقلد بھی ہیں اور یہ ہمیشہ آپ ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، (ت ۱۴۴۸) ۲۔ الجواہر المضیۃ (۲۵۶/۱)

امام موصوف کے شاگرد امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ما رأیت احدًا اُقدمه علی وکیع وکان یفتی برائی ابی حنیفة.[1]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو امام وکیعؒ پر ترجیح دوں، اور وہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے (فقہ) پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

ویفتی بقول ابی حنیفة.[2]

امام وکیعؒ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

فمن اخذ عنه العلم وکان یفتی بقوله وکیع بن الجراح.[3]

امام ابوحنیفہؒ سے جن لوگوں نے علم حاصل کیا اور آپ کے قول پر فتویٰ دیتے رہے، ان میں سے ایک امام وکیع بن جراحؒ بھی ہیں۔

نیز امام صاحبؒ کی توثیق کے بیان میں مشہور غیر مقلد مولانا ابویحییٰ محمد شاہجہانپوریؒ (م ۱۳۳۸ھ) کا حوالہ گزر چکا ہے، جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ امام وکیع بن جراحؒ اور امام یحییٰ بن سعید قطانؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول و مذہب کو لیا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے۔

(۹) امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ)

امام قطانؒ کا حدیث اور اسماء الرجال میں جو بلند پایہ مقام ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فن اسماء الرجال کو مدوّن کیا۔ چنانچہ مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م ۱۳۴۲ھ) نے تصریح کی ہے:

فنِ اسماء الرجال کا سنگِ بنیاد یحییٰ بن سعید قطانؒ نے رکھا۔[4]

محدثین میں امام اعظمؒ کی مقبولیت کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ فن اسماء الرجال کے یہ مدوّنِ اوّل بھی آپ کی فقہ کے مقلد و پیروکار تھے۔ چنانچہ امام یحییٰ بن معینؒ، جو امام

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱۴۹/۲)　　۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۲۲۴/۱)
۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۵۵)　　۴۔ سیرۃ البخاریؒ (ص ۸۱)

قطانؒ کے بھی شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:

وکان یحییٰ القطان یفتی بقول ابی حنیفة ایضا.[۱]

امام یحییٰ قطانؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

نیز امام ابن معینؒ تصریح کرتے ہیں:

وکان یحییٰ بن سعید یذهب فی الفتویٰ الیٰ قول الکوفیین، ویختار قوله من اقوالهم، ویتبع رأیه من بین اصحابه.[۲]

امام یحییٰ بن سعید قطانؒ فتویٰ دینے میں کوفیوں کے مذہب پر تھے، اور وہ اہلِ کوفہ کے اقوال میں سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتے تھے، اور امام صاحبؒ کے اصحاب کی بجائے خود امام صاحبؒ کی رائے (فقہ) کی اتباع کرتے تھے۔

مورخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان یحییٰ بن سعید یختار قوله فی الفتویٰ، وکان یحییٰ یقول: لانکذب الله، ماسمعنا احسن من رائی ابی حنیفة، وقد اخذنا باکثر اقواله.[۳]

امام یحییٰ بن سعیدؒ فتویٰ دینے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتے تھے، اور امام یحییٰ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں سنی۔ اور بلاشبہ ہم نے آپ کے اکثر اقوال کو لیا ہے۔

محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام قطانؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان فی الفروع علیٰ مذهب ابی حنیفة.[۴]

امام قطانؒ فروعات فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تھے۔

(۱۰) امام محمد بن نصر الجارودیؒ (م ۲۹۱ھ)

یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام جارودؒ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے جارودی کہلاتے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۲۴)
۲۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۵)
۳۔ البدایہ والنہایہ (۷/۸۷)
۴۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۳۶۷)

ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور ترجمے کا آغاز ان القاب سے کیا ہے:

الامام الاَوحَدُ، الحافظ، المُتقِن الاَمجَدُ، صدر خراسان۔[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے بارے میں یہ القاب لکھے ہیں:

شیخ وقته، وعین علماء عصره حفظا و کمالا، وقدرة ورئاسةً، وثروةً۔[2]

امام حاکمؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام جارودیؒ اور امام مسلمؒ صاحب الصحیح دونوں طلب حدیث میں اکٹھے سفر کرتے رہے ہیں اور ان دونوں کے آپس میں بہت اچھے تعلقات تھے۔

امام موصوف کا علم حدیث میں جو مقام و مرتبہ تھا، اُس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں جو حافظ ذہبیؒ وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ:

ایک دفعہ امام محمد بن یحییٰ ذہلیؒ، جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ ائمہ حدیث کے استاذ ہیں، حدیث کا درس دے رہے تھے کہ ایک حدیث کی املاء کے دوران امام جارودیؒ نے ان کو ٹوکا تو امام ذہلیؒ نے ان کو ڈانٹ دیا۔ جب دوسری مجلس شروع ہوئی تو امام ذہلیؒ نے ان سے فرمایا:

الصواب ماقلت، فانی رجعتُ الی کتابی فوجدته علی ماقلت۔[3]

درست بات وہی ہے جو آپ نے کہی تھی، میں نے جا کر اپنی کتاب دیکھی تو اس میں اسی طرح لکھا ہوا تھا جس طرح آپ نے کہا تھا۔

علوم حدیث کے علاوہ علوم عربیہ میں بھی ان کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ بقول امام حاکمؒ، امام ذہلیؒ جیسے محدث بھی ان فن میں ان سے استفادہ کے لیے ان کو اپنے پاس رات کو ٹھہراتے تھے۔[4]

ان سب کمالات کے باوجود یہ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے اور ان کا پورا گھرانہ حنفی تھا۔ امام حاکم نیشاپوریؒ ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۲۴۹۱)
۲۔ ایضا
۳۔ ایضا
۴۔ ایضا

اهل بيته حنفيون.[1]

ان کے سب گھر والے حنفی ہیں۔

نیز امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

وكان هو وابوه وجده والنجار ووجد ابيه صاحب ابی حنيفة كلهم راهيون.[2]

یہ (محمد بن نضرؒ) ان کے والد، ان کے دادا، اور ان کے پردادا جارودؒ جو صاحب ابی حنیفہؒ ہیں، یہ سب کے سب اہل الرائے (فقہائے احناف) تھے۔

حافظ ذہبی اور حافظ سیوطی نے بھی ان کو حنفی فقیہ قرار دیا ہے۔[3]

(۱۱) امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)

موصوف فن جرح وتعدیل کے امام اور تمام حفاظ حدیث کے سردار ہیں۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۵۳ھ) ان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

كل حديث لايعرفه يحيىٰ فليس بحديث.

یعنی جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانیں، وہ حدیث ہی نہیں ہے۔[4]

یہ حدیث و اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت بھی نہ صرف یہ کہ حنفی ہیں، بلکہ ان کا شمار غالی حنفیوں میں ہوتا ہے۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

فان ابن معين كان من الحنفية الغلاة في مذهبه، وان كان محدثا.[5]

بلاشبہ امام یحییٰ بن معینؒ ان حنفیوں میں سے ہیں، جو اپنے مذہب میں غلو رکھتے

۱۔ ایضا ۲۔ الجواہر المضیئۃ (۲/۱۳۸)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۱۷۸)؛ طبقات الحفاظ (ص ۲۹۷)

۴۔ تحقیق الکلام (۲/۸۷)

۵۔ الرواۃ الثقات المتکلم فیہم فیما لایوجب ردہم (ص ۷)، طبع دار البشائر، الریاض

ہیں، اگرچہ وہ محدث ہیں۔
نیز حافظ ذہبیؒ، امام ابن معینؒ کے ترجمہ میں امام موصوف کے شاگرد امام ابراہیم بن عبداللہ بن جنیدؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

فقلت لیحییٰ: تریٰ ان ینظر الرجل فی رأی الشافعی، وابی حنیفة؟ قال ما اری لاحدان ینظر فی رأی الشافعی، ینظر فی رأی ابی حنیفة احب الیّ.

قلت: قد کان ابوزکریا رحمه الله حنفیا فی الفروع، فلهذا قال هذا، وفیه انحراف یسیر عن الشافعی.[1]

میں نے امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر کوئی آدمی امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے (فقہ) دیکھے؟ انہوں نے فرمایا، میں کسی کے لیے یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ امام شافعیؒ کی فقہ کو دیکھے، البتہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ دیکھنا بہت زیادہ پسند ہے۔

میں (حافظ ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ امام ابوزکریا رحمہ اللہ (یہ امام ابن معین کی کنیت ہے) فروع مسائل میں حنفی تھے، اس لیے انہوں نے یہ بات فرمائی ہے، اور ان میں قدرے امام شافعیؒ کی مخالفت پائی جاتی تھی۔

(۱۲) امام ابویعلیٰ احمد بن علی موصلیؒ (م ۳۰۷ھ)

یہ صاحب التصانیف محدث اور پختہ کار وثقہ محدث ہیں۔ ان کا مجموعہ حدیث، جو "مسند ابی یعلیٰ" کے نام سے مشہور ہے، اب طبع ہو چکا ہے، جو کہ حدیث کی ایک ضخیم کتاب ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

ابویعلی الموصلی الحافظ، الثقة، محدث الجزیرة... صاحب المسند الکبیر.[2]

موصوف بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور انہوں نے فقہ حنفی کی تعلیم امام ابو یوسفؒ کے شاگرد امام بشر بن ولیدؒ (م ۲۳۸ھ، جن کے بارے میں علامہ خطیب لکھتے ہیں، وکان بشر

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۲۲۵)
۲۔ تذکرة الحفاظ (۲/۱۹۹)

أحذ أصحاب ابی یوسف، اخذ عنه الفقه،[1] کہ امام بشرؒ امام ابو یوسفؒ کے اصحاب میں سے ہیں، اور انہوں نے آپ سے فقاہت سیکھی) سے حاصل کی تھی۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) اور حافظ ذہبیؒ امام ابو یعلیٰؒ کے شاگرد امام ابو علی الحافظؒ (م ۳۴۹ھ)) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لولم یشتغل ابو یعلی بکتب ابی یوسف علی بشر بن الولید لادرک بالبصرة سلیمان بن حرب و ابا الولید الطیالسی.[2]

اگر ابو یعلیٰؒ بشر بن ولیدؒ سے امام ابو یوسفؒ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول نہ ہوتے تو بصرہ میں سلیمان بن حربؒ اور ابو ولید طیالسیؒ کو پالیتے۔

اس حوالے سے اندازہ لگالیں کہ امام موصوف کے دل میں امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کی کتنی محبت تھی کہ اس کے حصول میں انہوں نے امام ابن حربؒ اور امام طیالسیؒ جیسے عالی السند محدثین سے شرفِ تلمذ کو بھی قربان کر دیا۔

نیز حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقال الحافظ عبدالغنی الازدی: ابو یعلی احد الثقات الاثبات، کان علی رأی ابی حنیفة. قلت: نعم، لانه اخذ الفقه عن اصحاب ابی یوسف.[3]

حافظ عبدالغنی الازدیؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابو یعلیٰؒ ثقہ اور پختہ کار محدثین میں سے ایک تھے، اور وہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے (فقہ) پر کاربند تھے۔ میں (حافظ ذہبیؒ) کہتا ہوں، جی ہاں! اس لیے کہ انہوں نے فقہ امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ (بشر بن ولیدؒ وغیرہ) سے حاصل کیا تھا۔

(۱۴) امام ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ)

امام دولابیؒ مشہور محدث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ انہوں نے علومِ حدیث کی تحصیل امام بخاریؒ، امام نسائیؒ وغیرہ ائمہ حدیث سے کی، جبکہ خود ان سے شرفِ تلمذ رکھنے والوں میں امام

۱۔ تاریخ بغداد (۷/۸۳)

۲۔ تاریخ نیسابور (طبقہ شیوخ الحاکم، ص ۲۲۵)؛ تذکرۃ الحفاظ (۲/۱۹۹)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۲۷۴۱)

ابن ابی حاتمؒ، امام طبرانیؒ اور امام ابن حبانؒ وغیرہ جیسے اساطینِ علم حدیث بھی شامل ہیں۔ امام موصوف نے علم حدیث اور فنِ جرح و تعدیل کے متعلق کئی شاہکار کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے ان کی ایک کتاب ''الکنیٰ والاسماء'' بھی ہے جو اپنے موضوع پر ایک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ متعدد جلیل القدر محدثین نے ان کی بڑے عمدہ الفاظ میں توثیق و تعریف کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ میں شمار کرتے ہوئے ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الدولابی الحافظ السالم.[۱]

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الدولابی الامام الحافظ البارع.[۲]

اسی طرح ذہبیؒ نے ان کو محمد بن احمد بن حماد بن سفیان کوفی کے ترجمہ میں ''الحافظ الکبیر'' قرار دیا ہے۔[۳]

امام ابن یونس مصریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان الدولابی من اهل الصنعة، حسن التصنیف.[۴]

امام دولابیؒ اہلِ فن حدیث میں سے تعلق رکھنے والے ایک اچھے مصنف تھے۔

حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبیؒ فرماتے ہیں:

وکان مقدما فی العلم والروایة ومعرفة الاخبار.[۵]

امام دولابیؒ کو علم، روایتِ حدیث اور معرفتِ تاریخ میں فوقیت حاصل تھی۔

حافظ ابو نصر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

والدولابی واحد من المتقنین الحفاظ.[۶]

امام دولابیؒ پختہ کار اور حفاظ محدثین میں سے ایک ہیں۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ نے امام دولابیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

کان عالما الحدیث والاخبار والتواریخ، سمع الاحادیث بالعراق

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۲۳۱)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۲۷۲۲)
۳۔ ایضاً (ت ۳۵۲۲)
۴۔ لسان المیزان (۵/۵۳)
۵۔ ایضاً
۶۔ الاکمال (۷/۱۶۴)

والشام.[1]

آپ حدیث، اخبار اور تاریخ کے عالم تھے۔ آپ نے عراق اور شام میں احادیث کا سماع کیا تھا۔

نیز لکھتے ہیں:

وله تصانيف مفيدة في التاريخ و مواليد العلماء و وفياتهم، واعتمد عليه ارباب هذا الفن في النقل واخبروا عنه في كتبهم و مصنفاتهم المشهورة، وبالجملة فقد كان من الاعلام في هذا الشان وممن يرجع اليه، و كان حسن التصنيف.[2]

امام دولابیؒ کی تاریخ، اور علماء کی موالید اور وفیات میں مفید کتب ہیں۔ اربابِ فن نے آپ کی نقل پر اعتماد کیا ہے، اور اپنی کتب اور مشہور تصانیف میں آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ غرض آپ اس فن کی نشانیوں میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کی طرف اس فن میں رجوع کیا جاتا ہے، اور آپ ایک اچھے مصنف تھے۔

بعض محدثین (امام ابن عدیؒ وغیرہ)، جو احناف کے بارے میں سخت متعصب ہیں، انہوں نے امام دولابیؒ پر مخالفتِ مذہبی کی وجہ سے کلام کیا ہے، لیکن خود ان ہی محدثین میں سے امام دارقطنیؒ نے ان لوگوں کی تردید کردی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

یتکلمون فيه، وماتبين من امره الا خير.[3]

لوگوں نے ان کے بارے میں (بے جا) کلام کیا ہے، مگر ان سے سوائے خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا۔

یہ بلند پایہ امام بھی حنفی المذہب ہیں۔ چنانچہ حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

كان ابوه من اهل العلم، و كان مسكنه بدولاب من ارض بغداد،

---

[1] وفیات الاعیان (۲/۳۹۷)

[2] ایضاً

[3] سیر اعلام النبلاء (ت ۲۷۲۲)

ثم خرج ابنه محمد عنها طالبا للحديث، فاكثر الرواية، وجالس العلماء، وتفقه لأبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ.[۱]

ان کے والد اہل علم میں سے تھے، اور ان کا مسکن دولاب واقع بغداد تھا، پھر ان کے بیٹے محمد (امام دولابیؒ) یہاں سے روایت حدیث کے لیے نکل گئے اور بکثرت احادیث کی روایت کی، علماء کی مجالس میں بیٹھے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا۔

(۱۴) امام عبدالباقی بن قانع بغدادیؒ (م ۳۵۱ھ)

یہ بھی ائمہ احناف میں سے ثقہ حافظ الحدیث اور پختہ کار محدث ہیں۔ ان کے تلامذہ حدیث میں امام دارقطنی، امام ابوبکر رازیؒ وغیرہ محدثین بھی شامل ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

الامام الحافظ البارع الصدوق... صاحب كتاب "معجم الصحابة" الذى سمعناه.[۲]

یہ امام، حافظ الحدیث، بارع، راست گو اور "معجم الصحابہ" کہ جس کی ہم نے بھی سماعت کی ہے، کے مصنف ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

وكان واسع الرحلة كثير الحديث بصيرا به.[۳]

یہ طلب حدیث میں بہت زیادہ سفر کرنے والے اور حدیث کو کثرت سے روایت کرنے اور اس میں بصیرت رکھنے والے تھے۔

حافظ برقانیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اما البغداديون فيوثقونه.[۴]

بغداد کے محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادی ارقام فرماتے ہیں:

۱۔ لسان المیزان (۵/۵۳)

۲۔ سیر اعلام النبلا (ت ۳۱۵۰)

۳۔ ایضاً

۴۔ تاریخ بغداد (۱۱/۹۰)

وقد كان عبدالباقي من اهل العلم، والدراية والفهم، ورأيت عامة شيوخنا يوثقونه۔[1]

امام عبدالباقیؒ اہلِ علم میں سے تھے، اور درایت اور فہم کے جامع تھے، میں نے اپنے اکثر شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ ان کی توثیق کرتے تھے۔

امام عبدالباقیؒ نے "معجم الصحابہ" کے علاوہ بھی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے ایک ان کی کتاب "وفیات" پر بھی ہے، جیسا کہ حافظ سخاویؒ نے تصریح کی ہے۔[2]

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کو ائمہ احناف میں شمار کیا ہے اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے:

واكثر ابوبكر فى الرواية عنه فى احكام القرآن۔[3]

امام ابوبکر رازیؒ نے احکام القرآن میں ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

(۱۵) امام جعفر بن محمد مستغفری نسفیؒ (م ۴۳۲ھ)

موصوف ایک بلند پایہ اور قابلِ فخر حنفی محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز انہوں نے ان کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے:

الامام، الحافظ، المجوّد، المصنف...[4]

امام ابوسعد سمعانیؒ نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں "ماوراء النہر" کے علاقوں میں کوئی بھی شخص حدیث کو جمع و تصنیف کرنے اور اس کو سمجھنے میں ان کا ہم پایہ نہیں تھا۔[5]

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ان کا تعارف "الحنفی الحافظ" کے الفاظ سے کراتے ہیں۔[6]

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغا (م ۸۷۹ھ) نے بھی ان کو

۱۔ ایضا
۲۔ الاعلان بالتوبیخ (ص ۱۶۰)
۳۔ الجواہر المضیۃ (۱/۲۹۳)
۴۔ سیر اعلام النبلاء (۵۶۴/۷)
۵۔ کتاب الانساب (۲۹۴/۴)
۶۔ الاعلان بالتوبیخ (ص ۱۳۳)

طبقات حنفیہ میں ذکر کیا ہے۔[۱]

موصوف نے علوم حدیث میں کئی لاجواب کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے چند بتصریح حافظ ذہبیؒ یہ ہیں:

معرفة الصحابة، كتاب الدعوات، دلائل النبوة، فضائل القرآن، الشمائل، خطب النبي صلى الله عليه وسلم، كتاب الطب، تاريخ نسف، تاريخ كش.[۲]

(۱۶) امام حسن بن محمد صاغانی لاہوریؒ (م ۶۵۰ھ)

یہ برصغیر (موجودہ پاکستان) کے مایہ ناز اور قابل فخر حنفی محدث ہیں۔ علامہ تقی الدین فاسی مالکیؒ (م ۸۳۲ھ) اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین کی تصریح کے مطابق یہ دس صفر ۵۷۷ھ میں پاکستان کے تاریخی و علمی شہر لاہور میں پیدا ہوئے اور شہر غزنہ میں ان کی نشوونما ہوئی۔ پھر یہ بغداد تشریف لے گئے اور خلیفہ بغداد کے مقربین میں شامل ہو گئے۔ ۶۱۷ھ میں خلیفہ نے ان کو سلطانِ ہند کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا، اور یہ سات سال ہندوستان میں رہنے کے بعد ۶۲۴ھ میں واپس بغداد چلے گئے۔ پھر اسی سال یہ دوبارہ بطور سفیر ہندوستان تشریف لائے اور ۶۳۷ھ تک یہیں مقیم رہے۔ اس کے بعد یہ مستقل طور پر بغداد منتقل ہو گئے اور وہیں ۶۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور پھر ان کی وصیت کے مطابق ان کے تابوت کو مکہ مکرمہ لے جا کر ان کو وہاں دفن کر دیا گیا۔

انہوں نے ہندوستان اور بغداد کے مشائخ سے تحصیل علم کرنے کے علاوہ مکہ مکرمہ، یمن اور عدن وغیرہ جا کر وہاں کے اجلّہ اہل علم سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں ثابت بن مشرفؒ، نصر بن محمد حصری حنبلیؒ، عبدالعزیز الناقدؒ، ابراہیم القریظی العدنیؒ اور سعدالدین خلف بن محمد ہندیؒ وغیرہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ جبکہ خود ان سے شرف تلمذ رکھنے والوں میں حافظ دمیاطیؒ اور حافظ عبدالمؤمن بن خلف وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

حافظ دمیاطیؒ ان کو اپنی معجم الشیوخ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ الجواهر المضیئة (۱/۱۸۰)، تاج التراجم (ص ۵۳)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۷/۵۶۳)

كان شيخا صالحا صدوقا صموتا اماما فى اللغه والفقه والحديث، قرأت عليه الكثير.[1]

یہ شیخ (بزرگ)، نیک، انتہائی راست باز، خاموش طبیعت اور لغت عربی، فقہ اور حدیث میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ میں نے ان سے بکثرت پڑھا ہے۔

حافظ ذہبیؒ، جو بیک واسطہ ان کے شاگرد ہیں، ان کے تعارف میں یہ القاب ذکر کرتے ہیں:

الشيخ الامام، العلامة المحدث، امام اللغت... الفقيه الحنفى، صاحب التصانيف.[2]

اسی طرح وہ اپنی سند کے ساتھ ان سے ایک حدیث روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔[3]

نیز ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان اليه المنتهى فى معرفة علم اللغة. له مصنفات كبار فى ذلك، وله بصر بالفقه والحديث مع الدين والامامة.[4]

ان کو علم لغت میں انتہائی درجہ کی معرفت حاصل تھی، اور اس علم میں انہوں نے کئی بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اور یہ دینداری اور درجہ امامت رکھنے کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث میں بھی بصیرت رکھتے تھے۔

امام تقی الدین الفاسیؒ نے ان کو علامہ اور حنفی المذہب قرار دیا ہے۔[5]

حافظ عبدالقادر قرشیؒ بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کرتے ہوئے ان کی زبردست تعریف کرتے ہیں۔[6]

موصوف نے حدیث واسماء الرجال، لغت اور فقہ وغیرہ علوم میں کئی یادگار کتب تصنیف کی

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً ۴۔ العبر (۳/۲۶۵)

۵۔ ذیل التقیید فی معرفۃ السنن والمسانید (۱/۵۱۱) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۔ الجواہر المضیۃ (۱/۲۰۱)

ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مشارق الانوار فی الجمع بین الصحیحن. یہ کتاب مطبوعہ اور متداول ہے۔

۲۔ کتاب فی علم الحدیث

۳۔ کتاب فی الضعفاء

۴۔ مجمع البحرین فی اللغه. حافظ ذہبیؒ کی تصریح کے مطابق یہ بارہ جلدوں میں ہے۔

۵۔ العباب الزاخر فی اللغة. بقول ذہبیؒ یہ کتاب بیس جلدوں میں ہے۔

(۱۷) امام عمر بن احمد حلبی معروف بہ "ابن العدیم" (م ۶۶۰ھ)

امام ابن العدیمؒ شام کے ایک بلند پایہ مؤرخ، محدث، فقیہ اور "مُشَارِکٌ فِی عُلُوْمٍ الْکَثِیْرہ" ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

العلامة، المفتی، رئیس الشام، کمال الدین... الحنفی، الکاتب، المؤرخ.[۱]

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ:

ابن العدیمؒ علم، عزت، ذکاوت، رائے، شکل وصورت، مرتبت، فقاہت، کتابت اور انشاء ہر لحاظ سے نادر روزگار تھے۔[۲]

حافظ قرشی (م ۷۷۵ھ) ان کو رئیس اصحاب ابی حنیفہؒ، محدث مؤرخ، ادیب اور کاتب قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ ابن العدیمؒ کے آباء واجداد، اولاد اور گھر والے سب کے سب حنفی علماء، فضلاء اور ادباء ہیں۔[۳]

حافظ قرشیؒ کی تصریح کے مطابق امام ابن العدیمؒ نے تاریخ، فقہ، حدیث اور ادب میں کئی کتب تصنیف کی ہیں۔[۴]

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القاب سے کیا ہے:

رئیس الاصحاب، الامام العالم، المحدث، المؤرخ، الادیب، الکاتب البلیغ...

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۴۴/۲۳)
۲۔ ایضاً
۳۔ الجواہر المضیئہ (۳۸۶/۱)
۴۔ ایضاً

نیز ان کے بارے میں لکھا ہے:

وبرع وساد و صار اوحد عصره فضلا و نبلا و رياسة، الف فی الفقه والحديث والادب وله تاريخ حلب.[1]

آپ علم وفضل میں یکتا و سر خیل اور فضیلت، عزت و ریاست ہر لحاظ سے یگانۂ روزگار ہوئے ہیں۔ آپ نے فقہ، حدیث اور ادب میں کتب بھی تصنیف کی ہیں، نیز آپ نے حلب کی تاریخ بھی لکھی ہے۔

امام موصوف کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور ان کی تاریخ "بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب" ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے اس تاریخ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

من نظر فی تاريخ المذكور علم حالة الرجل و رتبته فی العلم.[2]

جو شخص ان کی مذکورہ تاریخ میں نظر کرے گا، وہ اس شخص کی علمی قدر و منزلت کو پہچان لے گا۔

(۱۸) امام احمد بن محمد بن عبداللہ الحلبیؒ معروف بہ "ابن الظاہریؒ" (م ۶۹۶ھ)

امام ابن الظاہریؒ ایک مایہ ناز محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے مناقب کے لیے یہی کافی ہے کہ حافظ ابوالحجاج مزیؒ صاحب "تہذیب الکمال" اور محدث ناقد حافظ ذہبیؒ وغیرہ جیسے مشہور حفاظ حدیث کو ان سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے اپنے استاذ مکرم کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

ابن الظاهری شيخنا الامام، المحدث، الحافظ، الزاهد، مفيد الجماعة.[3]

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان ذا وقار و سكينة، وشكل تام و نفس ذكية و كرم وحياء وتعفف وانقطاع قلّ من رأيت مثله، ما اشتغل بغير الحديث الى

۱۔ حسن المحاضرة (۱/۳۸۴)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (۲۴/۳۵)
۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۸۰، ۱۸۱)

ان مات و شیوخه یبلغون سبع مائة شیخ.[۱]

یہ عزت دار، سنجیدہ، خوبصورت، زیرک، صاحب کرم، حیادار، پاکباز اور فضول کاموں سے پرہیز کرنے والے تھے۔ ان کی طرح کے لوگ میں نے کم دیکھے ہیں، اور اپنی وفات تک یہ سوائے حدیث کے کسی کام میں مشغول نہیں ہوئے، اور ان کے شیوخ کی تعداد سات سو تک پہنچ جاتی ہے۔

حافظ ذہبیؒ کے بعد حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بھی ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور الامام، المحدث، الزاہد اور مفید الجماعۃ کے القاب سے ان کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔[۲]

امام موصوف بھی حنفی المسلک ہیں، چنانچہ حافظ ذہبیؒ اور حافظ سیوطیؒ ان کے متعلق تصریح کرتے ہیں:

وقد تفقه لابی حنیفة.[۳]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ حاصل کی تھی۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[۴]

(۱۹) امام علاء الدین مُغلطائی بن عبداللہؒ (م ۷۶۲ھ)

یہ حنفی محدث بھی حدیث، اسماء الرجال، نسب اور فقہ وغیرہ علوم میں انتہائی بلند مرتبت اور یگانۂ روزگار ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کا تعارف: "الحنفی، الامام، الحافظ، علاء الدین" کے القاب سے کرایا ہے۔[۵]

امام موصوف کو علوم حدیث میں بکثرت کتب تصنیف کرنے کا شرف حاصل ہے، چنانچہ علامہ محمد شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

و تصانیفه کثیرة جدا.[۶]

امام مغلطائیؒ کی بہت زیادہ تصانیف ہیں۔

۱۔ ایضاً
۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۱۵)
۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۸۰/۴)، طبقات الحفاظ (ص ۵۱۶)
۴۔ الجواہر المضیۃ (۱۱۰/۱)
۵۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۳۷)
۶۔ البدر الطالع (۱۷۰/۲)

حافظ سیوطیؒ نے بحوالہ حافظ زین الدین عراقیؒ لکھا ہے کہ امام مغلطائی کی سو سے زائد تصانیف ہیں۔ پھر سیوطیؒ نے ان کی بعض تصانیف کے نام گنائے ہیں جو ان کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

شرح صحیح البخاری، شرح سنن ابن ماجه، شرح سنن ابی داؤد، اوهام التهذیب، اوهام الاطراف، ذیل علیٰ تهذیب الکمال (اکمال تهذیب الکمال)، ذیل علیٰ المؤتلف والمختلف لابن نقطه، الزهر الباسم فی سیرة ابی القاسم، ترتیب المبهمات علی الابواب، ترتیب بیان الوهم لابن القطان، زوائد ابن حبانؒ علی الصحیحین۔[1]

(۲۰) امام علی متقی بن حسام الدین ہندیؒ (م ۹۷۵ھ)

برصغیر کے یہ وہ متبحر حنفی محدث ہیں کہ جن پر پورے مسلمانانِ برصغیر کو بجا فخر ہے۔ امام نجم الدین غزی شافعیؒ (م ۱۰۶۱ھ) نے ان کا بہت اچھا ترجمہ لکھا ہے۔ جس کا آغاز انہوں نے الشیخ، العلامۃ اور الزاھد کے القاب سے کیا ہے۔[2]

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے بھی ان کا بڑا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے۔[3]

امام موصوف نے حدیث میں بکثرت کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے حدیث کی مشہور اور ضخیم کتاب "کنز العمال" بھی ہے، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلدان کے تعارف میں لکھتے ہیں: آپ کی تصانیف ایک سو سے زائد ہیں اور سب نافع و مفید ہیں۔ ان میں سے علم حدیث میں قابلِ قدر خدمت یہ ہے کہ امام سیوطیؒ کی کتاب "جمع الجوامع" کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ آپ کے استاد ابوالحسن بکری مکیؒ اس کتاب کی نسبت فرماتے ہیں کہ امام سیوطیؒ کا احسان تمام دنیا پر ہے، اور شیخ علی متقی کا احسان امام سیوطیؒ پر ہے۔

نیز حضور نواب (صدیق حسن غیر مقلد) صاحب مرحوم "ابجد العلوم" میں فرماتے ہیں:

قد وقفت علی بعض توالیفه فوجدتها نافعة مفیدة ممتعة تامة (ص ۸۹۵)

---

[1] طبقات الحفاظ (ص ۵۳۸)
[2] الکواکب السائرة (۲/۲۲۱)
[3] دیکھئے شذرات الذھب (۸/۳۷۹)

میں آپ کی بعض تصانیف سے واقف ہوا تو ان کو نفع مند، مفید اور کامل کارآمد پایا۔[۱]

امام موصوف کی چند دیگر تصانیف یہ بھی ہیں:

شرح مشکل الآثار للطحاویؒ، تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان (حضرت مہدیؒ کے ظہور کی علامات)، منہج العمال فی سنن الاقوال والافعال، تلخیص النہایۃ فی غریب الحدیث للجزریؒ۔[۲]

خاتمۃ البحث

یہ ان بیس حفاظِ حدیث کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے جو علوم حدیث کے سپوت ہیں، اور جن پر علوم حدیث کی بنیاد کھڑی ہے۔ الحمد للہ! یہ سب کے سب حنفی ہیں، اور ان کے علاوہ بھی بیشمار ایسے مایہ ناز محدثین ہیں جو حنفی المذہب اور امام اعظم کی فقہ کے خوشہ چین ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا علم حدیث میں مقام کم ہوتا، یا آپ کی فقہ حدیث کے مطابق نہ ہوتی تو علم حدیث کے یہ پہاڑ آپ کی فقہ کو کیسے قبول کر سکتے تھے؟

مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) نے بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

ولو کان الامام ابو حنیفۃ جاھلاً، ومن حلیۃ العلم عاطلا ما تطابقت جبال العلم من الحنفیۃ علی الاشتغال بمذائبہ، کالقاضی ابی یوسف، ومحمد بن الحسن الشیبانی، والطحاوی، وابی الحسن الکرخی، وامثالھم واضعافھم. فعلماء الطائفۃ الحنفیۃ فی الھند، والشام، ومصر، ویمن، والجزیرۃ، والحرمین، والعراقین منذ مئۃ وخمسین من الھجرۃ الی ھذا التاریخ یزید علی ستمائۃ سنۃ، فھم الوف لاینحصرون، وعوالم لایحصون من اھل العلم والفتوی والورع والتقوی.[۱]

امام ابوحنیفہؒ اگر (قرآن وحدیث کے علم سے) جاہل ہوتے اور زیورِ علم سے

۱۔ تاریخ الحدیث (ص ۲۳۶)

۲۔ ھدیۃ العارفین (۱/۴۷۴، ۴۷۵)، معجم المؤلفین (۷/۵۸)، الکواکب السائرۃ (۲/۲۲۰)

نا آراستہ ہوتے تو حنفیہ کے جبالِ علم (علم کے پہاڑ) جیسے امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام طحاویؒ، امام کرخیؒ، اور ان جیسی صفات والے دیگر علماء، جو تعداد میں ان سے کئی گنا زیادہ ہیں، ہرگز امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر جمے نہ رہتے۔ چنانچہ ہندوستان (پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا)، شام (فلسطین، سوریا، بیروت وغیرہ)، مصر، یمن، جزیرہ، حرمین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور عراق کے شہروں میں ۱۵۰ ہجری (امام ابوحنیفہؒ کی وفات) سے اب تک، جو کہ چھ سو سے زیادہ سال بنتے ہیں، علمائے حنفیہ پائے جاتے ہیں، یہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور شمار سے باہر ہیں۔ اور ملکوں کے ملک ہیں کہ ان کو گنا نہیں جا سکتا۔ یہ سب اہلِ علم، صاحب فتویٰ، پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں۔

علامہ ابن الوزیرؒ نویں صدی کے ہیں۔ اب بارہویں صدی کے محدث مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کی شہادت ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ علم فقہ را بر دست وے شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام راں بآں فقہ مہذب گردا دینده خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است بس در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہ حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی۔[۲]

خدا تعالیٰ نے علم فقہ کو آپ کے ہاتھوں سے پھیلایا ہے اور اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو آپ کی فقہ سے فائدہ پہنچایا ہے۔ خصوصاً اس آخری دور میں کہ حکومت اسی مذہب کی ہے، تمام شہروں اور تمام ریاستوں میں بادشاہ حنفی ہیں اور قاضی صاحبان، اکثر اساتذہ اور اکثر عوام حنفی ہیں۔

خود غیر مقلدین کے ایک بہت بڑے عالم مولانا ابراہیم سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء)، جو اپنے اہل فرقہ میں "امام المسلمین" کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں، اپنی کتاب "علمائے اسلام" میں امام صاحبؒ کے تذکرہ میں اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

اسلامی دنیا کے اکثر حصے میں آپ ہی کے مقلد و معتقد ہیں۔ اور ان ممالک میں آپ کا مذہب صدیوں سے رائج ہے۔ براعظم ایشیا کے اکثر ملکوں میں صرف آپ

---

[۱] الروض الباسم (۳۱۳،۳۱۲/۱)

[۲] کلمات طیبات (ص ۱۶۸) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۸۶)

ہی کے مقلد ہیں، اور ان میں اکثر آپ ہی کے فقہ کے مطابق امور شرعیہ فیصلہ پاتے ہیں۔ دیگر مذاہب کے مقلد ان کے مقابلے میں بالکل بہت تھوڑے ہیں۔[1]

غرض ہر دور میں دنیا کے اکثر ممالک میں آپ کی فقہ کا رواج پانا، آپ کی عند اللہ مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

علامہ مجد الدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ) نے اپنی کتاب ''جامع الاصول'' میں اسی مناسبت سے لکھا ہے:

لو لم یکن للہ فی ذلک سر خفی، لما کان شطر ھذہ الامۃ من اقدم عھد الی یومنا ھذا، یعبدون اللہ سبحانہ علی مذھب ھذا الامام الجلیل.[2]

اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس (امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی مقبولیت) میں کوئی خاص راز نہ ہوتا تو شروع سے اب تک اس امت کا ایک بہت بڑا حصہ اللہ سبحانہٗ کی عبادت اس امام جلیل کے مذہب پر ہرگز بجا نہ لاتا۔

غرضیکہ محدثین، دیگر اہلِ علم اور عامۃ المسلمین کا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پر یہ اعتماد عند اللہ آپ کی مقبولیت اور آپ کی فقہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ جملہ اہل اسلام کو آپ کی محبت اور اتباع نصیب فرمائے اور آپ کی گستاخی اور توہین سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.
وَتُبْ عَلَیْنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.
وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

ظہور احمد الحسینی

۲۵ رجمادی الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۱ رجولائی ۲۰۰۷ء بروز بدھ

بمقام جلینگم کینٹ، برطانیہ

۱۔ دوماہی مجلہ زمزم، غازی پور، انڈیا (جمادی الاولی، جمادی الاخری، ۱۴۲۶ھ، ص ۳۲)

۲۔ فقہ اہل العراق وحدیثہم (ص ۷۰)

اشاریہ

اشخاص

کتب،رسائل

اماکن

اماکن